فتاویٰ مفتی محمود

جلد ہشتم

فقیہہِ ملّت مفکرِ اسلام مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ
شیخ الحدیث جامعہ قاسم العلوم ملتان۔

جلد ہشتم

فقیہ ملت مفکر اسلام مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الحدیث جامعہ قاسم العلوم ملتان۔

متصل مسجد پائیلٹ ہائی سکول، وحدت روڈ، لاہور۔ فون : ۰۴۲-۵۴۲۷۹۰۱-۲

Fatawa Mufti Mahmood Vol.8
By
Maulana Mufti Mahmood

ISBN : 969-8793-54-2

ضابطہ

نام کتاب	:	فتاویٰ مفتی محمود (جلد ہشتم)
اشاعتِ اوّل	:	جون ۲۰۰۶ء
اشاعتِ دوم	:	جون ۲۰۰۸ء
ناشر	:	محمد ریاض درانی
بہ اہتمام	:	محمد بلال درانی
سرورق	:	جمیل حسین
کمپوزنگ	:	جمعیۃ کمپوزنگ سنٹر، رحمٰن پلازہ اردو بازار، لاہور
مطبع	:	اشتیاق اے مشتاق پریس، لاہور
قیمت	:	200/- روپے
شوروم	:	رحمٰن پلازہ مچھلی منڈی اردو بازار، لاہور
		فون نمبر 7361339

فہرست

شہادت اور گواہی کا بیان

وکالت، کفالت اور حوالہ کا بیان

کتاب الدعویٰ

کتاب السیر والارتداد

شرکت اور مضاربت کا بیان

کتاب المفقود، گمشدہ شخص کے احکام

کتاب البیوع

کتاب الربوا

كتاب الايمان والنذر

عرضِ ناشر

الحمدللہ تعالیٰ فتاویٰ مفتی محمود کی آٹھویں جلد کی تکمیل ہو چکی ہے۔ ہمارا خیال تھا کہ فتاویٰ کا یہ مجموعہ تقریباً آٹھ جلدوں میں مکمل ہو جائے گا لیکن جیسے جیسے کام بڑھتا گیا نئے نئے عنوانات سامنے آتے گئے۔ اب یوں محسوس ہوتا ہے کہ شاید فتاویٰ مفتی محمود چودہ جلدوں میں مکمل ہو سکے گا۔ آٹھویں جلد میں جن ابواب کو شامل کیا گیا ہے ان میں قضاء، تحکیم، صلح، شہادت وگواہی، وکالت، کفالت اور حوالہ، کتاب الدعویٰ، کتاب السیر والارتداد، شرکت اور مضاربت، گم شدہ شخص کے احکام، کتاب البیوع، کتاب الربوا، کتاب الایمان والنذر شامل ہیں۔ یہ تمام عنوانات معاشرتی زندگی میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔

گزشتہ سات جلدوں کی پروف ریڈنگ اور حوالہ جات کی تخریج کا کام مولانا محمد عرفان صاحب انجام دیتے رہے۔ لیکن جلد ہشتم کی پروف ریڈنگ اور تخریج کا مکمل کام مولانا محمد عارف صاحب استاذ جامعہ مدنیہ لاہور نے سرانجام دیا ہے اور آئندہ آنے والی تین جلدوں کے مسودات کی پروف ریڈنگ اور تخریج بھی مولانا محمد عارف ہی سر انجام دے رہے ہیں۔

یہاں پر میں مولانا عبدالرحمٰن خطیب عالی مسجد لاہور کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں جن کی ذاتی توجہ اور دلچسپی سے فتاویٰ کا یہ مجموعہ پایہ تکمیل کو پہنچ رہا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ پاک مولانا موصوف کو برکتوں سے نوازے۔

معیاری طباعت کے حوالے سے ہماری کوشش یہ رہی ہے کہ بہتر سے بہتر معیار برقرار رکھ سکیں۔ اس جلد میں ہم یہ معیار برقرار رکھ سکے ہیں یا نہیں اس کا فیصلہ قارئین ہی کر سکتے ہیں۔

اللہ پاک ہم سب کو خلوص دل سے دین کی اشاعت کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری اس کوشش کو عامۃ الناس کے لیے نافع بنائے۔ آمین

محمد ریاض درانی

مسجد پائلٹ ہائی سکول وحدت روڈ' لاہور

قضاء، تحکیم اور صلح کا بیان

کیا فیصلہ کے وقت مدعی اور مدعا علیہ دونوں کا موجود ہونا ضروری ہے، کیا باپ کی شہادت بیٹے کے حق میں قبول ہے؟ فاسق کی شہادت کا حکم، کیا دونوں شاہدوں کے لیے الگ الگ صریح شہادت ضروری ہے، عاقلہ بالغہ لڑکی کا والد اگر لڑکی کی توکیل کے بغیر مجلس فیصلہ میں آئے گا تو فیصلہ درست نہ ہوگا

﴿س﴾

(۱) حکم شرعی کے سامنے مدعی اور مدعا علیہا کا ہونا ضروری ہے یا نہ۔ اگر مدعی اور اس کے شاہدین کے بیانات مدعا علیہا کی عدم موجودگی میں لیے جائیں اور فیصلہ بھی مدعا علیہا کی عدم موجودگی میں کیا جائے تو کیا یہ تحکیم شرعاً درست ہوگی۔

(۲) باپ کی شہادت بیٹے کے حق میں شرعاً قبول کی جائے گی۔

(۳) ایسا شخص کہ جس کے فعل بد پر حد شرعی قائم ہو سکتی ہے اس کی شہادت قبول ہوگی۔

(۴) کوئی شاہد صرف یہ کہہ دے کہ جس طرح زید نے شہادت دی ہے میری وہی شہادت ہے یا شہادت کے الفاظ خود بیان کرے کہ یہ دیکھا یا سنا ہے۔

(۵) مدعا علیہا جبکہ عاقلہ، بالغہ، تندرست ہو تو اس کے بجائے اس کا والد بغیر رضامندی و وکالت تحریری یا مختار نامہ کے دختر خود کے حکم کے سامنے پیش ہو تو یہ جائز ہے یا اس مدعا علیہا سے مختار نامہ تحریری یا زبانی لے کر جائے۔

﴿ج﴾

(۱) یہ قضا علی الغائب ہے اس لیے صحیح نہیں اور فیصلہ نافذ نہ ہوگا۔

(۲) نہیں۔

(۳) یہ بات قاضی یا حکم کے اختیار میں ہے اگر قرائن سے اس کے صدق کا یقین آ جائے اور باوجود فسق کے اس کی شہادت لے کر اور اس پر فیصلہ دے دے تو فیصلہ نافذ ہو جائے گا۔ عام حالات میں فاسق کی گواہی نہیں لینی چاہیے۔

(۴) دونوں کا اکٹھا اگر بیان ہو جائے اور اسی مجلس میں دونوں اس کی تصدیق بلفظ شہادت کر کے دستخط کریں تو معتبر ہوگا۔

(۵) توکیل ضروری ہے ورنہ یہ فیصلہ مدعا علیہا کے خلاف صحیح نہ ہوگا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۰ ربیع الثانی ۱۳۷۶ھ

مفتی کو جب تک لوگ حکم تسلیم نہ کریں وہ مسئلہ بتا سکتا ہے لیکن فیصلہ نہیں کر سکتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) مثلاً زید مفتی بن کر آیا اور فریقین میں سے ایک فریق نے کہا کہ ہم آپ کا فیصلہ نہیں مانیں گے اور ہم آپ کو حکم نہیں مانتے بلکہ جو فیصلہ پنچایت کرے گی وہ فیصلہ ہمیں منظور ہوگا۔

(۲) یہی مفتی سرسری شہادتیں لینے کے بعد ایک شہادت کو مجروح قرار دینے کے بعد مدعی علیہ سے حلف بھی نہیں لیتا جیسا کہ اصول ہے البینة علی المدعی والیمین علی من انکر (مشکوٰۃ ص ۳۲۶)

(۳) اور سب لوگوں کے سامنے یہ کہتا ہے کہ ہم فیصلہ نہیں کرتے بلکہ مسئلہ سناتے ہیں اور پنچایت بھی کوئی فیصلہ نہیں کرتی بعد میں یہ مفتی ایک فریق کے گھر جا کر یہ مثلاً لکھ کر دیتا ہے کہ عورتیں نہیں جھوٹ ہیں اور نماز اس کے پیچھے جائز ہے حالانکہ مجمع مسلمانوں کا موجود ہے اس کے سامنے کچھ نہیں لکھتا۔ کیا ایسے مفتی کا فیصلہ از روئے شرع محمدی جائز ہوگا یا نہیں یا کیا جو چیز اس نے ایک فریق کے گھر جا کر لکھی ہے وہ معتبر ہوگی یا نہیں۔ بینوا توجروا

میاں احمد ولد شیر محمد ساکن چک نمبر ۳۲۷ تحصیل لودھراں ضلع ملتان

﴿ج﴾

(۱) مفتی فقط سائل کے مسئلہ کا جواب مطابق سوال دینے کا ذمہ دار ہے۔ اس کو شہادت کسی واقعہ میں لینے اور اس واقعہ جزئیہ میں درمیان فریقین کے فیصلہ دینے کا اختیار جب ہوگا کہ فریقین برضا اس کو حکم تسلیم کرلیں اور فیصلہ سنانے کے وقت تک وہ اس اقرار پر قائم رہیں۔ اگر فیصلہ دینے سے قبل فریقین میں سے کوئی بھی اس کے حکم ہونے سے انکار کردے گا تو وہ حکم نہیں اور اس کا فیصلہ شرعاً معتبر نہ ہوگا۔

(۲) حکم شہادت پر یا بصورت عدم شہادت حلف مدعی علیہ پر فیصلہ دے گا چونکہ یہاں شہادت کو مجروح قرار دیا اور مدعی علیہ کو حلف نہیں دی گئی اس لیے فیصلہ شرعاً صحیح نہیں ہوگا۔

(۳) فیصلہ میں شرط ہے کہ جس کے خلاف فیصلہ سنایا جائے وہ حاضر ہو۔ قضا علی الغائب نافذ نہیں ہوتی۔ کذا فی کتب الفقه

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

مدعی کے پاس گواہ نہ ہونے کی صورت میں مدعا علیہ سے قسم لی جائے گی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ میں نے ایک شخص کو ڈیڑھ من سلور شکستہ بابت نیا مال بنانے کے لیے دیا تھا۔ چند روز بعد وہ مال دینے سے منکر ہو گیا جس کی قیمت ۲۷۵ روپے ہے اور کہتا ہے کہ مجھے آپ نے مال نہیں دیا ہے۔ میرے پاس کوئی گواہ نہیں ہیں۔ لہٰذا اس مسئلے میں شریعت کا جو حکم ہو اس سے مطلع فرما دیں۔

حافظ نور حسن ولد اللہ دین خان گڑھ ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

حسب قاعدہ کلیہ المدعی من ترک ترک۔ (درمختار ص۵۴۲ ج۵) مال دینے والا مدعی اور مال لینے والا منکر ہے اور مدعی کے پاس گواہ نہ ہونے کی صورت میں بحکم حدیث البینة علی المدعی والیمین علی من انکر۔ (مشکوٰۃ ص۳۲۶) شخص مذکور منکر کو حلف (قسم) دی جائے گی کہ مجھ پر اس شخص کا کوئی حق نہیں اور اگر شخص مذکور قسم اٹھانے سے منکر ہے تو پھر شخص مذکور کو شرعاً ۲۷۵ روپے ادا کرنے ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۲ شعبان ۱۳۸۸ھ

دو علماء کرام کے فیصلہ پر حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا محققانہ تبصرہ

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ غلام اکبر و غلام سرور کا لینے دینے میں تنازع ہوا۔ شرعی فیصلہ پر متفق ہوئے کہ شرعاً جس کو دینا ہوگا دے گا۔ دو مولوی حاکم کیے انہوں نے بیان سنے اور فریقین کو مجلس سے دور کر دیا۔ پھر فریقین کی عدم موجودگی میں بیان اور فیصلہ تحریر کیا۔ بعد ازاں فریقین کو بلا کر اپنے تحریر شدہ بیان و فیصلہ سنایا اور کہا کہ اگر ثابت ہو گیا کہ یہ فیصلہ شرعی نہیں تو ہم رجوع کریں گے۔ نقلی فیصلہ و بیان (جو مولویوں نے فریقین کی عدم موجودگی میں تحریر کیے) وہ یہ ہیں۔

بیان فریقین

غلام سرور ولد غلام رسول چاہ کمبوہ و غلام اکبر ولد شمس الدین چاہ کمبوہ کی اراضیات کو حکومت نے درمیان ہمارے تبادلہ کے طور پر تبدیل کیے۔ ہم ہر ایک فریق اپنی تبدیل شدہ اراضی پر قابض ہیں اور برضامندی خود روبرو کرتے ہیں ہم فریقین کی اراضیات میں فصل اور درخت موجود ہیں جس کو شرع شریف علماء صاحبان ہمارے مقرر کردہ ثالثان مولوی مشتاق احمد، مولوی فیض اللہ جمالوی سنا دیویں۔

محمد ابوالحسن مشرف آباد تحصیل و ضلع ڈیرہ اسماعیل خان

حکم کا فیصلہ

فریقین کی تبادلہ اراضیات چونکہ شرعاً بیع ہے۔ درخت مثمر یا غیر مثمر جس کے حصہ میں آ گئے وہی مالک تصور کیا جاتا ہے اور زرع از قسم کماند وغیرہ کا بائع مستحق ہے مشتری نہیں۔ البتہ غلام سرور کی طرف سے مبلغ ۵۹۵ روپیہ قیمت کماند غلام اکبر کو مل گئے ہیں۔ اس مبلغ ۴۵۰ روپیہ کھجوروں کی قیمت مجرا کر کے مبلغ ۱۴۵ روپیہ غلام اکبر کو دینا پڑتا ہے لیکن ہم ثالثان فیصلہ کنندگان درمیان سے ساقط کرتے ہیں۔ فریقین اس کے طلب گار نہ رہیں۔ شیشم کے درخت جو کہ فریقین نے نکالے ہیں وہی فعل وعمل درست صحیح تصور کیا جاتا ہے باقی درختان جتنے ایک دوسرے کے مملوکی ومقبوضہ اراضیات میں موجود ہیں ہر ایک مالک وقابض تصور کیا جاتا ہے۔ پس تنازع رفع ہو کر صلح وفیصلہ ثابت ہوگا۔ بفرض تقدیر اگر حکومت نے بابت درختان کوئی دوسرا حکم ثابت کیا تو قابض درخت کو فریق آخر مبلغ ۱۵ روپیہ فی من دے گا۔

دستخط فیصلہ کنندگان وفریقین

بعد ازاں غلام اکبر نے کسی مولوی سے پوچھا کہ یہ فیصلہ شرعی ہے یا نہیں تو اس نے کہا کہ چند وجوہ کی بناء پر شرعی نہیں۔

(۱) تمہارے بیان تمہاری عدم موجودگی میں تحریر کیے گئے ہیں اور فیصلہ بھی۔

(۲) تمہارے قول کے مطابق تمہارے بیان صحیح وپورے نہیں لکھے گئے۔ جس پر گواہ بھی موجود ہیں۔

(۳) شیشم کے درختوں کی تعداد فریقین سے نہیں پوچھی گئی۔ غلام کی شیشم غلام سرور کی طرف زیادہ چلی گئی ہیں جن کا عوض بھی نہیں دلایا گیا۔

(۴) فریقین کے تبادلہ اراضیات جو کہ حکومت نے کی تھی اس کو شرعاً بیع قرار دیتے ہوئے بھی حکومت کے قانون میں ردو بدل کیا گیا ہے یا تو حکومت کے فیصلہ کو شرعاً بیع نہیں ماننا چاہیے۔ اگر مانا جائے تو اس میں ردو بدل درست نہیں۔ کیونکہ حکومت نے زراعت کا مالک غلام اکبر کو قرار دیا تھا جس کو مولویوں نے غلام سرور کی طرف واپس کیا جو ۵۹۵ روپیہ الجواب کی سطر۲ میں مذکور ہے۔

اگر یہ فیصلہ شرعی ہے تو ۱۴۵ روپیہ جو کہ غلام اکبر کے ذمہ تھا کو ثالثان فیصلہ کنندگان درمیان سے کیسے ساقط کر سکتے ہیں جو کہ الجواب کی سطر۴ پر مذکور ہے۔

اب مطلوب امر یہ ہے کہ یہ فیصلہ شرعی ہے یا نہیں۔ اگر شرعی ہے تو اس پر جو اعتراضات کیے گئے ہیں درست ہیں یا نہیں۔ کیا مولویوں کو اس فیصلے سے رجوع کرنا چاہیے یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

ثالثان کا فیصلہ درحقیقت صلح ہے حکم نہیں ہے۔ بلکہ حکم کے حکم شرعی میں فریقین مجبور ہوتے ہیں اور اسے لازماً

تسلیم کرنا پڑتا ہے خواہ وہ حکم ان کے مرضی کے مطابق ہو یا نہ ہو لیکن صلح میں فریقین کی رضا شرط ہے۔ اگر صورت مذکور میں فریقین نے صلح مذکور کی تفصیل سن کر برضا اور غبت اسے منظور کر کے اس پر دستخط کر دیے ہیں تو عقد لازم ہو گیا ہے اور اب شرعاً کسی فریق کو (بغیر اقالہ فریقین کے) اس سے رجوع کا حق نہیں ہے اور اگر فریقین نے اسے ابتداء سے منظور نہیں کیا تو یہ صلح شرعاً ان پر جبراً حکم شرعی کی حیثیت سے مسلط نہیں کی جا سکتی۔ فریقین میں سے ہر ایک کو پورا اختیار ہے کہ وہ ابتداء میں اس صلح کو مسترد کر دیں اور اسے تسلیم نہ کریں۔ اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے۔ البتہ تسلیم کرنے کے بعد رجوع کا حق نہیں ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۸ ربیع الاول ۱۳۹۱ھ

اگر مدعا علیہ قسم اٹھانے سے انکار کر دے تو اس کے ذمہ دعویٰ ثابت ہو جائے گا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ دو شخص مسمیان زید وعمرو نے مشترکہ زمین خریدی۔ اب مسمی زید کہتا ہے کہ عمرو نے مجھ سے کچھ رقم بروقت خرید زمین نقد دستی ادھار لی تھی۔ مسمی عمرو نے انکار کر دیا کہ میں نے مسمی زید سے کچھ رقم نقد دستی ادھار نہیں لی تھی۔ زید کے پاس گواہ وغیرہ کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اب زید نے عمرو سے قسم مانگی کہ تیری جگہ فلاں آدمی قسم اٹھائے۔ عمرو نے اس قسم سے بھی انکار کر دیا۔ زید نے کہا کہ عمرو رقم مسجد میں رکھ دے میں اٹھاتا ہوں مگر عمرو نے یہ بھی نہ کیا۔ پھر پنچایت جمع ہوئی انہوں نے دونوں مسمیان زید وعمرو سے پوچھا کہ ہم دو چٹھیاں لکھتے ہیں۔ ایک پر خارج دوسری پر ڈگری لکھتے ہیں اور قرآن شریف میں رکھتے ہیں جو چٹھی جس کے حق میں نکلے گی وہ فیصلہ ہر ایک کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ دونوں مسمیان زید وعمر نے اس فیصلہ کو تسلیم کر لیا۔ فیصلہ تسلیم کرنے کے بعد خارج و ڈگری والی چٹھیاں لکھ کر قرآن شریف میں رکھ دی گئیں اور پھر اٹھوائی گئیں۔ زید کے حق میں ڈگری والی چٹھی نکلی اور عمرو مذکور سے رقم وصول کر کے زید کو دلوا دی گئی ہے۔ اب عمرو کہتا ہے کہ اس معاملہ میں جو شریعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیصلہ کرے گی مجھے وہ تسلیم ہوگا۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں فیصلہ شرعی تحریر فرمایا جائے۔ بینوا توجروا

حافظ دوست محمد بلوچ تحصیل شورکوٹ ضلع جھنگ

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جبکہ زید کے پاس گواہ نہ تھے تو اس کے لیے شرعاً یہی طریقہ تھا کہ عمرو سے حلف لیا جاتا اور جبکہ عمرو نے حلف (قسم) اٹھانے سے انکار کیا ہے تو اس کے ذمہ قرضہ واجب ہو گیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۶ محرم ۱۳۸۹ھ

ثالث کا مدعاعلیہ کو کہنا کہ رقم قرآن کریم پر رکھ دو تا کہ مدعی اٹھائے یہ فیصلہ غیر شرعی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ دو شخصوں کا آپس میں لین دین کا جھگڑا ہے۔ عدالت میں دعویٰ کیا عدالت نے کہا کہ آپس میں ثالث مقرر کرلو۔ ثالث مقرر ہوئے۔ ایک ثالث نے فیصلہ دیا کہ ایک شخص قرآن شریف پر رقم رکھ دے دوسرا اٹھالے۔ مثلاً زید قرآن شریف پر رقم رکھ دے، لینے والا بکر اسے اٹھالے یا زید دینے والا بکر سے قسم لے تو اگر بکر قسم قرآن اٹھائے تو زید پھر رقم دے دے۔ زید کی طرف سے ایک اور آدمی مختار تھا۔ اس نے یہ بات منظور نہیں کی۔ عدات میں حاکم فیصلہ کرے گا مثلاً قرآن کے اس فیصلہ کو منظور نہ کیا۔ اس سے انکاری ہوا۔ اب خداوندی کلام سے منحرف ہونے کے لیے فیصلہ نہ منظور کرنے والے کے لیے شرعاً کیا حکم ہے۔

غلام صدیق عفی عنہ

﴿ج﴾

چونکہ صورت مسئولہ میں ثالث کا یہ فیصلہ غیر شرعی و صحیح نہ تھا اور معلوم یہ ہوتا ہے کہ ثالث بے علم ہے۔ فیصلہ کی صحیح صورت یہ تھی کہ مدعی اور مدعی علیہ کے بیانات سننے کے بعد وہ مدعی سے دو عادل گواہ طلب کرتا اگر مدعی دو گواہ عادل پیش کرتا تو اس کا حق ثابت ہوتا اور اسے دیا جاتا اور اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوتے اور مدعی علیہ انکار کرتا تو پھر مدعی علیہ کو قسم دی جاتی تو اس طرح سے صحیح و شرعی فیصلہ کرتا لیکن چونکہ ثالث نے غلط فیصلہ کیا ہے کہ زید قرآن کریم پر رکھ کر بکر اٹھالے۔ اس لیے زید کا اس صورت میں انکار کرنا جائز و صحیح ہے شرعاً اس پر کوئی قسم و کفارہ نہیں اور نہ گنہگار ہے۔ کیونکہ غیر شرعی فیصلہ سے زید کا انکار کرنا قرآن پاک کی بے ادبی و بے تعظیمی نہیں ہے اور نہ قرآنی فیصلہ سے انحراف ہے۔ بلکہ یہ انکار کرنا قرآن پاک کے موافق بات ہے۔ لہٰذا فریقین کو چاہیے کہ کسی جید عالم کو ثالث بنا کر جھگڑا ختم کریں اس صورت میں فیصلہ بھی شرعی ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

حاکم کے مقرر کیے بغیر یتیم لڑکیوں کا نانا یا چچا وغیرہ اُن کے مال میں تصرف نہیں کر سکتے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مرتا ہے اور اس کی کچھ زمین اور کچھ بیل وغیرہ موجود ہیں اور شخص مذکور کا کنبہ موجود ہے۔ جو یہ ہیں ایک عورت، تین بیٹیاں صغیر جات۔ متوفی کی زمین اتنی پیداوار نہیں دیتی کہ عیال کا گزارہ ہو جائے۔ بناء علیہ پرورش کنندگان نے اس کا بیل اور دو بھینس فروخت کر کے اس کے عیال یعنی عورت اور اس کی بنات پر خرچ کیا ہے۔ پرورش کنندہ متوفی کا سسرال ہے جو لڑکیوں کا نانا ہے اور نہایت دیانتدار ہے اور اب

دریافت طلب امر یہ ہے کہ پرورش کنندہ کو شرعاً اس بات کا حق حاصل تھا یا نہیں۔ پوچھنے کی ضرورت اس لیے ہے کہ متوفی کا چچازاد بھائی ہے متوفی کی زندگی میں اس سے بغض رکھتا تھا اور ہر وقت لڑتا تھا۔ اب کہتا ہے کہ متوفی کا سارا مال مجھے دے دیا جائے اور لڑکیاں بھی مجھے دے دی جائیں میں خدمت کروں گا۔ مگر لڑکیوں کی والدہ سابق حالات کی بنا پر خائفہ ہے اور ان کے پاس رہنا پسند نہیں کرتی۔ نیز وہ آدمی دیانتدار اور امانت دار بھی نہیں ہے۔ اب آپ یہ بتائیں کہ پرورش کا حق کس کو ہے۔ نیز اس کے متروکہ مال سے اس کے عیال پر خرچ کیا جا سکتا ہے یا نہ۔ چچازاد بھائی پہلے سے یتیموں کے مال کھانے کا عادی ہے۔ اب بھی چاہتا ہے کہ کسی طرح مال کھا جاؤں براہ کرم فتویٰ دیا جائے۔ بینوا توجروا

المستفتی محمد بخش

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جبکہ ان لڑکیوں کا باپ دادا ان میں کسی ایک کا وصی موجود نہیں تو ان یتیم لڑکیوں کے مال کی حفاظت حکومت پر ہے۔ نانا اور چچازاد بھائی یا دوسرے رشتہ دار کوئی بھی از خود یتیم لڑکیوں کے مال کا محافظ نہیں اس لیے نانا و چچازاد بھائی اور دیگر رشتہ داروں کا فرض ہے کہ اپنے علاقہ کے حاکم مسلمان کو ان یتیم لڑکیوں کے مال کی حفاظت کے متعلق اطلاع و درخواست دیں۔ حاکم مسلمان کا یہ فرض ہے کہ ان کے رشتہ داروں میں کسی دیانتدار اور امانتدار شخص کو ان کے مال کی حفاظت اور ان پر خرچ کرنے کے لیے مقرر کرے اور جبکہ ان لڑکیوں کا نانا نہایت دیانتدار ہے تو حاکم کو چاہیے کہ اسی نانا کو ان کے مال کی حفاظت و نگہداشت اور ان پر خرچ کرنے کے لیے مقرر کرے اور چچازاد بھائی جو کہ زندگی میں متوفی سے اچھا سلوک نہیں کرتا اور یتیموں کے مال کھانے کا عادی ہے اور اب بھی اس کی حالت یتیموں اور ان کے مال کے متعلق قابل اعتماد نہیں۔ کسی طرح حاکم اسے یا کسی دوسرے خائن آدمی کو ان کے مال کا محافظ و نگران مقرر نہ کرے۔ یتیم بچیوں کی پرورش کا حق شرعاً سب سے پہلے والدہ کو ہے۔ اس کے بعد نانی کو اس کے بعد دادی کو اس کے بعد خالہ کو بشرطیکہ لڑکیوں کے غیر محرم سے نکاح نہ کریں لیکن چچازاد بھائی نہ ان لڑکیوں کے مال کا ولی ہے اور نہ اسے شرعاً لڑکیوں کی پرورش کا حق حاصل ہے۔ کسی طرح بھی وہ لڑکیوں کو نہیں لے سکتا پرورش کا حق ماں کو حاصل ہے۔ بعد اس کے ترتیب مذکور کے ساتھ دوسروں کو تفصیلات کتب فقہیہ میں اگر مطلوب ہو تو وہ دوبارہ معلوم کر لیں اور نانا نے بوجہ مجبوری کے کہ متوفی کی زمین کی پیداوار اس کی عورت اور لڑکیوں کے لیے کافی نہیں تھی اور ان کو خرچ کی ضرورت اور ان کو کوئی مال میں جائز تصرف کرنے والا باپ دادا یا ان کا وصی یا حکومت کی طرف سے مقرر شدہ آدمی نہیں تھا جو متوفی کے بیل اور دو بھینسوں کو فروخت کیا ہے اور ان پر خرچ کیا ہے تو شرعاً یہ تصرف کرنا جائز تصور ہوگا اور جس شخص کو حاکم ان بچیوں کے مال کا محافظ مقرر کر دے وہ اس مال سے بقدر ضرورت ان لڑکیوں پر صرف کرتا رہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۹ ذی الحجہ ۱۳۸۳ھ

ایک فریق کی رائے ہے کہ شرعی فیصلہ کیا جائے دوسری فریق کی رائے ہے کہ برادری کی رسم کے مطابق ہو تو حق پر کون ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ہماری برادری کی فلاح و بہبود کے سلسلے میں ایک انجمن عرصہ سے کام کر رہی تھی۔ عرصہ تقریباً ۱۰ ماہ سے باہمی اختلافی مسائل کی وجہ سے دو گروپوں میں تقسیم ہوگئی۔ بعد ازاں برادری کے سنجیدہ افراد نے دوبارہ دونوں گروہوں میں اتفاق کرانے کی کوشش کی اور دونوں گروپوں کے سرکردہ افراد کو یکجا کیا کہ وہ آپس میں بات چیت کر کے باہمی اختلاف دور کریں۔ جب دونوں گروپوں کے سرکردہ افراد یکجا ہوئے تو فریق اول نے پیشکش کی کہ وہ اپنے باہمی اختلافات اور متنازعہ فیہ مسائل کو علماء دین یا کسی معتمد مفتی کے سامنے پیش کریں اور مطبوعہ روداد دیں اور فریقین کے بیانات سن کر وہ شریعت اسلامیہ کے مطابق جو فیصلہ کر دیں اس کو تسلیم کر لیا جائے کیونکہ ہم خود فیصلہ کرتے ہیں تو اختلافات پیدا ہو کر گروہ بندیاں ہو جاتی ہیں۔ اس پر فریق دوم نے کہا کہ جہاں تک علماء کرام و مفتیان دین کا تعلق ہے ہم ان کا تہہ دل سے احترام کرتے ہیں اور بوقت ضرورت علماء کرام سے مشورہ یا مفتیان دین سے فتویٰ لیا جا سکتا ہے لیکن ہماری برادری کے فیصلہ برادری خود کرتی ہے کیونکہ بہت سے فیصلے ایسے ہوتے ہیں کہ جو ہم اپنی رسم و رواج کے مطابق کرتے ہیں۔ اس بات پر فریق اول راضی نہیں ہوئے اور بغیر کسی سمجھوتے کے بات چیت ختم ہوگئی اور اتفاق نہ ہو سکا۔ اب فریق اول کی پیشکش اور فریق دوم کے جواب کے پیش نظر از روئے شرع محمدیہ دریافت طلب امر یہ ہے کہ

(۱) ان دونوں فریقوں میں کون حق پر ہے اور کون غلطی پر ہے اور کیوں۔

(۲) یہ کہ آپ کا فیصلہ جو فریق تسلیم نہ کرے اور اپنی ضد پر قائم رہے تو کیا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا اور اس کے ساتھ کھانا پینا اور اس کی شادی غمی میں شرکت کرنا کیسا ہے۔ لہٰذا التجا ہے کہ مناسب مفصل فیصلہ (فتویٰ) صادر فرمائیں۔

﴿ج﴾

(۱) رسم و رواج کے مطابق فیصلہ کرنا اگر جانبین کی رضامندی سے ہے تو یہ صلح ہے اور یہ سوائے چند صورتوں کے جن میں تراضی جانبین سے بھی رواجی فیصلہ شرعاً صحیح نہیں ہوتا۔ مثلاً مطلقہ مغلظہ کو جانبین کی رضامندی کے ساتھ بغیر حلالہ کے اپنے پہلے خاوند کے ساتھ آباد کرانا۔ باقی صورتوں میں صحیح اور درست ہے اور اگر فیصلہ اس نوعیت کا ہے کہ

فریقین کی رضامندی پر موقوف نہیں ہے تب رسم ورواج کے ساتھ اس کا تصفیہ کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ علماء کرام سے مشورہ لینا ضروری ہے۔ لہٰذا فریق اول کا کہنا صحیح معلوم ہوتا ہے اور وجہ ذکر کر دی گئی ہے۔

(۲) شرعی فیصلہ سے اعراض کرنا بہت بڑا گناہ ہے اور جو شخص بھی اس گناہ کا ارتکاب کرے تو مسلمان برادری کو اس سے قطع تعلق کرنا چاہیے۔ یہاں تک کہ توبہ تائب ہو جائے۔ **قال تعالیٰ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکفرون الآیۃ وقال ایضاً فاولئک ھم الفاسقون الآیۃ** (پ ۶ رکوع ۱۱) **وقال ایضاً فاولئک ھم الظلمون الآیۃ. وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من رأی منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان او کما قال** (مشکوٰۃ ص ۴۳۶)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۳ صفر ۱۳۸۵ھ

اگر نابالغہ بچی کو ساری جائیداد ہبہ کی جائے اور پھر نا چاقی کی صورت میں لڑکی کا والد اسی جائیداد پر خلع کرے تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ کہ زید نے اپنی بیٹی مسماۃ ہندہ صغیرہ (عمر تقریباً ۷-۶ سال) کو اپنے حین حیات میں اپنی کل جائیداد ہبہ کر کے لکھ کر دے دی۔ زید کی ہندہ صغیرہ کے سوا کوئی اولاد نہیں تھی۔ بعد میں زید نے ہندہ صغیرہ کو مسمی خالد کے ساتھ مہر مبلغ ایک صد روپیہ کے عوض عقد نکاح کرا دیا۔ بعد از دو سال خالد اور ہندہ صغیرہ کی آپس میں ناموافقتی پیدا ہو گئی تو زید نے اپنی بیٹی ہندہ صغیرہ کی جانب سے مسمی خالد سے خلع کر لیا اور اپنی جائیداد خالد کو لکھ کر خلع میں دے دی۔ مزید اس نے ہندہ صغیرہ کی شادی ہونے پر مبلغ ہشت صد روپیہ دینے کا بھی اقرار کیا۔ اس رسید پر ہندہ صغیرہ سے دستبرداری جائیداد کی بھی انگشت لگائی کہ مجھے جائیداد کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں اور اقرار نامہ زید یعنی ہبہ نامہ جو کہ زید نے ہندہ صغیرہ کو جائیداد ہبہ کی تھی وہ رسید ہندہ صغیرہ سے لے کر پھاڑ دی گئی۔ اس صورت میں بدل الخلع زید پر لازم ہوگا یا ہندہ صغیرہ پر کیونکہ زید کو اور کوئی جائیداد ماسوائے ہبہ کیے ہوئے کے نہیں تھی اس صورت میں زید اپنی جائیداد ہبہ کی ہوئی سے رجوع کر سکتا ہے یا نہیں۔ بروقت خلع ہندہ صغیرہ تھی بعد از یک سال بالغ ہوئی۔

﴿ج﴾

زید نے اپنی صغیرہ لڑکی کی جانب سے جو خلع کیا ہے یہ صحیح اور درست ہے لیکن بدل الخلع صغیرہ پر واجب نہ ہوگا۔

کیونکہ صغیرہ کی طرف سے خلع اس کے مال سے نہیں کیا جا سکتا۔ ہدایہ میں ہے **من خلع ابنة وھی صغیرة بما لھا لم یجز علیھا**۔ اس کے آگے ہے **واذا لم یجز لا یسقط المھر ولا یستحق مالھا ثم یقع الطلاق فی روایة وفی روایة لا یقع والاول اصح** (ص ۳۸۸ ج ۲)۔ ہبہ میں اگرچہ رجوع جائز ہے لیکن اگر ذی رحم محرم پر ہبہ کیا جائے تو رجوع جائز نہ ہوگا۔ عالمگیری میں ہے **ولا یرجع فی الھبة من المحارم بالقرابة کالآباء والامھات وان علوا والاولاد وان سفلوا واولاد البنین والبنات فی ذالک سواء** (ص ۳۸۷ ج ۴)۔ خلاصہ یہ کہ طلاق تو مرد کی طرف سے واقع ہوگئی اور مہر اس کو دینا پڑے گا اور بدل الخلع اس کے باپ پر واجب ہوگا اور لڑکی چونکہ نابالغہ ہے اس سے جائیداد سے دستبرداری پر انگوٹھا وغیرہ لگوانا لغو ہے۔ کیونکہ وہ اہل تصرف سے نہیں۔ نیز اس لڑکی سے ہبہ کا رجوع بھی نہیں کر سکتا۔ واللہ اعلم

سیدہ مسعود علی قادری مفتی مدرسہ انوار العلوم
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

علماء کرام سے فیصلہ کروایا لیکن اب ایک فریق نہیں مانتا تو کیا کیا جائے

﴿س﴾

محمد سلیمان علیوالہ وغیرہ کی طرف سے مولوی علی حسن بادل گڑھی کے متعلق اشتہار بعنوان اظہار حقیقت یونین پریس ملتان شہر سے شائع کرایا ہے اور اشتہار میں مولوی علی حسن کے ساتھ چند اشخاص اور بھی شامل ہیں جن کے نام یہ ہیں۔ جمالا، ایسرہ، سوہنا، بجن، گھمن وغیرہ ہم حلفاً تحریر کرتے ہیں کہ اس اشتہار میں جو کچھ درج ہے وہ بالکل غلط ہے۔ خیر دین و رونق علی وغیرہ نے اشتہار محض اس لیے شائع کروایا ہے کہ ان کی بے عزتی نہ ہو اور ان کو پانچ صد روپیہ ہضم کیا ہوا واپس نہ کرنا پڑے۔ فیصلہ کے روز مولوی علی حسن نے جب حلفاً بیان لیے وہ بیان خیر دین وغیرہ کے فیصلہ کے خلاف تھے اور ان بیانات سے چند علماء نے مسئلہ یہی سمجھا کہ لڑکی واپس ہونی چاہیے اور پانچ صد روپیہ بھی واپس ہونا چاہیے اور خیر دین وغیرہ کو تجدید نکاح کروانی چاہیے جب ان کو یہ مسئلہ سنایا گیا تو انہوں نے یہ کہا کہ ہم تمہارے فتویٰ کو نہیں مانتے تو مولوی علی حسن و دیگر صاحبان نے ان کو سمجھایا کہ ایسا نہ کہو اور توبہ کر کے مولویوں کے سامنے معافی مانگ لو تو انہوں نے کہا کہ ہم مولویوں کے پاس نہیں جاتے۔ ان کے پاس جانے میں ہماری ہتک ہے۔ جب وہ نہ مانے تو مولوی علی حسن نے ان کے خلاف علماء کرام سے فتویٰ پوچھ کر ان کا بائیکاٹ کر دیا اور اشتہار چھپوا دیے جب انہوں نے یہ اشتہار دیکھے تو انہوں نے مولوی علی حسن وغیرہ کے خلاف انتقامی شکل اختیار کی جو محض مولوی علی حسن وغیرہ پر افتراء اور بہتان اور اشتہار بعنوان اظہار حقیقت شائع کروا دیا اور اس فیصلہ کے متعلق خیر دین وغیرہ کو بتاریخ ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۷۱ھ کو مولویوں نے بلوایا اور ان کو سمجھایا کہ لڑکی واپس کر دو اور جرمانہ بھی واپس کر دو تو انہوں نے مولویوں کے سامنے اقرار کر لیا اور اقرار نامہ لکھا گیا بعد اقرار نامہ کے انہوں نے سمجھا کہ جرمانہ و لڑکی کی واپسی میں ہماری ہتک و بے

عزتی ہے اس لیے انہوں نے انکار کر دیا۔ ہم حلفاً کہتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے کہا ہے یہ بالکل صحیح ہے۔ خیر دین وغیرہ نے محض اپنی عزت کا خیال کرتے ہوئے اور پانچ صد روپیہ ہضم کرنے کے لیے یہ جھوٹا اشتہار شائع کروادیا اور علماء کرام کے سامنے جھوٹی قسم اٹھا کر حالات من گھڑت سنا کر فتویٰ لکھوالیا اور شائع کر دیا اور جس روز فیصلہ ہوا تھا اسی روز رات کو خیر دین وغیرہ نے اپنی برادری کو جمع کیا اور ان کو کہا کہ ہم کو چندہ اکٹھا کر کے دو اور انگوٹھے لگاؤ کہ ہم میں سے جنہوں نے مسئلہ پوچھا ہے ان کے خلاف اشتہار شائع کریں گے انہوں نے مسئلہ پوچھ کر ہماری بے عزتی کروائی ہے جس طرح بھی ہوسکا ہم اس کا بدلہ ضرور لیں گے۔ مگر تم ہماری ہمدردی کرتے ہو تو انگوٹھے لگاؤ اور چندہ دو تو کچھ آدمیوں نے انگوٹھے لگائے اور تقریباً ساٹھ روپیہ اکٹھے کر کے دیئے تو جن شخصوں نے انگوٹھے لگائے تھے وہ بگڑ گئے کہ ہم ایسا نہیں کرتے کاغذ سے ہمارے انگوٹھے اکھاڑ دو کیونکہ اس میں شریعت کی بے عزتی ہے تو خیر دین وغیرہ نے غصہ میں آ کر جس کاغذ پر انگوٹھے تھے پھاڑ دیا اور جو رقم وصول ہوئی تھی وہ واپس نہیں کی اور خیر دین وغیرہ ان شخصوں پر ناراض ہو کر چلے گئے اب ہم علماء کرام سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ ایسے شخص جنہوں نے اپنی نفسانی خواہشات کی وجہ سے صحیح فتویٰ کو نہیں مانا بعد اس فتویٰ کے سنانے والوں کے خلاف اشتہار شائع کروادئے اور علماء کرام کے سامنے غلط حالات سنا کر فتویٰ حاصل کیا اور صحیح مسئلہ کے خلاف کیا۔ مسلمانوں کو ان سے برتاؤ کرنا کیسا ہے۔

السائلین غلام نبی، عبدالغنی، نظام لوگو دال والا، سلیمان، سوہنا ولد ابراہیم

ہم تصدیق کرتے ہیں کہ ۱۰ شوال ۱۳۷۱ھ کو برادری کا اجتماع ہوا اس میں ہم بھی شامل ہوئے۔ ہمارے روبرو جب گواہوں سے حلفاً بیان لیے گئے تو وہ بیان مطابق تھے فتویٰ جو کہ خیر المدارس سے نمبر ۳۸۳ کا تحریر ہوا اس مجلس میں خیر دین ورونق علی وغیرہ نے شریعت کو نہ مانا اور اپنی ہٹ دھرمی پر اڑے رہے اور اس مجلس میں جو بیانات لیے گئے لڑکی وجرمانہ واپس کرنا پڑتا تھا اور تجدید نکاح کروانی پڑتی تھی۔ انہوں نے اپنی عزت کو مدنظر رکھ کر شریعت کو نہ مانا اور مجلس میں عام کہہ دیا کہ ہم نہیں مانتے۔

از مولوی سلمان مقیم سورج کنڈ و پیر باقر حسین شاہ مقیم خانیوال

۱۵ ذوالقعدہ ۱۳۷۱ھ

﴿ج﴾

طرفین نے جا کر علماء کرام کے پاس اپنے اپنے بیانات دے کر فتویٰ مطابق اپنے بیان کے لیا۔ مفتی کا فتویٰ ہمیشہ کے لیے مستفتی کے بیان سے متعلق ہوتا ہے اصل واقعہ کے صدق کا وہ ذمہ دار نہیں۔ اب جب طرفین نے فتویٰ علماء کرام سے حاصل کیا اور دونوں اپنے بیان کی صحت کے مدعی ہیں وہ طرف بھی اپنی صحت بیان پر گواہ وغیرہ پیش کریں گے جیسے آپ اپنے لیے پیش کر چکے ہیں۔ اس لیے جب تک طرفین کے بیان کا تقابل نہ کیا جائے ہم کسی کے برخلاف کچھ لکھنے سے قاصر ہیں۔ ممکن ہے کہ ہماری تحریر کو پھر فریق مخالف کے برخلاف شائع کیا جائے۔ معاملہ طول پکڑے گا اور فتنہ بڑھے گا۔ البتہ اتنا ہم ضرور کہیں گے کہ جو فریق جھوٹ بول کر اور مفتی کو دھوکے میں ڈال کر غلط فتوے حاصل کر

کے اپنا مقصد نکالتا ہے وہ اپنی آخرت تباہ کرتا ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ ایسے لوگوں کی روک تھام ہر ممکن صورت سے کریں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲ ذی قعدہ ۱۳۷۷ھ

علماء کرام کا مذکورہ فیصلہ شرعی نہیں ہے لہٰذا لازم بھی نہیں ہے

﴿س﴾

موضع چک ۳۷۷ کے امام مسجد حافظ الٰہی نے ایک اشتہار جاری کیا ہے جس کا عنوان شرعی فیصلہ ہے اور اب سب علماء سے غلط بیانی سے کام لے کر دستخط کرائے ہیں ہم اصل واقع کو علماء کرام ومفتیان عظام کی خدمت میں ظاہر کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ چک مذکورہ و چک ۳۷۶ و چک ۳۷۸ و چک ۳۸۲ کے ہم لوگ موجود تھے ہمارے سامنے ایک فریق نے یہ کہا کہ ہم علماء کا فیصلہ نہیں مانیں گے بلکہ پنچائیت جو فیصلہ کرے گی وہ ہمیں منظور ہوگا۔ کافی ردو قدح کے بعد علماء نے کہا ہم فیصلہ نہیں کریں گے بلکہ مسئلہ تم کو سنادیں گے۔ آگے آپ کی مرضی ہم فیصلہ نہیں کریں گے۔ چنانچہ مدعی کا دعویٰ ہوا اس پر ایک شہادت گزری اُس پر شرعی حیثیت سے کوئی اعتراض نہ ہوسکا۔ دوسری گزری اُس پر اعتراض ہوا چنانچہ گڑبڑ پر اس کی شہادت کو رد کر کے مسئلہ سنایا گیا بعد میں تین علماء میں سے ۲ علماء نے جو کہ فریق مخالف کے لائے ہوئے تھے انہوں نے حافظ فضل الٰہی کے گھر جاکر یا کسی اور جگہ فیصلہ لکھ کر دیا جو کہ اپنے وعدہ کے خلاف ہے اور مسجد میں جہاں ہم سب لوگ تھے نہیں لکھا۔

شہادت کے مجروح ہونے پر حافظ فضل الٰہی پر قسم آئی تھی البینة علی المدعی والیمین علی من انکر قسم ہمارے سامنے نہیں دی گئی اور قسم کا بھی اُس میں غلط لکھا گیا ہے۔

پنچائیت نے کوئی فیصلہ نہیں کیا ایسی صورت میں یہ فیصلہ شرعی رہے گا کہ نہیں اور ایسے کذب بیان پر کوئی اللہ کا قانون عائد ہوتا ہے یا کہ نہیں۔ ہم سب بالا مذکور چکوں کے جو آدمی شریک تھے اپنے اس سوال پر دستخط کرتے ہوئے اللہ اور رسول کا واسطہ دے کر علماء کرام سے حق کے طالب ہوتے ہیں کہ کیا فیصلہ شرعی ہوگا۔ دوسرا یہ ہے کہ مدعی اور مدعا علیہ دونوں سے نمبردار نے کہا کہ دونوں فریق جاکر شرعی فیصلہ کریں اور ہر فریق نے تسلیم کیا اور تاریخ بھی معین کی۔ حتیٰ کہ مدعی اپنے تاریخ معین پر مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں آئے جبکہ مدعا علیہ نہیں آیا۔ الغرض وعدہ خلافی ہوچکی مدعا علیہ سے یعنی فیصلہ سے انکار کردیا ہم نہیں فیصلہ کریں گے۔

گواہ شدگان: نور خان، علی محمد، میاں محمد، شاہ محمد، میاں محمد، غلام محمد، ولی محمد، احمد خان

﴿ج﴾

فیصلہ علماء کا شرعاً صحیح نہیں تین وجوہ سے۔ (۱) علماء کو حکم نہیں تسلیم کیا گیا بلکہ بہ صراحت ان سے کہا گیا کہ فیصلہ پنچائیت کرے گی۔ اس لیے ان کا فیصلہ فریقین پر واجب التسلیم نہیں۔

(۲) مدعی علیہ کو حلف نہیں دیا گیا۔ جب مدعی کے لیے دو گواہ نہ ہوں تو فیصلہ حلف مدعی علیہ پر ہوگا۔ واذ لیس فلیس.

(۳) فیصلہ گھر میں لکھا گیا۔ وہاں فریقین کی موجودگی میں نہیں سنایا گیا۔ قضا علی الغائب نافذ نہیں جب فیصلہ شرعی نہ ہوا تو اس صورت میں فیصلہ شرعی کے عنوان سے اشتہار شائع کرنا اور جھوٹا استفتاء لکھ کر علماء کے دستخط حاصل کر کے ان کو دھوکہ دینا عظیم گناہ ہے۔ اس کے مرتکب کو علانیہ توبہ کرنا لازم ہے ورنہ اس سے تعلقات منقطع کر کے اس کو توبہ پر مجبور کیا جائے۔ نیز اس کو مجبور کیا جائے کہ وہ پھر سے اپنا فیصلہ دوبارہ کسی حکم ثالث شرعی سے کرائے اور اپنی عورتوں کے نکاح کو ثابت کرے۔ واللہ اعلم

مفتی محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
(۱) الجواب صحیح حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب مفتی بہاولپور
(۲) الجواب صحیح حضرت مولانا محمد چراغ مدرسہ عربیہ گوجرانوالہ
(۳) الجواب صحیح حضرت مفتی محمد عبداللہ خیر المدارس ملتان
(۴) الجواب صحیح حضرت مولانا رشید احمد صاحب مدرس دار الہدیٰ ٹھیڑھی سندھ
(۵) الجواب صحیح حضرت مولانا محمد شفیع صاحب مہتمم قاسم العلوم ملتان شہر
(۶) محمد انیس صدر مدرسہ عربیہ جھوک ویس

اگر ایک فریق اپنے مقرر کردہ ثالث کا فیصلہ تسلیم نہ کرے تو دوسرے فریق پر بھی فیصلہ لازم نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے ضلع میں اشتمال اراضی ہوئی اس میں چوہدری شمس الدین جس نے بوگس یعنی غلط الاٹ منٹ کرائی ہوئی تھی۔ جس کی وجہ سے قریباً سات سو کنال اراضی خارج ہوگئی اور وہ زمین ایک دوسرے شخص فیض محمد کے نام الاٹ ہوگئی۔ اُس کو مسمی محمد شفیع نے خرید کر لی۔ جس کی وجہ سے شمس الدین نے میرے خلاف ناجائز چوری کا مقدمہ کرا دیا اور ملتان میں زمین کی بحالی کے لیے اپیل دائر کر دی۔ وہاں سے خارج ہوئی اور اب لاہور ہائی کورٹ میں اپیل زیر سماعت ہے۔ اس دوران میں فیصلہ کی غرض سے پہلے دو دفعہ ثالث اسی کے چنے ہوئے تھے۔ اب اُس نے تیسرا ثالث جو گورنر صاحب صوبہ پنجاب کا قریبی رشتہ دار تھا۔ اُس کو ثالث مقرر کیا۔ اس نے پہلے مجھ سے اور شمس الدین سے قرآن مجید کا حلف کیا کہ تم میرے فیصلہ پر قائم رہو گے۔ اس کے بعد اُس نے میرے ساتھ پنچائیت کے سامنے بات کی لیکن شمس الدین علیحدگی میں لے گیا نا معلوم کیا باتیں کیں۔ پھر پنچائیت میں آ کر یہ فیصلہ کیا۔ محمد شفیع تم شمس الدین کو آدھ رقبہ مفت دے دیں اور یہ اپیل اور مقدمہ واپس اٹھائے گا۔ اب شمس الدین

مقدمہ اور اپیل واپس کرنے سے منحرف ہوگیا ہے۔اس کے علاوہ لیک اور استغاثہ بھی دائر کر دیا ہے۔ایسی صورت میں مجھے فیصلہ کا پابند رہنا چاہیے یا نہیں۔اگر میں بھی اس کے منحرف ہو جانے کے بعد فیصلے کی پابندی نہ کروں تو از روئے شریعت کیا حکم ہے۔مناسب جواب سے سرفراز فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

محمد شفیع تحصیل وضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بشرط صحت سوال یعنی اگر واقعی شمس الدین مقدمہ اور اپیل واپس لینے سے منحرف ہوگیا ہے تو ایسی صورت میں اگر آپ اُس فیصلہ کی پابندی نہ کریں تو شرعاً آپ پر کوئی جرم اور کفارہ لازم نہیں ہوتا۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۶ ربیع الاول ۱۳۹۳ھ

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۲۹ ربیع الاول ۱۳۹۳ھ

اگر کوئی شخص غلط کوائف ظاہر کر کے عدالت سے فیصلہ کروا دے تو اُسے کالعدم قرار دیا جا سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اگر کوئی شخص زید اپنا نام غلط ظاہر کر کے اور دوسروں کے کوائف مثلاً رشتہ دار وغیرہ بھی غلط ظاہر کر کے کسی عدالت سے اس بنیاد پر اپنے حق میں فیصلہ لے لیتا ہے یعنی کسی مرنے والے سے اپنا قریبی رشتہ ظاہر کر کے حقدار ہونے کا فیصلہ اپنے حق میں لے لیتا ہے تو کیا ایسے آدمی کے خلاف شرعاً عدالت میں کسی وقت بھی اس فیصلہ کا کالعدم قرار دینے کے لیے دعویٰ کیا جا سکتا ہے یا اس کے لیے کوئی مدت مقرر ہے۔

جلیل احمد معرفت احمد ربانی خطیب جامع مسجد ناظم آباد کراچی

﴿ج﴾

شرعاً شخص مذکور کے خلاف دعویٰ کرنا اور اس کے کیے ہوئے فیصلے کو کالعدم قرار دینا ہر وقت جائز ہے۔فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۰ ربیع الاوّل ۱۳۹۸ھ

قرعہ اندازی کے ذریعہ غیر اہل کو منتخب کرنے کا فیصلہ کالعدم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین کہ

(۱) کیا کسی اجتماعی اہمیت کے معاملہ میں قرعہ اندازی جائز ہے۔

(۲) اگر قرعہ اندازی میں کم تر اہلیت کا آدمی کامیاب ہو جائے اور اہل تر آدمی رہ جائے تو کیا یہ فیصلہ قابل عمل ہوگا اور کیا انکار کی صورت میں گناہ تو نہ ہوگا۔

(۳) کیا قرآن پاک پر پرچیاں رکھ کر قرعہ اندازی کرنا جائز ہے اور اس پر عمل کرنا کیسا ہے۔

محمد سلیم صدیق آباد ملتان

﴿ج﴾

(۱) قرعہ اندازی مندرجہ بالا معاملہ میں کوئی شرعی عمل نہیں ہے۔

(۲) اور نہ ہی یہ قرعہ اندازی شریعت کے مطابق ہے۔ لہٰذا انکار کی صورت میں منکرین پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

(۳) قرآن پاک پر پرچیاں رکھ کر قرعہ اندازی کرنا بھی شریعت کے مطابق نہیں ہے۔ لہٰذا اس پر عمل کرنا بھی ضروری نہیں ہوگا۔ اس سے بھی انکار کرنا جائز ہے۔

حررہ بندہ محمد اسحاق نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

یتیم بچوں کی جائیداد کا متولی مسلمان حاکم کو ان کے کسی امین رشتہ دار کو بنانا چاہیے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص عیسیٰ خان بعد از وفات کے اپنے پیچھے ایک پسر عبدالرحمٰن نابالغ اور پانچ دختران مسماۃ شمس مائی بالغہ، ظہراں مائی بالغہ، عائشہ مائی بالغہ، سرور مائی بالغہ، سکینہ مائی نابالغہ اور دو بیوگان چھوڑ کر مرا۔ متوفی عیسیٰ خان کے نام کچھ جائیداد زرعی چلی آ رہی ہے بعد فوتیدگی اس کی جائیداد کا انتقال اس کے پسر و دختران بیوگان اور اس کی والدہ مسماۃ مائی مہرہ کے نام تصدیق ہو چکا ہے۔ اب چونکہ مسمی عبدالرحمٰن نابالغ کی جائیداد پر اس کا حقیقی نانا مسمی اللہ ڈیوایا بحیثیت سرپرست کے قابض ہے اور اس کی جائیداد کی دیکھ بھال کرتا رہتا ہے مگر اس دیکھ بھال سے مسمی اللہ ڈیوایا ناجائز فائدہ اٹھا رہا ہے۔ نابالغ مذکور کا باغ دو ہزار روپے سالانہ میں فروخت ہو رہا ہے اور آئندہ بھی مزید ترقی کا امکان ہے۔ مگر اس کا نانا اللہ ڈیوایہ باغ مذکور کو جڑ سے اکھیڑ کر نابالغ کا نقصان کر رہا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر درختان کا ایستادہ بھی کاٹ رہا ہے ہر چند اس کو منع کیا گیا ہے کہ یتیم لڑکے کا نقصان نہ کرو۔ مگر وہ پروا نہیں کرتا۔ اس لیے سوال یہ ہے کہ آیا اللہ ڈیوایا سرپرست کو باغ کے کاٹنے کا اختیار ہے یا نہ۔ اگر ایک سرپرست ایسے نقصان سے باز نہ آئے تو یتیم کی جائیداد کی حفاظت کے لیے کیا کوئی دوسرا شخص مقرر کیا جا سکتا ہے یا نہ۔ مفصل حل فرمایا جائے۔

عبدالکریم ولد خیر محمد تحصیل و ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بشرط صحت واقع نابالغ کے متولی نانا کو فوراً تولیت سے علیحدہ کرنا ضروری ہے اور نابالغ مذکور کے جائیداد کا متولی مسلمان حاکم ہے۔ نابالغ کا کوئی اور رشتہ دار متولی نہیں۔ لہٰذا حاکم کسی اور دیندار امانتدار اور پابند شرع کو نابالغ کے مال کا متولی بنادے یا حاکم خود اس کی حفاظت کرے۔ **قال فی العلائیة الوالی فی النکاح لا المال العصبة بنفسه (الی ان قال) علی ترتیب الارث والحجب وفی الشامیة (قوله لا المال) فانه الولی فیه الاب ووصیه والجد ووصیه والقاضی ونائبه فقط (درالمختار ص ۷۶ ج۳) وقال فی شرح التنویر وینزع وجوباً لو الواقف فغیره بالاولی غیر مامون فی الشامیه (قوله فغیره بالاولیٰ) قال فی البحر واستفید منه ان للقاضی عزل المتولی الخائن غیر الواقف بالاولی وایضا فی الشامیة مقتضاه اثم القاضی بترکه والاثم بتولیة الخائن ولا شک فیه (شامی ص ۳۸۰ ج۴)**

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲ ذی قعدہ ۱۳۸۸ھ

حاکم کا فیصلہ جب فریقین نے تسلیم کر لیا تو اب کوئی انکار نہیں کر سکتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جس وقت ہر دو فریق کسی معاملہ میں بخوشی ثالثان مقرر کریں اور ثالثان ان کے درمیان موافق شرع وقانون رواجی فیصلہ کریں اور یہ فریقین فیصلہ کو منظور کریں بعد میں ان فریقین میں سے ایک رجوع کر سکتا ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

رجوع نہیں کر سکتا اور رجوع خلاف شرع وقانون ورواج ہے۔ **وفی اللباب فاذا حکم علیهما وهما علی تحکیمهما لزمهما الحکم (لصدوره عن ولایة علیهما الخ) وفی البحر الرائق ص ۲۶ ج۷ (قوله فان حکم لزمهما) لصدوره عن ولایة شرعیة فلا یبطل حکمه بعز لهما الخ) وفی الفتح القدیر ص ۴۰۶ ج۶ والتحکیم جائز بالکتاب قوله تعالیٰ فابعثوا حکما من اهله الآیه الخ واما السنة فما قال ابو شریح یا رسول الله ان قومی اذا اختلفوا فی شیٔ قانونی فحکمت بینهم فرضی عنی الفریقان فقال علیه الصلوٰة والسلام ما احسن هذا رواه النسائی) وفی الدرالمختار ص ۴۲۹ ج۵ فان حکم لزمهما ولا یبطل حکمه بعزلهما لصدوره عن ولایة شرعیة الخ)** اور ان

عبارات سے معلوم ہوا کہ رجوع نہیں کر سکتا۔ ھذا ما ظھر عندی الخ۔ کاتب الحروف گل محمد عفی عنہ۔

یہ جواب درست ہے ثالث کے حکم کے بعد کوئی فریق رجوع نہیں کر سکتا البتہ قبل از حکم ثالث اگر کوئی فریق ثالث کے ثالثی سے رجوع کریں تو رجوع کر سکتا ہے۔ بعد از حکم اور فیصلہ ہرگز رجوع نہیں کر سکتا۔

بندہ نیاز محمد عفا اللہ عنہ مہتمم دار العلوم الاسلامیہ لکی مروت

الجواب صحیح بندہ خانگل عفی عنہ مہتمم دار العلوم حزب الاحناف

الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

گورنمنٹ کسی کی زمین میں مالک کی اجازت کے بغیر نہ تصرف کرسکتی ہے اور نہ تبدیلی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین متین اس مسئلہ میں کہ جو گورنمنٹ برطانیہ تقریباً تیرہ چودہ قلعہ بندی زمینوں کی کرائی اس میں بہت کٹ وٹ ہوگئی ہے۔ کسی کی زمین تباہ ہوگئی اور اس کو اور جگہ سے برآمدگی ہوئی علی ہذا کوئی راضی اور کوئی ناراض ہوگئے۔ آپ فرمائیں کہ کیا حاکم وقت زمینوں کو اگر بلا رضاءِ رعیت الاٹ کر سکتا ہے یا کہ نہ اور تبادلہ بعد رضا جائز ہے یا کہ نہ۔

اگر کسی شخص نے قلعہ بندی کے بعد آم کسی زمین میں لگائے ہوں اس کو پٹواری وغیرہ کہے کہ زمین فلاں کی ہے اب اس کو موافق شرع کیا حکم ہے کہ وہ ان آموں کی پیداوار اٹھا سکتا ہے یا نہ۔ اگر اب جس کی زمین قلعہ بندی میں بحکم حکام آگئی ہے وہ ان آموں پر قبضہ کر لے۔ وہ اس درخت کے آم لگانے والے کو کیا دے سکتا ہے یا کہ بلا دے دلوائے وہ آم کھا سکتا ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

حکومت کو مالک زمین کی اجازت کے بغیر تصرف جائز نہیں اور نہ کسی کی ملکیت کو دوسرے کے حوالہ کر سکتی ہے شرعاً سب کچھ اس مالک کا ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ دار الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ایک مدرسہ کے متعلق دو فریقوں کا اختلاف اور حضرت مفتی محمود نور اللہ مرقدہ کا فیصلہ

کچھ عرصہ پہلے شہر مظفر گڑھ میں جامعہ مدنیہ کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا گیا جس کے ابھی چند کمرے تعمیر ہوئے تھے کہ منتظمین مدرسہ میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ فریقین نے حضرت مولانا مفتی محمود صاحب کو ثالث مقرر کیا۔ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مورخہ ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۹۱ھ کو مدرسہ قاسم العلوم ملتان کے دار الافتاء

میں ہر فریق کے منتخب کردہ تین تین نفر کے بیانات لیے اور فیصلہ سنا دیا جس کو فریقین نے منظور کر لیا اور فیصلہ پر دستخط کر دیے۔ نقل فیصلہ درج ذیل ہے۔

فریق اول: مولوی محمد شفیع صاحب، مستری الٰہی بخش صاحب، قاری عبدالغفور صاحب

فریق ثانی: مولوی محمد احمد صاحب، حاجی سرور دین صاحب، مرزا محمد انور بیگ صاحب

فریقین کی باتیں سننے کے بعد یہ معلوم ہوا کہ دونوں اکٹھے رہ کر کام نہیں کر سکیں گے اور ہمیشہ کے لیے یہ اختلاف باقی رہے گا۔ اس لیے حالات کے تحت یہ فیصلہ ہوا کہ موجودہ مدرسہ چونکہ فریقین نے بنایا تھا اس کی زمین دو کنال صوفی محمد ابراہیم صاحب کی تولیت میں رہے گی اور وہ لازماً اس زمین پر مدرسہ ہی قائم رکھیں گے۔ اپنے ذاتی کام میں استعمال نہیں کریں گے۔

مدرسہ کی تمام املاک نصف نصف ہوں گی۔ تعمیرات، غلہ، چندہ وغیرہ نصف مولوی محمد شفیع صاحب کی تولیت میں ہوگا اور نصف صوفی محمد ابراہیم کے۔

۷۰ بیگھہ زمین جو مدرسہ کو ملی ہے۔ وہ زمین کا مالک اپنے بیان کے مطابق جس فریق کو دینا چاہے گا۔ اسی کی ملکیت ہوگی۔ دوسرے فریق کو اعتراض نہ ہوگا۔

جامعہ مدنیہ دوسری جگہ قائم ہوگا جو مولوی محمد شفیع صاحب کے اہتمام میں چلے گا اور رجسٹریشن کے مطابق اسی کا نام جامعہ مدنیہ ہوگا۔

موجودہ زمین جو صوفی محمد ابراہیم کی تولیت میں ہے اس کا کوئی دوسرا نام رکھ دیا جائے گا جس کا جامعہ مدنیہ کے ساتھ کوئی التباس اور مشابہت نہ ہو۔

فریقین نے اس فیصلہ کو تسلیم کر لیا۔ اللہ تعالیٰ اس پر فریقین کو قائم رکھے اور خدا کرے ان کے دل بھی جڑ جائیں۔

محمود عفا اللہ عنہ خادم مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۶ ربیع الثانی ۱۳۹۱ھ

ثالثوں کا مدعی کی قسم پر فیصلہ کرنا خلاف شرع ہے

﴿س﴾

فریق اول محمد رمضان اور فریق دوم احمد بخش

فریق اول نے فریق دوم سے ایک رقم مبلغ پندرہ ہزار کا مطالبہ کیا جس کی تحریر ہر دو فریقین کے پاس موجود تھی۔ کچھ عرصہ ہر دو فریقین کا کاروباری کام رہا۔ بوجہ ناچاکی کاروبار میں علیحدہ ہو گئے۔ فریق دوم نے اپنی تحریر کردہ رقوم کی پڑتال کر کے رقوم مذکورہ سے صرف آٹھ ہزار روپیہ تسلیم کیا لیکن فریق اول نے ان کی تحریر کو ناجائز قرار دے کر اپنا مطالبہ

برقرار رکھا اور اپنی تحریر سے دیدہ دانستہ منحرف ہوئے۔ بلکہ تحرم انکار کیا۔ ہر طرح فریقین کا یہ فیصلہ تین ثالثوں نے اسی طرح کیا۔

فیصلہ ثالثان

ہر دو فریقین کے لیے یہ طے ہوا کہ ایک فریق حلف اُٹھائے اور دوسرا رقم تسلیم کرے لیکن فریق دوم نے اس پر اصرار کیا کہ تحرم میں حلف کی گنجائش نہیں ہوتی۔ اس پر فریق اول حلف پر رضا مند ہو گئے۔ یہ فیصلہ ہر فریق نے نہیں کیا لیکن فریق دوم نے اس فیصلہ کو اس شرط پر تسلیم کیا اگر ۷۰۰۰ روپیہ ثابت فریق اول پر ہو گیا تو پھر اس کا کیا فیصلہ ہوگا۔ تو ثالثان نے سات ہزار روپیہ واپس دلانے کا اسی وقت فیصلہ کیا جو کہ ابھی تک فریق اول کو نہیں دیا گیا ہے۔ کیونکہ ان کی تحریر ثابت ہو گئی ہے۔ اب فریق اول یہ مطالبہ کرتا ہے کہ ہم نے حلف اٹھایا مبلغ پندرہ ہزار ملنا چاہیے اور فریق دوم کا مطالبہ ہے کہ انہوں نے دیدہ دانستہ تحریر کو چھپا کر لالچ کی خاطر جھوٹا حلف اٹھایا ہے۔ میرا روپیہ مبلغ ۷۰۰۰ واپس کیا جائے۔ کیونکہ بوقت فیصلہ ثالثان روبرو فریق اول پر معاہدہ ہوا تھا اور فریق اول کو جھوٹ کی سزا ملنی چاہیے۔ اس میں علماء کرام اپنا فیصلہ صادر فرمادیں۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ ثالثان کا مدعی کے حلف پر فیصلہ کرنا شرعاً غلط ہے۔ اس لیے کہ حلف شریعت میں مدعا علیہ پر ہے لقوله عليه السلام البينة على المدعى واليمين على من انكر الحديث وفي الدرالمختار مع شرحه ردالمحتار ص ۵۴۹ ج۵ واليمين لاترد على مدع لحديث البينة على المدعى الخ وحديث الشاهد واليمين ضعيف بل رده ابن معين بل انكره الراوي عيني۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں فریق دوم پر اس حلف کی وجہ سے پندرہ ہزار روپے ادا کرنا لازم نہیں ہوتا اور خصوصاً جبکہ مدعی کی تحریر میں بھی آٹھ ہزار روپے کا ثبوت ہوتا ہے اور پندرہ ہزار روپے کا ثبوت نہیں ہوتا۔ ثالثوں پر لازم ہے کہ وہ سات ہزار روپے فریق دوم کو واپس کروادے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
یکم محرام الحرام ۱۳۹۲ھ

جو شخص زمین کی حفاظت کے لیے دیوار کھڑی کر رہا ہو اور کسی کو نقصان نہ پہنچاتا ہو وہ حق بجانب ہے

﴿س﴾

بیان نجیب شاہ ولد نصیب شاہ۔ بیان کرتا ہوں کہ میں رات کے وقت سدو خان کے بھائی محمد رضا خاں کے گھر

گیا۔ گھر میں آواز دی صرف رضا خاں ملا۔ میں نے کہا کہ آپ کا بھائی محمد سدو خاں کہاں ہے۔ میں آپ دونوں کو ایک بات کرنے آیا ہوں۔ رضا خاں نے کہا کہ سدو خاں باہر گیا ہے۔ مجھے بات کرو میں سدو خاں کے بجائے موجود ہوں۔ میں نے کہا کہ تمہارے بھائی سدو خاں نے جو دیوار شروع کی ہے اس دیوار پر میرا دعویٰ ہے۔ بھائی کو دیوار سے روکو۔ اس دیوار سے رستہ تنگ ہوگا۔ لوگ ہماری زمین پر آئیں گے۔ دوسرا یہ ہے کہ نالی جو ہمارے اور تمہارے درمیان امید خان کے ساتھ پانی تقسیم کرتی ہے یہاں کئی زمانہ سے آپ نے پتھر لگائے ہیں ان پتھروں پر بھی میرا دعویٰ ہے یہ پتھر غلط لگائے گئے ہیں۔ تیسرا یہ ہے کہ جو نالی کی مٹی آپ اپنی طرف ڈالتے ہیں اس پر بھی ہمارا دعویٰ ہے۔ لہٰذا ہمارے ساتھ پشتو کا رواج کرو۔ رضا خاں پشتو کے رواج سے انکاری تھا اور شریعت پر آمادہ تھا۔ میں نے صرف بات کہہ دی اور پھر اپنے گھر آ گیا۔ صبح کے وقت اس کا بھائی سدو خاں ہمارے گھر آیا اور مجھے آواز دی کہ آپ نے ناجائز دعویٰ کیا ہے۔ ہماری زمین آپ کے ساتھ غیر کاشت رہے گی یعنی سفید رہے گی۔ اسی دوران میں رضا خان آیا کہ زمین غیر کاشت نہیں رہے گی۔ پشتو کا رواج کریں گے اور یا شریعت کریں گے۔ کل رات ہم اپنے گھر خویش واقارب سے مشورہ کریں گے۔ بعد میں صلاحیت پر پشتو کا رواج یا شریعت کا کریں گے۔ میں نے دو دن انتظار کیا۔ اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اس لیے مجھے شک آیا کہ انکاری ہیں اس لیے میں نے نقصان کیا میں نقصان سے منکر نہیں ہوں۔

بیان محمد سدو خان ولد صدرک خان۔ بیان کرتا ہوں کہ میں نے اپنی زمین پر امیر خاں اور ہمارے درمیان نالی کے کنارے دیوار شروع کی تھی۔ میرا خیال تھا کہ میرے حصہ پر نالی کے جو پیدل راستہ جاتا ہے اس راستہ کو چھوڑ دوں اور باقی زمین پر دیوار بنا دوں تاکہ ہر بلاؤں سے محفوظ رہے۔ دیوار نجیب شاہ تک نہیں آتی تھا۔ دو گز فاصلہ رہ جاتا تھا کہ نجیب شاہ نے مجھ پر دعویٰ کیا کہ یہ دیوار مت بناؤ۔ میں نے کہا کہ کیوں دیوار تو میں اپنی زمین پر بناتا ہوں۔ آپ تو شرعی نالی پر مجھ سے بند ہے۔ آپ کیسے دعویٰ کرتے ہیں۔ نجیب شاہ نے کہا آپ خواہ مخواہ میرے ساتھ پشتو کا رواج کریں۔ میں نے کہا کہ پشتو کیا چیز ہے۔ میں نہ نالی بند کرتا ہوں اور نہ راستہ بند کرتا ہوں جو میرے حصہ پر نالی کے کنارے گزر جاتی ہے تو پھر آپ کیسے رواج مانگتے ہیں۔ لہٰذا تب میں نے کہا کہ مجھے منظور ہے لیکن میں خدا کا رواج کروں گا۔ فی الحال میرا چچا بھینائی خاں موجود نہیں جب وہ باہر سے آجائے تب آپ کے ساتھ شریعت کریں گے۔ میرا کوئی انکار نہیں اس میں دو تین روز گزر گئے میرا چچا نہیں آیا۔ تقریباً رات نجیب خان نے ہماری دیوار گرا دی۔ خواہ مخواہ ناجائز حملہ کیا۔ ہم نے قصاص چچا کے آنے تک چھوڑ دیا جو تھی رات چچا آ گیا۔ میں نے ماجرا بیان کیا۔ چچا نے فرمایا کہ پہلے انتقام لو مگر شریعت پر میں متفق ہوں۔ میں نے بدلہ لے لیا۔ اس کا کچھ زمین کا نقصان کیا۔ بعد میں شریعت شروع ہو گئی۔ شریعت کے لیے جناب قاضی احمد شاہ صاحب منتخب ہوئے۔ نجیب شاہ نے بیان دیتے وقت

قاضی صاحب کو نالی کی مٹی کا دعویٰ بھی ظاہر کیا اور رستے کا دعویٰ بھی کہ میں نہ راستہ گزرنے دوں گا اور نہ نالی کی مٹی چھوڑتا ہوں جو سدو خاں اپنی طرف ڈالتا ہے قاضی صاحب نے فرمایا کہ جو نالی کی مٹی سدو خاں اپنی طرف ڈالتا ہے اور راستوں پر کھاد لے آتا ہے یہ آج کل کا رواج نہیں مقرر کیا ہے کہ یہ صدیوں قدیمی زمانہ سے رواج حجت مقرر کیا جا چکا ہے۔ جو آپ کے دادا پردادا پر مقرر تھا۔ فضول دعویٰ نہ کرو پہلے آپ نے دیوار کا دعویٰ کیا ہے جو سدو خاں نے موجودہ وقت شروع کیا ہے۔ اس کا فیصلہ ہوگا لیکن نہ مانے خیر بیان درج کیا۔ ہم نے بھی بیان سے کافی تر جائز و ناجائز دعویٰ ظاہر کیا کہ اس کا تمام زمین مجھ پر گروی ہے نجیب شاہ کا دادا جب میرے ساتھ یہ زمین خرید کرتے تھے تو ہمارے دادا نہیں چھوڑتے تھے کہ میں خرید کروں گا۔ ہم تو دور ملک سے آتے ہیں یہ ہمارا حق ہے لیکن اس شرط پر چھوڑی تھی کہ تمہارے بال بچہ ہرگز ہماری اولاد پر دعویٰ نہ کریں گے جب کبھی کوئی دعویٰ کیا تو یہ زمین فوراً اسی قیمت -/۸۰۰ روپے پر ہماری ہوگی جس کا ضامن سفیر الدین قوم چوڑمیل تھا۔ لہٰذا زمین واپس کردو۔ یہ تمام جائیداد ناجائز دعویٰ جات آپس میں ایک دوسرے پر کردیتے۔ تیسرے روز شریعت کا حکم دینا تھا۔ جب قاضی صاحب نے حکم شرعی کے واسطے ہمیں اکٹھا کیا، ہم بیٹھ گئے تو نجیب شاہ کو کسی نے کہا تھا کہ شریعت پر آپ کے تمام دعویٰ جات غلط ہیں۔ آپ کا کوئی حق نہیں رہے گا۔ اب پشتو کا رواج مانگو۔ پشتو کے رواج پر کچھ پگڑی پا جاؤ گے۔ لہٰذا وہ شریعت سے انکاری ہوگئے۔ میرے چچا بھینائی نے فرمایا کہ ہم پشتو اور ہند کو نہیں جانتے ہیں۔ میں ان عوام کے روبرو آپ پر سوال کرتا ہوں کہ آپ کا چچا نور شاہ جو آپ سے پہلے یہ زمین نور شاہ کی ملکیت تھی اور یہ راستے بدستور اس پر بھی جاتے تھے اور یہ نالی کی مٹی بھی ہماری تھی۔ ابھی آپ اور نورن شاہ دونوں حلف اٹھا دیں ہم خدا پر صبر کریں گے اور یا مجھے اور سدو خاں کو قسم دے دو کہ ہم اپنا حق قرآں سے ثابت کردیں گے۔ آپ بچے ہیں آپ کی عمر ۲۰، ۲۵ سال ہے اور نورن شاہ کی عمر ۷۰ سال سے زائد ہوگی۔ اس لیے یا آپ دونوں حلف اٹھا دیں اور یا مجھے دے دیں۔ لہٰذا نورن شاہ انکاری ہوگئے۔ قسم نہیں کرتے تھے کہا کہ نجیب شاہ کو اکیلے قسم دے دو۔ میں نے کہا اور قاضی صاحب نے کہا کہ نجیب شاہ کو اکیلے قسم نہیں دی جاسکتی۔ یہ قسم خور ہے نورن شاہ بوجہ علم شریک کیا ہے لیکن نورن شاہ وغیرہ سب انکاری ہوگئے۔ لہٰذا تمام شریعت سے بھاگ گئے۔ قاضی صاحب محروم رہ گیا۔ دوبارہ کسی زور سے شریعت پر آمادہ کیا ہے۔ ماہ صفر کے بعد دوسرا قاضی امیر حمزہ سکنہ وانا شریعت پر ہوں گے۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں اگر نجیب شاہ اور سدو خاں رضا خاں وغیرہ کی زمینوں کا نقشہ اسی طرح ہے جو کہ استفتاء کے ساتھ ہے اور نجیب شاہ اور سدو خاں رضا خاں کی زمینوں کے درمیان دو گز کا فاصلہ ہے اور واقعی اپنی ہی زمین میں سدو

خاں کہہ رہے تھے اور جو قدیمی راستہ سدو خاں کی زمین میں گزرتا ہے اس راستہ کو تنگ نہیں کر رہے تھے۔ پھر بلا وجہ نجیب شاہ کا سدو خاں کی دیوار کا گرانا ظلم ہے اور ناجائز کیا ہے اور جبکہ سدو خاں راستہ کو بھی نہیں روکتے تو شرعاً انہیں اپنی زمین کی حفاظت کے لیے دیوار بنانے کا حق حاصل ہے۔ نجیب شاہ انہیں شرعاً اپنی زمین میں دیوار بنانے سے روک نہیں سکتا۔ نیز نالی کی مٹی کی جو قدیمی روانی ہے کہ جس کی زمین میں راستہ گزرتا ہو نالی کے کنارے کے ساتھ وہی اس نالی کی مٹی کو نکالتے ہیں۔ کیونکہ عموماً یہ راستے نالی کے مغربی کنارے کے ساتھ راستے سے گزرتے ہیں اور اس طرف کی زمینیں نیچی ہیں۔ نالی کی مٹی سے بھر جانے پر اس کے بند ٹوٹنے کی وجہ سے بھی مغربی جانب والے اس مٹی کو استعمال میں لاتے ہیں اور آس پاس کی زمینوں کا بھی یہی رواج و معمول ہے۔ تو بدستور سابق قدیمی رواج کے نالی سے مٹی نکالنے اور استعمال میں لانے کا حق سدو خاں و رضا خان کا ہے۔ نجیب شاہ صاحب کا دعویٰ غلط و بے اصل ہے۔ چنانچہ نجیب شاہ کی زمین کا جب اس کا چچا مالک تھا نجیب شاہ مالک نہیں تھے۔ اس وقت بھی اس طرح معمول تھا اب نجیب شاہ کو اس وقت شرعاً اس نالی کی مٹی کا حق حاصل نہیں۔ نیز جو پتھر سدو خاں نے نالی میں اپنی زمین کے ساتھ لگائے زمین کی حفاظت اور نالی کی مضبوطی کے لیے اور جب کہ نجیب شاہ کا اس سے کوئی تاوان بھی نہیں ہوتا۔ ان کے متعلق دعویٰ بھی درست نہیں اور جبکہ ان پتھروں سے کسی کی حق تلفی نہیں تو پھر سدو خاں اور رضا خاں کا زمین کی حفاظت کے لیے پتھروں کا لگانا بھی شرعاً درست و صحیح ہے۔ لہٰذا وہاں ذمہ دار حضرات اثر و رسوخ والوں کا فرض ہے کہ وہ نجیب شاہ کو سمجھائیں کہ وہ ان غلط دعویٰ سے باز آجائے اور سدو خان رضا خان کے کام میں بلا وجہ حارج نہ بنے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

رشوت خور اور ظالم قاضی کا حکم، ایک شخص کا ساٹھ سال بعد میراث میں اشتراک کا دعویٰ کرنا، حق مہر میں دی گئی جائیداد اگر کسی اجنبی کے قبضہ میں دی گئی تھی لیکن دینے والے نے دوبارہ قبضہ کر لیا کیا حکم ہے

﴿س﴾

(۱) ایک شخص کذاب، ظالم، راشی مگر بے باک اور برسر بازار ظلم بازی دری گرم رکھتا ہے کیا اس کو شرعاً وکیل کسی کام کے لیے کر سکتے ہیں یا نہیں۔ اگر حکومت اس کو قاضی بنائے اور منصب قضا میں کسی غریب کی حق تلفی کرتا ہے اور رشوت کھا کر زبردستی اس کا حق کسی دوسرے کو دیتا ہے اگر وہ غریب مجبور ہو کر حالت غیض و غضب میں آ کر اس قاضی کی بے حرمتی کرے شرعاً وہ مجرم تو نہیں اور اس کے حکم کو مسترد کر دے، توہین کرے ایسے شخص کی شاہدی قابل سماع ہے یا نہیں۔

(۲) زید اور عمر کسی میراث کے حقدار ہوئے مگر زید نے جائیداد کل پر قبضہ کر رکھا ہے۔ عمر دیدہ دانستہ عرصہ ساٹھ سال تک خاموش رہا ہے۔ اب عمر مدعی ہو کر اسی حق کی فریاد کرتا ہے یعنی ساٹھ سال کے بعد کیا شرع جائیداد میراث کا حقدار کرے گی۔

(۳) زینب نے اپنی جائیداد ہندہ کے حق مہر ادا کرنے میں کسی اجنبی آدمی کو ملک کر دی گواہ وغیرہ بھی تھے مگر بعد موت کے پھر تصرف اور عود کر لیا۔ جائیداد اس سے واپس لے لی۔ کیا وہی اجنبی آدمی مرتے وقت زینب کے اس مال کے لیے دعویٰ کر سکتا ہے شرع اسے حقدار کرے گی۔

﴿ج﴾

(۱) موجودہ وقت میں قاضیوں کی حالت واقعی ناگفتہ بہ ہے۔ لیکن پھر بھی ان کی قضا نافذ ہو جاتی ہے۔ اگر رشوت کی وجہ سے ان کی قضاء کو نافذ نہ سمجھا جائے تو تمام قضایا رک جائیں گی۔ اس زمانہ میں رشوت سے بچنا قاضی کے لیے کارے دارد تعطیل احکام کے خطرہ سے نفاذ قضاء کا حکم نافذ کیا جائے گا۔ البتہ اگر وہ قاضی شہادت دے تو بوجہ فاسق ہونے کے اس کی شہادت کو رد کر دینا چاہیے علامہ شامی نے اسی کو اختیار فرمایا ہے **فی الکلام علی الرشوۃ** ص ج ۴ میں دیکھ لیں۔ نیز کسی شخص کو خود یہ حق نہیں کہ وہ قاضی کو زد و کوب کرے بلکہ اس کے خلاف حکومت میں دعویٰ دائر کرے اس کے راشی و جابر و ظالم ہونے کو ثابت کرے۔ اس کو معزول کرانا واجب ہے۔ نیز اگر اس کا جور ثابت ہو گیا بینہ سے یا اقرار قاضی سے تو اس کا فیصلہ بھی نافذ نہ ہوگا۔ دیکھو شامی باب القضاء

(۲) عمر کا جب زید کے پاس فی الواقعہ شرعاً حق ہے اور زید بھی انکار نہیں کرتا تو بہت زمانہ گزرنے سے حقوق باطل نہیں ہوتے۔ عنداللہ ان کا حق باقی ہے۔ **مطلب فی عدم سماع الدعوىٰ بعد خمس عشرۃ سنۃ** شامی نے اس بات کو واضح کیا ہے کہ اگرچہ قاضی دعویٰ کا سماع نہ کرے لیکن حق عنداللہ ساقط نہیں ہوتا۔

(۳) اگر جائیداد ابھی تک اجنبی کے پاس ہے اور اس کو ملک سے خارج نہیں کیا اور کوئی مانع من الرجوع نہ ہو **کما ہو فی کتب الفقہ** تو رجوع کر سکتا ہے۔ اگرچہ گناہگار ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جب فریقین نے کسی عالم دین کو ثالث مقرر کیا
اور انہوں نے موافق شرع فیصلہ کیا تو اس میں رد و بدل جائز نہیں ہے

﴿س﴾

بیان فریق اول: قاری شاہ نواز ومحمد نواز ساکن مٹ ولد اللہ بخش قوم لشاری

زمین متنازعہ فیہ میں ہماری حصہ داری بھی ہے اور اس زمین کے کاشتکار ہم خود آباؤ اجداد سے چلے آ رہے ہیں۔

لہٰذا اس زمین متنازعہ کے ساتھ فریق ثانی رحیموں وغیرہ کا کوئی تعلق نہیں نہ ان کی ملکیت ہے اور نہ یہ کاشتکار۔ اس کے متعلق ہمارے پاس ایک سند ہے کہ ایک دفعہ اس زمین متنازعہ فیہ میں رحیموں کے بھائی قادر نے ایک دفعہ ایک درخت کگھل کا ٹا تو میں نے اسے روکا کہ میری زمین سے درخت نہ کاٹو۔ اس وقت وہ رک گیا مگر میرے جانے کے بعد اس نے کاٹ لیا۔ چنانچہ اس کا فیصلہ غلاموں کڑوئی نے کیا۔ ان پر جرمانہ رکھا انہوں نے مبلغ یک صد روپے جرمانہ ادا کیا۔ نوے روپیہ میں نے رحیموں وغیرہ کو واپس دے دیا اور دس روپے لے لیے۔ دستخط قاری شاہ نواز

بیان فریق ثانی رحیموں و قادر وغیرہ پسران مسو قوم گوندل ساکنان موضع مٹ

یہ زمین متنازعہ فیہ میں نے اپنے چچازاد بھائی گوندل سے خریدی تھی۔ اس زمین میں چوتھائی میری ہے اور تین حصوں کا مالک ثناء اللہ خان ولد ابراہیم خلیل ہے۔ اس زمین کا کاشتکار میں ہوں۔ چنانچہ ایک دفعہ حمید اللہ خان برادر ثناء اللہ خان مذکور اور ہم پٹواری کو لے گئے۔ قاری صاحب ہمارے ساتھ تھا تو پٹواری اورنگ زیب خان نے کہا کہ یہ زمین متنازعہ فیہ تمہاری ہے۔ قاری صاحب نے اس پٹواری مذکور کے فیصلہ کو تسلیم نہ کیا۔ بلکہ عدالت میں جا کر استغاثہ کیا۔ استغاثہ کے بعد جمعدار بمعہ پولیس آیا اور پٹواری نے جمعدار کو کاغذات دکھلائے اور موقعہ دکھلایا اور زمین متنازعہ فیہ پٹواری نے جمعدار کے سامنے پیمائش کی لیکن قاری صاحب اُس وقت موجود نہ تھے۔ اگر تھے بھی تو چھپ گئے یعنی موقع پر ہمارے ساتھ نہ گئے۔ نشان انگشت رحیموں مذکور

گواہان فریق اوّل قاری شاہ نواز محمد نواز

گواہ نمبر ۱: قادر ولد اللہ بخش قوم کھر۔ لفظ اشہد کہہ کر بیان دیتا ہوں کہ یہ زمین متنازعہ فیہ میں نے ایک سال کاشت کی جوڑے پر چنانچہ زمین مذکورہ کا فصل میرے ساتھ محمد نواز لشاری نے تقسیم کیا۔ اس زمین کے کاشتکار محمد نواز وغیرہ ہیں اور اس زمین میں ان کا حصہ بھی ہے۔

گواہ نمبر ۲: مدد ولد حسین قوم سیہڑ سفید ریش نمازی ہے۔ لفظ اشہد کہہ کر بیان دیتا ہوں کہ یہ زمین متنازعہ فیہ برائے کاشت محمد نواز نے مجھے دی تھی میں نے ایک سال اُسے کاشت کیا۔ جب فصل تقسیم کیا گیا تو میرے ساتھ محمد نواز مذکور و جمعہ خان ولد احمد خیل نے یہ فصل تقسیم کیا یعنی محمد نواز وغیرہ اس زمین میں حصہ دار بھی ہیں اور قبضہ کاشت بھی اُن کا ہے۔

گواہ نمبر ۳: گواہ قاری صاحب غلاموں ولد گل قوم کڑوئی۔ لفظ اشہد کہہ کر گواہی دیتا ہوں کہ ایک دفعہ قادو نے درخت کاٹا تھا۔ میں نے اس کا فیصلہ کیا تھا۔ جیسا کہ قاری صاحب بیان کر چکا ہے اور بوقت پیمائش پٹواری اورنگ زیب بندہ موجود تھا۔

گواہ نمبر ۴: غلام حسن ولد محمد صدیق قوم سیال۔ لفظ اشہد کہہ کر بیان دیتا ہوں کہ زمین متنازعہ فیہ قاری صاحب وغیرہ کی حصہ داری بھی ہے اور قبضہ کاشت بھی اُن کا ہے۔ دوسرے فریق کو نہ میں نے کاشت کرتے کبھی دیکھا ہے اور

نہ ان کا کوئی واسطہ ہے۔ پہلے چچا محمد نواز کاشت کرتا تھا جب بوڑھا ہو گیا تو دوسروں کو کاشت کے لیے دے دیتا ہے۔

گواہ نمبر ۵: فیضو ولد حاجی غلام محمد سیہڑ۔ یہ زمین متنازعہ فیہ محمد نواز کی ہے اور بہت مدت تک یہ کاشت کرتا رہا۔ دوسرے فریق کا دعویٰ غلط ہے نہ اس کی ملکیت ہے اور نہ انہوں نے کبھی کاشت کیا۔ میں نے اپنے آباء واجداد سے سنا کہ زمین مذکورہ قاری صاحب وغیرہ کی ہے۔ قادو نے جو درخت کاٹا تھا وہ بھی میں نے سنا تھا۔

گواہ نمبر ۶: غلام سرور ولد بہاول عرف بلا قوم سیال۔ زمین متنازعہ فیہ میں سے بندہ نے با اجازت محمد نواز عمر قاری صاحب ایک دفعہ لکڑیاں کاٹیں تو گوندلوں نے منع کیا۔

گواہ نمبر ۷: غلام صدیق ولد اللہ بخش قوم کھر۔ لفظ اشہد کہہ کر گواہی دیتا ہوں کہ میں نے ایک دفعہ محمد نواز چچا قاری صاحب سے یہ زمین جوڑے پر لی اور میں نے ایک سال کاشت کی بوقت نالی میں نے ممدو عرف بھنڈی کریمو برادران رحیموں مذکور سے پوچھا کہ اس زمین سے تمہارا کوئی تعلق تو نہیں انہوں نے کہا کہ ہمارا کوئی تعلق نہیں یہ زمین محمد نواز کی ہے۔ تم کاشت کرو۔

گواہ نمبر ۸: زرولی خان ولد جمال خان قوم لشاری بلوچ۔ لفظ اشہد کہہ کر مسجد کے اندر گواہی دی کہ زمین متنازعہ فیہ کی مغربی جانب میری اور برادرم فرازو کی مشترکہ زمین واقع ہے۔ چونکہ زمین متنازعہ فیہ ہماری نٹھ کے مشرقی جانب متصل واقع ہے لہٰذا ہم سے زیادہ کوئی واقف نہیں۔ اس زمین میں میں نے کبھی رحیموں وغیرہ کو کاشت کرتے ہوئے نہیں دیکھا ہے۔ ملک محمد نواز کو کاشت کرتے ہوئے کئی دفعہ دیکھا ہے اور اس زمین کا فصل کئی دفعہ محمد نواز نے اٹھایا اور دیگر زمیندار فضل خان احمد خیل وغیرہ کے ساتھ تقسیم کیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ محمد نواز اس زمین میں معمولی حصہ دار بھی ہے اور کاشت کار بھی ہے۔

گواہان فریق ثانی رحیموں وقادر

گواہ نمبر ۱: کالو ولد نازو قوم کھر۔ لفظ اشہد کہہ کر بیان دیتا ہوں کہ زمین متنازعہ فیہ رحیموں گوندل وغیرہ کی ہے۔ میں نے ایک دو دفعہ دیکھا کہ رحیموں وغیرہ نے زمین مذکورہ میں جوار باجرہ کاشت کی ہے۔ میری دانست کے مطابق اُس زمین میں رحیموں حصہ دار بھی ہے اور کاشتکار بھی۔

گواہ نمبر ۲: احمد ولد سدو قوم گوندل۔ لفظ اشہد کہہ کر گواہی دیتا ہوں کہ زمین متنازعہ فیہ میں میں حصہ دار تھا۔ میں نے اپنا حصہ اپنے چچازاد بھائی رحیموں وغیرہ پر فروخت کیا۔ میرا چچا اس زمین کو کاشت کرتا تھا۔ لہٰذا اس زمین مذکورہ میں رحیموں وغیرہ حصہ دار بھی ہیں اور کاشت کار بھی ہیں۔ اس زمین کے جنوبی طرف بندوالی زمین میں بھی بندہ شریک تھا۔ وہ بھی بندہ نے رحیموں وغیرہ پر فروخت کی ہے۔

حکم کا فیصلہ

باسمہٖ سبحانہٗ وتعالیٰ

مسمی محمد نواز وقاری شاہ نواز قوم لشاری بلوچ ساکنان مٹ فریق اول ومسمی رحیموں وقادر و پسران مسو قوم گوندل ساکنان مٹ فریق ثانی نے بابت متنازعہ ملکیت زمین وکاشت زمین محدودہ بحدود اربعہ غرباً فراز ووزرولی قوم لشاری و شرقاً حمید اللہ خان ورحیموں گوندل وغیرہ وشمالاً فضل خان ومحمد نواز وقاری شاہ نواز وغیرہ جنوباً حمید اللہ ورحیموں وغیرہ بندہ کو حکم وثالث شرعی مقرر کیا تھا۔ فقیر نے بعد از سماع بیانات فریقین وشہادت گواہان ودیدن موقعہ وکاغذات سرکاری یوں فیصلہ کیا کہ زمین مذکورہ بالا کے مالکان محمد نواز وقاری شاہ نواز وفضل خان وغیرہ ہیں۔ اس زمین کے ساتھ رحیموں و قادو گوندل وغیرہ کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اس زمین مذکور بالا میں نہ رحیموں وغیرہ کی ملکیت ہے اور نہ ان کی کاشت ہے۔ بلکہ از روئے شہادت گواہان اس زمین کا مزارع وکاشتکار محمد نواز ہے۔

نوٹ: بندہ نے مزید اطمینان وتسلی حاصل کرنے کے لیے کاغذات سرکاری تحصیلدار محمد حیات خان سکنہ ڈیرہ حال وارد چودھواں وغلام صدیق خان پٹواری سکنہ چودھواں کو دکھائے تو ان دونوں صاحبان نے کہا کہ رحیموں وقادو گوندل کا اس زمین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

فقط خادم الشرع عبد الستار غفر اللہ لہٗ بقلم خود
۱۶ شوال المکرم ۱۳۹۹ھ

﴿ج﴾

بندہ نے فریقین کے بیانوں کو پڑھا اور جب فریقین نے ایک ثالث کو تسلیم کر لیا اور پھر ثالث نے فریقین کے بیانات کو سنا اور فریقین کے گواہوں کی گواہی بھی ثالث نے سنی۔ اس کے بعد ثالث نے ایک فریق کے حق میں فیصلہ دے دیا تو ثالث کا یہ فیصلہ شرعاً نافذ ہے۔ اس میں کسی قسم کا ردوبدل جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
یکم ذی قعدہ ۱۳۹۹ھ

اگر نابالغ بچوں کی زمین بیچنے کی ضرورت ہو تو مجاز حاکم سے اجازت لی جائے

﴿س﴾

ہم اپنی جائیداد کا کچھ حصہ بیچنا چاہتے ہیں۔ والد صاحب فوت ہو چکے ہیں دو بھائی بڑے ہیں اور باقی نابالغ ہیں۔ بیچنے میں فائدہ نظر آتا ہے۔ اس کے لیے شریعت کیا اجازت دیتی ہے۔

﴿ج﴾

بھائی کو نابالغ کی زمین فروخت کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ کمافی الدرص ۱۱۷ج ۶ شامی ھذا لو البائع وصیا لا من قبل ام او اخ فانھما لا یملکان بیع العقاد مطلقا۔

البتہ اگر نابالغ کی زمین فروخت کرنے کی واقعی ضرورت ہو تو مسلمان حاکم (جج یا مجسٹریٹ یا کوئی دوسرا مجاز حاکم ہو) کو درخواست دی جائے۔ کما فی الشامیہ ص ۱۰۱۷ ج۶۔ واذا احتاج الحال الی بیعہ یرفع الامر الی القاضی۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ
۶ جمادی الثانی ۱۳۹۷ھ

شہادت اور گواہی کا بیان

اگر گواہ کو کسی کام کا صرف شبہ ہو تو شہادت درست نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی زید بوقت شب اندھیری میں ایک بھینس کے قریب گیا ہے اور اپنی آنکھوں سے اس کو زنا کرتے نہیں دیکھا لیکن شبہ ضرور ہوا کیونکہ جب میں بھینس کے قریب گیا تو زید مذکور فوراً دوڑ گیا اس وجہ سے ہمیں شبہ ضرور ہے۔ اب بھینس مذکور حلال ہے یا حرام ہے۔

جیوا ولد گل محمد تحصیل خانیوال ملتان
۲ جمادی الثانیہ ۱۳۷۱ھ

﴿ج﴾

جب وہ شخص بھی منکر ہے اور گواہ بھی فقط شبہ ہی کا اظہار کر رہا ہے جو کوئی گواہی نہیں۔ تو اشتباہ سے بھینس پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ واللہ اعلم

سود خوار، افیمی اور داڑھی مونڈنے والے کی شہادت مردود ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ گواہی شرطی، ربوا خور، بھنگی، افیمی اور ڈاڑھی مونڈ کی شہادت از روئے شریعت ہو سکتی ہے یا نہ۔ اگر ہو سکتی ہے تو کیسی ہو سکتی ہے اور ان گواہوں کو کلمہ شہادت پڑھا کے گواہی لینا ٹھیک ہے یا نہ اور کلمہ شہادت حلف ہو سکتا ہے یا کلمہ شہادت کے بعد اور حلف دیا جائے گا۔ گواہ کلمہ شہادت پڑھ کر بعد میں یہ کہے کہ میں یقین کرتا ہوں کہ یہ چیز فلانے کی ہے۔ اس یقین کے لفظ سے گواہی میں نقص آجاتی ہے یا نہ۔ یعنی گواہی باطل ہو جاتی ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

ایسے شخص کی گواہی مردود ہے۔ یہ شخص فاسق ہے شہادت دینے کے لیے اشہد یا اس کا ہم معنی لفظ ''میں گواہی دیتا ہوں'' کہنا ضروری ہے۔ یہ خود حلف ہے مزید حلف دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ ویسے تاکید کے لیے حلف دینے کی گنجائش ہے۔ بعد از اشہد کہنے کے ''میں یقین کرتا ہوں'' کے لفظ سے گواہی میں نقص نہیں آتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح بندہ محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۵ جمادی الثانیہ ۱۳۸۵ھ

نوٹ:

اگر زمنب یہ تسلیم کرے کہ اب میرے پکڑنے سے پہلے یہ گائے زید کے قبضہ میں تھی میں نے اس سے پکڑی ہے تو اس صورت میں فیصلہ مطلقاً زید کے حق میں ہوگا۔ اگر دونوں فریق مبینہ پیش کریں۔

محمود عفا اللہ عنہ

بے ریش اور بے نمازی کی گواہی مردود ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایسا شخص جو کہ بے ریش اور بے نمازی اور جھوٹی گواہی دینا جس کا رویہ ہو تو اس شخص کی کسی مقدمہ میں شہادت قبول ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

ظہور احمد ولد الٰہی بخش تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان

﴿ج﴾

شرعاً ایسے شخص کی گواہی مردود ہے۔ مسلمان حاکم کے لیے (جبکہ اُسے یہ تحقیق ہو جائے) کہ یہ شخص جھوٹی گواہی دیتا ہے۔ اس کی گواہی کے مطابق فیصلہ نہیں کرنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۷ رجب ۱۴۰۰ھ

شہادت میں اپنا نفع یا ضرر کا ازالہ مقصود نہ ہونا چاہیے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین متین اس مسئلہ میں کہ جس مدعی کے پاس کسی ذاتی جھگڑے میں گواہ والد اور والدہ یا بھائی یا والد یا قریبی رشتہ دار کے علاوہ گواہی نہ دیں۔ کیا فیصلہ ہے شریعت مطہرہ کا کہ جس پر دعویٰ ہے اُس سے بطور بری از جرم قسم اٹھالی جائے۔ اصل صورت یہ کہ پیپلز پارٹی کے ارکان دینی سیاسی جماعت سے ملحق ہو۔ اس مذہبی جماعت کے تعاون کی وجہ سے ہر وقت تھانے پر بلوانا اور مذہبی لوگوں کو مالی جانی نقصان پہنچانا جس سے وہ آدمی تنگ آ کر عدالت میں استغاثہ کرتا ہے تو اس کے پاس مذکورہ گواہ ہیں۔

﴿ج﴾

شہادت کی صحت کے لیے یہ شرط ہے کہ گواہان کے لیے کسی منفعت کا حصول یا اپنے کسی ضرر کا ازالہ محرک نہ ہو۔ اس لیے اصول مثلاً باپ دادا وغیرہ کے لیے یا فروع بیٹے اور پوتے کے لیے یا زن و شوہر ایک دوسرے کے لیے یا

شریک کی شریک کے لیے شہادت درست نہیں۔ اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہو تو مدعا علیہ سے حلف لینا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۰ ربیع الاول ۱۳۹۳ھ
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲۱ ربیع الاول ۱۳۹۳ھ

رشتہ داری اور کنبہ پروری کی وجہ سے سچی شہادت چھپانا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مندرجہ ذیل افراد حافظ عبدالرحیم صاحب، قادر بخش خان، خان محمد چوکیدار، غلام نبی شاہ، سعد اللہ خان ولد کریم داد خان یہاں کے ایک قتل کی واردات کے متعلق صحیح طور پر واقف تھے لیکن انہوں نے رشتہ داروں اور تعلقات کے پیش نظر حق کی گواہی سے انحراف کیا۔ کیونکہ یہ افراد جانتے تھے کہ اگر حق کی گواہی دی گئی تو قاتل کو نقصان پہنچے گا۔ براہ کرم حق سے انحراف کرنے کے متعلق ارشاد شریعت کی روشنی میں فرمادیں۔

احمد خان ولد جان محمد حیدر تحصیل وضلع ڈیرہ غازی خان

﴿ج﴾

اگر اس واقعہ کے ثبوت کا مدار ان لوگوں کی شہادت پر ہو تو کتمان اور انحراف عن الشہادۃ ناجائز ہے اور جھوٹی گواہی دینا حرام ہے۔ ان لوگوں پر لازم ہے وہ توبہ تائب ہو جائیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور آئندہ کے لیے سچی گواہی دیا کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۳ صفر ۱۳۹۰ھ

جب فعل بد کرنے کے چار گواہ موجود ہیں تو زانی کی قسم کا کوئی اعتبار نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے اپنی ساس کے ساتھ زنا کیا ہے اور چار پانچ گواہ عاقل بالغ حلفیہ گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے زنا کرتے ہوئے دیکھا ہے لیکن وہ انکاری ہے اور قسم کھاتا ہے تو کیا شریعت میں گواہوں کی گواہی معتبر ہوگی یا اس کی قسم۔

﴿ج﴾

اگر گواہوں نے شخص مذکور کو اپنی ساس کے ساتھ بدفعلی کرنا، زنا دیکھا ہے تو پھر ایسی صورت میں زانی کی قسم اٹھانے کا اعتبار نہیں ہے۔ گواہوں کی بات کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۳ صفر ۱۳۹۰ھ

ایک آدمی کی شہادت سے کسی کو مجرم قرار نہیں دیا جا سکتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے دیکھا کہ رات کے وقت ایک دوسرا شخص بکری کے پیچھے سر بند ہو کر چڑھا بیٹھا ہے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ زنا کر رہا ہے اور اس بکری کے چلانے کی آواز سن کر وہ شخص دیکھنے والا پہنچا مگر وہ شخص اس کو پکڑ نہ سکا۔ بلکہ دوسرے لوگوں کو بتلانے چلا گیا۔ اتنے میں وہ شخص بھاگ گیا۔ اب دیکھنے والے نے قسم اٹھا دی ہے کہ میں نے اس شخص کو پہچانا تھا اور بکری کے ساتھ زنا فی الواقع ہوا ہے۔ مگر دوسری طرف اس متہم شخص نے بھی قسم اٹھا دی ہے کہ میں نے یہ کام نہیں کیا۔ اب آپ فرمائیں کہ از روئے شرع شریف اس متہم شخص کا کیا حکم ہے اور بکری کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

مولوی محمد حسن تحصیل بھکر ضلع میانوالی

﴿ج﴾

صرف ایک کی شہادت سے اس شخص کو شرعاً اس فعل کا مجرم نہیں قرار دیا جا سکتا اور کسی جانور کے ساتھ بدفعلی کا اگر ثبوت ہو جائے تو اس کو ذبح کر کے دفن کر دینا مستحب ہے اور مندوب ہے۔ ذبح کر کے دفن کرنا ضروری اور واجب نہیں۔ صرف اس لیے مندوب ہے کہ گناہ کی یادگار کو ختم کرنے سے بدفعلی کرنے والے سے عار زائل ہو جائے۔ پس اگر ذبح نہ بھی کیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ اس کا گوشت اور دودھ وغیرہ بھی بلاشبہ حلال ہے اور کسی دور دراز علاقہ میں فروخت کرنا بھی جائز ہے۔ مسئولہ صورت میں چونکہ یہ فعل ثابت نہیں اس لیے اس پر کوئی حکم نہیں کیا جا سکتا لیکن اگر فعل کا یقین ہو تو اس کا حکم بھی لکھ دیا کہ گوشت دودھ وغیرہ اس جانور کا بلاشبہ حلال ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

گواہ کے سر پر قرآن مجید رکھوانا شرعاً ٹھیک نہیں ہے
اگر دونوں گواہوں میں اختلاف ہو جائے تو فیصلہ کیسے کریں

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ

(۱) گواہی لینے پر گواہ کے سر پر قرآن مجید رکھوانا یا اسے مسجد میں کھڑا کر کے گواہی لینا شرعاً لازم ہے یا نہ۔

(۲) قرآن مجید سر پر رکھوائے بغیر اسے مسجد میں کھڑا کیے بغیر جو گواہی لی جائے وہ شرعاً مقبول ہوگی یا نہ۔ اس گواہی پر فتویٰ دیا جائے گا یا نہ۔

(۳) جب دو گواہوں کی گواہی میں اختلاف واقع ہو جائے تو کیا گواہ کی گواہی کو ترجیح دی جائے گی۔ مثلاً قادر بخش اور محمد حسین کی گواہی میں اختلاف ہیں۔ قادر بخش کہتا ہے کہ اس نے تین بار سے زائد کہا اور مطلق اور مطلقہ کی گواہی بھی قادر بخش کی موید ہے۔

(۴) یہ طلاق مغلظہ قرار دی جائے گی یا بائنہ۔ بینوا تو جروا یوم الحساب

المستفتی حکیم غلام رسول ہوت والہ تحصیل و ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

(۱) یہ طریقہ یعنی قرآن شریف سر پر رکھوانا شرعاً ٹھیک نہیں ہے۔

(۲) نیز مسجد میں کھڑا کرنا کوئی لازمی امر نہیں ہے۔ گواہ کی گواہی ہر مقام میں مقبول ہے۔ اس پر فتویٰ دیا جا سکے گا۔ بشرطیکہ گواہ دیگر اوصاف کے ساتھ موصوف ہو۔

(۳) قادر بخش کی گواہی کے مطابق طلاق پڑے گی۔ چونکہ طلاق دیانات میں سے ہے اس لیے محض اخبار عدل اس میں مقبول ہوگا۔ شہادت کا احتیاج نہ ہوگا۔ (مگر عند القاضی) اور یہاں سوال تحقیق فتویٰ کا ہے نہ قضا کا یہ حکم اس وقت ہے جبکہ قادر بخش عادل ثابت ہو جائے۔ اگر عادل نہ ہو تو پھر بھی چونکہ مطلقہ کو عدد طلاق یاد ہے اس لیے اس کا کہنا معتبر ہوگا۔ مطلقہ کو اگر ایک طلاق یاد ہے تو ایک طلاق پڑے گی۔ البتہ اگر زوجین کو عدد یاد نہ ہو اور خبر دینے والا (مخبر) بھی عادل نہ ہو بلکہ فاسق یا مستور الحال ہو تو اس صورت میں تحری واجب ہے۔ اگر تحری ایک پر واقع ہوئی تو ایک طلاق اگر تین پر واقع ہوئی تو تین طلاق کذافی الدرالمختار باب الصریح بحث اعتبار (النیة و عدمه والمرأة کا لقاضی اذا سمعته او اخبر عدلٌ لا یحل لها تمکینه آه وفی درالمختار ص ۲۸۳ ج ۳ قبیل باب طلاق غیر المدخول بها ولو شک أطلق واحدةً او اکثر بنی علے الاقل الخ وقال فی کتاب الحظر و الا باحة ص ۳۴۶ ج ۲ ویتحری فی خبر الفاسق والمستور ثم یعمل بغالب ظنه انتهٰی

(۴) یہ طلاق رجعی ہے۔ یہ عدت میں رجوع کر سکتا ہے۔ واللہ اعلم

عبدالرحمٰن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۹ صفر ۱۳۷۹ھ

ایک شخص کی شہادت معتبر نہیں ہے اگر چہ وہ قسم بھی کھاتا ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک نوجوان غیر شادی شدہ کے متعلق کہا گیا ہے کہ اس نے اپنی بھینس کے ساتھ زنا کیا ہے۔ دیکھنے والا ایک شخص ہے اور وہ بھی راہ گیر ہے۔ یہ نوجوان جس کے متعلق الزام لگایا گیا ہے بے دین قسم کا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا چار گواہوں کی ضرورت ہوگی۔ بلکہ اگر ملزم انکاری ہے تو قسم کس پر آئے گی۔ اگر الزام لگانے والا قسم کھانے کو تیار ہو یعنی قسم کھالے تو ملزم پر جرم ثابت ہوگا اور وہ عند الشرع کیا ہوگا۔ اگر ملزم بھی قسم کھانے کو تیار ہو اور الزام لگانیوالا بھی قسم کھائے تو فیصلہ کیسے کیا جائے۔ اس بھینس کا کیا کیا جائے۔

المستفتی عبدالغفور ولد فقیر جان

﴿ج﴾

ایک آدمی کی گواہی سے یہ فعل ثابت نہیں ہوگا۔ اس لیے شخص مذکور کو مجرم سمجھنا درست نہیں اور نہ اسے قسم دینے کی ضرورت ہے اور نہ بھینس کو ذبح کرنے کی ضرورت ہے۔ ایسی فواحش کے اثبات کے لیے اتنی کوشش کرنے کی آخر کیا ضرورت پڑی۔ العیاذ باللہ۔ ویسے اس شخص کو تنبیہ اور نصیحت کی جائے کہ اس قسم کی حرکات انسانیت کے خلاف ہیں۔ اس سے احتیاط لازم ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۸ محرم ۱۳۸۱ھ

جھوٹی گواہی دینا گناہ کبیرہ ہے اگر چہ مظلوم کی اعانت کے لیے ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ بندہ نے ایک بار عدالت میں ناجائز (جھوٹی) گواہی دی۔ بعد میں اپنے کیے پر نادم ہو کر بارگاہ رب العزت میں حاضر ہو کر بایں الفاظ اے میرے رب العزۃ تجھے حاضر جان کر اور علی کل شیء قدیر مان کر التجا کرتا ہوں کہ میرے مالک مجھے اپنے فضل وکرم اور محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صدقہ اس جرم کی معافی عطا فرمائیں اور آئندہ آپ کی ذات اقدس کے ساتھ آپ کی دی ہوئی طاقت کے ساتھ وعدہ کرتا ہوں کہ ایسی غلطی پھر نہیں کروں گا۔ شومیٔ قسمت۔

حال ہی میں میرے ایک پڑوسی کے تین مردوں نے مل کر ایک دوسرے پڑوسی کو رات کے وقت مارا۔ مجروح

(مضروب) کی والدہ نے واویلا کیا۔ میں اپنے ایک ملازم کو ساتھ لے کر اس کے گھر پہنچا۔ اس کی والدہ سے پوچھا اس نے بتایا کہ کسی (کھالہ) پر ہیں۔ ہم وہاں پہنچے مارنے والے مار کر بھاگ چکے تھے۔ ہم نے کسی کو مارتے دیکھا اور نہ ہی بھاگتے دیکھا۔ اٹھوا کر گھر لایا دوسرے دن شہر لا کر معاملہ عدالت میں پیش کیا۔ عارضی بیان مجروح (مضروب) کی حالت قابل رحم دیکھ کر مضروب کی امداد ہو اور ظالم کو سزا ملے خلط ملط کر کے دیے۔ افسر متعلقہ نے ان بیانات پر اعتراض کیا کہ ان بیانات کی کوئی گرفت نہیں۔ بلکہ یوں کہو کہ ہم نے فلاں فلاں کو اس اس طرح مارتے دیکھا یعنی سب کچھ واقعہ چشم دید بیان کرو۔ یعنی سب کچھ ہم نے آنکھوں سے دیکھا اور مضروب کو خود آ کر چھڑوا دیا۔ حالانکہ آنکھوں سے کچھ بھی نہیں دیکھا۔ صرف مجروح کی زبانی سب کچھ معلوم ہوا کہ اس کو کس کس نے مارا ہے۔ اس وقت مضروب کی حالت نہایت قابل رحم دیکھ کر اس خیال سے کہ مظلوم کی امداد ہو اور ظالم کو سزا ملے افسر متعلقہ سے کہا کہ ہم بیان اسی طرح دیں گے لیکن پھر اپنے سابقہ وعدہ جو اللہ تعالیٰ سے کیا تھا کے ماتحت نادم ہونا پڑا۔ کیا مجروح کی امداد اور ظالم کی سزا کی خاطر کوئی گنجائش ملتی ہے یا نہیں۔ قرآن اور حدیث کی روشنی میں صحیح راہبری فرماتے ہوئے ثواب دارین حاصل کریں۔ جھوٹی شہادت کی تفصیل سزا سے بھی مطلع فرمادیں۔ تاکہ مجبور کرنے والوں کو دکھا کر ان سے نجات حاصل کی جا سکے۔

بمعرفت صوفی سراج الدین صاحب ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

جھوٹی گواہی دینا گناہ کبیرہ ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے۔ **فقال عدلت شهادة الزور. بالاشراک بالله ثلاث مرات ثم قرأ فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور حنفاء لله غير مشركين به**۔ (رواہ ابوداؤد مشکوٰۃ ص ۳۲۸) یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا کہ جھوٹی شہادت شرک کے برابر ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی بطور استشہاد کے فاجتنبوا الرجس الآیہ۔ سو اگر آپ مارنے والوں کو خود نہیں دیکھ سکے ہیں تو آپ مضروب کے قول پر اعتماد کر کے شہادت شرعاً نہیں دے سکتے۔ ہو سکتا ہے کہ بے گناہ آدمی کو سزا ہو جائے۔ لہٰذا ایسی شہادت سے احتراز ضروری ہے۔ جھوٹی گواہی دینا نہایت بہت بڑا گناہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اذان میں جو توحید و رسالت کی شہادت ہے یہ بغیر مشاہدہ کے درست ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ گواہ کی تعریف ہے کہ انسان ایک چیز کو دیکھ کر کہہ سکتا ہے کہ ہاں میں شہادت دیتا ہوں کہ یہ قصہ ایسے ہے۔ اگر آنکھوں سے نہ دیکھا ہو اور اس کو یقین ہو کہ ایسے ہوا ہے تو بھی وہ گواہی نہیں

دے سکتا۔ بلکہ یہ کہے گا کہ مجھے یقین ہے کہ ایسے ہوا یا ایسے ہے۔ اذان میں اللہ اکبر کے بعد ہم کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی نہیں ہے سوائے اللہ کے پھر کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ ہم نے اللہ کے رسول کو نہیں دیکھا۔ ہم نے اللہ کو دیکھا نہیں بلکہ عقل سے سمجھا اور ایمان لائے کہ اس کے سوا کوئی نہیں ہے۔ اسی طرح ہم نے حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو رسول بنتے نہیں دیکھا۔ بلکہ سن کر ایمان لائے اور یقین کیا۔ جب دونوں جگہ سن کر یقین کرنے اور ایمان لانے کی بات ہے تو پھر ہم اذان میں کیوں کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں بلکہ یوں کیوں نہیں کہتے کہ میں یقین رکھتا اور ایمان رکھتا ہوں کہ کوئی نہیں سوائے اللہ کے اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ یہ کہنا کہ میں گواہی دیتا ہوں تو غلط بیانی ہوگئی اور ہماری عبادت کا شروع ہی غلط ہو گیا۔ مجھے یہ مسئلے بہت پریشان کیے ہوئے تھے۔ برائے مہربانی اس پر کچھ روشنی ڈالیں۔ تاکہ ایمان درست رہے۔ اذان کے آخر میں ہم صرف یہ کہتے ہیں کہ سوائے اللہ کے کوئی نہیں یہ ٹھیک ہے یہاں یہ نہیں کہا جارہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی نہیں ہے سوائے اللہ کے۔

﴿ج﴾

واضح رہے کہ شہادت کے لیے ہر جگہ دیکھنا اور دیکھ کر شہادت ضروری نہیں ہے۔ یہ آپ کو مغالطہ لگا ہے کہ شہادت بغیر دیکھے جائز نہیں ہے۔ نسب میں بغیر دیکھے شہادت جائز ہے۔ ہم اپنے محلے کے لڑکوں کے بارے میں شہادت دے سکتے ہیں کہ فلاں لڑکا فلاں کا بیٹا ہے۔ حالانکہ اس لڑکے کی پیدائش کے وقت سوائے دایہ اور ایک آدھ عورت کے کوئی موجود نہیں ہوتا۔ اس طرح اور چیزیں ہیں جن کی تفصیل کتب فقہ (اسلامی قانون) میں موجود ہے کہ وہاں بغیر دیکھے صرف تسامع (شہرت) پر شہادت دینا جائز ہے۔ جب یہ بات طے ہوگئی تو اب تو مبدا اور رسالت پر ہمارا ایمان اور یقین ہے جو کہ مانند دیکھی ہوئی چیزوں کے قطعی اور یقینی ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ لہٰذا یہاں اشہد کے ساتھ اذان واقامت میں لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کہنا جائز ہے اور اس میں کسی قسم کا کھٹکا نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۶ ذی قعدہ ۱۳۹۲ھ

الجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۶ ذی قعدہ ۱۳۹۲ھ

وکالت، کفالت اور حوالہ کا بیان

جس شخص نے اپنی ذمہ داری پر کسی کے ہاں مہمان ٹھہرایا اور اس نے چوری کر لی کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء شرع متین اس بارے میں کہ ایک شخص نے کسی آدمی کو میرے پاس مہمان ٹھہرایا اور کہہ دیا کہ میں ذمہ دار ہوں ان کے اس مہمان نے چوری کر لی اور کہیں بھاگ گیا۔ کیا اب میں اس شخص سے اس سرقہ کا مطالبہ کر سکتا ہوں۔

بندہ سیف الرحمٰن متعلم مدرسہ عربیہ قاسم العلوم ملتان

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں برتقدیر صحت واقعہ آپ کا مطالبہ شخص مذکور سے درست ہے۔ **ولو قال الآخر ماغصبک فلان او ما سرقک فلان فانی ضامن تصح الکفالۃ**۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۷ ذوالحجہ ۱۳۹۸ھ

جس کی ضمانت کسی شخص نے دی ہو، صاحب حق ضمانت دہندہ سے مطالبہ کر سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے دیگر شخص کی تیسرے شخص کی ضمانت میں کہا کہ اگر اس نے کوئی گڑبڑ کی تو وہ شخص ذمہ دار ہوگا۔ بعد میں جس شخص کی ضمانت دی گئی اس نے کچھ رقم دبا لی جو تیسرے شخص نے اس سے وصول کر لی۔ آیا ایسی وصولی جائز ہے مطلع کیا جائے۔

حاجی سردار محمد ولد حاجی میاں محمد ملتان

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں برتقدیر صحت واقعہ تیسرے شخص کی رقم اگر دبا لی گئی ہے تو وہ اس شخص سے جس نے ضمانت دی تھی اس قدر رقم کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ اگر ضمانت دہندہ نے اس قدر رقم تیسرے شخص کو ادا کر دی ہے تو وہ اپنی رقم کا مطالبہ دوسرے شخص سے کرے۔ فقط واللہ اعلم

محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جب ایک شریک نے دوسرے کی اجازت سے مال فروخت کیا تو بائع دوسرے ساتھی کا وکیل ہے

﴿س﴾

بکر زید حصہ داران کے مشورہ سے چند من کپاس کسی شخص کو بیچ کرتا ہے۔ کپاس خریدار وزن کروا کر لے گیا لیکن قیمت ادا نہیں کی۔ اب زید حصہ داران بکر سے قیمت کپاس طلب کرتے ہیں۔ کیا شرع محمدی میں بکر سے زید حصہ داران قیمت وصول کرنے کے مستحق ہیں۔

السائل عطاء اللہ مہاجر موضع بچ کس تحصیل کبیر والہ ضلع ملتان

﴿ج﴾

بکر نے جب زید سے پوچھ کر اور اجازت لے کر کپاس فروخت کی ہے تو یہ گویا زید کی جانب سے وکیل بن کر اس نے فروخت کر دی ہے۔ اب جب مشتری سے بکر روپے وصول کرے گا اس میں سے زید کو بھی اپنا حصہ مانگنے کا حق ہوگا ورنہ نہیں۔ بکر اپنی جیب سے دینے کا ذمہ دار نہیں ہے۔ البتہ بکر پر وصول قیمت میں کوشش لازم ہے۔ **کما ھو مبین فی کتب الفقه** واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ
۳ صفر

ایک بھائی نے دوسرے بھائی سے کہا کہ مشترکہ زمین سے میرا حصہ بیچ دو اور بھائی نے خود ہی خرید لیا کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید، عمر، بکر تین بھائی ہیں۔ انہوں نے مل کر ایک زمین خریدی جس کا رقبہ ۳۰ مرلہ ہے۔ زمین خریدتے وقت چند لوگوں سے قرضہ لیا گیا تھا۔ کچھ مدت گزرنے کے بعد زید نے بکر کو کہا کہ جو قرضہ میں نے اور عمر نے دینا ہے اس کے عوض میری زمین کا حصہ فروخت کر لیں اور قرضہ دے دے۔ بکر نے اس لیے اس کی زمین کسی اور کے ہاتھ فروخت کرنے کے زمین خود خرید لی۔ زید سے تحریر گواہوں کی موجودگی میں لکھوائی گئی۔ ڈیڑھ سال بعد عمر نے اپنے دس مرلے میں جو اس کا حصہ بنتا تھا اپنا مکان بنا لیا۔ اس کے بعد صرف ۲۰ مرلے رقبہ رہ گیا۔ جو بکر کا تھا اس کے بعد زید نے ایک دن بکر کو کہا کہ آپ کے بیس مرلے ہیں۔ آپ کو پندرہ مرلے کافی ہیں۔ آپ مجھے قیمتاً پانچ مرلے دے دیں۔ بکر نے کہا کہ میں آپ کو پانچ مرلے زمین دوں گا لیکن جنوبی جانب سے۔ زید

نے کہا کہ نہیں مشرقی جانب سے مجھے دے دیں۔ اس پر اختلاف ہو گیا۔ اب زید بکر کو کہتا ہے کہ میں آپ کو زمین نہیں دیتا بکر کہتا ہے کہ زمین میری ہے۔ تقریباً دو سال پہلے خرید چکا ہوں۔ تحریر موجود ہے۔ گواہ موجود ہیں۔ قیمت ادا کر چکا ہوں زید کہتا ہے کہ زمین اب میں نہیں دوں گا۔ کیا از روئے شریعت یہ زمین بکر کو ملے گی جو زمین کا خریدار ہے یا واپس زید کو ملے گی۔

﴿ج﴾

اگر یہ بات درست ہے کہ بکر نے زید کے حصہ کی زمین خریدنے کے لیے زید سے تحریراً لکھوایا ہے اور اس تحریر پر گواہ موجود ہیں تو زید خود بائع بن گیا اور بکر مشتری۔ اس لیے یہ بیع تام ہو گئی ہے۔ اب زید کا اس بیع سے انکار کرنا کسی طرح درست نہیں۔ زید کا یہ حصہ بکر کا ہو گیا اور اگر زید کو خود بائع نہ بنایا جائے بلکہ موکل ہے لیکن اگر موکل وکیل کو یہ اجازت دے دے کہ مبیعہ کو خود وکیل بھی کر خرید سکتا ہے تو ایسی صورت میں وکیل کا مبیعہ کا اپنے لیے خریدنا ایک روایت کے مطابق درست ہے۔ شامی میں ص ۵۲۲ ج ۴ و ان امره المؤكل ان يبيعه من نفسه و اولاده الصغار او ممن لا تقبل شهادته فباع منهم جاز۔ بزازیہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۱ ذی قعدہ ۱۳۹۵ھ

بیوی کے مال سے خریدی گئی زمین بیوی کی ملکیت ہو گی یا اس کے شوہر کی

﴿س﴾

چہ می فرمایند علماء دین دریں مسئلہ کہ مسماۃ زینب مالک زمین و نخیلات و اموال و املاک دیگری ہم باشد و عام دین اموال و املاک چہ ارثاً از طرف والدین بوی رسیدہ است یا املاک کہ بعنوان مہر و صداق از جانب شوہر مسمی عبداللہ و تعلق گرفتہ است با جازت و اذن زن مذکورہ در قبض و تصرف زوج او مسمی عبداللہ بودہ ہست و زوج مزکور از محصول و عوائد آن املاک و زمین برزدہ و اولاد انفاق نمودہ است و بہ ماقی از خراج و نفقہ دیگر املاک و زمین خرید نمودہ است۔ حالاً منظور در استفتاء این است کہ آیا این ملک و زمین خرید شدہ مال و ملک مالک اصلی کہ زینب است می باشد کہ از محصول و جنس او خریدہ است یا مال مشتری کہ عبداللہ است ے باشد۔ بینوا توجروا

حاجی ملا ملک داد مجاہد سراواں بلوچستان ایران وسیلہ مدرسہ مجمع العلوم

﴿ج﴾

اگر عبداللہ از طرف زینب وکیل مقرر کردہ شدہ است۔ و عبداللہ از طرف زینب تمام تصرفات رامیکند۔ پس این

تصرف آں یعنی خرید املاک وزمین نیز از برائے زینب خواہد بود و در ملک آں شمارے شود۔ واگر از طرف زینب وکیل نیست یا وکیل است مگر در تصرفات مخصوص کہ در آں خرید املاک وزمین نیست پس ایں زمین و املاک در ملکیت عبداللہ میباشد و مالیت او برذمہ عبداللہ قرض خواہد بود کہ ادائیگی آں برذمہ عبداللہ واجب است۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

ریل گاڑی وکیل مشترک ہے مال ضائع ہونے کی صورت میں مشتری ذمہ دار ہوگا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ کریم بخش وعبدالعزیز اور حاجی محمد جمن ومحمد اشرف آپس میں عرصہ سے تجارتی کاروبار کرتے تھے آپس میں لین دین رہتا تھا۔ حاجی جمن وغیرہ حیدرآباد میں رہتے ہیں اور کریم وغیرہ ملتان میں رہتے ہیں۔ حاجی جمن وغیرہ نے ملتان میں کریم بخش وغیرہ کو اطلاع دی کہ ہمیں ریشم بھیج دو۔ کریم بخش وغیرہ نے حاجی جمن وغیرہ کو ریشم کا ریٹ لکھ کر بھیج دیا کہ فلاں قسم کا ریشم کا یہ بھاؤ ہے۔ اگر آپ کو یہ ریٹ منظور ہو تو ہم بھیج دیں گے۔ چنانچہ انہوں نے ریٹ منظور کر لیا اور ملتان میں کریم بخش وغیرہ کو اطلاع بھیج دی کہ ہمیں مال بھیج دو۔ جب بلٹی پہنچ جائے گی ہم آپ کو رقم ادا کر دیں گے۔ چنانچہ کریم بخش وغیرہ نے بوری میں مال بند کر کے حیدرآباد حاجی جمن وغیرہ کے نام بلٹی کر دیا اور بلٹی بذریعہ گاڑی روانہ کر دیا۔ گاڑی کو راستہ میں آگ لگ گئی جس ڈبہ میں مال تھا اسی کو آگ لگی اور مال سارا کا سارا جل گیا۔ اُس ڈبہ میں دوسرے لوگوں کا مال بھی ملتان وغیرہ شہروں سے کراچی وغیرہ شہروں کے تاجروں کا جا رہا تھا وہ بھی جل گیا۔ اب حاجی جمن وغیرہ کہتے ہیں کہ ہم مال کی قیمت ادا نہیں کرتے کیونکہ مال نہیں پہنچا۔ اگر مال ہمارے پاس پہنچ جاتا تو ہم قیمت ادا کرتے۔ مالک مال کہتا ہے کہ میں نے مال تمہارے کہنے پر بھیجا ہے اور ریٹ وغیرہ بھی طے ہو چکا ہے۔ لہٰذا رقم دو۔ کیا حاجی جمن وغیرہ مالک مال یعنی کریم بخش وغیرہ کو رقم ادا کریں یا نہ۔ ڈبہ مذکورہ میں باقی جن جن تاجروں کے مال تھے انہوں نے مالکان مال کو رقمیں ادا کر دی ہیں۔ اسی طرح حاجی جمن وغیرہ کو بھی ادا کرنی چاہیے یا نہ۔

دوسری بات یہ ہے کہ ریلوے پر نقصان کا جو حکم کرنے کا حق پہنچتا ہے۔ وہ بھی حاجی جمن وغیرہ کو قانوناً بھی ان کو پہنچتا ہے۔ کیونکہ مال کی بلٹی ان کے نام تھی۔ کریم بخش وغیرہ نے حاجی جمن وغیرہ کو کہا کہ آپ ریلوے پر حکم کریں گے یا ہم کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ ہم کریں گے کیونکہ بلٹی ہمارے نام تھی۔ حاجی جمن وغیرہ نے حکم کیا ہوا ہے۔ ریلوے

کی غفلت سے جو نقصان ہوا ہے محکمہ ریلوے نے اس کا ذمہ دار اپنے محکمہ کی غفلت کو ٹھہرایا ہے اور اپنا قصور تسلیم کر لیا ہے۔ محکمہ ریلوے کے فیصلہ کے بعد حکم کی جو رقم وصول ہوگی سارے نقصان کی رقم ہے۔ آدھے مال کی رقم جتنی بھی ملے گی وہ حاجی جمن وغیرہ لیں گے۔ کیونکہ ان کا حق ہے لیکن ان حالات میں حاجی جمن وغیرہ مالکان مال کریم بخش وغیرہ کو مال کی قیمت ادا کریں یا نہ۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

معلوم رہے کہ محکمہ ریل مشترکہ وکیل کی حیثیت رکھتا ہے لیکن صورت مسئولہ میں جب مشتری نے ریٹ طے کر کے بلٹی کے ذریعہ ریل سے مال بھیجنے کا آرڈر دیا ہے تو اس سے بظاہر یہی سمجھا جائے گا کہ ریل مشتری کی طرف سے وکیل ہے۔ پس بنابریں مال ضائع ہونے کی صورت ضمان مشتری (مال خریدنے والے) پر آئے گا۔ مال کے مالک پر ضمان واجب نہیں۔

علاوہ ازیں جبکہ محکمہ ریل نے حکم وصول کرنے کا حق مشتری کو دیا ہے تو اس سے بھی بظاہر سمجھا جائے گا کہ ریل مشتری کی طرف سے وکیل ہے۔ **قال في النهاية ولو ان رجلاً بعث رسولا الى بزاز ان ابعث الى بثوب كذا فبعث اليه البزاز مع رسوله او مع غيره فضاع الثوب قبل ان يصل الى الآمر وتصادقوا على ذلك فلا ضمان على الرسول وبعد ذلك ان كان هو رسول الآمر فالضمان على الآمر وان كان رسول رب الثوب فلا ضمان على الآمر حتى يصل اليه الثوب واذا وصل اليه فهو ضامن كذا في الخلاصة** (عالمگیریہ ص ۳ ج ۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۶ محرم ۱۳۹۰ھ

الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ خیر المدارس ملتان
الجواب صحیح محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

وکیل بالشراء مبیعہ اپنے لیے نہیں خرید سکتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کے زیر قبضہ ایک دکان تھی۔ محکمہ نے دکان مذکور کی نیلامی کی تاریخ مقرر کر دی۔ زید اچانک اس تاریخ کو شدید بیمار ہو گیا۔ مجبوراً زید کو دکان کی بولی پر اپنے ایک قریبی رشتہ دار کو بھیجنا پڑا۔ دکان مناسب قیمت میں مل گئی۔ رشتہ دار لالچ میں آ گیا اس نے بولی میں اپنا نام لکھوا دیا۔ دکان اپنے نام کروالی۔ واپسی پر رشتہ دار نے زید کو مبارک باد پیش کی کہ دکان مل گئی ہے۔ تقریباً ایک ماہ کے بعد کسی دوست نے بتایا

کہ آپ کے رشتہ دار نے دکان اپنے نام کروالی۔ وہ کہتا ہے کہ زید جتنی دیر چاہے بطور کرایہ دار رہ کر کرایہ ادا کرتا رہے۔ رشتہ دار کا یہ عمل شریعت کے مطابق کیسا ہے۔ رشتہ دار کو نیلامی کے لیے رقم بھی دی ہوئی تھی۔

قاضی محمد ظہور الدین غلہ منڈی ٹوبہ ٹیک سنگھ

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں زید کا رشتہ دار اس کا وکیل بالشراء ہے اور دکان جس کی نیلامی خرید کے متعلق زید نے اپنے رشتہ دار کو وکیل بنایا ہو وہ معین وخاص ہے۔ اس لیے شرعاً اس رشتہ دار کا اس دکان کو اپنے لیے خریدنا جائز نہیں۔ اس پر لازم ہے کہ شریعت کے فیصلہ کے مطابق عمل درآمد کرتے ہوئے اپنے موکل (زید) کو یہ دکان اپنے نام کروائے اور خود اس دکان سے دستبردار ہو جائے۔ البتہ جو دام زید نے بتلائے ہیں اس سے زیادہ میں خرید لیا تو درست ہو جاتا اور اگر زید نے کچھ دام نہ بتلائے یوں تب بھی کسی طرح اس کا موکل اس دکان کو اپنے لیے نہیں خرید سکتا۔ **ولو وکله بشی او شیٔ بعینه لا یشتریه لنفسه فلو اشتراه بغیر النقود او بخلاف ما سمی له من الثمن وقع للوکیل کما اذا وکله بان یشتری بالف درهم فاشتراه بالف دنیار** (زیلعی وشبلی ص ۲۶۳ ج ۴) فقط واللہ اعلم

کتبہ محمد طاہر رحیمی عفی عنہ استاذ القرآن والحدیث مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۱ رمضان ۱۳۹۵ھ

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۱۲ رمضان ۱۳۹۵ھ

اگر کسی نے اپنے ملازم کو مکان خریدنے کے لیے عاریۃً رقم دی اور اُس نے وہاں سے ملازمت چھوڑ دی کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین عرصہ تقریباً ۱۶/۱۵ سال کے میاں صاحبان کے ملازم چلا آرہا تھا تقریباً ۹ روز سے ملازمت ترک کر چکا ہوں۔ ملازمت کے دوران میں مذکورہ صاحبان نے ایک مکان خرید کرنے کے لیے بھی رقم دی اور شرائط یہ مقرر ہوئے کہ مکان مذکورہ صاحبان کے نام رہے گا اور بندہ ۵۰ روپے ماہوار تنخواہ سے کٹواتا رہے گا۔ مکان بعد از اقساط بندہ کے نام انتقال چڑھا دیا جائے گا۔ اب صورت حال یہ ہے کہ میں ملازمت ترک کر چکا ہوں اور وہ مجھ سے کرایہ مکان مقرر کر کے رقم لینا چاہتے ہیں حالانکہ یہ شرائط ہرگز نہیں تھیں۔ مناسب حل بذریعہ شریعت نبوی دے کر مشکور فرمائیں۔

محمد اسلم

﴿ج﴾

مکان جن کے لیے خریدا گیا وہی مکان کا مالک ہے۔ رقم کی امداد جس نے دی ہے وہ مکان کا شرعی مالک نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ کاغذات میں بظاہر مکان ان کے نام درج ہے۔ مالک مکان پر لازم ہے کہ وہ بالاقساط رقم ادا کرتا رہے۔ مالک مکان سے کرایہ وصول کرنا شرعاً جائز نہیں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی قاسم العلوم ملتان
یکم محرم ۱۳۸۱ھ

کتاب الدعویٰ

جس شخص نے شفعہ کا ناحق دعویٰ کر کے زمین حاصل کی ہو کیا اُس زمین کی برآمدات جائز ہیں

﴿س﴾

فتویٰ ۲۷/۱۲۸۱۴ کے بارے میں عرض اینکہ جیسا کہ بحوالہ فتویٰ مذکورہ ''ح'' اور ''ی'' ہر دو کو شرعاً شفعہ حاصل نہ تھا۔ مگر عدالت حاضرہ نے مدعی ''ی'' کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ اب مدعا علیہ ''ز'' کے لیے سوائے رقم وصول کر کے زمین چھوڑنے کے کوئی چارہ نہ تھا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو پھر کیا کرتا۔

موجودہ قانون شفعہ جو اسلامی فقہ کے مطابق نہیں ہے، کے ذریعہ حاصل کی ہوئی اراضی شرعی لحاظ سے جائز ہوگی یا نہ اور اس زمین سے حاصل جائز ہے یا نہ۔

محمد رمضان ولد نور محمد محلہ ماہیانوالہ تحصیل وضلع میانوالی

۱۰ رجب ۱۴۰۰ھ

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ مدعا علیہ نے جب رقم وصول کر لی اور حکومت کے فیصلہ کے مطابق مدعی نے زمین لے لی تو مدعی کی ملکیت میں آ گئی اب مدعی کے لیے اس کا حاصل لینا جائز ہوگا۔ یہ طریقہ کار چونکہ غلط ہے اس لیے اس پر توبہ واستغفار لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

رقم لینے والا اگر زائد رقم کا مطالبہ کرتا ہے تو وہی مدعی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے مجھ سے کچھ رقم لینی تھی۔ بوقت باہمی حساب فہمید یہ بات سامنے آئی کہ جس شخص کی میں نے رقم دینی ہے وہ زائد رقم کا دعویٰ کرتا ہے جبکہ میں نے اپنے حساب کے مطابق رقم دینی ہے۔ فیصلہ اس بات پر آ کر ہوا کہ حلف کی رو سے فیصلہ کر دیا جائے۔ اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ حلف اس شخص نے دینا ہے جو زائد رقم کا مطالبہ کرتا ہے یا میں نے دینا ہے جس نے کم رقم دینی ہے۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جو شخص زائد رقم کا مطالبہ کرتا ہے وہ مدعی ہے اور جس شخص نے رقم دینی ہے وہ مدعا علیہ ہے اور اسی مدعا علیہ (رقم دینے والے شخص) کو حلف دیا جائے گا۔

البینه للمدعی والیمین علی من انکر (الحدیث) وفی عالمگیریة ص ۳ ج ۴ المدعی من لا یجبر علی الخصومة اذا ترکها والمدعی علیه من یجبر علی الخصومة وهذا حد عام صحیح وقال محمد فی الاصل المدعی علیه هو المنکر وهذا صحیح لکن الشان فی معرفته والترجیح بالفقه عند الحذاق من اصحابنا رحمهم الله تعالیٰ لان الاعتبار للمعانی دون الصور والمبانی فان المودع اذا قال رددت الودیعة فالقول له مع الیمین وان کان مدعیا للرد صورة لانه ینکر الضمان هکذا فی الهدایة وفی المغنی هو منکر للضمان ولذا یحلفه القاضی انه لا یلزمه رد ولا ضمان ولا یحلف انه رده اذا لیمین یکون علی النفی ابدا وفی الدرالمختار ص ۵۵۵ ج ۵ ادعی المدیون الا یصال فانکر المدعی ذلک ولا بنیة له علی مدعاه فطلب یمنیه فقال المدعی اجعل حقی فی الختم ثم استخلفنی له ذلک فنیه۔ واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان

مدعی کے ذمے گواہ اور مدعی علیہ پر قسم ہوتی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ رمضان مرچنٹ نے محمد بشیر مرچنٹ سے مبلغ تیرہ سو روپیہ لینے ہیں مگر محمد بشیر کلاتھ مرچنٹ نے روپیہ لینے کی وجہ سے الٹا کونسل چیئرمین کے ہاں سات صد روپے کا دعویٰ کر دیا۔ چیئرمین صاحب نے قرآن شریف پر فیصلہ چھوڑ دیا اور محمد بشیر قرآن مجید اٹھانے پر تیار ہو گیا اور میں نے کہہ دیا ہے کہ میں قرآن مجید اٹھانے پر روپے دے دوں گا۔ اب آپ کی خدمت اقدس میں عرض یہ ہے کہ آپ قرآن شریف اٹھانے کا اصلی طریقہ اور فتویٰ عنایت فرما دیں۔

محمد رمضان بوٹ ہاؤس بازار موضع لیہ ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

قسم ہمیشہ مدعی علیہ پر آیا کرتی ہے اور مدعی پر گواہ پیش کرنا ضروری ہوتا ہے۔ صورت مسئولہ میں فیصلہ کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ محمد بشیر مدعی ہے۔ سات صد روپے کا یہ شخص گواہوں سے جو دیانتدار اور نمازی عادل ہوں ثبوت پیش

کرے اور بصورت ثبوت نہ ملنے کے محمد رمضان پر قسم آئے گی اور فیصلہ ہو جائے گا اور اگر قسم کھالی کہ واللہ یا اللہ کی قسم میرے ذمہ محمد بشیر کی رقم نہیں ہے تو محمد رمضان بری ہو جائے گا اور بصورت انکار کرنے کے محمد رمضان پر سات صد روپے لازم ہو جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ
۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۳ھ

درج ذیل صورت میں مدعی کون ہے اور مدعی علیہ کون ہے کیا قاضی کا مذکورہ فیصلہ شریعت کے مطابق ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) زید اور عمر آپس میں دوست ہیں۔ دونوں دکاندار کے پاس گئے۔ عمر نے کپڑا خریدا اور زید کفیل بنا۔ بعد میں ان کا آپس میں تنازع پیدا ہو گیا۔ اب بعد تنازع کے کفیل نے پیسے مانگے کہ دکاندار کو ادا کریں تو عمر نے کہا کہ میں نے کفیل کو ادا کر دیے ہیں۔ اب شریعت کی رو سے فرمائیں کہ مدعی کون اور مدعی علیہ کون ہے۔

(۲) زید اور عمر آپس میں دوست تھے اور ان کا خرچ وغیرہ اکٹھا تھا بعد میں ان کا تنازع پیدا ہو گیا۔ تنازع کے بعد زید نے بحیثیت مدعی ہونے کے قاضی کے سامنے بغیر گواہوں کے تحریر ذاتی پیسوں کا دعویٰ کر دیا۔ اب قاضی نے بحیثیت قاضی کے عمر سے قسم مانگی تو عمر نے قسم سے انکار کر دیا۔ پھر اسی عمر نے اس قاضی کے سامنے اس زید پر مشترکہ پیسوں کا دعویٰ کر دیا۔ بغیر گواہوں کے اب قاضی صاحب وہی قسم جس قسم سے عمر نے انکار کیا تھا زید سے طلب کی تو زید نے قسم اٹھا دی کہ میں نے مشترکہ پیسے خود خرچ نہیں کیے بلکہ مشترکہ طور پر خرچ ہوئے۔ اب قاضی صاحب نے فیصلہ زید کے حق میں کر دیا اور عمر پر پیسے کی ڈگری کر دی۔ اب فرمائیں کہ یہ فیصلہ شریعت کی رو سے صحیح ہے یا غلط۔ مہربانی فرما کر دونوں مسئلے تحریر فرما دیں۔

﴿ج﴾

(۱) صورت مسئولہ میں عمر مدعی ہے اور زید مدعا علیہ ہے۔

(۲) شریعت کی رو سے یہ فیصلہ صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ
۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۳ھ

ڈیڑھ سو سال قبل کا دعویٰ کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید وغیرہ برادران زید کے نام زمین زمانہ قدیم سے دفتر میں تحریر شدہ ہے۔ بذریعہ وراثت تقسیم شدہ ہے۔ آباء واجداد کے حقوق کے علاوہ کوئی تحریر موجود نہیں۔

بکر نے دعویٰ کیا ہے کہ یہ زمین ایک صد پچاس سال کے عرصہ سے میری ہے حالانکہ کوئی قبضہ وغیرہ بکر مدعی کے پاس موجود نہیں۔ زید وغیرہ سے مالیہ اراضی وصول کیا جاتا ہے۔ نیز قبضہ زید وغیرہ کے لیے ہے کیا بکر مدعی کا دعویٰ صحیح ہو سکتا ہے یا نہ۔ بحوالہ کتب معتبرہ حل فرما کر مشکور فرمائیں۔

﴿ج﴾

جب تک بکر اپنے دعویٰ کو شرعی ثبوت سے پیش نہیں کرے گا اس وقت تک اس کا دعویٰ مسموع نہیں۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

البینة علی المدعی (الحدیث) بینہ (شہادت) ڈیڑھ صد سالہ کی ملکیت کے سوائے شہادت بالتسامع کے پیش نہیں ہو سکتی اور شہادت بالتسامع باب ملک اموال میں معتبر نہیں ہے۔ فقہاء کا مسلمہ قاعدہ ہے الید دلیل الملک قبضہ ملکیت کی دلیل ہے۔ جب قبضہ زید وغیرہ کا ہے اور کاغذات مال میں ان کے نام تحریر ہے تو ان کو مالک قرار دیا جائے گا۔ القدیم یترک علی قدمہ اور بکر کا دعویٰ قطعاً مسموع نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۳ صفر ۱۳۷۹ھ

کیا ۱۵ سال تک دعویٰ نہ کرنے سے حق دعویٰ ساقط ہو جاتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مولوی شہاب الدین جب فوت ہو گئے تو اس کا ایک لڑکا محمد اسحاق اور دو لڑکیاں بی بی رابعہ و شرافت النساء رہ گئیں تو جائیداد بھائی کے پاس تھی۔ بعد میں بہنیں فوت ہو گئیں۔ بی بی رابعہ کے دو لڑکیاں اکو جانہ بابو جانہ رہ گئیں اور شرافت النساء کے دو لڑکے حسین خان اور بہادر خان رہ گئے۔ لڑکا جب زندہ تھا تو ان وارثین نے اپنے حق کا مطالبہ نہیں کیا۔ اس لیے کہ وہ ان کی خدمت کرتا تھا۔ اب وہ بھائی فوت ہو گیا تو اس کا ایک دور کا چچازاد بھائی عبدالنبی وارث ہو گیا۔ کیا بہنوں کی اولاد کو اپنا حق مل سکتا ہے یا نہیں جبکہ ۱۵ سال سے زیادہ کا عرصہ گزر گیا ہے اور انہوں نے اپنے حق کا مطالبہ نہیں کیا ہے۔ یہاں ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ پندرہ سال تک دعویٰ

کرنے کی وجہ سے اب اپنے حق کا دعویٰ کرنا ان کا مسموع نہیں۔ ان کا حق ساقط ہے کیا سقوط حق کے لیے اگر ضائع نہ ہو میعاد کی کوئی شرط ہے یا نہیں۔ نیز واضح رہے کہ عبدالنبی نے اپنے حصہ کو ۵۵ء میں روشن خان کو فروخت کیا اور بہنوں کا حصہ محمود الحسن پر فروخت کیا۔ پھر دونوں پر شفعہ ہو گیا۔ چنانچہ دونوں نے عدالت میں یہ تسلیم کیا کہ روشن خان نے عبدالنبی کا حصہ اور محمود الحسن نے بہنوں کا حصہ خرید لیا ہے۔

پھر جب شفعہ ہو گیا تو شرعی طور پر فیصلہ ہوا کہ محمود الحسن پر شفعہ نہیں ہو سکتا اور روشن خان پر شفعہ صحیح ہے۔ چنانچہ شفیع جہانگیر نے پھر عدالت میں تمام جائیداد کا روشن خان پر شفع کیا اور محمود الحسن کو لکھ دیا تھا کہ میں آپ پر شفعہ نہیں کروں گا۔ چنانچہ روشن خان نے عدالت میں تسلیم کیا کہ محمود الحسن کا حصہ میرے اوپر رہن ہے جو کہ اس نے بہنوں کا حصہ لیا ہے۔ اس کے بعد اب روشن خان رہن سے منکر ہو گیا۔ میں ان کو رہن کی رقم دے کر زمین واپس کرنا چاہتا ہوں لیکن وہ کہتا ہے کہ آپ کا کوئی حق نہیں اور نہ بہنوں کا کوئی حق ہے اور دلیل یہ پیش کرتا ہے کہ بہنوں نے پندرہ سال تک دعویٰ نہ کیا۔ اب دعویٰ مسموع نہیں۔ نیز رہن کی رقم کا بھی مطالبہ کرتا ہے اور زمین کو اپنا حق ثابت کرتا ہے۔

﴿ج﴾

واضح رہے کہ تقادم عہد کی وجہ سے عدم سماع دعویٰ اگرچہ ایک مسلم امر ہے لیکن صورت مسئولہ میں چند امور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ فقہاء کا یہ قاعدہ مفید ہے۔ انکار خصم کے ساتھ **کما قال علامة شامی فی ردالمحتار ص ۴۲۰ ج ۵ فی ضمن هذه المسئله (تنبیهات) الثالث عدم سماع القاضی لها انما هو عند انکار الخصم فلو اعترف تسمع کما علم مما قد منا (الی ان قال) ان لا تزویر مع الاقرار** اور صورۃ مسئولہ میں چونکہ عبدالنبی اور روشن خان دونوں یہ تسلیم کرتے ہیں کہ زمین ان کی مورث اعلیٰ کی ملکیت ہے اور یہ ان کو تسلیم ہے کہ بہنیں اس زمین کی وارث ہیں لیکن اس کے باوجود نفس تقادم عہد کو مسقط حق شمار کرتا ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں۔ **قال الشامی فی التنبیه الاول وسبب النهی قطع الحیل والتزویر فلاینا فی ما فی الاشباه وغیرها من ان الحق لا یسقط بتقادم الزمان الخ۔** اس سے فقہاء کا مطلب یہ ہے کہ اگر باوجود تقادم زمان اس قسم کے دعوے مسموع ہوں تو اس میں حرج ہے۔ اس لیے مسموع نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ ظاہر یہ ہے کہ قول اوّل حق ہے اور قول مدعی خلاف واقعہ **کما یفهم من عبارة التنقیح نقلا عن المبسوط لان ترک الدعوی مع التمکن یدل علی عدمه ظاهراً۔** اس سے معلوم ہوا کہ تقادم علیہ خود مسقط نہیں۔ ورنہ اگر تقادم عہد خود مسقط ہے تو شامی نے جو تنبیہ ثالث میں لکھا ہے فلو لغو ہو جائے گا۔ لہٰذا روشن خان نے جو پہلے بہنوں کا حصہ تسلیم کیا ہے اب صرف تقادم عہد کی وجہ سے منکر ہے تو اس کے انکار کا کوئی اعتبار نہیں۔

نیز اکثر فقہاء نے اس قاعدہ سے ارث کو مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ **کما قال فی الدر المختار ص ۴۲۰ ج ۵ الا فی الوقف والارث ووجود عذر شرعی وبه افتی المفتی ابو السعود فلیحفظ**۔ پس احتیاط اسی میں ہے کہ دعویٰ مسموع ہوگا۔ نیز تقادم عہد مسقط حق تب ہوگا کہ بادشاہ حکم دے کہ پندرہ سال کے بعد کا دعویٰ مسموع نہیں **کمافی ردالمختار (تنبیهات) الاول قد استفید من کلام الشارح ان سماع الدعوی بعد هذه المدة انما هو للنهی عنه من السلطان** الخ اور چونکہ آج کل بادشاہ نے یہ حکم جاری نہیں کیا اس لیے یہ دعویٰ باوجود تقادم عہد مسموع ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ صورت مسئولہ میں تقادم عہد یعنی پندرہ سال سے زیادہ عرصہ گزرنے کی وجہ سے بہنوں اور بہنوں کی اولاد کا حق ساقط نہیں ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

یک سالہ یتیم بھتیجے کے ساتھ مشترکہ زمین چچاؤں نے فروخت کردی وہ یتیم ۲۶ سال بعد واپسی کا دعویٰ کرسکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مراد خان، گل خان، مہر خان یہ تینوں سگے بھائی ہیں سب سے بڑا مراد خان اس سے چھوٹا گل خان اور سب سے چھوٹا مہر خان تھا۔

ان میں سے ان کا بھائی گل خان فوت ہو چکا تھا اور اس کا ایک بیٹا تھا۔ جس کا نام نصیر خان اور اس وقت یعنی والد کی فوتگی کے وقت اس کی عمر ایک سال تھی۔ گل خان کے دو بھائیوں (مراد خان اور مہر خان) نے اس کی وفات کے بعد اپنے کل رقبے (مشترکہ) میں سے نصف فروخت کر دیا تھا۔ جس میں گل خان کا حصہ بھی تھا۔ لہٰذا اب گل خان کے بیٹے کی عمر ۲۶ سال کی ہے اور وہ سوداگر سے جس نے زمین خریدی تھی اس پر دعویٰ کر کے زمین واپس لینا چاہتا ہے اور اس معاملہ میں سوداگر کا جواب یہ ہے کہ تم زمین یا پیسے یعنی رقم اپنے چچازاد بھائیوں سے لینے کے حقدار ہو۔ علاوہ ازیں بقایا رقبہ ان تینوں بھائیوں نے آپس میں تقسیم کر لی ہے۔ لہٰذا اب نصیر خان ولد گل خان سوداگر پر دعویٰ کا حقدار ہے یا نہیں۔ علاوہ ازیں گزارش ہے کہ آپ شریعت کی رو سے یہ بتائیں کہ اس میں سوداگر کا کیا حق ہے اور نصیر خان ولد گل خان کا کیا حق ہے۔ بینوا توجروا

ضلع ملتان تحصیل کبیر والا معرفت مہر محمد رمضان

﴿ج﴾

واضح رہے کہ اس مسئلہ میں قدرے تفصیل ہے اور وہ یہ کہ اگر گل خان نے اپنے دونوں بھائیوں کو یا کسی ایک کو وصی یعنی فوتیدگی کے بعد اپنے مال کی نگرانی کے لیے اپنی نابالغ اولاد کی حفاظت کے لیے مقرر کیا ہو اور تب اس وصی نے اس مشترکہ زمین کو جس میں نصیر خان یتیم کا بھی حصہ تھا فروخت کر دیا ہو اور مندرجہ ذیل ضروریات میں سے کسی خاص ضرورت کے لیے فروخت کر چکا ہو مثلاً گل خان متوفی پر کوئی قرضہ ہو اس کی ادائیگی کے لیے یا اس یتیم کے خرچہ کے لیے جبکہ زمین کے بیچنے کے بغیر خرچہ کا کوئی انتظام نہ ہو سکتا ہے یا اس زمین کی دوگنی قیمت پر فروخت کر دی ہو تو ایسی صورت میں بیع درست ہوگئی ہے اور نصیر خان اس خریدار پر بعد از بلوغ اپنے حصے کا کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا اور اگر ان ضروریات کے بغیر وہ زمین انہوں نے فروخت کی ہو تب یتیم کے حصے کی بیع موقوف ہے۔ بعد از بلوغ اس کی اجازت پر اگر بلوغ کے بعد اس نے اجازت دی ہو تو بیع ہوگئی ہے اور اگر اس نے اس بیع کو نامنظور کر دیا ہو تو ایسی صورت میں وہ اپنا حصہ خریدار سے لے سکتا ہے اور خریدار اس حصے کی رقم بیچنے والوں اور ان کی عدم موجودگی میں اس کی جائیداد میں سے ان کے وارثوں سے واپس کر لے گا اور اگر ان کو گل خان نے وصی مقرر نہ کیا ہو تب زمین کی بیع یتیم کے حصہ میں درست نہیں ہے اور یتیم کو بعد از بلوغ اختیار ہے چاہے وہ بیع منظور کر لے اور چاہے نامنظور کرے نامنظوری کی صورت میں وہ اپنا حصہ خریدار سے واپس لے لے گا اور خریدار اس حصہ کی بیچنے والوں سے اور ان کی فوتیدگی کی صورت میں اس کی جائیداد میں سے ان کے وارثوں سے واپس لے لے گا۔

كما قال في الدرالمختار مع شرحه ردالمختار ص ۷۱۱ ج ۶ وجاز بيعه عقار صغير من اجنبي لامن نفسه بضعف قيمته او لنفقة الصغير او دين الميت او وصية مرسلة لا نفاذ لها الا منه او لكون غلاته لا تزيد على مؤنته او خوف خرابه او نقصانه او كونه في يد متغلب دار و اشباه ملخصاً قلت وهذا لو البائع وصياً لامن قبل ام او اخ فانهما لا يملكان بيع العقار مطلقاً الخ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲ ذوالحجہ ۱۳۸۶ھ

جبراً کسی چیز کو قبضہ میں رکھنے سے قبضہ شمار نہیں ہوتا

﴿س﴾

عندالدریافت بیان کیا کہ زمین جس میں ہمارا تنازعہ ہے میرے قریبی عزیز جس کی میراث خور میں تھی وہ بقضاء الٰہی فوت ہو چکا ہے اور مقدمہ عدالت سرکار میں باقی دعویداروں سے دائر کیا تھا آخرکار مقدمہ کا فیصلہ بروئے شرع

شریف ہوا اور تمام باقی ماندہ ورثاء کو حسب حقوق شرعیہ ان کو دیا گیا۔ متوفی کی عورت کا حصہ میرے پاس آیا چونکہ میں نے اس کے ساتھ نکاح کیا ہوا تھا اور اس کی ہمشیرہ کا حصہ بھی میرے پاس قبضہ میں تھا جو کہ وہ بھی میرے نکاح میں تھی۔ بوقت مقدمہ سرکار متوفی کی ہمشیرہ اور میری زوجہ نے مجھے کہا کہ تم ایک لڑکی دو تا کہ میں اپنے بیٹے امام کے بدلہ میں دے کر اس کی شادی کر دوں۔ باقی میراث کے متعلق تم جانو تمہارا کام۔ چنانچہ میراث میرے قبضہ میں آئی اور وہ میری زوجہ حیات تھی لیکن اس نے کبھی میرے ساتھ دعویٰ نہیں کیا اور اس کی بعد وفات اس کے اور میرے بیٹے امام نے کبھی میرے ساتھ دعویٰ نہیں کیا تھا یعنی عرصہ پچاس سال کا ہو گیا ہے کہ میراث مذکور میرے قبضہ میں ہے لیکن اندریں میعاد کسی اہل حق نے میرے ساتھ دعویٰ نہیں کیا بعد میں میرے بیٹے امام نے عارضی طور پر مجھ سے زمین کاشت کرنے کے لیے مانگی تھی۔ جس وقت وہ دوسروں کی مزدوری سے قاصر اور کمزور تھا اور میں نے اسے عارضی طور پر دو ٹکڑہ اراضی کاشت کرنے کے لیے دیے تھے۔ چنانچہ امام انہیں کاشت کرتا رہا اور رکھتا رہا مگر بدقسمتی سے امام اور اس کے بیٹے کے درمیان لڑائی واقع ہوئی تھی اور لڑائی کے چند عرصہ بعد میرے گھر آیا مسمی امام روبروئے کلیم اللہ و بختیار و صحبان اور اس کے بیٹے نے مجھ سے کہا کہ زمین تم سے میں نے عارضی طور پر لی تھی اور اب تمہیں واپس کر دی ہے۔ ممکن ہے کہ میں فوت ہو جاؤں اور میرا بیٹا دعویٰ نہ کر سکے۔ میرا اس زمین میں کوئی لین دین نہیں۔ اس کے بعد کلیم اللہ نے تحریر کا کہا امام نے جواب دیا کہ تحریر کی کیا ضرورت ہے تم لوگوں کے سامنے کا اقرار کافی ہے۔ مغربی قطعہ میں دو حصہ میرے ہیں یہ میراث کا مال نہیں بس میرا اس قدر بیان ہے۔

شاہد کلیم اللہ: کلمہ شہادت پڑھ کا بیان کیا کہ ساون بھادوں کا ماہ تھا کہ امام نے آ کر مجھے اور بختیار کو کٹے کے گھر بلایا اور وہاں ہم کو کہا کہ جو زمین میں کاشت کرتا رہا یہ زمین میں نے عارضی طور پر اپنے والد سے لی تھی اس زمین میں میرا کوئی حق نہیں اور نہ بعد میں میرے لڑکے کا کوئی دعویٰ ہوگا اور آپ گواہان کے سامنے زمین عاریت والد صاحب کو واپس کر دی ہے۔ آپ گواہ رہیں میں نے تحریر کا کہا تو اس نے کہا کہ آپ لوگوں کے سامنے کا اقرار کافی ہے۔ تحریر کی ضرورت نہیں (شہادت صحبان) کلمہ شہادت پڑھ کر بیان کیا کہ میں اور کلیم اللہ اور بختیار کٹے کے گھر بیٹھے تھے کہ کٹے نے کہا مار کہ میرا لڑکا امام کہہ رہا ہے کہ میری زمین تمہاری ہے۔ کلیم اللہ نے تحریر کا کہا امام نے کہا تحریر کی ضرورت نہیں یہ اقرار کافی ہے۔

(شہادت بختیار) کلمہ شہادت پڑھ کر بیان کرتا ہوں کہ میں اور کلیم اللہ کٹے کے گھر گئے تھے وہاں امام بیٹھا تھا امام نے ہمارے سامنے اقرار کیا تھا کہ جو زمین میں کاشت کر رہا ہوں میرے والد کی ہے۔ کلیم اللہ نے تحریر کا کہا لیکن اس نے تحریر نہیں کی۔ کلیم اللہ نے کٹے کو کہا کہ بیٹا یہ ہے تمہارا کہ تحریر نہیں کر دیتا۔

بیان مدعی علیہ عبداللہ جعفر بختیار رمضان ولد امام جعفر

عندالدریافت بیان کیا کہ مسمی عبداللہ بقضاء الٰہی فوت ہو گیا اور ہر طرف سے دعویدار کھڑے ہو گئے تھے لیکن متوفی کی جائیداد حسب شرع تقسیم اور تمام ورثاء کو حصے دیے گئے تھے۔ یعنی مسماۃ ولایت متوفی کی زوجہ اور اس کی ہمشیرہ مسماۃ جنو اور باقی تین افراد مادر زاد بھائی بہن میں تقسیم کی گئی ہے اور امام کی والدہ نے دوران مرض میں کہا کہ میرا حصہ میرے بیٹے امام کا ہے۔ مگر بیمار معمولی تھی اور تحریر کر دی اور مسماۃ کا حصہ اس وقت تک کٹے کے قبضہ میں تھا۔ جبرا نہیں دیتا تھا اور خود کھاتا پیتا تھا تو مسماۃ نے تحریر کر کے اپنا حصہ امام کو دے دیا اور کہا کہ اس میں باقی کا کوئی حصہ اور تصرف نہیں۔ فقط امام کا ہے۔ بعد میں کٹے نے زمین تقسیم کی تھی اور چار حصے بنائے تھے اور چوتھا حصہ امام کو دینا چاہا لیکن امام نے مجھ سے مشورہ پوچھا تو میں نے کہا کہ اکتفا پر حصہ مقرر کرنا چاہتا ہے۔ تو پٹھان والا اور دھارا اور رواسی لیویں ورنہ اپنے ماموں والی میراث بھی لینا چاہتا ہے۔ تو اس طور پر کہہ کہ اگر کہہ کر موجودہ میراث مجھے دیتا ہے تو باقی خورد برد میراث اس شرط پر چھوڑتا ہوں اگر باقی اپنی جائیداد میں میرے بیٹے کا حصہ مقرر کرو ورنہ نہیں دیتا۔ باقی امام ناراضگی کے بعد پھر اپنے بیٹے سے راضی ہو گیا تھا اور کہا کہ یہ زمین میرے رمضان کی ہے۔ اس سے میں نہیں لیتا۔ شاہد موجود ہیں بس میرا اس قدر بیان ہیں۔

شہادت اللہ بخش ولد مانبہ: کلمہ شہادت پڑھ کر بیان کرتا ہوں کہ امام ولد کٹے نے ایک دن مجھے کہا کہ میرا ٹکڑا موصولہ دھارا اس کو آپ کاشت کریں مگر پھل کی ٹھیک کوشش کریں۔ جیسے کہ اپنی زمین کی کرتا ہے مگر میں جب صحرا کی طرف پوری طرح تیاری کروں گا تو مال پورا کروں گا۔ القصہ امام چلا گیا میری طرف ظاہر نہیں ہوا۔ بعد میں میں نے دیکھا تو خود اس کا لڑکا اس کو ہل دے رہا ہے جبکہ امام واپس ہوا تو میں نے کہا کہ اچھا ہوا میں نے ہل دینا شروع نہیں کیا ورنہ تو رمضان میرے ساتھ جھگڑا کرتا۔ امام نے کہا کہ میری اور رمضان کی آپس میں صلح ہو گئی ہے۔ میں اس سے راضی ہوں رمضان جانے رمضان کے کام۔

شہادت روزی: کلمہ شہادت پڑھ کر بیان کرتا ہوں کہ جس موقع پر خواجہ غلام مرتضیٰ برائے فیصلہ موسیٰ خیل جان کی تیاری کو میں بھی تیار ہوا مسمی امام نے کہا میں بھی آتا ہوں۔ تو جب ہم دونوں امام کے گھر سے باہر ہوئے تو امام نے کہا کہ میں حال دوں۔ آج میں نے اپنے والد صاحب کو کہا کہ میں اپنی زمین تجھے دیتا ہوں۔ تو کلیم اللہ نے کہا کہ تھانہ میں تحریر کر دے مجھے اس بات پر غصہ آیا۔ وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا ہوں۔ دیکھ میرے والد اور کلیم اللہ کے دل میں یہ خیال آیا ہے کہ اپنے بیٹے رمضان سے لے کر والد کو دیتا ہوں۔ زمین میرے رمضان کی ہے کسی کو نہیں دیتا۔

شہادت مٹھو: کلمہ شہادت پڑھ کر بیان کیا کہ میں اور امام نے تونسہ میں اس وقت گفتگو کی چند دنوں کے بعد یہ

فوت ہو گیا۔امام نے کہا کہ رمضان میرا فرمانبردار ہے اور نہ مسمی محمد تیرا فرمانبردار ہے۔میں اپنے بیٹے سے والد کی وجہ سے کچھ ناراض رہتا ہوں۔مگر جائیداد اس کی ہے۔اس سے لے کر کسی کو نہیں دیتا خدا اس کو نصیب کرے۔اگر میری اطاعت کرے تو میری جائیداد وغیرہ اس کی ہے۔

شہادت صوفی میل خان: کلمہ پڑھ کر بیان کیا کہ امام ولد کٹے کی زمین میں بیان شوق ہوا تو امام سے روبروئے روزی قبضہ طلب کی تو امام نے کہا کہ میں تجھے دیتا ہوں لیکن رمضان سے مشورہ کروں گا۔دوسرے دن میں نے رمضان کو دیکھا اس کو کہا کہ یہ زمین تیرے والد نے مجھے پیاز کاشت کرنے کے لیے دی ہے کیا تیری رضا ہے۔تو اس نے بھی کہا کہ ٹھیک ہے۔یہ میرا طلب کرنا اور ہل چلانا اس وقت تھا جبکہ گندم کاشت ہو چکی تھی۔

منکہ مسماۃ جنو بنت مٹھو زوجہ کٹے ولد عظیم جعفر اقرار کر کے ثبوتی عقل و حواس خمسہ بلا جبر و کراہت تحریر کر دیتی ہوں کہ میں حق جائیداد از میراث برادرم عبدالحق شرع شریف ثابت ہے۔یعنی جائیداد عبداللہ تین حصوں پر بروئے شرع شریف تقسیم کی گئی۔اس میں سات حصے باقی ورثاء لے گئے اور چھ حصے مسماۃ مذکور کے حصے میں آئے۔لہٰذا وہ جملہ حقوق اراضی بمعہ حق شرب آپ اپنے لیے مسمی امام ولد کٹے کے تصرف میں من مقرہ نے دیے۔میں من بعد ازیں اس جائیداد عبداللہ میں سوا کسی قسم کا حق نہیں ہوگا اور نہ اس میں مقرہ کوئی تصرف کرے گی اور نہ ہی قبل ازیں مقرہ نے کسی کے تصرف میں دی ہے۔لہٰذا یہ چند حروف بطور یادگار لکھ دیے تا کہ سند رہے۔(نقل تحریر)

شہادت ملک رمضان: کلمہ شہادت پڑھ کر بیان کیا کہ واقعی ہمارے روبرو مسماۃ جنوں نے اپنی حق وراثت از بھائی عبداللہ اپنے بیٹے کو حجت و ثبوتی عقل بلا جبر و اکراہ کل زمین بمعہ آب شرب کل حقوق تحریر کر دی اور زمین اس وقت کٹے کے قبضہ میں تھی چونکہ شریک بیٹے تھے اور جب یہ تحریر ہوئی تو مسماۃ چھ ماہ سے بھی زائد تک زندہ رہے۔

شہادت فقیر ولد مہر: بوقت دریافت بیان کیا کہ کٹے نے میرے اور ٹکڑا موصولہ شاہ والا فروخت کیا تو اس کی گھر والی مسماۃ جنوں نے جا کر تحصیلدار پر رپورٹ کی تحصیلدار نے مجھے بلایا اور کہا کہ تو نے یہ ٹکڑا کیوں دیا یہ ٹکڑا کسی کا نہیں مسماۃ کا اپنا حق ہے کہ اس کو بھائی کی وراثت میں مل چکا ہے تو آخر کار کٹے نے کہا کہ اس کے عوض میں اپنا ٹکڑا دیتا ہوں۔تو مسماۃ مذکورہ نے اپنے خاوند سے کہا کہ مجھے دے پھر آپ کو یہ فروخت کرنا دیتی ہوں تو تھکی لے کر شاہ والا فروخت کرنا دیا تو تحصیلدار صاحب مسماۃ پر غصہ ہوا۔

شہادت اللہ بخش: کلمہ شہادت پڑھ کر بیان کیا کہ مسماۃ جنو نے مجھے بیان کیا کہ کٹے نے میرا ٹکڑا موصولہ شاہ والا فروخت کیا تو مجھے اس کے بدلہ میں اپنا ٹکڑا موصولہ نقلی دی جبکہ پھر تبادلہ کیا تو نقلی اس نے فروخت کی اور بدلہ میں مجھے اپنا ٹکڑا موصولہ دھار دیا بس میرا اس قدر بیان ہے۔

فیصلہ شرعی

نحمده و نصلی علیٰ رسوله الکریم۔ فریقین سے بیانات اخذ کر کے ہر دو فریق سے شاہد طلب کیے۔ گواہوں کے بیانات سماعت کر کے فریقین کو باہمی فیصلہ کی ترغیب دلائی گئی فریقین نے باہمی فیصلہ کرنے سے انکار کیا تو بموجب شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ فقیر سے اقتباس ہوا اس کے مطابق فیصلہ دیا گیا کہ مدعی کٹے کا یہ سوال کہ پچاس سال سے میرے قبضہ میں رہی میرے ساتھ کسی نے دعویٰ نہیں کیا۔ اول تو اس کا یہ کہنا غلط ہے کہ کسی نے دعویٰ نہیں کیا۔ کیونکہ مسمی ملک رمضان وصاحب وغیرہ کی شہادت کو ملاحظہ کیا جائے تو عورت مسماۃ جنو بار بار فریاد اور جھگڑا کر رہی ہے حتیٰ کہ حکومت تک جھگڑا پہنچایا کہ میں نے اپنی زمین تجھے نہیں دی۔ مدعی کا پچاس سال کا کہنا صاف طور پر غلط ہے۔ کیونکہ تحریر کو موجودہ سال عیسوی بائیسواں سال ہے تو پچاس کہاں سے آئے۔ اگر بالفرض والتقدیر پچاس سال تسلیم بھی کیے جائیں تو بھی اس قبضہ کو شرعاً قبضہ اعتبار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ مسماۃ مذکور نے اپنی خوشنودی سے بطور تحریر قبضہ وتصرف اپنے بیٹے مسمی امام کو دیا۔ اگر چہ جبراً کٹے کے قبضے میں رہی۔ جبکہ جبراً زیر قبضہ رہنے سے ملکیت ثابت نہ ہوئی تو کٹے کا یہ کہنا کہ میں زمین امام کو عارضی طور پر برائے کاشت دی ہے یا گویا استقلال ہو یا نہ شرعاً غیر معتبر ہے۔ علیٰ ہذا القیاس امام کا عارضی کہنا بھی نا قابل بحث ہے اور نہ اسے غیر ثقہ شاہدوں سے جو کہ مدعی نے پیش کیے ہیں ملکیت امام کا انتقال بسوئے پدرش ہوگا۔ شہادت شاہدان مدعی چند وجوہات کی بنا پر غیر مقبول وقابل سماع نہیں ہے۔ (۱) عدم تزکیہ وعدم عدالتہم بنا بر ارتکاب کبائر علانیہ۔ (۲) اختلاف شہادت جو کہ صاف طور پر ان کی تقریر سے معلوم ہو رہا ہے۔ ایک کہتا ہے کہ باہر سے امام نے مجھے کٹے کے گھر بلایا اور امام نے یہ تقریر شروع کی دوسرا کہتا ہے کہ ہم کٹے کے گھر بیٹھے تھے تو صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ شاہدوں کی شہادت کاذب واز خود ساختہ ہے نہ کہ سماعی ہے تو ایسے غیر ثقہ شاہدوں سے ملکیت امام کا انتقال بسوئے پدرش نہ ہوگا اور نہ اس قبضہ سے جو کہ مدعی کا تھا بنا بر جبر دعویٰ ساقط ہوتا ہے۔ **شامی ص ۴۱۹ ج ۵ قلت فلا تسمع الآن بعدها الا بامر فی الوقف والارث ووجود عذر شرعی وبه افتی المفتی ابو السعود** الخ تو بنا بر آں مدعی کی ملکیت ثابت نہ ہوگی تو اب چاہیے تھا کہ مدعی علیہ کی ملکیت میں کل حق وراثت والدہ کا داخل ہو کر کیونکہ والدہ نے اسے تحریر کر دی اور تصرف کا مالک بنا کر آپ کو بے دخل کر دیا تو ہبہ ہوا اور بنا بر ہبہ کل جائیداد مسماۃ مذکورہ موہوب لہ کی ملکیت میں داخل ہو لیکن موہوب لہ کے قبضہ تام نہ ہونے سے مدعی علیہ کی ملکیت میں داخل نہ ہوئی کیونکہ ہبہ قبض تام لازمی ہے تو یہاں پر قبضہ میں بطور جبر قبضہ میں رہی اور مدعی علیہ کو قبضہ نہ دیا تو جب قبضہ نہ ہوا تو ہبہ غیر تام رہا۔ **وتصح بالایجاب والقبول والقبض الخ ولنا قوله علیه السلام لا یجوز الهبة الا مقبوضة** الخ ہدایۃ جلد ثالث کتاب الہبہ ص ۲۸۱ بخلاف ما کان اور معضوبا اور مبیعاً بیعاً نافذا لانہ فی

یدغیرہ ادنی ملک غیرہ الخ ہذا القیاس باقی فقہ کی ہر چھوٹی بڑی کتاب میں مفصلاً موجود ہے جبکہ نہ مدعی کے جبر اور قبضہ سے قبضہ وملکیت مدعی ثابت ہوئی اور نہ واہبہ کا ہبہ کرنا اور تحریر کر دینا کر دینا ہبہ پختہ موجود مذکورہ بالا نہ ہوا تو مسماۃ مائی جنو کی کل جائیداد زمین بمعہ آب ومنقولہ لینے جو کچھ ہے اس کو اپنے بھائی عبداللہ کی وراثت سے حاصل ہوئی ہے۔وہ بمطابق ارث علی ورثا تقسیم ہوگی۔

مولوی لعل محمد
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ

۲۰ سال کا عرصہ گزرنے سے بھی مسلمہ حقوق ساقط نہیں ہوتے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ہذا میں کہ محمد اعظم تین حقیقی ہمشیرگان اور ایک زوجہ کو چھوڑ کر مرا جو مال تھا وہ زوجہ مذکورہ لے کر اپنے بھتیجے کے ہاں چلی گئی اور عرصہ ۲۰ سال زندہ رہی۔اس عرصہ میں ہمشیرگان نے وراثت کا کوئی مطالبہ نہ کیا اور فوت ہو گئیں۔اب زوجہ مذکورہ اپنے بھتیجے کے ہاں فوت ہوئی اولاد ہمشیرگان مذکورین نے دعویٰ کیا کہ ہم وارث ہیں ہمارے ماموں کا ترکہ ہے ہمیں دیا جائے جو نقدی تقریباً تین ہزار اور زیور چار پائیاں بستر وغیرہ ہیں۔محمد اعظم کی زوجہ مذکورہ کے بھتیجے نے کہا کہ عرصہ ۲۰ سال ہو گیا ہے وہ سب کچھ کھا گئی ہے اور تمہاری والدہ نے مطالبہ نہیں کیا تھا۔ اب تمہارا کوئی حق نہیں اور مال غیر معین تھا یعنی مجہول تھا تمہارے پاس کیا ثبوت ہے اب اس کا شرعاً کیسے فیصلہ کیا جائے اور کون وارث ہے کیا ہمشیرگان کا مطالبہ نہ کرنا حق کو فسخ کر دیتا ہے یا نہ اور مال کا مجہول ہونا اور مدت ۲۰ سال گزرنا دعویٰ کو فسخ کرتا ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

ہمشیرگان کو تین حصے محمد اعظم کی وراثت میں سے ملتے ہیں اور ایک حصہ اس کی بیوی کو ملتا ہے جو اس کے مرنے کے بعد اس کے بھتیجوں کو ملے گا باقی یہ کہ دعویٰ مجہول کا ہے صحیح نہیں جبکہ مدعی اشیاء کی فہرست پیش کر کے مطالبہ کر رہے ہیں۔پھر جہالت کیسے باقی رہی اور مدت مدیدہ گزرنے سے حق کسی کا ساقط نہیں ہوتا جبکہ فریقین کو مسلم ہے کہ ہمشیرگان اس کی وارث ہیں اور یہ بھی مسلم ہے کہ ان کو کچھ آج تک نہیں گیا تو یہ ان کے حق کو تسلیم کر لیا گیا۔مدت مدیدہ کے گزرنے سے ایسے مسلم حقوق ساقط نہیں ہوتے اور نہ دوسرا کوئی حق ساقط ہوتا ہے بلکہ عبارات فقہاء کا مطلب یہ ہے کہ قاضی ایسے قدیم دعووں کو نہ سنے نہ یہ کہ عنداللہ اس کا حق ساقط ہو جاتا ہے اور عنداللہ مدعی علیہ کو دینا واجب نہیں۔شامی نے اس کی تصریح کر دی ہے۔اس لیے ہمشیرگان کا حق ساقط ہرگز نہ ہوگا۔البتہ جتنے مال کا وہ ثبوت کریں گے یا تو دو

گواہوں سے ہوگا اور یا عورت کے بھتیجوں کو حلف دیا جائے گا۔ ان کے انکار کرنے پر ثبوت سمجھا جائے گا اور اگر حلف اٹھالیا تو ان کا دعویٰ خارج اس چیز میں ہو جائے گا باقی بیس سال تک خرچ اور نفقہ اگر عورت نے کیا ہے تو اس کا نفقہ ہمشیرگان پر تو فرض نہ تھا اور نہ ان کے حصے میں خرچ کرنے کا اس کو شرعاً حق تھا۔ اس لیے میت کے مرنے کے دن جو مال ہوگا وراثت اس میں چلے گی۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۰ صفر ۱۳۷۶ھ

جب دو بھائی مشترک کاروبار کرتے رہے اور تمام مال آدھا آدھا تقسیم کر دیا یہ درست ہے اور بھائی کا دعویٰ غلط ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ مثلاً زید کے پانچ لڑکے ہیں زید کے فوت ہونے پر اس کا ترکہ آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں۔ ان میں دو علیحدہ علیحدہ کام کرتے رہے اور تین بھائی اکٹھے کاروبار کرتے رہے۔ کچھ عرصہ بعد ان تینوں میں ایک بھائی علیحدہ ہو گیا اور کاروبار علیحدہ کرنے لگا اور باقی دو بھائی کام مل کر کرتے رہے۔ دس بارہ سال تک بعد ان دو بھائیوں میں ایک کی شادی ہو گئی شادی ہو جانے کے بعد یہ دو بھائی آپس میں علیحدہ ہونے لگے اور کاروبار کی جو چیزیں تھیں ان کو نصف نصف تقسیم کر دیا۔ نیز گھر میں جو مشترکہ زیورات اور روپے تھے وہ بھی نصف نصف تقسیم کیے۔ نیز شادی کے وقت دلہن کو گھر لانے کے وقت معروف رسم کے وقت بڑے بھائی نے ایک مشترکہ گائے کا اپنا حصہ چھوٹے بھائی کے اس دلہن کو بخش دیا۔ عرصہ سال گزرنے کے بعد بھائیوں میں کچھ اختلاف ہوا۔ اختلاف ہو جانے کے بعد بڑا بھائی کہتا ہے چھوٹے بھائی کے کاروبار چونکہ میں کرتا رہا اور آپ یعنی چھوٹا بھائی بطور حصہ دار میرے ساتھ شریک نہیں تھے بلکہ آپ ہم صرف روٹی میں اکٹھے تھے لہٰذا جو چیز کاروبار میں حاصل کیے اور تقسیم کیے ہیں وہ مجھے واپس دو۔ نیز وہ گائے جو کہ بڑے نے اپنا نصف حصہ مشترکہ گائے چھوٹے بھائی کے بیوی کو بخش دیا تھا اس گائے کا بھی نصف حصہ دو۔ گائے بڑے بھائی کے بخش دینے کے چھوٹے کے پاس رہی وہ اسے پالتا رہا۔ اس کا بچھڑا ہوا تو بڑا بھائی اس بچھڑے میں بھی حصہ مانگتا ہے بلکہ وہ کہتا ہے کہ مشترکہ جو چیزیں ہیں تقسیم کیے ہیں وہ سب واپس دو۔ نیز گائے بھی سالم بچھڑے سمیت واپس دو۔ پہلے وہ گائے میں نصف حصہ طلب کرتا رہا لیکن جوں اختلاف زیادہ ہوا تو وہ سالم گائے طلب کرنے لگا مع بچھڑے۔ اب دریافت یہ ہے کہ جبکہ دونوں بھائی باپ کے فوت ہو جانے کے بعد اکٹھے رہے اور کاروبار بھی اکٹھے کرتے رہے تو جو کاروبار سے حاصل شدہ اشیاء ہیں وہ دونوں بھائیوں کے مشترک ہیں یا جیسے بڑا

بھائی دعویٰ کر رہا ہے یہ اشیاء شرعاً لے سکتا ہے یا نہیں۔ کاروباران کا یہ تھا کہ بڑا بھائی امامت کرتا رہا اور چھوٹا بھائی حافظ تھا لڑکوں کو پڑھاتا رہا اس سے ان کو کچھ مشاہرہ ملتا رہا اور وہ خود بھی پڑھتا رہا۔ نیز بڑے بھائی کے زوجہ کو والدین نے ایک بھینس دی تھی جو کہ مشترکہ گھاس و چارہ وغیرہ کھاتی تھی اس کی ایک بچی بڑے بھائی نے ہمارے دوسرے دو بھائیوں کو دے دی تھی اور جبکہ ہمارا تیسرا بھائی علیحدہ ہوگیا۔ تو چھوٹے بھائی نے اپنا نصف حصہ اس پر ڈھائی سو روپے پر فروخت کر دیا۔ وہ ڈھائی سو روپے بھی جو کہ میرا ذاتی تھا گھر میں مشترکہ طور پر خرچ ہوا کیا میں شرعاً اس ڈھائی سو کا مطالبہ کر سکتا ہوں۔

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں چونکہ دونوں بھائی اکٹھے رہتے تھے اور دونوں کاروبار کرتے تھے نفع و نقصان میں روٹی میں دیگر اشیاء میں وہ شریک تھے۔ اس لیے جو اشیاء مشترک تھیں نیز دونوں کے کاروبار سے جو حاصل شدہ اشیاء ہیں وہ بھی دونوں بھائیوں کے مابین مشترک ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ان اشیاء مشترکہ کو تقسیم کر دیا ہے۔ تو جو انہوں نے نصف و نصف تقسیم اشیاء کی ہیں وہ تقسیم درست ہے۔ ہر ایک بھائی نصف حصے کا حقدار ہے۔ لہٰذا علیحدہ ہونے کے بعد اختلاف ہو جانے کی وجہ سے بڑے بھائی کا دعویٰ مذکورہ غلط ہے اور چھوٹے بھائی سے بڑے بھائی کا مشترکہ اشیاء کے دیے ہوئے کے نصف کو واپس طلب کرنا غلط و ناجائز ہے۔ نیز بڑے بھائی نے جو مشترکہ گائے کا اپنا نصف حصہ بخش دیا تھا تو قضاءً حکم یہ ہے کہ اگر اس وقت یہ گائے چھوٹی تھی اور چھوٹے بھائی نے اس کو پال کر بڑی ہوگئی اور بچھڑا جنا تو بڑا بھائی اس گائے کو واپس نہیں لے سکتا یا پہلے کمزور ہو اور چھوٹے بھائی کے پالنے سے موٹی ہوگئی ہو پھر بھی واپس نہیں لے سکتا لیکن دیانۃً اس کے لیے واپس کرنا قبیح ترین امر ہے۔

چھوٹے بھائی کا جو ڈھائی سو روپے بھینس کا مشترکہ طور پر خرچ ہوا اور بڑے بھائی نے کہا ہو کہ آپ کو اپنے روپے واپس کریں گے تو مشترک مال سے ڈھائی سو روپے چھوٹا بھائی لینے کا حقدار ہے اور اگر مشترکہ مال نہ ہو تو ایک سو پچیس روپے بڑے بھائی پر چھوٹے کو ادا کرنا لازم ہے اور اگر قرض کے طور پر خرچ نہ کیے گئے ہوں تو چھوٹا بھائی اس روپے کا حقدار نہیں اور بہتر اس صورت میں یہ ہے کہ دونوں بھائی آپس میں مصالحت کر لیں اور زیادتی و کمی حقوق ایک دوسرے کو معاف کر دیں۔ وہاں کے جید دیندار علماء کے ذریعہ سے یا وہاں کے دیندار و سمجھدار لوگوں کے ذریعے مصالحت آپس میں کریں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۴ ربیع الآخر ۱۳۸۳ھ

مدعا علیہ کی جھوٹی قسم کا کوئی اعتبار نہیں مدعی حق بجانب ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ فریق اوّل: محمد اسحاق ولد خدا بخش قریشی ساکن منوآباد نواب شاہ۔ فریق دوم: محمد عثمان غنی ولد حاجی حبیب الرحمٰن قریشی ساکن منوآباد نواب شاہ ان ہر دونوں فریق نے ایک زرعی زمین ٹھیکہ پر عرصہ پانچ سال کے لیے عبدالستار ولد حاجی حبیب الرحمٰن قریشی ساکن منوآباد نواب شاہ کو دی تھی۔ معاہدہ نامہ پر ہر دو فریق نے گواہوں کے روبرو لکھ کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ بھی گواہ جم غفیر ہیں۔ کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ فریق اوّل نے غنڈوں کے ذریعہ پوری زمین پر دوبارہ قبضہ کرلیا۔ اس طرح فریق اوّل نے ٹھیکیدار عبدالستار قریشی کو کافی نقصان پہنچایا کہ تیار شدہ فصل اُٹھائی۔ زمین پر پڑا نقد مال و اسباب سب پر قبضہ کرلیا۔ مدعی نے فریق اوّل کے خلاف قانونی کارروائی کی اور موجودہ حکومت کا دروازہ کھٹکھٹایا بار بار کوششوں کے باوجود فریق اوّل نے زمین ٹھیکہ پر دینے کا صاف انکار کیا۔ مدعی نے گواہ اور لکھے ہوئے دستاویزات ثبوت کے طور پر پیش کیے۔ فریق دوم نے بھی گواہی دی کہ ہم دونوں فریقین نے مدعی کو زمین عرصہ پانچ سال کے لیے ٹھیکہ پر دی ہے۔ اس میں کوئی شہادت کی گنجائش نہیں ہے لیکن پھر بھی فریق اوّل نے زمین ٹھیکہ پر دینے کا صاف انکار کیا۔ مدعی نے آئی جی پولیس سندھ سے ملاقات کی اور تمام حالات سے آگاہ کیا اور بتایا کہ پولیس نے اب تک میری کوئی مدد نہیں کی تو آئی جی پولیس سندھ نے پولیس کو پھر حکم دیا کہ فوری کارروائی کی جائے تو ایس پی صاحب نے فیصلہ کے لیے ایک عوامی کمیٹی مقرر کی۔ کمیٹی کو فریق اوّل نے کہا کہ میں حلف دے کر کہنے کو تیار ہوں کہ میں نے مدعی کو زمین ٹھیکہ پر نہیں دی۔ اس پر عوامی کمیٹی نے کہا کہ پہلے اپنے اپنے ثبوت پیش کریں۔ اگر کوئی ثبوت نہ ملا تو بعد میں حلف لیا جائے گا۔ آخر کار عوامی کمیٹی کے سامنے تسلیم کرلیا کہ میں نے مدعی کو زمین ٹھیکہ پر دی ہے اور نقصان بھی بہت کیا ہے۔ آئندہ تاریخ مقرر کر کے حساب و فیصلہ کرلیا جائے۔ عوامی کمیٹی نے تاریخ دے دی اور دوبارہ حاضر نہ ہوا۔ عوامی کمیٹی نے نوٹس جاری کیا پھر بھی حاضر نہ ہونے کی صورت میں عوامی کمیٹی نے مدعی کے حق میں فیصلہ دے دیا اور ایس پی کے روبرو گواہی دی۔ ایس پی صاحب نے پھر نوٹس جاری کیا تو فریق اوّل نے ایس پی صاحب کے پاس قرآن پاک اٹھا کر حلف دیا کہ میں نے مدعی عبدالستار قریشی کو زمین ٹھیکہ پر نہیں دی۔ گواہ وغیرہ سب غلط ہیں۔

حلف دیتے وقت فریق دوم حاضر نہیں تھا۔ اس طرح حلف کر کے فریق اوّل نے جان چھڑالی اور مدعی کو کافی حد تک نقصان پہنچایا۔ مقروض و مفلوج کر دیا ہے۔ اب ان تمام حالات کے پیش نظر جبکہ فریق اوّل نے حلف دیا۔ کیا مدعی کو حق حاصل ہے کہ دوبارہ قانونی کارروائی کرے اور اس طرح جھوٹی حلف دینے کی شرعاً سزا کیا اور فریق اوّل کا

ساتھ دینے والے کا شرعاً کیا حکم ہے۔

فریق اوّل کے بارے میں شرعی حدود کیا ہیں۔ امیر المومنین کی تشریح کی جائے۔ امیر المومنین کون ہے اور اس کی حیثیت کیا ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

مدعی عبدالستار ولد حاجی حبیب الرحمٰن اب بھی قانونی چارہ جوئی میں حق بجانب ہے۔ محمد اسحاق کے کاذباً حلف اٹھانے سے اس کا دعویٰ خارج نہیں ہوا اور اسحاق جھوٹی قسم اٹھانے سے سخت گنہگار ہے۔ اس پر توبہ و استغفار لازم ہے۔ کفارہ اس پر نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۱۳ ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ

جو بھائی والد کو رقم واپس کرنے کا مدعی ہے اس کے ذمہ گواہ ہے ورنہ دوسرے بھائی کے ذمہ قسم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ خالد موچی کی وصیت کی رو سے اس کے پسر عمرو کے ذمہ کچھ نقد رقم بطور قرض واجب الادا ہے۔ از طرف خالد موچی وصیت نامہ تحریر ہے کہ جو نقد رقم عمرو کے ذمہ واجب الادا ہے ہر سہ پسران بعد وفات خالد موچی بحصہ برابر سوئم سوئم ہوں گے۔ جبکہ خالد موچی کی زندگی میں ایک پسر بقضاء الٰہی فوت ہو گیا اور باقی دوسرے ورثا کو اپنے باپ خالد کے فوت ہونے پر اس وصیت پر کوئی اعتراض نہیں بلکہ بخوشی منظور کر لیا۔ اب ہر دو پسر زید و عمرو مذکورہ بالا نقد رقم بروئے وصیت نامہ جو عمرو کے ذمہ واجب الادا ہے بحصہ برابر سرابر ہے عمرو اب اس واجب الادا نقد رقم کو غیر واجب الادا گردانتے ہوئے نہ کوئی تحریری ثبوت پیش کرتا ہے اور نہ ہی کوئی گواہ پیش کرتا ہے جبکہ وصیت نامہ خالد موچی کی رو سے عمرو کے ذمہ تحریری طور سے نقد رقم مذکورہ واجب الادا ہے اور اپنے بھائی زید کو حصہ دینے کا پابند ہے لیکن حصہ نقد رقم دینے سے انکاری ہے اور کہتا ہے کہ میں نے یہ رقم اپنے والد کو واپس کر دی ہے۔ حالانکہ حقیقی واقعات وصیت نامہ کی رو سے اپنے والد مرحوم مغفور کی نقد رقم مذکورہ بالا سے زید اپنے حقیقی بھائی عمرو سے حصہ لینے کا حقدار بنتا ہے۔ اس معاملہ کے لیے ہر دو فریق کی طرف سے متفقہ ثالث مقرر کیے گئے ہیں جنہوں نے فیصلہ دیا ہے کہ قسم پر معاملہ نقد لین دین کو ختم کیا جائے۔ صورۃ مذکورہ میں قسم شریعت کی رو سے زید کے ذمہ واجب ہے یا عمرو کے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

وفی العالمگیریة ص۳۰۷ ج۴ ولو ادعی القرض او ثمن المبیع فقال رسانیده ام لا یقبل قوله ویعتبر یمین البائع والمقرض انه لم یصل فالحال ان فی کل موضع کان المال امانة فی یده فالقول قوله فی الدفع مع الیمین وکذا البینة بینته وان کان المال مضمونا علیه فالبینة بینته علی الایفاء ولا یکون القول قوله مع الیمین کذا فی الفصول العمادیه۔ روایت بالا سے معلوم ہوا کہ اس واقعہ میں زید کی قسم پر فیصلہ ہوگا۔ اگر عمر اپنے دعویٰ پر دو دیندار گواہ پیش کر دے۔ تو فبھا۔ ورنہ زید سے حلف لیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ خیر المدارس ملتان
الجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۸ ر جب ۱۳۹۱ھ

عورت اگر اپنے شوہر کی طرف کسی کی نسبت کرتی ہے لیکن گواہ نہیں ہیں تو وہ عورت گنہگار ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسماۃ جنت بی بی کی لڑکی مسماۃ اللہ وسائی کو حیض ماہواری بند ہو گیا ہے۔ پہلے بھی بوجہ بیماری بند ہو جاتا تھا لیکن بغیر علاج کیے تندرستی ہو جاتی تھی لیکن جو ماہواری بند ہوئی اور دائی کو دکھایا گیا تو دائی نے جواب دیا کہ حمل نہیں ہے۔ یہ بوجہ بیماری ہے لیکن مسماۃ جنت بی بی اپنے خاوند لالو خان پر الزام لگاتی ہے کہ میرے خاوند مذکورہ نے اپنی بیٹی کے ساتھ حرام کاری کی ہے لیکن خاوند حلفاً انکار کرتا ہے اور مدعی جنت بی بی کے پاس کوئی گواہ نہیں ہے اور لڑکی حلفاً کہتی ہے کہ میرے والد نے حرام کاری نہیں کی اور لڑکی نابینی ہے اور بیمار ہے۔ ازروئے شریعت کیا حکم ہے کہ آیا والد صاحب مجرم ثابت ہوتا ہے یا نہیں اور مسماۃ جنت بی بی جو اس افواہ کو پھیلانے والی ہے اس کے لیے ازروئے شرع کیا تعبیرات ہیں توبہ کرے یا نہیں بصورت عدم ثبوت۔ بینوا توجروا

حافظ محمد بخش موضع بلوچ تحصیل میلسی

﴿ج﴾

مسئولہ صورت میں بشرط صحت سوال والد کو شرعاً مجرم نہیں قرار دیا جا سکتا۔ مسماۃ جنت بی بی کے پاس جب ثبوت نہیں تو اس تہمت لگانے کی وجہ سے وہ گنہگار بن گئی ہے۔ اس پر لازم ہے کہ توبہ تائب ہو جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۷ ر جب ۱۳۹۹ھ

اگر کسی کے پاس زیورات امانت رکھوائے گئے لیکن اُس نے خرید نے کا دعویٰ کر دیا تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے اپنے گھر کے زیورات طلائی وزنی ۱۳ تولہ لے کر اپنے ایک رفیق نامی دوست کے پاس بطور امانت رکھے کیونکہ زید حج پر جارہا تھا واپسی مانگنے پر وہ وعدے کرتا رہا مگر اس نے کئی بہانے بنائے لیکن زیورات واپس نہ کیے۔

اسی طرح ٹال مٹول کرتے کرتے عرصہ ڈیڑھ ماہ گزر گیا۔ پھر وہ انکاری ہو گیا اور صاف کہہ دیا کہ میرے پاس زید نے کوئی مال زیورات وغیرہ نہیں رکھے۔ وہ جھوٹ بولتا ہے۔ اب زید نے اپنے سردارِ شہر کے پاس جا کر دعویٰ دائر کیا اور اس کو حکم بنایا۔ سردار نے بکر سے بیان لیے تو بکر نے کہا کہ میں نے زیورات زید سے خرید کیے ہیں۔ میرے پاس اس کے ہاتھ کی رسید ہے۔ اس نے قیمت زیورات کی وصولی کر لی ہے۔ دو گواہ بھی تحریر کے موجود ہیں۔ حکم صاحب نے گواہ طلب کیے تو انہوں نے یہ شہادت دی کہ ہم لین دین کے وقت یا رسید کی تحریر کے وقت موجود نہیں۔ بکر رسید تحریر شدہ لایا ہے کہ یہاں پر دستخط اپنے کر دو۔ ہم دونوں نے بکر کے کہنے پر دستخط کر دیے ہیں اور کسی بات کی ہمیں خبر نہیں۔ حکم صاحب نے پھر پوچھا کہ دستخط کرانے کے لیے زید و بکر دونوں آئے تھے یا صرف بکر آیا ہے۔ انہوں نے پہلے تو کہا کہ دونوں تھے پھر حکم صاحب نے فرمایا کہ دستخط کرانے کے لیے دونوں کا آنا حلفاً کہو گے۔ انہوں نے کہا کہ حلفاً نہیں کہتے اور رسید میں زیورات کا وزن ساڑھے آٹھ تولہ بنا رکھا ہے اور نرخ ایک صد نو روپے فی تولہ کے حساب سے لگایا ہے۔ اب برائے مہربانی از روئے شریعت یہ دونوں گواہ معتبر ہو سکتے ہیں یا وہ رسید قابل اعتبار ہو سکتی ہے یا نہ۔ مسئلہ حل فرمایا جائے تا کہ اس مقدمہ کا فیصلہ ہو سکے۔ پھر جھگڑے کی کوئی حجت باقی نہ رہے۔ بینوا تو جروا

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں جبکہ بکر نے یہ اقرار کر لیا کہ یہ زیورات زید کے ہیں تو یہ زیورات زید کی ملکیت ہیں اور چونکہ بکر زیورات کے خریدنے کا دعویٰ کرتا ہے اس لیے زیورات ان سے لے کر ثالث کے حوالہ کیے جائیں گے اور بکر سے گواہ طلب کیے جائیں گے۔ اگر بکر نے زید سے زیورات خریدنے پر گواہ پیش کیے تو زیورات بکر کے حوالہ کر دیے جائیں اور اگر گواہ پیش نہ کر سکا تو زید کو حلف (قسم) دی جائے گی کہ میں نے بکر پر اپنے زیورات فروخت نہیں کیے اور حلف اٹھانے کے بعد زیورات زید کے حوالہ کیے جائیں۔ باقی سوال میں تحریر شدہ گواہ چونکہ عینی شاہد نہیں ہیں اس لیے معتبر نہیں۔

اگر فریقین نے ایک شخص کو حکم تسلیم کیا لیکن فیصلہ سے قبل ایک فریق پھرنا چاہتا ہے تو کیا حکم ہے کیا حکم کے لیے اپنے فیصلہ پر فیس لینا جائز ہے، کیا حکم مدعا علیہ کو اطلاع دئے بغیر گواہوں کا حال جان سکتا ہے، کیا حکم مجلس فیصلہ برخاست ہونے کے بعد مدعا علیہ سے قسم لینے کے لیے کسی اور کو بھیج سکتا ہے، اگر زیادہ مسافت کی وجہ سے گواہ خود نہ جاسکے کسی اور کو بھیج سکتا ہے گواہوں کا کسی اور کو گواہ بنانا، گواہوں کا گواہی دینے کے بعد اپنی شہادت میں تبدیلی کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع عظیم اندریں مسئلہ کہ

(۱) ایک شخص کو حکم تسلیم کرلیا اور تسلیم کرنے کے بعد جس شخص نے حکم تسلیم کیا ہے وہ پھرنا چاہتا ہے۔

(۲) حکم کے لیے فیس لینا جائز ہے یا نہ۔ اگر خود بخود طلب کرے اور کہے کوئی مجھے برا کہے یا بھلا میں فیصلہ کے لیے فیس ضرور لوں گا ورنہ میں فیصلہ نہیں کرتا۔

(۳) مدعی علیہ کے طلب کیے بغیر حکم حالِ مشہود سے متعلق سوال کرسکتا ہے یا نہ۔

السائل محمد بخش ڈیرہ غازی خان

﴿ج﴾

(۱) حکم تسلیم کر لینے کے بعد حکم کرنے سے قبل ہر ایک فریق پھر سکتا ہے اور حکم کرنے اور فیصلہ سنانے کے بعد نہیں پھر سکتا۔ فیصلہ لازم اور نافذ ہے **کما قال فی الکنز ولکل المحکمین ان یرجع قبل حکمہ فان حکم لزمھما۔ ص ۲۸۲**

(۲) فیصلہ کی اجرت لینا درست نہیں ہے۔ ہاں اگر اس وقت کا نفقہ ضرور یہ لے لے جو فیصلہ پر خرچ ہوتا ہے تو اس مقدار کا لینا جائز ہے۔ ھکذا فی امداد الفتاویٰ ص ۳۵ جلد ثالث۔

(۳) اگر مدعی کے طلب کیے بغیر بھیجے یمین لے چکا ہے تو اس یمین کا کوئی اعتبار نہیں ہے اس لیے کہ یمین دین میں مدعی کا طلب کرنا شرط ہے۔ **کما قال فی الکنز والا حلف بطلبہ وقال فی البحر الرائق ص ۲۰۳ ج ۷ ثم اعلم انہ لا تحلیف الا بعد طلب المدعی عندھما فی جمیع الدعاوی** فقط واللہ اعلم

حررہ عبداللطیف معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

﴿س﴾

(۱) کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام ایک واقعہ کا شاہد اصل جو مقام ادائے شہادت پر بوجہ مسافت تیس میل یا کم وبیش حاضر نہیں ہوسکتا یا دیگر عوارض کی وجہ سے حاضر نہ ہوسکے اور اپنی شہادت پر دوسرے آدمیوں کو بطریق شرعی شاہد مقرر کرے تو ایسی صورت میں ادائے شہادت شرعاً صحیح ہے یا اس اصل کا حاضر ہونا ضروری ہے۔

(۲) شاہد اصل اپنی شہادت پر شاہد بنالینے کے بعد جو تحمیل شہادت مدعی علیہ کے روبرو بلائی ہو کسی مجلس میں جہاں شاہد فرع موجود نہ ہوں کہے کہ میں اپنی شہادت خود ادا کروں گا۔ وہ میری طرف سے تحمیل کردہ شہادت نہ دیں۔ آیا وہ اس طرح تحمیل سے منع کرسکتا ہے یا نہ۔

(۳) گواہی دے چکنے کے بعد متصل یا بدیر شاہد کہے کہ میں نے شہادت میں زیادتی یا کمی کی ہے یا شہادت میں نے بھول کردی ہے اصل میری شہادت یہ تھی اور بیان کردہ کے لیے ایسا کرسکتا ہے یا نہ بلکہ حکم کے نزدیک معتبر ہوگا یا نہ۔ **وبینوا بالتفصیل والحوالة من الکتب الحنفیة توجروا۔**

السائل محمد عبدالغفور

﴿ج﴾

(۱) واضح رہے کہ اس مسئلہ میں دو قول ہیں اور دونوں پر فتویٰ دیا گیا ہے۔ ایک قول یہ ہے جو کہ ظاہر الروایۃ ہے اور متون بھی اسی پر ہیں کہ شہادت فروع تب درست ہے کہ وہ اصل شاہد سفر کی مسافت پر محل ادائے شہادت سے وقت ادائے شہادت دور ہو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اگر اتنا دور کہ گھر سے آکر شہادت دینے کے بعد رات کو واپس گھر نہ پہنچ سکے تو جائز ہے۔ یہ روایت نوادر ہے اور اس پر بھی فتویٰ دیا گیا ہے۔ حکم مبتلا بہ کی مرضی ہے کہ جس مفتی بہ قول کو اختیار کرے کرلے۔ **کما قال فی الدرالمختار مع شرحه ردالمختار ص ۴۹۹ ج۵ (او مرض او سیر) واکتفی الثانی بغیبته بحیث یتعذر ان یبیت باهله واستحسنه غیر واحد وفی القهستانی والسراجیة وعلیه الفتوی واقره المصنف وقال الشامی تحته وقوله وفی القهستانی عبارته وتقبل عند اکثر المشائخ وعلیه الفتوی کما فی المضمرات وذکر القهستانی ایضا ان الاول ظاهر الروایة وعلیه الفتویٰ وفی البحر قالو الاول احسن وهو ظاهر الروایة کما فی الحاوی والثانی ارفق الخ** اگر اس نے فرع کو شہادت دینے سے روکا اور اس کو روکنے کا علم ہوگیا تو اظہر قول کے مطابق یہ فرع شہادت نہیں دے سکتا اور بعض فقہاء نے اس کو ترجیح دی ہے کہ روکنے کے بعد بھی وہ شہادت دے سکتا ہے۔ **کما قال فی خلاصة الفتاویٰ ص ۸۳ ج ۴ فی الجامع الکبیر فی ابواب الرجوع عن الشهادات لو شهدا**

علی شهادة رجلین انه المعتق عبده لم یقض بشهادتهما حتی حضر الاصلان ولنهی الفروع عن الشهادة صح النهی عند عامة المشائخ وقال بعضهم لا یصح والاول اظهر وفی الدرالمختار مع شرحه ردالمختار ص ۵۰۱ ج ۵ وتبطل شهادة الفرع بامور بنهیهم عن الشهاده علی الاظهر وفیها بعداسطر اشهده علی شهادته ثم نهاه عنها لم یصح ای نهیه فله ان یشهد علی ذالک دررو اقره المنصف هنا لکنه قدم ترجیح خلافه عن الخلاصة۔

(۲) اگر یہ شخص عادل ہے اور اسی مجلس میں اس نے یہ کہا ہے تو اس کی شہادت قبول کی جائے گی۔ کما قال فی الهدایة ص ۱۶۴ ج ۳ قال ومن شهد و لم یبرح حتی قال او همت بعض شهادتی فان کان عدلا جازت شهادته الخ مجلس ختم ہونے کے بعد اس کے اس قول کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جب عینی شاہد موجود نہ ہو اور مدعا علیہ انکاری ہو تو جرم ثابت نہ ہوگا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ اس نے بھینس سے وطی کی ہے لیکن خود متہم یہ شخص منکر ہے اور نہ کوئی عینی شاہد موجود ہے لیکن ایک آدمی نے شبہ کے طور پر یہ کہا ہے کہ اس نے بھینس سے وطی کی ہے۔ اب بھینس کے متعلق اور مشتبہ آدمی کے متعلق کیا حکم ہے۔

﴿ج﴾

جب عینی شاہد کوئی موجود نہیں ہے اور مدعی علیہ بھی انکاری ہے تو شرعاً مدعی علیہ بری شمار ہوگا اور اس کا مواخذہ نہیں کیا جائے گا اور بھینس کو پاس رکھنا جائز ہے اور اس کے دودھ وغیرہ کا استعمال کرنا بھی جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر مدیون کچھ رقم دینے کا دعویٰ کر رہا ہے اور دائن انکاری ہے تو ان میں سے مدعی کون ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک عالم کے سامنے بڑی جماعت میں حافظ جان محمد صاحب بزاز کبوتر منڈی ملتان شہر ساکن موضع چاہان میرن خان چاہ سیالے والا تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان نے اقرار کیا کہ میں نے غلام رسول زرگر سکنہ محلہ محمدی ملتان شہر بیرون لوہاری گیٹ سے مبلغ اکتیس صد روپیہ بطور قرضہ کے

لیے تھے۔ مگر بعد میں میں نے ۷۷ ۲ روپیہ غلام رسول مذکور کولا دیا تھا لیکن غلام رسول مذکور روپیہ مذکور کا بایں یعنی انکار کرتا ہے کہ حافظ جان محمد صاحب جھوٹ بولتا ہے میں نے صرف ۵۶۰ روپیہ ہی لیا ہے بس اور نہیں لیا ہے تو اس عالم موصوف نے غلام رسول مذکور کو مدعی علیہ قرار دے کر کے یوں کہا کہ تم قسم اٹھاؤ کیونکہ مدعی یعنی حافظ جان محمد صاحب مذکور کے پاس روپیہ مذکور یعنی ۱۲۱۴ روپیہ کے گواہ نہیں ہیں تو غلام رسول مذکور نے کہا کہ میں حلف اٹھانے کے واسطے تیار ہوں۔ رات کو یہ گفتگو ہوئی اور قرار پایا کہ صبح سویرے غلام رسول زرگر مذکور سے قسم اٹھوائی جائے گی تو جب سویرے غلام رسول مذکور آ گیا تو عالم مرد نے کہا کہ تو قسم اٹھا تو غلام رسول نے جواب دیا کہ جب تک میرا بقایا روپیہ حاضر نہیں کرے گا یعنی حافظ مذکور تب تک میں قسم نہیں اٹھاؤں گا۔ تو کیا اس عالم کا یہ فتویٰ اثبات قسم میں صحیح ہے یا نہ اگر صحیح نہیں تو کیا اُس عالم کا فتویٰ قابل قبول ہوگا۔ خصوصاً جبکہ دو گھنٹہ کے بعد اس نے اپنے فتویٰ سے رجوع کر لیا ہو غرضیکہ معاملہ مذکورہ میں قسم حافظ جان محمد مذکور کو دینی پڑتی ہے یا غلام رسول زرگر مذکور کو۔ بینوا توجروا

المستفتی محمد عبدالہادی خطیب الجامع قصبہ مذل تحصیل ملتان شہر

۱۵ ذیقعدہ ۱۳۷۷ھ

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں غلام رسول زرگر مدعی ہے گویا وہ ۲۵۴۰ روپیہ کا دعویٰ حافظ جان محمد صاحب پر کر رہا ہے اور حافظ جان محمد منکر ہے۔ وہ کہتا ہے کہ تیرے صرف ۱۳۲۶ روپے میرے ذمہ واجب الادا ہیں اس سے زائد کا وہ انکار کرتا ہے۔ اس لیے قسم حافظ جان محمد کو اٹھانی ہوگی۔ ہاں اگر وہ غلام رسول بموجب حساب سابق و بموجب اقرار غلام رسول روپے ادا کر دے اور پھر غلام رسول پر دعویٰ کریں کہ اس نے زائد روپے وصول کر لیے ہیں تو وہ مدعی بنے گا اور غلام رسول مدعی علیہ۔ پھر حلف غلام رسول پر لازم آئے گا نیز جب غلام رسول نے حلف اور فیصلہ سے پہلے مولوی مذکور کے ثالث اور حکم ہونے سے انکار کر دیا تو مولوی صاحب کا فیصلہ اس کے حق میں نافذ نہیں ہوگا۔ ثالث کی ثالثی اس وقت صحیح ہوتی ہے جب فیصلہ سناتے وقت تک دونوں فریق اس کے ثالث ہونے پر متفق ہوں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

۲۰ ذی قعدہ ۱۳۷۷ھ

اگر مدعی اور مدعا علیہ دونوں کے حق میں گواہان موجود ہوں تو فیصلہ کیسے کیا جائے گا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زینب کی چھوٹی دابہ گم ہوگئی ایک سال کے بعد وہ دابہ زینب کو مل گئی۔

دوسری بستی سے زید آیا اور اس نے دعویٰ کیا کہ یہ دابہ میری ہے۔ اس دابہ کی ماں فلاں شخص کو مضاربت پر دی تھی یہ اس سے پیدا ہوئی ہے اور اتنی مدت میرے پاس رہی۔ فلاں تاریخ کو گم ہو گئی۔ اب دوسرے شخص کے پاس سے مل گئی ہے۔ ہر دو فریق نے گواہ پیش کر دیے۔ زینب کے گواہ کلمہ شہادت پڑھ کر گواہی دیتے ہیں کہ ہم یقین کرتے ہیں کہ یہ دابہ زینب کی ہے نہ تاریخ کا پتہ اور نہ پیدائش کا پتہ۔ صرف یہ کہتے ہیں کہ یہ فلاں کی ہے۔ اس یقین سے گواہی ختم ہو جاتی ہے یا نہ اور زید کے گواہوں میں ایک گواہ وہ ہے جس نے مضاربت پر گائے لی تھی۔ بینوا توجروا۔

ضلع ڈیرہ اسماعیل خان مولوی محمد سعید اخوند

﴿ج﴾

ایسی صورت میں جب دونوں مدعی ملک پر گواہ پیش کریں اور گواہوں کی تعدیل بعد از تصحیح دعویٰ ہو جائے تو پھر اگر دونوں مدعیوں نے اپنی ملک کی تاریخ ذکر کر کے گواہوں سے اس کا اثبات کیا ہو اور ایک کی تاریخ دوسرے مدعی کی تاریخ سے پہلے ہو تو اس پہلی تاریخ والے کے حق میں قاضی یا حکم فیصلہ صادر فرمائے گا جس کے قبضہ میں وہ جانور وغیرہ نہ ہو۔ یعنی بینہ خارج کا ذوالیہ کے بینہ سے اولیٰ ہوگا یہ تب ہے اگر ملک مطلق کا دعویٰ ہو اور اگر ملک مقید بسبب کا دعویٰ ہو تو پھر گواہ ذوالیہ کے اولیٰ ہوں گے۔ صورت مسئولہ میں چونکہ ہر دونوں نے ملک مقید کا دعویٰ کیا ہے۔ یعنی ہر ایک نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ جانور میرے گھر میں پیدا ہوا ہے اس صورت میں زینب مذکور کے گواہ زید کے گواہوں سے اولیٰ ہوں گے۔ چونکہ زینب ذوالیہ ہے اور بعد رعایت تمام شرائط کے اس کے حق میں فیصلہ کیا جائے گا۔ **قال فی الدر المختار مع شرحه الشامی ص ۵۳۹ ج ۵ (وبینة الخارج فی الملک المطلق) وهو الذی لم یذکر له سبب (احق مین بینة ذی الید) لانه المدعی والبینة له بالحدیث بخلاف المقید بسبب کنتاج ونکاح فالبینة لذی الید اجماعاً کما سیجیء۔**

قال فی العالمگیریة ص ۷۳ ج ۴ قال محمد رحمه الله تعالیٰ وفی الاصل اذا ادعی رجل داراً فی ید رجل او عقاراً آخر او منقولا واقاما البینة قضی ببینة الخارج عند علماء ناالثلاثة هذا اذا لم یذکرا تاریخاً فاما اذا ذکراتا ریخاً فان کان تاریخهما علی السواء فکذا الجواب انه یقضی للخارج منهما وان ارخا وتاریخ احدهما اسبق فعلی قول ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ وعلی قول ابی یوسف رحمة الله تعالیٰ یقضی لا سبقهما تاریخاً واذا ارخ احدهما ولم یؤرخ الآخر فعلی قول ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ یقضی للخارج هکذا فی المحیط۔ گواہی دینے کے لیے لفظ اشہد یا اس کا ہم معنی ''میں گواہی دیتا ہوں'' کہنا ضروری ہے۔ حلف اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ خود حلف

ہے یقین کہنے سے شہادت ختم نہیں ہوتی۔ باقی زید کے اس مضارب کا اگر اس گائے میں حصہ ہے تو اس کی گواہی معتبر نہیں ہے۔ ورنہ معتبر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۵ھ

مدعی کے رشتہ دار دعویٰ نہیں کر سکتے اور مدعا علیہ کو قسم نہ دلانے سے حق ساقط نہیں ہوتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید غسل خانہ میں غسل کرنے کے لیے گیا۔ وہاں اس کو ایک انگوٹھی ملی۔ اس نے اٹھا کر دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی کے ساتھ والی انگلی میں ڈال لی۔ بعد میں تقریباً بارہ آدمیوں کو دکھائی گئی۔ سب نے کہا کہ یہ پیتل ہے۔ زید کسی غرض سے بازار گیا یعنی نماز پڑھنے کے لیے اس کو اتار کر قمیض کی پہلو والی جیب میں ڈال لی۔ نماز سے فارغ ہو کر میدان میں سیر کرنے کے لیے چلا گیا۔ وہاں جا کر بالکل آرام سے بیٹھا رہا۔ واپس آ کر کپڑے تبدیل کیے کچھ دیر بعد معلن نے اعلان کیا کہ اگر کسی کو انگوٹھی ملی ہو تو دے دے۔ زید نے جا کر انگوٹھی کو تلاش کیا لیکن نہ ملی۔ بعد میں مجلس فیصلہ قائم ہوئی۔ مدعی و مدعا علیہ دونوں حاضر ہوئے فیصل کے علاوہ اور سامعین بھی موجود تھے۔ مدعا علیہ نے صاف صاف بیان کیا کہ انگوٹھی گم ہو گئی ہے اور وہ اس پر قسم حتیٰ کہ طلاق کی قسم اٹھانے کے لیے تیار ہے۔ مدعی جو انگوٹھی کا حقیقی مالک ہے اس نے کہا کہ تم انگوٹھی کو تلاش کرو اگر مل گئی تو میری قسمت اور اگر نہ ملی تو بھی میری قسمت ہم قسم نہیں لینا چاہتے۔ اب آپ بیان فرمائیں کہ مدعی کا کوئی دوسرا رشتہ دار دوبارہ دعویٰ کر سکتا ہے یا نہیں یا خود مدعی دعویٰ کر سکتا ہے یا نہیں۔ جبکہ وہ خود مجلس فیصلہ میں یہ اقرار کر چکا ہے کہ تم تلاش کرو اگر مل گئی تو میری قسمت اور نہ ملی تو بھی میری قسمت۔

واضح رہے کہ مدعی کا دعویٰ سونے کی انگوٹھی کا ہے اور جو انگوٹھی مدعا علیہ کو ملی ہے وہ دیکھنے والوں نے پیتل کہا ہے۔

بینوا توجروا

حافظ عصمت اللہ لائل پوری شریک دورہ حدیث شریف دارالعلوم علی گڑھ کبیروالا

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں مدعی کے رشتہ دار تو دعویٰ نہیں کر سکتے البتہ قسم نہ دلانے سے مدعی کا حق ساقط نہیں ہوا۔ جبکہ مدعی علیہ نے انگوٹھی اٹھانے کا اقرار بھی کر لیا ہے۔ مدعی علیہ کے اس اقرار کی وجہ سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ انگوٹھی اس نے اٹھائی ہے لیکن اس کا زعم یہ ہے کہ میں ملتقط کی حیثیت سے امین ہوں اور گم ہونے کی وجہ سے مجھ پر ضمان لازم نہیں

آ تا۔ مدعی کا دعویٰ یہ تھا کہ مدعی علیہ نے انگوٹھی کی چوری کر کے ایسے جرم کا ارتکاب کیا ہے کہ اس پر ضمان لازم آ تا ہے۔ مجلس فیصلہ میں قسم نہ دلانے سے زیادہ سے زیادہ اس نے چوری کا الزام دینا چھوڑ دیا ہے لیکن اس طرح اس کا حق ساقط نہیں ہوا۔ اس لیے کہ انگوٹھی اٹھانے کا تو اقرار موجود ہے۔ اب اگر وہ پھر سے قسم دلانا چاہے تو اس کو مطالبہ کا حق ہے لیکن یہ مروت کے خلاف ہے مجلس فیصلہ کو اس کا دعویٰ نہیں سننا چاہیے۔ البتہ وہ یہ دیکھے کہ انگوٹھی کے گم ہونے میں اس کی غفلت لاپرواہی یا تعمد کو دخل تو نہیں ہے۔ اگر ہے تو چور نہ ہوتے ہوئے بھی وہ ضامن ہوگا۔ البتہ اگر اس کی غفلت یا حفاظت کی کمی کو گم شدگی میں دخل نہیں ہے تو وہ ضامن نہیں ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

دعویٰ کی صورت میں مدعی پر گواہ ہوتے ہیں اور یمین مدعا علیہ کے ذمہ ہوتی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی دعویٰ کرتا ہے کہ اس دعویٰ کے اثبات کے لیے قسم مدعی پر آتی ہے یا کہ مدعا علیہ پر شریعت کے اعتبار سے جواب دیں۔ بمع حوالہ جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا

المستفتی نذر حسین ولد حاجی مگا ئے شاہ موضع گدائے تحصیل کبیر والہ ضلع ملتان

﴿ج﴾

شرعاً بشرط دعویٰ اور انکار مدعی علیہ کے مدعی پہ گواہ ہوتے ہیں اور مدعی کے پاس گواہ نہ ہونے کی صورت میں مدعی علیہ پر قسم آتی ہے۔ **لقوله عليه الصلوٰة والسلام البينة على المدعي واليمين على من انكر ولقوله عليه الصلوٰة والسلام الك بينة قال لا قال فلك يمينه مشكوٰة ص ۳۲۶، ۳۲۷** مدعی پر شرعاً کسی صورت میں قسم نہیں آتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر کسی کے گھر کے صحن میں درخت ہو اور اُس پر دوسرے رشتہ دار مشترک ہونے کا دعویٰ کریں تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس صورت مسئولہ میں کہ درخت شیشم مسمی غلام محمد کے خانہ سکونت کے صحن میں ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ یہ درخت میرا ہے۔ دوسرے حصہ داران کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ دوسرے حصہ داران کہتے ہیں کہ

زمین چونکہ مشترکہ ہے لہٰذا درخت متنازع فیہ میں تمام حصہ داران شریک ہیں۔ مدعی اور مدعی علیہ کے بیانات درج ہیں۔ متعلقہ زمیندار صاحب کی گواہی بھی شامل حال ہے۔ براہ کرم نوازی فرمایئے کہ عندالشرع درخت متنازع فیہ اُسی کا ہے جس کے صحن میں ہے یا تمام حصہ داران اراضی کا حصہ اس میں شامل ہے۔ بینوا توجروا

السائل عبدالحی جھنڈیر بمعرفت مولوی محمد واصل

بیان غلام محمد اور غلام نبی مدعی علیہ: میں خدا کو حاضر ناظر سمجھ کر خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ مشترکہ اراضی میں ہر شریک سکونت پذیر ہو کر مسکونہ اراضی کے درختاں کو کاٹ کر ان سے فائدہ اٹھا چکے ہیں۔ میری سکونہ اراضی میں صرف یہی متنازع فیہ درخت شیشم تھا۔ جواب تک کاٹا ہوا باقی ہے اور اس پر میرا قبضہ ہے چونکہ ہر شریک اپنے ہر درخت کو کاٹ چکے ہیں۔ میرا مقبوضہ درخت شیشم ذاتی ہر لحاظ سے میرا ہی ہے۔ اس سے کسی دوسرے کا تعلق نہیں۔ درخت متنازعہ فیہ درخت شیشم میرے آباؤ اجداد نے بویا ہے۔

بیان ثانی مدعی علیہ: درخت شیشم متذکرہ میرے جد امجد نے بویا ہے۔ میرے اور مکانوں کی چوکٹ کے درمیان ہے۔ جس حصہ دار کے گھر درخت کھجور ہے وہ خود اسی سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔ دیگر حصہ داران اس میں بالکل دخل نہیں دیتے۔ درخت متذکرہ شیشم ۱۶/۱۵ برس سے خشک شدہ ہے۔ آج تک اس کی چھوٹی چھوٹی ٹہنیوں سے فائدہ اٹھاتا رہا ہوں۔ کسی حصہ داران نے بوجہ میرے مکان کے نزدیک ہونے کے دخل نہیں دیا لیکن جس وقت متذکرہ درخت کو جڑ سے کاٹنے لگا ہوں تو دیگر حصہ داران آبادی اپنا حصہ ثابت کرنے کے واسطے کھڑے ہو گئے ہیں۔ درخت متذکرہ چونکہ میرے دادا نے بویا ہے لہٰذا میں اس کا حقدار ہوں۔ سرکاری تقسیم نہیں ہے۔ ہر حصہ داران الگ الگ رہائشی قبضہ کیا ہوا ہے۔ فقط والسلام غلام محمد

بیان مولوی محمد عظیم مدعی: میں خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر سمجھ کر اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتا ہوں کہ اراضی متعلقہ متنازعہ فیہ درخت شیشم بعد ہما گیری آباؤ اجداد غلام محمد بحیثیت وراثت شرعی ۱۹۰۸ء اراضی مسکونہ شخص مذکور کو میسر ہوئی۔ مسکونہ اراضی کے ساہلہ والا نمبر کھاتہ جس میں آج سے قبل باغیچہ تھا۔ اس سے مدعی علیہ غلام محمد بخوبی مشترک فائدہ حاصل کرتے رہے ہیں۔ ثبوت ہذا پیش کر کے میں بیان دیتا ہوں کہ متنازعہ فیہ درخت شیشم بھی تمام شرکاء حصہ داران کے مابین مشترک ہے۔ میرے بیانات کا زیادہ ثبوت کاغذات سرکاری ہیں جس میں درخت مذکورہ میں سب حصہ داران شریک ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہے کہ درخت مذکورہ نیز لبی ہے۔ بوجہ غیر مشرہ ہونے کے۔ متنازعہ فیہ درخت ان کی سکونت سے پہلے تھا۔ میرے آباؤ اجداد نے اس کو بویا تھا۔ والسلام (ثانی بیان مدعی) چونکہ یہ نمبر خسرہ ۵۵۳ آبادی چاہ مشترکہ ہے۔ جس میں درخت مذکورہ ہے۔ ہر حصہ داران کا مشترکہ ہے۔ نہ تقسیم سرکاری اور نہ خانگی مابین

حصہ داران ہوئی تھی اور نہ اب تک ہوئی ہے۔غلام محمد و دیگر حصہ داران نے بغیر تقسیم کے مکانات بنائے ہیں۔ضرورت کے لحاظ سے الگ الگ ہیں۔

﴿ج﴾

اگر تقسیم اراضی خانگی یا سرکاری ہو چکا ہے اور درخت کو کسی نے بویا نہیں خودرو ہے تو جس کے حصہ میں ہے صرف اس کا ہوگا۔اگر کسی نے بویا ہے تو بونے والے یا اس کے وارثوں کا ہوگا۔اگرچہ دوسرے کا حصہ زمین میں بھی بویا گیا ہو۔اگر تقسیم نہیں ہوئی نہ خانگی نہ سرکاری اور کسی نے بویا بھی نہیں خودرو ہے تو سب کا مشترکہ بقدر حصص زمین کے ہوگا اور باقی درخت بھی مشترکہ ہوں گے۔اگر کسی نے بویا ہے اور تقسیم نہیں ہوئی تو بونے والے یا اس کے وارثوں کی ملکیت ہوگا۔ان چار باتوں کی تحقیق وہاں مقامی طور پر گواہان سے یا حلف سے کی جائے۔واللہ اعلم

کسی پر چوری کا دعویٰ کیا گیا تو مدعی کے ذمہ گواہ پیش کرنا لازم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اگر ایک شخص پر چوری کا الزام لگایا جائے مگر گواہ کوئی نہ ہو اور چوری کی مالیت تقریباً سات ہزار روپے ہے اس صورت میں شریعت کا فیصلہ کیا ہے کہ اگر ملزم کو قسم دی جانے پر فیصلہ کیا جائے تو کیا یہ بھی ضروری ہے کہ ملزم کے کردار کے متعلق صفائی ضروری ہے۔

اگر مدعی اس ملزم کی قسم کو کافی تصور نہ کرے تو اس کی کیا صورت ہوگی۔نیز چوری سے متعلق تفتیش کس طرح کی جائے۔اس کی تفصیلات سے بھی آگاہ فرمائیں۔

راجہ خدا بخش دفتر جمعیۃ علماء اسلام بیرون لوہاری گیٹ ملتان

﴿ج﴾

شرعی فیصلہ اس کا یہ ہے کہ مدعی اپنے دعویٰ پر دو دیندار گواہ پیش کرے۔البتہ اگر مدعی کے پاس اپنے دعویٰ پر دو دیندار گواہ میسر نہیں تو مدعا علیہ کی قسم پر فیصلہ ہو جانا چاہیے۔**البینة علی المدعی والیمین علی من انکر**۔قسم میں (اگر مدعی علیہ فاسق و فاجر ہو اور جھوٹی قسم کا عادی ہو) حاکم اس طرح کے الفاظ مثلاً طلاق اور لعنت وغیرہ کا اضافہ کرنے کا اختیار رکھتا ہے لیکن مدعی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ مدعا علیہ کے حلف کو کافی نہ سمجھے۔فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۶ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ

جب ایک زمین پر جدی پشتی ایک شخص کا قبضہ ہے
تو کسی مہاجر کا ہندو کی پراپرٹی سمجھ کر قبضہ کرنا غلط ہے

﴿س﴾

جناب مفتی صاحب السلام علیکم کے بعد گزارش ہے کہ ایک بستی جو ولیہ کے نام سے مشہور ہے۔ موضع رکن ہٹی تحصیل شجاع آباد ہٹی درکھاناں والی پہلے اس کا نام ہٹی کوکاریاں والی تھا کاغذات سرکاری میں ہے۔ لہٰذا اس آبادی میں ہمارے آباؤ اجداد رہتے چلے آئے ہیں جس کو بندہ بھی نہیں سنبھلنا قبضہ مستقل چلا آ رہا ہے۔ کسی قسم کی رکاوٹ اس سے پہلے ہندوں نے کبھی نہیں کی تھی۔ اب انقلاب سے ۱۴ سال بعد ایک صاحب نے قبضہ کرنے کی کوشش کی۔ دیواریں گرا دیں جس کی حدود دیوار بھی موجود ہے۔ قبضہ بندہ نے آج تک نہیں دیا لیکن مہاجروں نے پٹواریوں سے مل جل کر مستر وعہ بنوالیا ہے۔ اب فیصلہ چیئرمین کے سپرد کیا گیا ہے سرکاری طرف سے اب غریب کے حال زار پر رحم فرما کر شرعی فیصلہ کا حکم فرمادیں۔ جب تین دیواریں گرائی گئیں بندہ نے استغاثہ کیا تحصیل دار نے موقع دیکھا لیکن قبضہ ہمارا نہیں۔ تو اب اگر شرعی فیصلہ میں مجھ کو دینا پڑ جائے تو بندہ دے دے شرعی حکم صادر فرمایا جائے۔

فیض بخش ولد احمد بخش

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں جب کہ زمین مذکور پر فیض بخش کا آبائی قبضہ قدیم سے چلا آ رہا ہے۔ تو یہ قبضہ دلیل ملکیت ہے۔ کسی شخص کا اس قبضہ کو توڑنا جائز نہیں اگر مہاجر کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ زمین ہندو کی تھی اور فیض بخش نے اس پر ناجائز قبضہ کر رکھا ہے تو مہاجر کو یہ حق نہیں ہے کہ فیض بخش سے جھگڑا کرے اور دیواریں گرائے بلکہ عدالت میں درخواست دے عدالت تحقیق کرے بعد از تحقیق اگر یہ ہوا کہ واقعی وہ زمین ہندو کی ہے تو پھر حکومت کو اختیار ہوگا کہ حکومت یہ زمین نیلام کرے یا کسی مہاجر کو دے اور ہو سکتا ہے کہ وہ زمین ہندو کی نہ ہو بلکہ فیض بخش کی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ

بالغ زمین فروخت کرنے کے بعد فوت ہو گیا
اس کے بیٹے نے جوان ہونے کے بعد مشتری پر دعویٰ کر دیا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک زمیندار نے اپنی زمین ایک سوداگر کے ہاں فروخت کردی۔ زمین

فروخت کرنے کے بعد وہ زمیندار اللہ تعالیٰ کو پیارا ہو گیا۔سوداگر نے جو زمین قیمت سے خرید لی تھی اتنی پر اس نے آ کے قبضہ کر لیا۔اس زمیندار کا ایک نابالغ لڑکا تھا۔اب اس لڑکے نے دعویٰ کر دیا ہے یعنی جوانی کے وقت یہ بات ہمیں شریعت کے رو سے بتا دیں کہ گواہ سوداگر کے ہوں گے یا اس مدعی کے۔قسم کس کو کھانی ہو گی مدعی وہ زمین جو کہ بغیر خریدے سوداگر نے قبضہ کیا ہے کس مسئلہ سے واپس لے سکتا ہے۔مدعی یعنی مالک زمین کا اس وقت کوئی گواہ وغیرہ نہیں۔گواہ سوداگر کا بھی نہیں ہے۔وہ صرف قسم کھا کر کہتا ہے کہ تمام زمین میں نے خرید لی ہے۔بینوا توجروا

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں زمیندار کا لڑکا یوں دعویٰ کرے گا کہ اتنی مقدار زمین مجھے وراثت میں ملی ہے اور فلاں شخص نے زبردستی قبضہ کر لی ہے۔اس شخص کے اس دعویٰ پر کہ میں نے یہ زمین مدعی کے والد سے خرید لی ہے۔اس سے خریدنے کے گواہ طلب کیے جائیں گے۔اگر گواہ پیش کر چکا تو اس کے حق میں فیصلہ ہو جائے گا۔ورنہ اس مدعی پر جو فی الواقع فروخت کا منکر ہے قسم آئے گی اور قسم اٹھا لینے کے بعد اس کے حق میں حکم شرعی یا حکم فیصلہ کر دے گا اور قسم نہ اٹھانے کی صورت میں زمین قبضہ والے شخص کے پاس چھوڑ دی جائے گی۔یہ مجملاً لکھ دیا ہے اس کا پورا پتہ دعویٰ وغیرہ بعد حکم شرعی کے چل سکتا ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۳ ذی الحجہ ۱۳۸۶ھ

حق مجہول کا دعویٰ درست نہیں اور کیس دائر کرنے پر مدعی سے جو خرچہ ہوا وہ مدعا علیہ سے طلب نہیں کر سکتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص مسمی غلام حیدر مدعی ہے۔مدعا علیہ بنام غلام شبیر ہے۔دعویٰ یہ کہ اس سال سردی میں مسمی غلام شبیر مدعی علیہ میرا بھوسہ نکال نکال کر اپنے چوپایوں کو ڈالتا رہا۔مسمی غلام شبیر سرقہ کا منکر ہے بایں صورت کہ دو دفعہ میں نے نکالا یعنی دو بوری میں نے بھوسہ نکالا غلام حیدر کی اجازت سے۔مسمی غلام حیدر ایک بوری کو مانتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں نے موجود ہو کر ایک بوری دی ہے۔دوسری بوری کی اجازت میں نے نہیں دی ہے۔غلام شبیر دوسری بوری کی اجازت غلام حیدر پر تھوپتا ہے۔میں نے غلام شبیر سے پوچھا دوسری بوری غلام حیدر کی موجودگی میں بھری وہ تسلیم کرتا ہے کہ غلام حیدر موجود نہیں تھا۔جبکہ دوسری بوری بھوسہ اور ان دو بوریوں کے سوا غلام

شبیر نے حلف اٹھائی ہے۔ یہ کیس یونین کونسل میں میرے سامنے ہے۔ اب دریافت یہ ہے کہ غلام شبیر نے جو دوسری بوری غیر موجودگی غلام حیدر کے بھری ہے وہ سارق بنتا ہے۔ تاوان دے دیا جائے یا چور نہیں بنتا رہا کیا جائے۔ نیز غلام حیدر کا یونین کونسل میں دعویٰ پر دس بارہ روپیہ خرچ ہو چکا ہے۔ کیا وہ تاوان غلام شبیر پر ڈالا جائے۔

مقام خاص دولیوالا تحصیل بھکر ضلع میانوالی

﴿ج﴾

غلام حیدر مدعی کا دعویٰ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اس نے مدعی پر بھوسے کی مقدار وغیرہ کوئی نہیں بتائی۔ صرف حق مجہول کا دعویٰ ہے جو صحیح نہیں ہے لیکن اقرار چونکہ صحت دعویٰ پر موقوف نہیں ہے۔ لہٰذا غلام شبیر کا یونین کونسل کے روبرو دو بوری لے جانے کا اقرار خود اس پر حجت بنے گا۔ اب چونکہ وہ دونوں بوریوں کے لے جانے کی اجازت دینے کا مدعی ہے اور غلام حیدر صرف ایک بوری کی اجازت کو تسلیم کرتا ہے لہٰذا غلام شبیر کے ذمہ بینہ ہوگا۔ بینہ نہ ہونے کی صورت میں اس کے مطالبہ پر غلام حیدر کو قسم دلائی جائے گی۔ قسم اٹھانے کی صورت میں ثبوت ایک بوری کا غلام شبیر کے ذمہ ہو جائے گا اور فیصلہ کر دیا جائے گا۔ باقی خرچہ مقدمہ کے ڈگری کرنے میں علماء کا اختلاف بھی ہے۔ اگرچہ مدیوں متمرد پر خرچہ مقدمہ کے ڈگری کرنے کو فتاویٰ امداد الفتاویٰ ص ۹۴، ۹۵ ج ۳ اور فتاویٰ دار العلوم ص عزیز الفتاویٰ جلد اول ص ۶۲۵ میں راجح قرار دیا ہے۔ نیز دعویٰ بھی صورت مسئولہ میں غلام حیدر کا صحیح نہیں ہے۔ اس لیے خرچہ ڈگری نہ کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

مدعی کا کسی پر چوری کا دعویٰ بغیر گواہوں کے معتبر نہیں ہے اور نہ ہی اُس کی قسم کا اعتبار ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسمی خدایار جھجڑہ ساکن علاقہ تھانہ محمود کوٹ تحصیل کوٹ اور ضلع مظفر گڑھ نے اپنے دو راس بیل چوری ہونے کا پرچہ تھانہ محمود کوٹ میں درج کرایا ہوا ہے اور مدعی مذکور نے شک ظاہر کیا ہے کہ اس کے ہر دو نر گاوان (بیل) کو مسمیان خادم حسین ولد محمد رمضان و معشوق ولد اللہ داد قوم رسگاہ سکنائے تھانہ قریشی تحصیل کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ نے چوری کیا ہے اور وجہ شک یہ بتائی گئی ہے کہ مسمی قاسم تھڑی سکنہ تھانہ قریشی نے کہا ہے کہ اس کو بشیر گوڈل (جو کہ اس وقت مقدمہ قتل میں ڈسٹرکٹ جیل مظفر گڑھ میں مقید ہے) نے کہا ہے کہ ہر دو بیل مذکور ان مسمیان خادم حسین و معشوق نے چوری کیے ہیں۔

یہ کہ بشیر گوڈل سے دریافت کرنے پر شبیر گوڈل نے حلفاً کہا ہے کہ یہ بات اُس نے نہیں کی ہے۔
یہ کہ اب مدعی مذکور خدایار بجز وہ قسم اٹھانے پر آمادہ ہے کہ میرے چور مسمیان خادم حسین و مشعوق حسین جبکہ اس نے نہ انہیں چوری کرتے دیکھا ہے اور نہ اُن کا کھرا وغیرہ ہے۔ حالات بالا کی روشنی میں فتویٰ صادر فرمادیں کہ کیا مدعی کی قسم شرعاً جائز ہے۔

خادم حسین ولد محمد رمضان ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

واضح رہے کہ شرعاً گواہ مدعی کے معتبر ہوتے ہیں اور یمین (حلف) مدعیٰ علیہ کا معتبر ہوتا ہے۔ مدعی کے یمین پر فیصلہ نہیں ہوسکتا۔ قال فی الهدایة ص ۲۰۲ ج ۳ ولا ترد الیمین علی المدعی لقوله علیه السلام البینة علی المدعی والیمین علی من انکر قسم والقسمة تنا فی الشرکة وجعل جنس الایمان علی المنکرین ولیس وراء الجنس شیء۔ حدیث شریف کا ترجمہ یہ ہے کہ گواہ مدعی کے ذمہ ہیں اور حلف منکر یعنی مدعا علیہ کا معتبر ہے۔
بہرحال یہ اصولی بات ہے کہ گواہوں کے نہ ہونے کی صورت میں فیصلہ منکر یعنی مدعا علیہ کے حلف پر ہوتا ہے۔
پس صورت مسئولہ میں اگر خدایار کے پاس دو ایسے چشم دید گواہ جو شرعاً معتبر ہوں موجود نہیں تو حلف پر فیصلہ نہ ہوگا بلکہ مدعا علیہ اگر حلف اٹھالے کہ اُس نے چوری نہیں کی تو شرعاً اس کے حلف پر اعتبار ہوگا اور مدعا علیہ بری ہوگا۔ شریعت کا حکم یہ ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۷ ربیع الاول ۱۳۹۸ھ

اگر کسی شخص نے دوسرے کو خام مال بنانے کے لیے دیا ہو اور پھر مال لینے والا انکاری ہوگیا تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ میں نے ایک شخص کو ڈیڑھ من سلور شکستہ بابت نیا مال بنانے کے لیے دیا تھا۔ چند روز بعد مال دینے سے منکر ہوگیا جس کی قیمت ۲۷۵ روپے ہے اور کہتا ہے کہ مجھے آپ نے مال نہیں دیا ہے۔ میرے پاس کوئی گواہ نہیں ہیں لہٰذا اس مسئلے میں شریعت کا جو حکم ہو اس سے مطلع فرمادیں۔
حافظ نور حسن ولد اللہ دین خان گڑھ ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

حسب قاعدہ کلیہ المدعی من ترک ترک۔ مال دینے والا مدعی اور مال لینے والا منکر ہے اور مدعی کے پاس گواہ نہ ہونے کی صورت میں بحکم حدیث البینة علی المدعی والیمین علی من انکر۔ شخص مذکور منکر کو حلف (قسم) دی جائے گی کہ مجھ پر اس شخص کا کوئی حق نہیں اور اگر شخص مذکور قسم اٹھانے سے منکر ہے تو پھر شخص مذکور کو شرعاً ۲۷۵ روپے ادا کرنے ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان

دائن کا دعویٰ ہے کہ میں نے مدیوں کو اتنی رقم دی تھی اور مدیوں کم مقدار بتاتا ہے تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین متین زید نے عمر کو بطور قرضہ چند ادلیہ دیا تھا بعد میں زید نے بعض رقم دستی لے لی کہ واپس دے دوں گا۔ ابھی یہ رقم واپس نہ دی تھی کہ بقایا رقم سے بعض پھر اور دستی لے لی کہ یہ بھی اور پہلی بھی واپس کروں گا۔ اب زید نے دونوں رقمیں علیحدہ علیحدہ عمر کے ہاں دے دیں۔ ایک رقم دوسرے شخص کے ذریعہ بھیجی اور دوسری رقم خود اس کو دی تحریر وغیرہ نہیں ہے نہ قرضہ دیتے وقت تھی نہ دستی رقم لیتے وقت تھی۔ اب جھگڑا ہو گیا ہے عمر کہتا ہے زید کو کہ تو نے مجھے ایک رقم دی ہے دوسری رقم ابھی تک تیرے پاس ہے۔ زید کہتا ہے ایک تو میں نے خود دی ہے دوسری فلاں کے ہاتھ بھیجی تو گواہ کسی کے پاس نہیں ہیں۔ دریافت یہ ہے کہ زید اور عمر اس رقم کا فیصلہ کس طرح کریں۔ حلف کے ذریعہ فیصلہ ہوگا تو حلف کس پر ہوگی یا رقم ساقط قرار پائے گی جواب شرعی سے روشنی مرحمت فرمادیں۔ والسلام

﴿ج﴾

رقم واپس لینے کا تو دونوں کو اقرار ہے لہٰذا واپس لینا تو ثابت ہے۔ اب زید واپس دینے کا دعویٰ کر کے اس کے ذمہ اتنی رقم واجب الذمہ قرار دینا چاہتا ہے جس کا عمر منکر ہے۔ البینة علی المدعی والیمین علی من انکر حدیث مشہور معمول بہ عندالاحناف کے تحت جب زید کے پاس گواہ نہیں تو عمر کو حلف دیا جائے گا اگر حلف اٹھالیا تو بری الذمہ ہو گیا۔ بصورت نکول یعنی انکار حلف زید کا حق اس کے ذمہ ثابت ہوا جو ادا کرنا ہوگا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

مفتی یا قاضی کو مدعا علیہ کی یمین پر فیصلہ کرنا چاہیے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسمی سید الرحمٰن ولد زیارت گل سکنہ ٹبی شرکان ملتان شہر مدعی اور برکت

اللہ ولد رحمت اللہ، محمد شفیع ولد محمد اسحاق، مسمات غلام زہرہ دختر رحمۃ اللہ سکنہ بی شیر خان ملتان مدعا علیہ نے مولوی عبداللطیف صاحب مدرسہ قاسم العلوم ملتان کو دعویٰ سرقہ کے فیصلہ کے لیے شرعی ثالث اور حکم مقرر فرمایا۔

﴿ج﴾

بعد توضیح دعویٰ اور انکار مدعی علیہ اور گواہوں کے نہ ہونے کے میں نے مدعا علیہم برکت اللہ ولد رحمت اللہ، محمد شفیع ولد محمد اسحاق، مسماۃ غلام زہرہ دختر رحمت اللہ سکنائے بی شیر خان ملتان سے قسم اٹھوائی چنانچہ انہوں نے قسم اٹھائی اور میں نے انہیں بری قرار دیا ہے۔ گواہان درج ذیل ہیں۔

گواہان: گلزار حسین، جناب گل، محمد رمضان، رحمت اللہ

عبداللطیف غفرلہ مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ایک شخص کے قبضہ میں زمین ہے دوسرے نے اس پر دعویٰ کر دیا مدعا علیہ نے دو واسطوں سے اس زمین کو خریدنے کا دعویٰ کر دیا تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

افتونی فی ضیعة بید زید ادعا علیه بکر ارثاً من امه فقال زید فی جوابه بان لاحق لک فی هذه الضیعة وانها ملکی لانی اشتریتها من عمرو هوا اشتراها من خالد هو اشتراها من ابیک الذی مات قبل امک وقد مضی علی جمیع هذه البیعات خمس عشر سنة وقد حیت امک بعد موت ابیک الی اثنی عشر سنة وما ادعت ثم ماتت وقد مضی علی موتها قریباً من سنتین وما ادعت الارث فکیف تدعی الان والحال هذه فقال بکر فی جوابه انها ملکی ارثاً من امی وما باعها ابی وما کانت له حق البیع لان الضیعة کانت لامی وکانت لها الی موتها ثم انقلت الی والی ثلاث اخوة لی حاهل یقیم البینة زید او بکر ای لمن البینة عنهما وعند النکول هل یثبت المشتری الرجوع علی بائعه ام لا افتونی بالدلائل لان العلماء قد تنازعوا فیه.

دوست محمد ادریس جامع مسجد اکبر

﴿ج﴾

اقول مستعیناً بالله تعالی یطالب زید باقامة البینة علی اثبات جمیع ماید عیه وبعد ما شهد به المشهود له ترد دعویٰ بکر ویحکم بالضیعة هذه لزید صاحب الید وان کان یقر بکر بان هذه

الضيعة قد كان باعها ابي وعلمت به امي وما ادعتها حتي ماتت فلا حاجة الي اقامة البينة علي ذالک بل ترد دعواه مطلقاً لان السكوت الام وقت البيع مع علمها اقرار بان هذا ملک البائع وان ادعتها هي بنفسها بعد ذلک لا تصح دعواه فكيف دعوىٰ ورثتها. هذا

قال في الفتاوىٰ العالمگيرية ص ۱۲ ج ۴ رجل باع عقارا وابنه وامرأته او بعض اقاربه حاضر يعلم به ووقع القبض بينهما و تصرف المشتري زمان لم ان الحاضر عند البيع ادعى علي المشتري انه ملكه ولم يكن ملک البائع وقت البيع اتفق المتاخرون من مشائخ سمرقند علي انه لا تصح هذه الدعوىٰ ويحصل سكوته كالا فصاح باالاقرار انه ملک البائع ومشائخ بخارىٰ افتوا بصحة هذه الدعوىٰ قال الصدر الشهيد في واقعاته ان نظر المفتي في المدعي وافتي بما هو الاحوط كان احسن وان لم يمكنه ذلک يفتي بقول مشائخ بخاري فان كان الحاضر عند البيع جاء الي المشتري وتقاضاه الثمن بان بعثه البائع اليه لا تسمع دعواه بعد ذلک الملک لنفسه ويصير مجيزا للبيع بتقاضي الثمن فلا تصح بعد ذلک دعواه الملک كذا في المحيط۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۵ جمادی الاخری ۱۳۸۵ھ

مدعا علیہ کا قاضی یا حکم کی مجلس کے بغیر قسم کھانے سے حق دعویٰ ساقط نہیں ہوتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ عبداللہ مذکور نے حرم شریف میں اپنے بھائی حاجی ہدایت اللہ کو مذکورہ بالاتحریر کا رقعہ دیا۔ جس کی لفظ بلفظ نقل درج کی گئی ہے۔ یہ ایک خط ہے۔ واپسی پر بھی اور حج سے پہلے بھی عبداللہ عموماً شکایت کرتا رہا کہ ہدایت اللہ صاحب میری ہزاروں کی رقم کھا گیا ہے۔ اب مذکور صاحب حاجی ہدایت اللہ نے جواباً کہنا شروع کیا کہ عبداللہ نے مکہ شریف میں مجھ سے قسم لی ہے۔ حرم شریف میں جب قسم لے چکا ہے تو اب اس کا رقم طلب کرنے کا حق نہیں ہے۔ بحکم شرع شریف حکم فرما دیں کہ مذکورہ تحریر سے قسم ثابت ہوتی ہے یا نہیں جیسا کہ عبداللہ انکار کرتا ہے کہ میں نے قسم نہیں لی۔ بلکہ رقعہ دیا تھا۔ جو اس وقت موجود ہے۔ اس وقت حرم شریف میں حاجی ہدایت اللہ صاحب نے جواب دیا کہ میری ڈائری پر تحریر ہے کہ تم سے رقم لینی ہے۔ واپسی پر آ کر عبداللہ نے ڈائری طلب کی

کہ ڈائری دکھاؤ۔ کون سی رقم میرے ذمہ ہے تو حاجی صاحب نے کئی دفعہ جواب میں یہی لفظ کہا کہ اس بات کو چھوڑ دو۔ عرصہ تقریباً ایک سال بعد بڑی کشمکش یعنی مطالبہ سخت سے دستی رقم چار صد اور پچاس روپیہ جو کہ مدینہ منورہ میں عبداللہ نے لیے تھے کل ساڑھے چار صد روپیہ وصول کیے۔ علاوہ اس کے کوئی مطالبہ نہ تھا۔ مذکورہ رقعہ ۱۹۵۲ء کی تحریر ہے۔ اب ۱۹۵۹ء سے یہ کہتا ہے کہ قسم لے لی ہے چونکہ اب ایک رقم عبداللہ کے قبضہ میں ہے جو کہ اپنے مطالبہ کی رقم میں خرچ کرتا ہے جو کہ روبروئے گواہان ہدایت اللہ کے ذمہ ثابت ہے۔

السائل مولانا محمد عبداللہ ضلع خوشاب

﴿ج﴾

اس خط کی تحریر میں کہیں بھی قسم کا ذکر نہیں ہے۔ اگر اس کے علاوہ اور کوئی قسم نہ اٹھائی گئی ہو تو اس سے قسم نہیں ہوگی اور عبداللہ کو مطالبہ کا حق باقی رہے گا۔ نیز اگر بالفرض قسم بھی اٹھائی ہو تب بھی دعویٰ کر سکتا ہے۔ اس قسم کے بعد دعویٰ نہیں ہو سکتا جو قاضی یا ثالث کے سامنے گواہان کے نہ ہونے کی صورت میں مدعا علیہ سے لی جاتی ہے۔ یہاں اس قسم کی تو کوئی قسم نہیں اس لیے ہر صورت دعویٰ کر سکتا ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

جو شخص زائد رقم کا مطالبہ کرتا ہے وہ مدعی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے مجھ سے کچھ رقم لینی تھی۔ بوقت باہمی حساب فہمید یہ بات سامنے آئی کہ جس شخص کی میں نے رقم دینی ہے وہ زائد رقم کا دعویٰ کرتا ہے۔ جبکہ میں نے اپنے حساب کے مطابق رقم دینی ہے۔ فیصلہ اس بات پر آ کر ہوا کہ حلف کی رو سے فیصلہ کر دیا جائے۔ اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ حلف اس شخص نے دینا ہے جو زائد رقم کا مطالبہ کرتا ہے یا میں نے دینا ہے جس نے کہ کم رقم دینی ہے۔

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں جو شخص زائد رقم کا مطالبہ کرتا ہے وہ مدعی ہے اور جس شخص نے رقم دینی ہے وہ مدعا علیہ ہے اور اسی مدعا علیہ (رقم دینے والے شخص) کو حلف (قسم) دیا جائے گا۔

البیته للمدعی والیمین علی من انکر (الحدیث) وفی العالمگیریة ص ۳ ج ۴ المدعی من لا یجبر علی الخصومة اذا ترکھا والمدعی علیه من یجبر علی الخصومة وھذا الحد عام صحیح وقال محمد فی الاصل المدعی علیه ھو المنکر وھذا صحیح لکن الشان فی معرفة

والترجیح بالثقه عند الحذاق من اصحابنا رحمهم الله تعالٰی لان الاعتبار للمعانی دون الصور والمبانی فان المودع اذا قال رددت الودیعة فالقول له مع الیمین وان کان مدعیا للرد صورة لانه ینکر الضمان هکذا فی الهدایة وفی المغنی هو منکر للضمان ولذا یحلفه القاضی انه لا یلزمه رد ولا ضمان ولا یحلف انه رده اذالیمین یکون علے النفی ابدا۵ وفی الدرالمختار ص ۵۵۵ ج۵ ادعی المدیون الایصال فانکر المدعی ذلک ولا بینة له علے مدعاه فطلب یمنیه فقال المدعی اجعل حقی فی الختم ثم استخلفنی له ذلک قنیه واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جس شخص نے بینک خزانچی سے قرضہ لیا ہو اور اب دینے سے جی چرا رہا ہو تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرع متین دریں مسئلہ کہ ایک شخص مسمی منظور احمد خزانچی نیشنل بنک آف پاکستان قادر پور رواں بطور قرض ازاں مسمی عبدالحمید وقتاً فوقتاً رقوم لیتا رہا جو تقریباً ۲۷ ہزار تک پہنچ گئی۔ گواہوں کے سامنے وہ ادائیگی کا اقرار کرتا رہا۔ قسم سے بچنے کے لیے اس نے ایک ثالث نامہ بھی تحریر کر دیا لیکن اب وہ ثالث نامے سے منحرف ہو کر رقم ہضم کرنے کے لیے قسم پر آمادہ ہے۔ افسران کی خواہش ہے کہ دونوں قسم اٹھائیں از روئے شرع دریافت طلب امر یہ ہے کہ مدعی کے پاس گواہ موجود ہونے کی صورت میں مدعا علیہ قسم اٹھا سکتا ہے یا مدعی اور مدعا علیہ دونوں قسم اٹھا سکتے ہیں یا صرف گواہوں سے مقدمہ کا فیصلہ ہوگا۔ بینوا تو جروا

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ شرعاً مدعی کے لیے گواہ ہے اور مدعا علیہ پر قسم ہے جبکہ مدعی کے پاس اپنی دعویٰ پر دیندار گواہ موجود نہ ہوں اور معاملہ مذکورہ میں جب مدعی کے پاس گواہ موجود ہے تو فیصلہ مدعی کے حق میں ہوگا۔ مدعی علیہ پر قسم نہیں آئے گی۔ فقط واللہ اعلم

نائب مفتی بندہ محمد اسحاق مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ایک شخص کا ایک عورت پر منکوحہ ہونے کا دعویٰ ہے جبکہ عورت کے والد نے اُس کا نکاح دوسری جگہ کر دیا کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص مسمی مولا بخش ولد نبی بخش سکنہ موضع راجڑہ ضلع سرگودھا نے

دعویٰ کیا کہ میرا نکاح مسماۃ حیات بی بی دختر محمد حیات سکنہ نواز وانہ ضلع سرگودھا سے ہے۔ جب تحقیق کی گئی تو کوئی نکاح ثابت نہیں ہوا جو نکاح خواں وشواہد مولا بخش مذکور نے اپنے مصنوعی نکاح کے بنائے انہوں نے حلفاً بیان کیا کہ شرعی نکاح نہیں پڑھا گیا۔ اب جبکہ مسماۃ حیات بی بی دختر محمد حیات کا شرعی طور پر نکاح مسمی میاں محمد ولد گا نا سکنہ موضع اناڑی تحصیل خوشاب ضلع سرگودھا سے مسماۃ حیات بی بی کے والدین سے برضا ورغبت کر دیا۔ ایک لڑکا بھی پیدا ہو چکا ہے۔ موضع اناڑی کے امام مسجد نے تعزیر لگا دی کہ چونکہ مسماۃ حیات بی بی کا پہلے نکاح ہے۔ اس لیے میاں محمد مذکور اور اس کے والدین وعزیز واقارب سے کھانا پینا لین دین کرنا شرعاً منع ہے۔ لہٰذا از روئے شرع شریف جواب عنایت فرمایا جائے کہ صورت مسئولہ میں کیا واقعی میاں محمد کے اقارب کے ساتھ قطع تعلق جائز ہے۔

﴿ج﴾

اس کی صورت صرف یہ ہو سکتی ہے کہ مولا بخش کسی عالم شرعی کو ثالث تسلیم کرے اس کے سامنے فریقین حاضر ہوں اور مولا بخش جب دعویٰ نکاح کرے اور عورت انکار کر دے تو ان سے گواہ طلب کیے جائیں۔ اگر اس نے دو گواہ مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں پیش کر دیے اور گواہ معتمد ہوں ثالث نے اگر ان کی شہادت قبول کر لی تو نکاح ثابت ہونے کا حکم صادر کر دے گا اور عورت مولا بخش کی منکوحہ قرار پائے گی لیکن اگر وہ گواہ پیش نہ کر سکا یا شہادت کسی جرم کی وجہ سے مسترد ہو گئی تو عورت کو حلف دیا جائے کہ تیرے ساتھ مولا بخش کا نکاح نہیں ہوا اگر وہ حلف اٹھا لے تو وہ آزاد ہو گی اور اس کا دوسرا کیا ہوا نکاح درست ہوگا۔ اگر بالفرض کوئی نکاح کا دعویٰ نہیں کرتا اور نہ اس کا ثبوت پیش کرتا ہے اور نہ ثالث کو تسلیم کرتا ہے تو میاں محمد پر یا اس کی زوجہ پر کوئی تعزیر نہیں آ سکتی اور کسی قسم کی تعزیر کا حکم لگانا بے وجہ ہوگا۔ البتہ اگر دیانۃً فی مابینھم و بین اللہ تعالیٰ وہ مجرم ہیں تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ گنہگار ہوں گے لیکن کسی شخص کو قضاءً اسے مجرم قرار دینے کا حق نہ ہوگا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر دکاندار کو کسی پر شبہ ہوا ہو کہ اُس نے گلے سے روپے اٹھائے ہیں تو کیا مدعا علیہ روپے قرآن پر رکھ سکتا ہے

﴿س﴾

جناب عالی گزارش اینکہ ایک آدمی نے ایک لڑکے کو دکان پر بٹھایا۔ اس کے گلے میں دس روپیہ کا نوٹ پڑا تھا۔ پھر وہ لڑکا چلا گیا اس کے بعد دکاندار آ گیا اس نے گلہ میں دیکھا تو وہ پیسے نہیں تھے۔ لہٰذا اس نے لڑکے پر گمان کر لیا پھر

اس لڑکے سے پوچھا اس نے کہا کہ میرے پاس نہیں ہیں۔ اس کے ماں باپ کو کہا گیا انہوں نے کہا ہمارے پاس نہیں ہیں لیکن ہم قرآن مجید پر رکھتے ہیں تم اٹھالو پھر انہوں نے قرآن شریف پر رکھے اس نے اٹھا لیے۔ کیا کہتے ہیں علماء دین کہ وہ پیسے لے سکتا ہے یا نہیں اور دینے والا دے سکتا ہے یا نہ۔ اگر دے سکتا ہے تو کس طرح۔ صحیح مسئلہ فرمادیں۔ عین نوازش ہوگی۔

نعیم بخش مظفر گڑھی

﴿ج﴾

مدعی کے ذمہ لازم ہے کہ دو گواہان عادل سے ثابت کرے کہ اس لڑکے نے دس روپیہ کا نوٹ ہمارے سامنے اٹھایا ہے اگر اس کے پاس دو گواہان عادل نہ ہوں تو مدعی علیہ کو قسم دی جائے کہ میں نے ہرگز دس روپیہ نہیں لیے۔ اگر حلف سے مدعی علیہ انکار کرے تو بھی روپے ثابت ہیں اس کو دینے ہوں گے۔ اگر اس نے قسم اٹھالی تو وہ اس پر دس روپے واجب الاداء نہیں۔ یہ جو فیصلہ ہو چکا ہے صحیح نہیں۔ البینة علی المدعی والیمین علی من انکر

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر ایک زمین کا غذات میں کسی کے نام ہے اور گواہ بھی موجود ہیں تو دوسرے کا دعویٰ غلط ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید و عمر کا ایک قطعہ اراضی متنازعہ ہے۔ زید کہتا ہے کہ میری ہے اور عمر کہتا ہے کہ میری ہے۔ مگر زید کے پاس کاغذات ہیں جن میں حدود وار بعہ درد ہیں موجود ہے۔ عمر کے پاس جو زمین ہے اس کی مقدار بھی لکھی ہوئی ہے۔ مگر عمر نے جبراً زید کی رضا کے بغیر اس کی زمین پر دیوار تعمیر کر لی ہے۔ جو کہ پیمائش ریکارڈ کے خلاف ثابت ہوتی ہے۔ زید کے کاغذات تقریباً ۱۹۳۸ سے پہلے کا موجود ہے۔ عمر کے پاس زمین دہندہ دیوان غلام عباس کے عطیہ سے زیادہ ہے شرعی لحاظ سے فریقین میں سے کون حقدار ہے۔

غلام مصطفیٰ ولد امام بخش تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان

﴿ج﴾

عمر کے پاس دیوان غلام عباس کے عطیہ سے اگر زائد اراضی ہے اور اس کی ملکیت کا اس کے پاس کوئی شرعی ثبوت نہیں اور زید کے پاس اس کی ملکیت کا تحریری ثبوت ہے اور اس پر گواہ بھی ہیں۔ جیسا کہ اس کی زبانی معلوم ہوا تو زید کا حق درست تسلیم کیا جائے گا۔ بشرطیکہ تحقیق سے اس کا ثبوت ہو جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۴ شوال ۱۳۹۷ھ

مدعی کے پاس اگر شہادت دینے کے لیے صرف عورتیں ہوں تو کیا فیصلہ ہوگا

﴿س﴾

میاں عبدالرحیم بیان کرتا ہے کہ میں ملتان جا رہا تھا میں نے دو کپڑے اور دو شیشیاں ایک سونے کا کانٹا جو کہ تقریباً دوسو روپے کا ہے اپنے بیگ میں ڈالا اور جب چاون کی پلی پر پہنچا تو میں نے وہ بیگ امام بخش کے حوالہ کیا۔ بعد میں جب ملتان پہنچا تو امام بخش نے بیگ کار سے نکال کر چارپائی پر رکھ دیا کچھ دیر کے بعد ہم چلے تو پھر میں نے بیگ امام بخش کے حوالہ کیا اور جدا ہو گیا اور بعد گھنٹے کے ہم ملے اور میں نے بیگ تھوڑا سا کھولا اور کپڑے دکھائے اور شیشیاں بھی کہ ان کو میرے گھر میں پہنچا دیں اور مجھے کانٹا یاد نہ رہا۔ جب گھر آیا تو گھر والوں نے کہا کہ کپڑے اور شیشیاں پہنچی ہیں اور کانٹا نہیں پہنچا۔ میں نے جس وقت بیگ میں کانٹا ڈالا میرے گھر والی عورتیں گواہ ہیں اور گواہ میرا کوئی نہیں۔

امام بخش بیان دیتا ہے کہ مجھے بیگ چاون کے پلی پر نہیں دیا بلکہ ملتان میں بیگ دیا میں نے بیگ لے لیا۔ میرے پاس دو اور آدمی تھے میں نے بیگ ان کے حوالہ کیا اور آپ دنداں ساز کے پاس چلا گیا۔ گھنٹہ کے بعد میں اس سے ملا اور بیگ ان سے لے کر میں نے عبدالرحیم کے حوالہ کیا بعد میں میاں عبدالرحیم نے بیگ تھوڑا سا کھولا اور مجھے کپڑے اور شیشیاں دکھا کر کہا کہ ان کو میرے گھر میں پہنچا دینا تو میں نے وہی بیگ خود آپ آ کر عبدالرحیم کے گھر پہنچا دیا اور شیشیاں اور کپڑے سنبھال دیے۔

﴿ج﴾

فیصلہ شرعی یہ ہے کہ مدعی کانٹا طلائی کا دعویٰ کرتا ہے اور مدعی علیہ منکر ہے البینة علی المدعی والیمین علی من انکر۔ جب بیان مدعی سے ثابت ہے کہ اس کا کوئی گواہ نہیں ہے۔ عورتوں کی گواہی تو فقط کانٹا طلائی سے بکس میں رکھنے پر ہے۔ مدعی علیہ کے لینے پر نہیں اس لیے معتبر نہیں۔ نیز ان کے ساتھ کوئی مرد گواہ نہیں۔ فقط عورتوں کی شہادت مثبت نہیں۔ پھر اپنی گھر والی عورت کی گواہی اپنے شوہر کے لیے بھی جائز نہیں۔ لہٰذا یہ گواہی غیر قابل اعتبار ہے۔ مدعی علیہ کو حلف دیا جائے اگر انکار کرے تو ثبوت ہو گیا۔ اگر حلف کرے کہ میں نے نہیں لیا تو بری ہو گیا اور دعویٰ مدعی کا مسترد ہو گیا۔ واللہ اعلم

جب ایک شخص کسی سے رقم لینے کا اقرار کرے اور ہبہ ہونا دلیل سے ثابت نہ ہو تو لوٹانا واجب ہے

﴿س﴾

مدعی احمد ولد عطر بیان کرتا ہے کہ مسمی مہرہ ولد عیسیٰ قوم چھینہ کی چوری ہوئی جس کی مقدار چھ ہزار تین روپیہ قیمت

لگائی گئی تھی اور یہ طے پایا تھا کہ مہرہ مذکور جس شخص کو چور بنائے گا وہ مسروقہ مال کی مالیت مسمی مہرہ کو ادا کرے گا۔ مہرہ مذکور نے قرآن اٹھا کر حلفیہ بیان دیا کہ میرے مال کا سارق حاکم ولد چراغ ہے۔ بعد ازاں حاکم نے اپنے بالکل قریبی رشتہ داروں صدیق اور احمد سے کہا کہ اس وقت مجھ سے یہ ساری رقم ادا نہیں ہو سکتی۔ تم میرے ساتھ بطور قرض حسنہ کے برادرانہ امداد کرو۔ دو گواہوں یعنی صدیق اور اکبر کے روبرو حاکم نے احمد ولد عطر سے مبلغ پندرہ سو روپیہ بوعدہ ادائی ماہ اساڑھ بطور قرض حاصل کر کے مہرہ کو ادا کیا اور ان کے روبرو اقرار کیا کہ یہ رقم بطور قرض حسن ہے۔ آنے والی فصل (اساڑھ) مہینہ میں یہ رقم احمد کو ادا کروں گا۔ یہ وعدہ مذکور عشاء کی نماز کے بعد ہر دو گواہوں کی موجودگی میں ہوا۔ العبد نشان انگوٹھا احمد ولد عطر چھینہ

بیان مدعی علیہ: حاکم ولد چراغ چھینہ نے بیان کیا کہ جب چوری ہوئی تو تھانیدار صاحب کے سامنے وعدہ ہوا کہ مہرہ جس آدمی کو چور کر گیا اس کے تمام رشتہ دار اس چوری کے تاوان کو مشترکہ طور پر ادا کرے گا۔ اثنائے وعدہ میں قیل قال ہوتی رہی۔ اللہ دسایا نے کہا کہ جس شخص کو مہرہ مذکور چور بنائے گا وہی مال بھرے گا مگر آخری بات یہی طے پائی تھی کہ اس کا تمام قبیلہ ادا کرے گا۔ دوسرے دن مہرہ مذکور نے میرے نام حلف اٹھا کر کہہ دیا کہ میرا چور حاکم ولد چراغ ہے اور مہرہ مذکور کو اس پر اکسانے والے صدیق واحمد ہیں۔ ان کی میٹنگ سے میرا نام کیا گیا۔ میرا نام ہو جانے کے بعد میں نے پوری کوشش کی اور کئی آدمیوں کو کہا کہ میں چوری ادا نہیں کر سکتا اور تھانیدار صاحب کو میں جواب دے دوں مگر صدیق واحمد اور میرا بھتیجا عبداللہ (یہ تینوں) مجھے مجبور کرتے تھے کہ نصف چوری تم دونوں چچا بھتیجا ادا کرو اور بقیہ نصف ہم دونوں صدیق اور احمد ادا کریں گے۔ تھانیدار صاحب ہماری عورتوں کی بے عزتی کرے گا صدیق نے اتنا بھی کہا کہ تم چوری ادا کرو۔ چوری ظاہر ہو چکی ہے ہم کل روز لے لیں گے۔ لہٰذا یہ دعویٰ مجھ پر غلط کیا گیا۔ یہ چوری اسی وعدہ کے ماتحت تمام برادری نے دینی تھی اور دی اور اب جو احمد مذکور مجھ پر دعویٰ کرتا ہے یہ غلط ہے۔ میں نے کوئی قرضہ حسنہ کی بنا پر پندرہ سو سات روپے نہیں لیے تھے اور نہ اب دینے کا حقدار ہوں۔ یہ رقم جو مہرہ مذکور کو دی گئی ہے ان کی میٹنگ سے ہے اور عجلت بازی کی گئی ہے۔ چنانچہ شیرن شاہ ومحمد عبدالرحمٰن وملک موسیٰ کو اس بات کا علم ہے۔ میں یہ رقم دینے سے انکاری تھا۔ صدیق واحمد نے مجھ سے دھوکہ کی بنا پر دلوائی۔ العبد نشان انگوٹھا مدعی علیہ حاکم ولد چراغ قوم چھینہ۔

بیان شاہد نمبر ۱: غلام اکبر ولد ماننرا بلفظ اشہد بیان کرتا ہے کہ میرے روبرو کوئی اس قسم کا وعدہ نہیں کیا گیا کہ حاکم ولد چراغ یہ رقم جو احمد وصدیق نے ادا کی واپس کرے گا اور یہ قرض حسنہ ہے۔ بلکہ صرف رقم دی گئی ہے دستخط حافظ اکبر بقلم خود۔

بیان شاہد نمبر ۲: صدیق ولد ماننرا قوم چھینہ بلفظ اشہد باللہ بیان کرتا ہے کہ مہرہ مذکور نے قسم اٹھا کر حاکم چراغ کو

اپنا چور بنایا اور حاکم کے ساتھ ہم نے بغرض امداد نصف رقم ادا کرادی۔ گو اس وقت وعدہ اس سے نہیں کرایا گیا کہ رقم تم واپس دینا۔ مگر چور حاکم تھا اور ہم نے صرف اسی وقت کے لیے اس کی امداد کی تھی اور اب احمد اس سے مطالبہ کرتا ہے اگر ہم نے بطور ہبہ یا بخشش رقم دی تھی تو وہ اپنا گواہ پیش کرے۔ جس وقت ہم مہرہ مذکور کو مال دے رہے تھے تو اس وقت مہرہ کے رشتہ داروں نے بھی یہ کہا کہ ہم تمہارا مال کیسے لیں۔ مگر ہم نے یہ جواب دیا کہ ہم رقم حاکم کو دے رہے ہیں اور تم مجھ سے لے رہے ہو۔ رات کے وقت ہم نے کہا کہ چور تم ہو تیری جگہ پر یہ رقم دے رہے ہیں۔ گواہ کا نشان انگوٹھا العبد صدیق ولد مانٹرا۔

بیان شاہد نمبر ۳: حسین ولد بہارا قوم چھینہ بلفظ اشہد بیان کرتا ہے کہ جو رقم مہرہ نے حاکم سے لی ہے۔ وہ حاکم چور کر کے لی ہے اور جو کچھ برادری نے دیا ہے وہ حاکم کی وجہ سے دیا ہے۔ یہ ہمیں قطعاً معلوم نہیں کہ بخش دیا گیا یا حاکم سے کوئی واپسی کا وعدہ کرایا گیا۔ احمد و صدیق نے کوئی سازش کر کے حاکم سے رقم بھرائی ہوا ایسا نہیں ہے۔ سازش نہیں کی گئی۔ یہ رقم مخلصانہ طور پر ہمدردی کی بنا پر دی گئی ہے۔ نشان انگوٹھا العبد حسین ولد بہارا قوم چھینہ۔

شاہد نمبر ۴: مسمی گلا ولد خیرہ بلفظ اشہد باللہ بیان کرتا ہے کہ مہرہ نے جو مال مویشی وغیرہ لیے وہ صرف حاکم کو مجرم قرار دیتے ہوئے تا کہ ساری برادری کو مجرم کیا گیا تھا اور احمد و صدیق کی مہرہ کے ساتھ کسی قسم کی ساز باز نہیں تھی بلکہ حاکم کی ہمدردی کرتے ہوئے احمد وغیرہ نے رقم ادا کر لی اور آج تک احمد وغیرہ کو مہرہ نے رقم واپس نہیں دی ہے اور ہمارے سامنے کوئی وعدہ حاکم سے نہیں ہوا کہ تم رقم واپس دو گے احمد وغیرہ کو۔ نشان انگوٹھا گلا ولد خیرہ

شاہد نمبر ۵: ملک اللہ وسایا ولد محمود قوم چھینہ بلفظ اشہد بیان کرتا ہے کہ ایک سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے کہ مہرہ نے کہا کہ میری زبردست چوری ہوگئی کہ چھ ہزار چھ صد کی ٹوٹلی رقم لگائی ہے۔ ملک حسو و حافظ انور وغیرہ بمعیت مہرہ تھا۔ دریا خان میں جا کر رپٹ درج کرائی موقعہ پر تھانیدار آیا برادری کو بلایا گیا۔ ہر ایک نے یہی کہا کہ مہرہ جس کو قسم اُٹھا کر چور قرار دے دے یہ رقم ادا کرے گا۔ اس اثناء میں کسی نے کہا کہ یہ رقم بہت ہے۔ ایک شخص نہیں ادا کر سکے گا۔ اس کی تمام برادری اس کے ساتھ امداد کرے تا کہ رقم ادا ہو جائے۔ مگر اس پر میں نے اعتراض کرتے ہوا کہا کہ میں اس سے بری ہوں۔ اگر میں مجرم ہوا تو میں خود ادا کروں گا اور اگر میری برادری میں سے کوئی دوسرا شخص مجرم ہوا تو میں اس سے تعاون نہیں کروں گا مگر حاکم چپ رہا اور بالاخر اس پر دعا خیر کی گئی کہ کہ اس شخص کا نام قسم اٹھا کر مہرہ کردے گا۔ اس کی جدی برادری اس کے ساتھ مالی تعاون کرے گی۔ بعد ازاں مہرہ مذکور نے حاکم کو قسم اٹھا کر چور قرار دیا اور تھانیدار نے حکم دیا کہ تم جاؤ اور صبح کو مہرہ کو اس کا مال دینا ہوگا۔ دوسرے دن مال مہرہ کو دیا گیا اور احمد مدعی مذکور نے پندرہ صد اور سات روپیہ کی مالیت کا مال حاکم کی طرف سے مہرہ مذکور کو دیا اور یہ ہمیں معلوم نہیں کہ حاکم اور احمد کے درمیان کوئی

وعدہ وعید کیا گیا۔ یہ یقینی بات ہے کہ احمد نے جو مال دیا حاکم کی وجہ سے دیا۔ انہوں نے جو لیا وہ حاکم کو چور قرار دے کر لیا۔ دستخط گواہ اللہ وسایا ولد محمود۔

شاہد نمبر ۶: انور ولد محمد نے بلفظ اشہد بیان کیا اور اس کی شہادت بموافقت گواہان سابق کے تھی۔ نشان انگوٹھا شاہد انور

﴿ج﴾

مدعی و مدعا علیہ کے بیانات نیز گواہان کی شہادت سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ حاکم کو احمد نے معین رقم دی ہوئی ہے۔ خود حاکم بھی یہی اقرار کر رہا ہے۔ اب حاکم کا یہ دعویٰ کہ یہ رقم احمد نے بطور امداد کے مفت ہبہ کر دی ہے۔ اس اقرار کو باطل نہیں کر سکتا۔ فتاویٰ عالمگیریہ ص ۱۵۹ ج ۴ میں ہے۔ **لو قال اقضنی المأة التی لی علیک فان غرمائی لا یدعونی فقال احل علی بها بعضهم او من شئت منهم او ائتنی برجل منهم الی ان قال قد حللتنی منها وکذالک لو قال قد وهبتها لی او تصدقت بها علی (هذا اقرار) وهکذا فی جمیع کتب الفقه من الفتاویٰ. قال فی الفتاویٰ الخانیة وکذا لو قال ابرأتنی منها اور تصدقت بها علی او حسبتها لک کان اقرارا**۔ لہٰذا احمد کی رقم حاکم کے ذمہ واجب الاداء ہے اور حاکم کے اس دعویٰ کے لیے (کہ یہ رقم مجھے احمد نے مفت بطور ہبہ وامداد دی ہے) مذکورہ بیانات میں کوئی ثبوت موجود نہیں۔ اس لیے اس کا دعویٰ ثابت نہیں اور نہ اس رقم کو مفت امداد سمجھا جائے گا۔

حاکم کے چور ہونے کی صورت میں دوسروں سے بھروانا قرین قیاس نہیں ہے اور نہ شرعاً درست ہے۔ البتہ اگر حاکم نے مہرہ کی نامزدگی کے بعد اقرار چوری کا نہ کیا ہو اور نہ کوئی ایسا اس سے کلام کیا ہو جس سے مہرہ کے مال کا الزام لازم آتا ہو۔ تو وہ مہرہ کے خلاف یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ اس سے غیر شرعی طور پر مجھ سے ساری رقم وصول کی ہوئی ہے۔ اس لیے کہ مہرہ کی قسم سے شرعاً شرعاً حاکم پر چوری کا ثبوت نہیں ہو سکتا اور اس پر رقم وہ ساری کی ساری مہرہ سے وصول کر سکتا ہے لیکن اگر اس نے اقرار کر لیا ہے تو مہرہ کے لیے رقم لینی بھی صحیح ہے اور حاکم کے لیے احمد کو واپس کرنی بھی لازم ہے۔ الحاصل حاکم احمد کو رقم ضرور ادا کرے گا۔ خواہ حاکم کا دعویٰ مہرہ پر ثابت ہو سکے یا نہ ہو سکے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

صورت مندرجہ تحریر میں جواب مولانا مفتی محمود صاحب کا صحیح ہے۔ حاکم پر لازم ہے کہ احمد کی رقم ادا کرے۔

بندہ محمد شفیع غفر لہ دار العلوم کراچی

الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ ہذا

کیا مدیون کا ضامن مدیون سے مقدمہ کرنے کا خرچ طلب کر سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ولید خالد وغیرہ سے رقم لے کر تجارت کرتا ہے۔ ولید کے پاس رقم نہیں۔ پھر خالد ولید کے ۴ رشتہ داران کو ضامن مقرر کرتا ہے۔ ولید اپنے ضامنوں کی تسلی کراتا ہے کہ میں فلاں فلاں جگہ جو کہ حرام ہے ناجائز ہے نہیں جاؤں گا لیکن ولید اس کی عہد شکنی کرتا ہے تو ضامن بھی علیحدگی حاصل کرتے ہیں ضامن جو کہ امین تھا پر نوٹ تحریر ولید نے کیا تھا۔ امین ضامن کے انکار پر تھانہ میں جاتا ہے بقایا ضامنوں سے قرضہ حاصل کر لیتا ہے۔ امین ضامن تھانہ کی بے عزتی کی وجہ سے ایک مقدمہ جھوٹا کرتا ہے۔ بیان کرتا ہے کہ مجھے تھانہ میں ولید نے گواہی دے کر خراب کیا تھا اس لیے مجھے تھانہ کا خرچہ -/۲۰ ہزار روپے دو ورنہ عدالت میں مقدمہ کر کے وصول کروں گا پھر مقدمہ کرتا ہے۔

وضاحت فرمادیں کہ ایسے مقدمہ میں خرچ ولید پر ڈگری لگایا جائے یا نہ۔ اس لیے کہ یہ غلطی ولید ضامن کی ہے کہ اس نے یہ کام کیوں کیا ہے۔ نیز جس ضامن نے مقدمہ کیا ہے اُس نے ولید کا قرضہ ادا کرنے سے انکار کیا ہے۔

سید محمد غوث انور شاہ

﴿ج﴾

برتقدیر صحت واقعہ وہ ضامن مقدمہ کا خرچہ ولید سے لینے کے شرعاً مجاز نہیں ہیں۔ اس لیے کہ جب ان کا دعویٰ غلط اور جھوٹ پر مبنی ہے اور انہوں نے ضمان کے مطابق ولید کا قرضہ ادا بھی نہیں کیا تو وہ کس بنیاد پر ولید سے مقدمہ کا خرچ لینے کے حقدار ہو سکتے ہیں۔ جبکہ مدیوں سے بھی مقدمہ کا خرچہ لینے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

چوری کا دعویٰ کرنے والے کے لیے گواہ پیش کرنا لازم ہے

﴿س﴾

زید نے بکر پر یہ الزام لگایا کہ اس کے تعلقات ناجائز ہمراہ زید کی بیوی سے ہیں۔ ابھی یہ بات ہو رہی تھی کہ بکر نے الزام سرقیدگی زیور وغیرہ زید پر لگایا کہ اس سے رنجش متذکرہ بالا کے تحت پوری ہو۔ اب زید کہتا ہے کہ بکر کا بڑا بھائی حلف بر قرآن دے کہ بکر کی چوری زید نے کی ہے۔ تب وہ اس کا نقصان پورا کرتا ہے لیکن بکر کا بھائی قسم اٹھانے سے قاصر ہے اور کہتا ہے کہ اسے معلوم کچھ نہیں۔ غلط قسم نہیں اٹھاتا اور زید بکر کی قسم پر اعتبار نہیں کرتا کیونکہ وہ پہلے گناہ میں بھی جھوٹی قسم دینے کو تیار ہوا جبکہ زید کا موقف یہ ہے کہ یہ گناہ اس نے بچشم خود دیکھا ہے۔ جس میں صفائی کی

ضرورت وہ نہیں سمجھتا۔اس چور کا فیصلہ کیا ہونا چاہیے جس کا کوئی عینی شاہد نہیں۔صرف اندازہ پر الزام لگایا جارہا ہے۔ شرعی طور پر مسئلہ صادر فرمایا جائے۔

محمود خان ولد محمد خان قوم بلوچ تحصیل کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بکر مدعی ہے۔زید مدعا علیہ ہے۔بکر پر لازم ہے کہ وہ چوری کے ثبوت کے لیے دو معتمد علیہ گواہ پیش کرے۔اگر اس کے پاس گواہ نہیں ہیں تو زید پر حلف آئے گا کہ اس نے چوری نہیں کی۔الحدیث البینة علی المدعی والیمین علی من انکر۔بکر کے بھائی پر شرعاً حلف نہیں آتا نہ وہ مدعی ہے نہ مدعا علیہ۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۳۰ رجب ۱۳۹۹ھ

الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفراللہ لہ

مدعی کے لیے عادل ہونا شرط نہیں ہے حتیٰ کہ غیر مسلم بھی دعویٰ کر سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص عنایت ولد الٰہی بخش قوم ارائیں اور ایک شخص خوشی محمد ولد عمر دین قوم ارائیں کی چوری ہوئی ہے۔اس میں مدعی کا کام سرانجام دیتا ہے۔جبکہ اس کا کردار مندرجہ ذیل ہے۔

(۱) خوشی محمد کی حقیقی ہمشیرہ کو اغوا کیا اور اپنے گھر آباد کیا جس کا اب تک نکاح نہیں۔

(۲) عنایت نے اپنی حقیقی بھانجی کے ساتھ ناجائز تعلق قائم کیا جس میں اس نے منہ کالا کیا اور اس لڑکی کو حمل ہو گیا اور گوجرہ لے جا کر گرایا گیا۔

(۳) عنایت نے اپنی حقیقی بھتیجی دختر جان محمد کے ساتھ زنا کیا اور مجبوراً گھر والوں نے دونوں لڑکیوں کی فوراً اور یک لخت شادی کر کے گھر سے بھیج دیں۔

(۴) اس کا بھائی عصمت اللہ جو کہ ولایت میں رہتا ہے اور بالکل لاولد ہے۔اس کے بچوں کی جھوٹی تصدیق کروا کر بھیجی ہے۔تو کیا ایسے کردار والا آدمی مدعی بن سکتا ہے۔

﴿ج﴾

شرعاً دعویٰ کرنے کے لیے کسی کا عادل ہونا ضروری نہیں۔یہاں تک کہ غیر مسلم بھی مدعی بن سکتا ہے باقی آپ کو یہ حق حاصل ہے کہ آپ جواب دعویٰ میں مدعی کے دعویٰ کو غلط ثابت کرنے کے لیے ایسے امور کو جو واقعۃً صحیح ہوں حکم

کے سامنے پیش کریں۔ بہرحال آپ کا سوال اگر مدعی بننے کے بارے میں ہے تو شرعاً ایسا شخص مدعی بن سکتا ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۱۵ جمادی الاخری ۱۳۹۴ھ

جس شخص کے پاس امانت رکھوائی گئی ہو اور وہ فوت ہو جائے تو اولاد پر لوٹانا لازم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین بابت اس مسئلہ کے کہ رحیم بخش برادر حقیقی کے ساتھ (مسمی واحد بخش) شراکت دار ہر موقعہ پر رہا ہے۔ ہر دو نے برابر کام معماری کیا۔ بنک پارسی والد چھوڑ سیالکوٹ والا ٹھیکدار کے تحت کام کیا۔ شیخ عبدالقادر کے پاس ڈھائی سال کام کیا۔ محنت مزدوری کا کل پیسہ برادرم کے پاس جمع رہا۔ کندن چمن لعل چھ ماہ صدر چھاؤنی میں کام کیا سب مزدوری برادرم کے پاس رہی صرف روٹی کا خرچہ برداشت کرتا رہا۔ ڈھائی سال کندن چمن لعل کا کوٹ ادو میں کام کیا۔ لائل پور کے بنک بنوانے میں ۴ ماہ خرچ ہوئے صوفی عطا اللہ خان نواب احمد یار خان کا کام بوریوالہ میں انجام دیا۔ وہاڑی تعمیر اسٹیشن کا کام چھ ماہ میں ختم کیا شرف بنگلے قریب لڈن کا کام ۶ ماہ کیا گیا کوٹھی عبداللہ خان میں بھی ہمراہ کام کیا جس پر ۶ ماہ کا عرصہ لگا عبدالرحیم تحصیلدار کے مکان پر ۶ ماہ صرف ہوئے۔ بنگلہ نواب پور وہاڑی سے ۴ میل دور کا کام کیا۔ ۶۲۰ روپے وہ بھی برادرم کے ہاں جمع رہے محمد نواز بار کے ماتحت بنگلہ فاضل پر ۶ ماہ کام کیا۔ شملہ میں بھی آٹھ ماہ کام کیا رات کا بھی ٹائم لگایا۔ ۲ ماہ وہ بھی رقم اسی کے ساتھ ہے۔ بھائی رحیم بخش صاحب فوت ہو چکے ہیں اب میرا مطالبہ ان کے لڑکوں سے یہ ہے کہ کہ ہمارا جو حق بنتا ہے ہمیں دے دو۔ نیز کمائی کے دوران جو کمائی ہوئی تھی چونکہ وہ عیالدار تھے اور میں اکیلا تھا اس میں سے ایک روپیہ میں اپنا خرچہ لے لیتا اور بقایا دو روپے اس کے پاس امانت رہ جاتا۔ اس لیے قابل دریافت یہ ہے کہ آیا جو آمدنی بھائی رحیم بخش کے پاس بطور امانت کے جمع ہوئے ہیں میں لینے کا حق دار ہوں یا نہیں۔

﴿ج﴾

برتقدیر صحت واقعہ رحیم بخش کی اولاد پر لازم ہے کہ اپنے چچا واحد بخش کی امانت جو ان کے باپ رحیم بخش کے پاس جمع تھی اپنے چچا کو ادا کریں تا کہ ان کے والد سے بوجھ ہلکا ہو اور حقوق العباد ان کے ذمہ سے اتر جائیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۵ محرم ۱۳۹۶ھ

کسی عورت کا اپنے سسر کے خلاف بدکاری کا دعویٰ کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ مائی جنت زوجہ جمعہ ولد حیدر سکنہ بستی جار یوالی نے دعویٰ کیا ہے کہ شوہر کے والد حیدر نے میرے ساتھ جبراً بدکاری کی ہے۔ مسماۃ مذکورہ نے تفصیلاً بیان کیا حیدر نے انکار کیا۔ حیدر کی زوجہ مسماۃ مائی نوراں نے حیدر کے سامنے اپنی رویت کا تفصیلی بیان دے کر حیدر کو قصوروار قرار دیا۔ آخر کار حیدر نے لمس وغیرہ کا اقرار کیا اور زنا تسلیم نہیں کیا اور اس بات کو ہی تسلیم کیا کہ میں مسماۃ جنت کی چارپائی پر جا بیٹھا تھا یہ بیان اور دیگر اہل علم کے روبرو ہوئے ہیں اور جمعہ خان اپنے والد کو بری سمجھتا ہے اور قصوروار قرار نہیں دیتا اور کہتا ہے کہ میرا والد ایسا نہیں ہے۔

حافظ عبدالعزیز صاحب ضلع ڈیرہ غازی خان تحصیل تونسہ

﴿ج﴾

جواب سے پہلے چند امور کی وضاحت ضروری ہے۔

(۱) مسماۃ مائی کا دعویٰ معتبر نہیں ہے۔ (۲) مائی جنت کی ساس مائی نوراں صرف شاہد ہے اور قبول شہادت کے شرائط مفقود ہیں۔ (۳) صرف حیدر کے اقرار سے حرمت مصاہرہ کا ثبوت نہیں ہوتا۔ (۴) انکار زوجہ کی صورت میں ثبوت حرمت مصاہرہ کے لیے حجت تامہ یعنی دو مرد یا ایک مرد دو عورتوں کی شہادت ضروری ہے۔ پس صورت مسئولہ میں اگر جمعہ کو یقین ہے کہ ایسا کوئی واقع پیش نہیں آیا اور حیدر کو اس فعل سے بری یقین کرتا ہے تو اس کی بیوی اس پر حرام نہیں ہوئی۔

لما في الهندية ص ۲۷۶ ج ۱ رجل قبل امرأة ابيه بشهوة او قبل الاب امرأة ابنه بشهوة وهي مكرهة وانكر الزوج ان يكون بشهوة فالقول قول الزوج وان صدقه الزوج وقعت الفرقة

اھ البتہ اگر صاحب واقعہ مائی جنت کو اس واقعہ کا یقین ہے کہ ایسا ہوا ہے تو دیانتاً حرمت ثابت ہو جائے گی اور اس کے لیے خاوند کو اپنے اوپر قدرت دینا جائز نہ ہوگا۔ جمعہ کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنا اس کے لیے جائز نہ ہوگی۔ واضح رہے کہ جمعہ سے طلاق حاصل کیے بغیر اس عورت کا دوسری جگہ نکاح جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۲۹ ذیقعدہ ۱۳۹۳ھ

سول جج کی درخواست پر حضرت مفتی صاحب کا مشترکہ زمین کا فیصلہ کرنا

﴿س﴾

نقل کارروائی مندرجہ ذیل جسے ایڈمنسٹریٹر سول جج ضلع ڈیرہ غازی خان درجۂ اول نے بھیجا تھا۔ میرے روبرو مدعیہ مسماۃ آمنہ دختر غلام فرید قوم آرائیں سکنہ وہوا تحصیل تونسہ ضلع ڈیرہ غازی خان کا دعویٰ استقرار حق وراثت بنام حبیب اللہ، خلیل اللہ پسران غلام فرید قوم ارائیں سکنہ وہوا تحصیل تونسہ ضلع ڈیرہ غازی خان پیش ہوا۔

مدعیہ نے بیان کیا کہ میں ان کی حقیقی ہمشیرہ ہوں اور وراثت میں ان کے ساتھ شریک ہوں۔ شرعاً میرا حق بنتا ہے لیکن انہوں نے مجھے اپنے شرعی حق سے محروم کر رکھا ہے۔ میں اپنا حق مانگتی ہوں۔

مدعاعلیہم نے اقرار کیا کہ واقعی یہ ہماری ہمشیرہ حقیقی ہے اور ہم نے ان کو حق وراثت نہیں دیا لیکن سابق زمانہ میں عورتوں کو رواج کے مطابق وراثت کا حق نہیں دیا جاتا اس لیے بنا بر رواج وقانون انگریزی اس کو جدی مملوکہ اراضی میں حق نہیں ملا۔ اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں۔ چونکہ میرے پاس دعویٰ استقرار حق از روئے شرع شریف دائر کیا گیا تھا اور ایڈمنسٹریٹر سول جج دوم اول ڈیرہ غازی خان نے میرے پاس اس مقدمہ کو فیصلہ کے لیے ارسال فرمایا تھا۔

فریقین سے روبرو کیا کہ ہمارا فیصلہ شرعی ہونا چاہیے۔ اس لیے فیصلہ کرنے میں کوئی خاص مشکل پیش نہیں آئی۔ اس لیے کہ مدعیہ بہرحال ان کی حقیقی ہمشیرہ ہے اور وہ شرعاً وراثت کی حقدار ہے اور مدعاعلیہم خود اعتراف کرتے ہیں کہ ہم نے ان کو حق نہیں دیا۔ تو بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ مدعیہ ان کے ساتھ حق شرعی وراثت میں شریک ہے۔

لہٰذا میں نے یہ فیصلہ دیا کہ مدعیہ آمنہ مذکورہ وراثت میں اپنے بھائیوں کے ساتھ حقدار ہے۔ اب رہا یہ کہ ان کی باہمی تقسیم کس طرح ہو اور مدعیہ کے حق کی تشخیص کس طرح کی جائے۔ تو میں نے باہمی خانگی مصالحت اور رضامندی کے اصول کے مطابق آمنہ مدعیہ کے پورے حق کی اس طرح تشخیص کی کہ حبیب اللہ وخلیل اللہ مدعاعلیہم کی مملوکہ زمین میں سے تیس ایکڑ زمین آمنہ مدعیہ کے نام منتقل ہو۔ تیس ایکڑ کی تفصیل اس طرح ہوگی کہ دس ایکڑ زمین آباد اور بیس ایکڑ زمین غیر آباد آمنہ کو ملے۔ دس ایکڑ آباد زمین اس بند کی صورت میں ملے گی۔ جسے عام طور پر رومی رام والا بند کہا جاتا ہے جس کے حدود اربعہ ذیل ہیں۔ غرباً غیر مسلم اراضی شرق وشمالاً وجنوباً حبیب اللہ وخلیل اللہ کی اراضی ہے۔ یہ بند آباد ہے لٹھ بندی ہو چکی ہے۔ دس ایکڑ اس کا رقبہ ہے اور بیس ایکڑ غیر آباد زمین اس بند کے بالکل سامنے عین محاذات میں جنوب کی طرف سے آمنہ کو ملے۔ جہاں تک بھی بیس ایکڑ پورے ہوں اس بند والی اراضی یا اس کے سامنے جنوبی طرف کی بیس ایکڑ غیر آباد زمین خالص آمنہ کی ہوگی۔ اگر دوسرے کوئی شرکاء مطالبہ کریں گے تو ان کا مطالبہ حبیب اللہ وخلیل اللہ کی دیگر اراضی سے پورا کیا جائے گا۔ یہ تیس ایکڑ زمین خالص آمنہ کی ملکیت قرار دی گئی۔ فریقین نے یہ

فیصلہ سن رسیدہ اور درست تسلیم کیا اور فیصلہ پر نشان انگشت سب نے ثبت کیے۔ آمنہ کو اب آئندہ خلیل اللہ وحبیب اللہ پر وراثت کے حق کے دعویٰ کی اجازت نہیں ہوگی۔ اس کا سارا حق ادا کر دیا گیا ہے۔ یہ فیصلہ ہمارے دارالافتاء سے جاری ہوا۔ فیصلہ دوسری پیشی پر سنایا گیا۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۲ جولائی ۱۹۶۸ء

عرصہ ۳۰ سال گزرنے کے بعد کسی پر دعویٰ کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ تیس سال پیشتر ایک شخص (زید) نے خود کو اقوام کا نمائندہ ظاہر کرتے ہوئے کچھ جائیداد سکنی (بکر) کو کرایہ پر دی اور ایک سال کا کرایہ پیشگی وصول کر لیا۔ دو ہی سال بعد انہی اقوام کے ایک نمبردار نے اپنے آپ کو انہی اقوام کا نمائندہ ظاہر کرتے ہوئے (بکر) کو تحریراً ادائیگی کرایہ وغیرہ سے روک دیا اور خبردار کیا کہ وہ زید کو کرایہ ادا نہ کرے۔ کیونکہ زید اقوام کا نمائندہ نہیں ہے۔ وغیرہ۔ اس تحریری اطلاع کے بعد نمبردار وغیرہ نے بکر سے کچھ وصولی کی۔ دریں اثنا کوئی اور دعویدار جائیداد ظاہر نہ ہوا اور بکر کا جائیداد سے متعلق نمبردار وغیرہ کے مابین مزید لین دین ہو گیا اور اراضی پر بکر نے حسب منشاء کچھ تعمیر کر لی۔

اب سے تقریباً آٹھ سال پہلے یعنی زید سے بات چیت کے بائیس سال بعد ایک اور شخص نے اخبار روزنامہ ''کوہستان'' میں اشتہار دیا کہ وہ جائیداد کا مالک ہے اور یہ کہ وہ جلد بکر کے خلاف قانونی کارروائی کرنے کو ہے۔ وغیرہ مگر آٹھ سال میں وہ شخص کسی حیثیت میں سامنے نہیں آیا۔ عرصہ تیس سال میں پہلے چند سالوں کے بعد متذکرہ بالا اقرار کے علاوہ کئی مقامی اور غیر مقامی لوگ (حقائق سے بے خبر) اپنے آپ کو جائیداد کا مالک بنانے کی کوشش کرتے رہے۔ مگر اپنے باطل دعووں کی وجہ سے کسی نے بھی (معہ زید کے) کوئی قانونی یا شرعی اقدام بکر کے خلاف نہ کیا اور بکر نے بصرف زر کثیر عمارت بنا کر کرایہ پر دے دی۔

آج سے تقریباً نصف سال پہلے ایک نیا مالک بنتے ہوئے ایک اور فرد نے بکر کے کرایہ داران کو نوٹس دیا کہ یہ جائیداد اس کی ہے اور کرایہ داران بکر کو کرایہ نہ دیں وغیرہ۔ مگر یہ نوٹس بے اثر رہا اس لیے کہ کرایہ دار حقائق سے بے خبر نہ تھے۔

تیس سال کے اُس طویل عرصے میں جائیداد کی حیثیت (خصوصاً بوجہ نئی تعمیر از بکر) کئی گنا بڑھ گئی ہے۔ تیس سال کی مسلسل علیحدگی اور لاتعلقی کے بعد اب اچانک زید نے بکر سے آ کر کہا ہے کہ بکر اس کا کرایہ دار ہے اور وہ اُسے

کرایہ ادا کرے۔ حقائق بالا کی رو سے زید دراصل اقوام کا نمائندہ نہ پہلے تھا اور نہ اب ہے۔ جس کا بین ثبوت اس کی تیس سالہ خاموشی اور جائیداد سے لاتعلقی ہے۔ بکر نے زید سے بات چیت میں کہا کہ اگر وہ اپنے آپ کو حقیقی اور جائز وارث ثابت کر دے تو بکر اُسے اُس وقت کی قیمت اراضی دوبارہ ادا کر دے گا کہ بکر کی نہ ہے۔

مسئلہ جواب طلب یہ ہے کہ اب شرعاً زید کی کیا حیثیت ہے اور بکر کیا کرے۔

محمد یٰسین ولد ملک احمد بخش

﴿ج﴾

اگر زید کے پاس اس جائیداد کا حق ملکیت کا یا مالکوں کی طرف سے نمائندہ ہونے کا کوئی شرعی ثبوت موجود ہے تو اس کا دعویٰ صحیح شمار ہوگا لیکن اگر اس کے پاس جائیداد کی ملکیت کا یا قوم کی طرف سے بااختیار نمائندہ نہ ہونے کا شرعی ثبوت نہ ہو جیسا کہ سوال میں درج ہے تو اس کا دعویٰ شرعاً باطل شمار ہوگا اور اس کو کرایہ وغیرہ کے مطالبہ کا حق حاصل نہیں ہوگا۔ بہر حال دارو مدار ثبوت اور عدم ثبوت ملکیت پر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۱۸ ربیع الاول ۱۳۹۳ھ

متوفی بھائی کی ایک بیٹی کی موجودگی میں بھائی بھی حقدار ہیں دعویٰ نہ کرنے سے حق باطل نہیں ہوتا

﴿س﴾

متوفی عبداللہ یک بنت مسمی حلیمہ دارد۔ سہ برادر زادہ احمد، محمد، رمضان و دیگر ہیچ وارث نہ دارد۔ ملکیت متوفی عبداللہ چار نمبر زمین بود۔ بدست دختر حلیمہ برادر زادگاں متوفی عبداللہ دعویٰ نہ کردند۔ ہیچ موانع دعویٰ ہم نہ بود بنت متوفی زمین را تبصرف خود آورد و محصول خورد و نوشید دو نمبر زمین فروخت کرد و خورد۔

بست و پانچ سال گزشتہ متوفی را تا حال بنت متوفی مسمی حلیمہ دیگر دو نمبر زمین باقی ماندہ حالاً فروخت کرد۔ اکنوں برادر زادگاں متوفی عبداللہ۔ احمد مردہ محمد و رمضان دعویٰ دائر کرد از مفتی نمیاری فتویٰ گرفتہ و زمین از حلیمہ بنت متوفی باز رہانید۔ غرض بیوہ حلیمہ بخدمت مفتی محمود صاحب آیا باشد کہ از دقیقہ وحیلہ شرعی دعویٰ ایشاں بنا برفتنہ است۔ باطل شود اگر باشد احسان فرمایند احسان تصور یدہ خواہد محمد و رمضان را گفتہ۔ اند کہ چرا قبل ازیں دعویٰ نہ کردید۔ میگویند کہ آں وقت رعایت کردہم و اکنون نمیکنیم۔

المستفتی حلیمہ

﴿ج﴾

فتویٰ مفتی مذکور صحیح است۔ نصف حصہ وراثت کہ ایشاں راے رسد بدیں وجہ باطل نے شود کہ ایشاں سکوت از دعویٰ کردہ بودند حق ایشاں عنداللہ قائم است۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۴ رجب ۱۳۸۰ھ

زمین کے حدود اور شرائط صحت بیع سے متعلق مفصل فتویٰ

﴿س﴾

یوسف ایها الصدیق افتانی قریة عامرة کانت امنة رزقها رغداً او بعض ارا ضیها کان مقسوماً بین ملاکها علےٰ ست عشر او سبع عشر حصة ولها لیؤا من قیلم فی ماء قناتها ان لکل حصة من تلک الحصص ماء یوم بلیلة ولنصفها ماء یوم ولیلة وهکذا علےٰ التنزل والبعض الآخر من اراضیها کان مشترکا یقسمونه عند الحاجة الی زراعته تقسیماً موقتا الی وقت ادراک الذرع وبعده یکون مشترکاً کما کان وان احتاجوا الی زراعته فی سنة اخریٰ قسموه مرة اُخری ویقرعون علیه کماقرعوا اول مرة علیه ولم یکن الماضی فی السنة الماضیة کافیاً وهذه التقسیمات الموقتة فی هذا البعض کانت علےٰ نسبة التقسیم المولد فی البعض الاول بحسب قدر الارض والشرب اعنی من کان له حصة کاملة من تلک الحصص و شرب یوم بلیلة فی الموبد یکون له ذلک المقدار فی الوقت هذا وکان طریق البیع فی دیارنا وفی هذه القریة ایضاً ان تبین حدود الحصة المعینة فی التقسیم الموبد وتبین النسبة فی البعض المشترک من الارض. ثم البس الله تعالیٰ لباس الخراب وانهدام قناتها وتفرق ملاکها فی القری والامصار ومضی علےٰ تلک الحالة نحو اربعین سنة لکن کتبت الامور المذکورة سابقاً فی زمان عمارة القریة فی الدفاتر الافر نجیة المتولی علیها الا ان الحکومة الباکستانیة سیما فی مثل الحفیة الذی یزعمون فیه انه مصون عن التصیر فضلاً عن التبدیل کتب فیه اسماء ملاکها وانسابهم ومقدار حصصهم وشربهم وحدودها ومساحتها ثم جاء رجل من بعیدا عنی لیس من تلک القریة ولا اقر بانهم فقال لی فیها نحو سبع او ثمانی حصص وقال اشتریتها من فلان و فلان بکذا وکذا ولم یعلم بالحصص لابمواقعها ولا بحدودها ولا بمساحتها یکن یذکر المفهومات الکلیة اعنی الحصص المعدودة بعد دالحصوص لها شرب اللیالی والایام المعدودة بعدد خاص وایضاً لیس الفلان والفلان البائعین علیه فی زعمه من اهل تلک القریة ولا ممن کتب اسمه فی مثل الحفیة ولا من قبیلة من کتب اسمه فیه آه. والرجل المذکور بذکر

مقالة واجار مصاحبا مع بعض الملاک المشترک من ارضها مرة او مرتين فى اثناء المدة والمنازع معه ليس هذا البعض وهذا يظن لعله اشترى ارض غيرى من اهل القرية والفريق المنازع معه بعضه لا يسلم بالاجارة وبعضه كان غائبا لا يسمع دعواه كثيراً ولو سمع يظن انه اشترى من غير لان اهل القرية كثير ثم جمع المدعي بعض اهل القرية فذكر رجلين او ثلثة ليسوا من اهل القرية فامتنع والىٰ هذا البعض عن التقسيم وقال لا نقسم معک لانک ليس بمالک وجرى من ذلک الوقت النزاع وسمع حديث نزاعهم الملاک الاخر فجاؤ اوقالوا لم نبع ارضنا علےٰ احد منه ومن بائعه ولم نعلم بيع مورثنا ونحن نظن انه اشترى ارض غيرنا من اهل القرية والحاصل ان مالک كل حصة من الحصص المذكورة يقول انها باقية علےٰ ملكى ولم ابعها علےٰ احد فالحاصل انه هل يصح بيع تلک القطع من العقار جهالة حدودها ومواقعها ومساحتها ولو فرض حدوده من المالک ام يفسد وعلےٰ الثاني هل يتحقق القبض فيفيد الفاسد الملک ام لا وهل تسمع دعوىٰ تلک القطع مع هذه الجهالة ويترتب عليها طلب البينة من المدعي او اليمين من المدعي عليه ام لا هل يعمل بما فى الدفاتر السلطانية خصوصاً بما فى مثل الحفية المذكور من غير بينة ام لا وعلےٰ الثاني فاى قدر يعتبرام لا اعتبار له اصلاً وهل يعبر بالاجارة حكم هذه المسئله من جزئيات حكم مسئلة من باع عقار او بعض اجزائه او الا جنبى حاضر ولم يدع ثم بعد تصرف المشترى ادعى لا تسمع دعواه ام لا. اما لانه لم يتصرف فى أرض احد بخصوصها لان كل واحد يظن الى وقت الاجتماع وتبيين الحال انه اشترى ارض غيرى فيتصرف فى المشترک بهذا الاعتبار ثم بعدتبين الحال لم يتركوه للتصرف واما لا نه ادعى للملک سبباً خاصاً وبنى التصرف عليه فلا بدله من اثباته بغير هذا الوجه لئلا يدور لانه اجار لانه اشترى واشترىٰ لانه اجار واما فى صورة البيع مع الحضور من المذكور فالبيع الصحيح ثابت بلا مرية ثم تصرف المشترى يوجب عدم سماع الدعوىٰ واما لان الاجارة والاعارة ليستا من التصرفات التي لا تسمع معها كما قيل والكلام رافض الى التطويل الخارج عن المتعارف لكن لا يخلو عن معدات احاطة علم المفتي باطراف الحادثة احاطة تامة والسلام علےٰ من وصل المكتوب اليه ومن نظر فيه وعلےٰ من اتبع الهدىٰ۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

لا يصح مع هذه الجهالة الفاحشة بل لا بد ان يكون مشار اليها او مبينة حدودها ومواقعها بحيث لا تفضي الى المنازعة قال فى العالمگيرية ص ۳ ج ۳ ومنها ان يكون المبيع معلوماً والثمن معلوماً علماً يمنع من المنازعة فبيع المجهول جهالة تفضي الى المنازعة غير صحيح. وقال فى البحر الرائق ص ۲۷۴ ج۵ وفي البزازية اشترى ارضاً وذكر حدودها لا ذرعها طولاً

وعرضاً جاز واذ اعرف المشترى الحدود لا الجيران يصح وان لم يذكر الحدود ولم يعرفه المشترى جاز البيع اذا لم يقع بينهما تجاحدوجهل البائع المبيع لا يمنع وجهل المشترى يمنع.

وفى البحر ايضاً ص ۲۷۳ ج۵ تحت قول الكنز. (قوله ولا بدمن معرفة قدرو وصف ثمن غير مشار لامحشار) اى لا يصح البيع الا بمعرفة قدر المبيع والثمن ووصف الثمن اذا كان كل منها غير مشار اليه اما المشار اليه فغير محتاج اليها لان التسليم والتسلم واجب بالعقد فهذه الجهالة مفضية الى المنازعة فيمتنع التسليم والتسلم وكل جهالة هذه صفتها تمنع الجواز الخ.

اقول لا يبعد ان يكون هذا البيع غير منعقد لان هذا المدعى يدعى شراء من رجال ليسوا بمالكين فى الحقيقة وليس لها ذكر و بيان فى ملاّک هذه القطع كما قال فى العالمگيرية فى شرائط انعقاد البيع ص ۳ ج۳ ولا بيع ما ليس مملوكا له وان ملكه بعده الا السلم والمغصوب لو باعه الغاصب ثم ضمنه نفذ بيعه هكذا فى البحر الرائق (۲)نعم البيع الفاسد بعد القبض يفيد الملک (۳)لا تسمع دعوىٰ تلک القطع مع هذه الجهالة الفاحشة فلا يترتب عليه طلب البينة ولا اليمين قال فى العالمگيرية ص ۸ ج ۴ ان كان المدعى به عقار ذكر حدوده الاربعة واسماء اصحابها ونسبهم الى الجد كذا فى الاختيار شرح المختار. وفى البدائع ص ۲۲۵ ج ۲ فى بيان الشرائط المصححة للدعوىٰ وان لم يكن محتملا للنقل وهوالعقار فلا بد من بيان حده ليكون معلوماً لان العقار لا يصير معلوماً الا بالتحديد ثم لا خلاف فى انه لا يكتفى فيه بذكر حد واحد وكذا بذكر حدين عن ابى حنيفة ومحمد خلافاً لا بى يوسف الخ (۴) لا يعمل بما فى الدفاتر بل لا بد معها من البينة وغير ذلک (۵) لا يصير بالاجارة كله هذه المسئلة من جزئيات مسئلة من باع عقاراً للوجهين اللذين ذكرتهما كما هو واضح بل المسئلة المقيس عليها ايضاً اختلف فيه مشائخ سمرقند وبخارا والمفتى به قول مشائخ بخارا من صحة الدعوىٰ كما قال فى العالمگيرية ص ۱۲ ج ۴ رجل باع عقاراً وابنه وامرأته او بعض اقاربه حاضر يعلم به ووقع القبض بينهما وتصرف المشترى زمانا ثم ان الحاضر عندالبيع ادعى علےٰ المشترى انه ملكه ولم يكن ملک البائع وقت البيع اتفق المتاخرون من مشائخ سمرقند علےٰ انه لا تصح هذه الدعوىٰ ويجعل سكوته كالافصاح بالاقرار انه ملک البائع ومشائخ بخارى افتو الصحة هذه الدعوىٰ قال الصدر الشهيد فى واقعاته ان نظر المفتى فى المدعى وافتى لما هو الاحوط كان احسن وان لم يمكنه ذلک يفتى بقول مشائخ بخارى فان كان الحاضر عند البيع جاء الى المشترى وتقاضاه الثمن بان بعثه البائع اليه لا تسمع دعواه بعد ذلک الملک لنفسه ويصير مجيزاً للبيع بتقاضى الثمن فلا تصح بعد ذلک دعواه الملک كذا فى المحيط. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۳۰ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ ث

کتاب السیر والارتداد

اس شریعت کے مقابلہ میں کفر منظور ہے اور اذان کی تشبیہ کتے کے بھونکنے سے دینا (العیاذ باللہ)

﴿س﴾

ایک شخص نے اس سلسلہ میں جبکہ اس کے والد نے اپنی لڑکی کو روک رکھا ہوا تھا۔ یہ کہہ کر متکبرانہ اعراض کیا کہ میں ایسی شریعت کو نہیں مانتا اور اس شریعت کے ماننے سے مجھے کفر منظور ہے بکتا ہوا چلا بھی گیا۔ نیز اس کے بھائی نے جبکہ مؤذن صبح کی اذان دے رہا تھا العیاذ باللہ کتے کے بھونکنے سے تشبیہ دی اور یہ پورے کا پورا خاندان بے غیرت اور لاابالی ہے۔ شریعت مقدسہ کی توہین سے ذرا بھی نہیں گھبراتے تو کیا شرعاً یہ شخص یا دونوں بھائی ارتداد کے حکم میں نہیں ہیں اور ان کے یہ موہن الفاظ مبطل خیرات نہیں۔ بدلائل شرعیہ بالحوالہ لکھنے کی تکلیف فرمائی جائے۔

سائل امام بخش کھجو

﴿ج﴾

یہ کلمات اگر بالفرض ہزار بلاقصد مفہوم بھی استعمال کیے گئے ہوں۔ تب بھی استعمال کرنے والا اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ چہ جائیکہ اس کا مفہوم مراد بھی ہو۔ **کما هو الظاهر** درمختار میں ہے **وفی الفتح من هزل بلفظ کفر ارتد وان لم یعتقده لاستخفاف** الخ علامہ شامی اس کے ذیل میں لکھتے ہیں۔ **واشار الی ذلک بالاستخفاف فان فعل ذلک استخفاف واستهانة بالدین فهو امارة عدم التصدیق** الخ باب المرتد ج ۴ ص ۲۲۲ نیز قاضی خان ص ۵۷۵ ج ۳ میں ہے۔ **رجل بینه وبین غیره خصومة فقال رجل** (حکم خدائے چنین است) **فقال الآخر** (من خدارا چہ دانم) **قال ابو القاسم هو کفر لانه استخفاف بامر الله** الخ لہٰذا اس آدمی کا ایمان زائل ہے۔ تمام اعمال حسنہ حبط ہیں۔ بیوی بائنہ ہے توبہ علانیہ لازم ہے۔ تجدید نکاح کرنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۲ محرم ۱۳۸۵ھ

کسی شخص کا یہ کہنا ''میں قرآن نہیں مانتا'' کفریہ الفاظ ہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ایک آدمی پر دعویٰ کرے کہ تو نے یہ کام کیا ہے اور وہ جواب

میں کہے کہ میں نے یہ کام نہیں کیا ہے اور اگر آپ کا شک ہو تو میں آپ کی تسلی کے لیے قرآن مجید کی قسم کر لوں گا۔ تا کہ آپ کا شک زائل ہو جائے لیکن وہ دعویٰ کرنے والا ہے۔ (مدعی) کہ میں قرآن نہیں مانتا اور اس پر دو گواہ بھی ہوں اور یہ آدمی شادی شدہ بھی ہو۔ (یعنی مدعی) ابھی اس کا کیا حکم ہے۔ یہ مدعی اپنے ان الفاظ کہنے پر (کہ میں قرآن نہیں مانتا) کافر ہو جاتا ہے یا نہیں اور اس پر اس کی بیوی پر طلاق پڑ جاتی ہے یا نہیں اور تا حال اس نے توبہ بھی نہ کی ہو۔ واضح ومدلل جواب ارشاد فرمائیں۔

السائل مولوی عبدالواسع موضع اماخیل ڈاکخانہ اماخیل تحصیل مالک ضلع ڈیرہ اسماعیل خان

﴿ج﴾

الفاظ مذکورہ کفریہ الفاظ ہیں ایک مسلمان کس طرح ایسے الفاظ بول سکتا ہے۔ شخص مذکور کو چاہیے کہ فوراً توبہ کرے۔ البتہ ان الفاظ میں تاویل ممکن ہے۔ غالباً اس کی مراد یہ ہوگی کہ تمہاری قسم قرآن کریم کی ایسی قسم نہیں ہے جسے میں مان لوں۔ گویا وہ اس شخص کی قرآن کی قسم کو اس کے جھوٹے ہونے کی وجہ سے نہیں مانتا اور اس کا اعتبار نہیں کرتا نہ یہ کہ وہ نفس قرآن مجید کو نہیں مانتا۔ العیاذ باللہ کفر سے بچانے کے لیے یہ تاویل کی جا سکتی ہے اور ظاہر ہے کہ فاسق سے فاسق تر اور فاجر سے فاجر تر شخص بھی نفس قرآن سے انکار نہیں کر سکتا۔ لہٰذا بوجہ تاویل مذکورہ کے اس کے کلام کو اس معنی پر حمل کیا جائے اور اُسے کفر کا حکم یا اس کی عورت کا نکاح فسخ ہونے کا حکم نہیں دیا جائے گا۔ البتہ توبہ کرنا اسے لازم ہے اور احتیاطاً تجدید نکاح اولیٰ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
یکم شعبان ۱۳۸۴ھ

کسی شخص کا ’’ظلم خدا کا‘‘ کہنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ میں مذاق میں اپنی بیوی کو کسی بات سے روک رہا تھا کہ وہ بے ساختہ کہہ گئی۔ ’’ظلم خدا کا‘‘ یا ’’کہا خدا کا ظلم‘‘۔ میں نے اس کو کہا کہ ایسا اُس نے کیوں کہا اس سے تو کفر ہوتا ہے۔ تو کہنے لگی یہ تو ایسی ہی گالی ہوتی ہے۔ (من نسب اللہ تعالیٰ الی الجور فقد کفر عالمگیریہ ص ۲۵۹ ج ۲) کیا تجدید نکاح لازم ہوگئی ہے۔ ویسے ہمارے ہاں لوگ کہہ جاتے ہیں مثلاً کسی نے کوئی چیز مہنگی پائی تو معاذ اللہ کہہ ڈالا۔ ظلم خدا کا اتنی مہنگی وغیرہ۔ دراصل ان کا مقصد خداوند کریم کو ظالم کہنا (معاذ اللہ) نہیں ہوتا کیا ایسی تاویل ہو سکتی ہے۔ ویسے غالباً بیوی نے کفر اختیار کرنے کی غرض سے ایسا نہ کیا تھا۔

بمعرفت غلام سرور شیخ الحدیث امام مسجد

﴿ج﴾

تجدید نکاح کی ضرورت نہیں۔البتہ اس طرح کے فضول کلمات سے بچنا لازم ہے۔آئندہ احتیاط کریں۔فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر ناظر سمجھ کر ''یارسول اللہ'' کہنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ دوسرے نے اسے منع کیا کہ یا رسول اللہ نہیں کہنا چاہیے اس پر یارسول اللہ کہنے والے نے شور بپا کر دیا کہ تیرا نکاح ختم ہو گیا۔تیری بیوی تجھ پر حرام ہو گئی۔دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا جو شخص یارسول اللہ نہ کہے اس کا نکاح از روئے فقہ حنفی ختم ہو جاتا ہے۔مدلل تحریر فرما کر مشکور فرمائیں۔

نوٹ: جو شخص یارسول اللہ کہتا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر ناظر سمجھ کر کہتا ہے اور جو شخص اُسے منع کرتا ہے وہ یہ کہتا ہے کہ ہر جگہ حاضر ناظر ہونا خاصہ خداوندی ہے۔اس لیے یارسول اللہ کہنا خلاف شرع ہے۔

حافظ غلام رسول معرفت جامعہ رشیدیہ بھکر ضلع میانوالی

﴿ج﴾

شرح فقہ اکبر میں ہے۔**ثم اعلم ان الانبياء عليهم السلام لم يعلموا المغيات من الاشياء الاما علمهم الله تعالىٰ احيانا وذكر الحنفية تصريحا بالتكفير باعتقاد ان النبى عليه السلام يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالىٰ قل لا يعلم من فى السمٰوات والارض الغيب الا الله كذا فى المسايرة ص ١٥١**

جب انبیاء علیہم السلام کو علم غیب نہیں تو یارسول اللہ کہنا بھی ناجائز ہوگا۔اگر یہ عقیدہ کر کے کہے کہ وہ دور سے سنتے ہیں۔بسبب علم غیب کے تو خود کفر ہے اور جو عقیدہ نہیں تو کفر نہیں۔البتہ اگر اس کلمہ کو درود شریف کے ضمن میں کہے اور یہ عقیدہ کرے کہ ملائکہ اس درود شریف کو آپ پر پیش کرتے ہیں تو درست ہے۔کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ ملائکہ درود شریف مومن بندہ کا آپ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں اور ایک صنف ملائکہ کی اسی خدمت پر مامور ہیں۔اس بیان سے آپ کے سوال کا جواب واضح ہوا۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۳ رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ

”اگر اللہ تعالیٰ خود میرے پاس آجائے پھر بھی برادری میں نہ بیٹھوں گا“ ان الفاظ کا کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص ہے جس کا اپنی برادری کے ساتھ کچھ جھگڑا ہے۔ تو کوئی غیر شخص آ کر اس آدمی کے دامن میں قرآن رکھ کر کہتا ہے کہ آپ کو اس قرآن کا واسطہ ہے کہ آؤ برادری میں بیٹھو وہ شخص جواب میں کہتا ہے کہ میں اس کا کفارہ ادا کر دوں گا لیکن برادری میں نہیں بیٹھوں گا لیکن جب اس کو مزید کہا گیا تو اس نے کہا کہ اگر خدا تعالیٰ بھی نیچے آ جائے تب بھی میں برادری میں نہیں بیٹھوں گا۔ تو شریعت محمدی اس شخص کے بارے میں کیا فتویٰ دیتی ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

اس شخص نے سخت قسم کے الفاظ کہے ہیں اس پر لازم ہے کہ وہ توبہ تائب ہو جائے اور اس کو تجدید نکاح کے لیے تنبیہ کی جائے۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۴ھ
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۱۵ ربیع الاول ۱۳۹۴ھ

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ فرقہ شیعہ جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت قرآن مجید کو کتاب آسمانی اپنا ہادی سمجھیں اور جزا کے قائل بھی ہوں تو کیا ان کو مسلمان سمجھا جائے گا۔
امام بخش قریشی ضلع ڈیرہ غازی خان

﴿ج﴾

اگر ایسا شیعہ ہو کہ توحید کے ساتھ دیگر ضروریات دین میں سے کسی مسئلہ کا منکر ہو مثلاً ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحبت کا منکر ہو یا افک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قائل ہو یا جبرئیل علیہ السلام کے وحی لانے میں غلطی اور خیانت کا قائل ہو وغیرہ ذلک یا سب صحابہ رضی اللہ عنہم کو جائز کار خیر سمجھتا ہو تو ایسا شیعہ کافر ہے۔ اگر اس قسم کا غالی شیعہ نہ ہو یعنی اسلام کے عقائد میں سے کسی عقیدہ کا منکر نہ ہو صرف فضیلت علی رضی اللہ عنہ کا قائل تو یہ مسلمان فاسق ہے
کما قال فی ردالمختار ص ۴۶ ج ۳ بوھذا ظھران الرافضی ان کان ممن یفتقد الالوھیة فی علی اوان جبرائیل غلط فی الرضی او کان ینکر صحبة الصدیق او یقذف السیدة الصدیقة فھو

كان لمخالفة العواطع الهلومية من الدين بالضرورة بخلاف ما اذا كان يفضله عليا ويسب الصحابة فانه مبتدع لا كافر الخ

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جو شخص کہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تمام انبیاء کی مدد کی ہے کیا اس کے پیچھے نماز جائز ہے

﴿س﴾

علماء اس مسئلہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ ہمارے علاقے میں ایک حافظ نے تقریر میں فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تمام انبیاء کرام کی مشکل میں مدد فرمائی ہے۔ اس بارے میں علماء کرام کا کیا فرمان ہے؟ مذکورہ حافظ کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں اور علاقے میں نکاح خواں کی حیثیت سے کام کر سکتا ہے۔

گل محمد ولد احمد یار سکول کلاں تحصیل تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان

﴿ج﴾

حافظ صاحب مذکور کی یہ بات بالکل جھوٹ ہے جس کا ثبوت ذخیرہ احادیث میں کہیں بھی نہیں ہے۔ اس لیے حافظ صاحب پر لازم ہے کہ فوراً توبہ تائب ہو اور آئندہ کے لیے اس طرح کی بے تحقیق باتوں سے قطعاً گریز کریں لیکن حافظ صاحب اپنی بات پر اصرار کرتے ہیں تو ایسے جھوٹے شخص کو عہدہ سے الگ کر دینا لازم ہے۔ امام کے لیے متقی اور پرہیزگار ہونا ضروری ہے اور نکاح خوانی کے لیے بھی اس کو الگ کرانا ضروری ہے۔ البتہ اگر وہ توبہ تائب ہو جائے اور آئندہ کے لیے پختہ عہد کرے کہ پھر اس طرح غلط تقریر نہیں کروں گا تو بناء بر حدیث التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ اسے ان کاموں کے لیے بدستور رکھنا درست ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

نائب مفتی بندہ محمد اسحاق غفرلہ مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کیا "تَبَارَکَ الَّذِی بِیَدِہِ الْمُلْکُ" میں واقعی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مراد ہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین درج ذیل مسئلہ میں کہ ایک مولوی صاحب نے سورۃ ملک کی ابتداء کی آیات کا ترجمہ یوں کیا ہے۔ تبارک الذی بیدہ الملک وھو علٰی کل شیٔ قدیر۔ بہت برکت والی ہے وہ ذات جس کے قبضہ میں تمام ملک ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس سے مراد جناب حضور علیہ السلام ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کوئی ہاتھ نہیں اور وہ بازوؤں سے پاک ہیں لہٰذا بِیَدِہٖ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ مراد ہے۔ کیا صحیح ہے یا غلط۔

مولوی غلام قادر صاحب

﴿ج﴾

مولوی صاحب موصوف کا سورۃ ملک کی ابتدائی آیات میں بِیَدِہٖ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مراد لینا اور اس پر استدلال پیش کرنا کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ نہیں ہے اور یہاں تو ید کا ذکر ہے بالکل جہالت ہی پر مبنی ہے اور ماقبل و مابعد سے غفلت در غفلت پر مبنی ہے۔ اس کے بعد وارد ہے الذی خلق الموت والحیوٰۃ لیبلوکم ایکم احسن عملاً وھو العزیز الغفور الذی خلق سبع سمٰوٰت طباقا الخ تو کیا یہ سب صفات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں۔ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم خالق موت وحیاۃ ہیں کیا آپ عزیز وغفور ہیں۔ کیا آپ خالق سبع سمٰوٰت ہیں۔ بلکہ یہ صفات سب اللہ جل مجدہ کی ہیں اور بیدہ میں اللہ جل شانہ کے لیے ید کا اثبات متشابہات میں سے ہے۔ یہ اللہ کی ایک صفت ہے جس پر ہم ایمان لاتے ہیں اور اس کی حقیقت نہیں جانتے۔ ہاں یہ ید مخلوقات وجسمانیت کے ید جیسے نہیں ہے بلکہ اس قسم کے متشابہات یہ ایک راز ہے۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیچ میں۔ ہم اس کی مراد نہیں جانتے۔ جیسا کہ دوسرے نصوص میں وارد ہوتا ہے۔ یداللہ فوق ایدیھم الآیۃ۔ ید اللہ علی الجماعۃ الحدیث یوم یکشف عن ساق الآیہ وغیر ذالک من الآیات والاحادیث۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۳ ذی قعدہ ۱۳۸۴ھ

قرآن کریم کو لات مارنا اور زمین پر پھینکنا (العیاذ باللہ)

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل سوال میں کہ میرا لڑکا اپنی بیوی کے ساتھ باتیں کر رہا تھا بیوی نے اس کی بات سے انکار کیا تو میرا لڑکا کہنے لگا قسم کھا کر کہ دو اور قرآن مجید اٹھانے گیا اٹھا کر لا رہا تھا کہ بیوی نے چھینا چاہا اسی دوران قرآن مجید نیچے گر گیا میرے لڑکے کو غصہ آیا اس نے قرآن مجید کو لات ماردی۔ کچھ عرصہ بعد چپڑاسی میرے لڑکے سے قسم اٹھوانے کے لیے قرآن مجید اٹھا کر لے آیا اور اس کے میز پر رکھ دیا۔ میرے لڑکے نے غصے میں قرآن مجید اٹھا کر زمین پر دے مارا۔

اب مجھے اور میرے لڑکے کو کیا کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور غضب جو ہو چکا ہے یا ہوگا اس کے اثرات سے محفوظ ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے اور اپنا کرم کرے۔

﴿ج﴾

اس شخص پر لازم ہے کہ وہ فوراً توبہ تائب ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ سے رو رو کر معافی مانگے نادم ہو کر کلمہ استغفار پڑھ

لے اور تجدید نکاح کرے۔ جب تک وہ یہ کام نہ کرے اور اس کے نادم ہونے کا پختہ یقین نہ ہو جائے اس وقت تک اس کے والد صاحب اور دیگر تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ **نخلع و نترک من یفجرک** پر عمل کرتے ہوئے اس کے ساتھ برادری کے تعلقات اور نشست و برخاست بند کر کے بائیکاٹ کر دیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

حضرت عثمان اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کو غلطی پر قرار دے دینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اللہ وسایا گازر نے دکان پر کافی لوگوں کے سامنے یہ کہا کہ حضرت عثمان کی غلطی تھی کہ انہوں نے مروان کو واپس بلایا اور ان سے مشورے لیتے رہے۔ ان کی یہ غلطی ہے اور ان کا اپنا قصور ہے کہ وہ شہید ہوئے۔ اس کے علاوہ اس نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی غلط کہا اور کہا کہ ان کی غلطی ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو ولی عہد مقرر کیا۔ از روئے شریعت مذکورہ شخص کی کیا سزا ہے۔

شیخ محمد افضل جائنٹ سیکرٹری انجمن تنظیم اہل سنت والجماعت نواں کوٹ تحصیل لیہ ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

ذوالنورین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے متعلق فرماتے ہیں **الا استحی من رجل تستحی منه الملائكة** (مشکوٰۃ) لہٰذا اس شخص پر لازم ہے کہ وہ اس قسم کی باتوں سے احتراز کرے اور جس صحابی سے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور فرشتے حیا کرتے ہیں اس کے متعلق دل میں عقیدت رکھے۔ حضرت عثمان حضرت معاویہ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت اور عقیدت باعث خیر و برکت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۷ محرم ۱۳۹۲ھ
الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

مولانا مودودی کی کتابیں پڑھنی چاہئیں یا نہیں، اگر نہیں تو کیوں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ جو جماعت علامہ مودودی کی جماعت اسلامی

ہے۔ان کی کتابیں پڑھنی چاہئیں یا نہیں اور ان پر عمل کرنا چاہیے یا نہیں اور جو ان سے دوستی رکھتا ہے ان کے بارے میں کیا خیال ہے اور بہت آدمی یہ کہتے ہیں کہ یہ جماعت دیوبندیوں اور بریلویوں کے خلاف ہے تو وہ بات کون سی ہے جو ہمارے خلاف ہے وہ ہمیں بھی بتلا دیجیے تاکہ ہم لوگ بھی ان سے بچیں۔

محمد شریف از روانی

﴿ج﴾

مودودی صاحب کی کتابوں میں حق و باطل ملا ہوا ہے۔ بہت سی باتیں جمہور اہل اسلام کے خلاف آ گئی ہیں۔ لہٰذا ان کی کتابوں کا مطالعہ کرنے میں منفعت کے ساتھ نقصان کا قوی احتمال ہے۔اس لیے احتراز کرنا اولیٰ ہے۔آپ کے لیے مناسب یہ ہے کہ مباحثہ و مناظرہ میں وقت ضائع نہ کرتے ہوئے جمعیت علماء کی ممبر سازی اور تبلیغی کاموں میں اپنی محنت اور وقت لگائیں۔فقط واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ

سلام کی توہین کرنے سے توبہ استغفار لازم ہے بیوی پر طلاق نہیں پڑتی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے ایک دوسرے امام مسجد حافظ صاحب کو السلام علیکم کیا۔تو حافظ صاحب نے جواب میں کہا کہ ایسے السلام علیکم پر پیشاب ہو یعنی موتر دے۔کیا ان کا ان الفاظ کے کہنے سے کفر ہوگا یا نہیں یعنی وہ حافظ صاحب کافر ہو جائے گا یا نہیں۔اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہ اور ان الفاظ کے کہنے سے اس کی زوجہ مطلقہ ہو گئی ہے یا نہ۔بینوا توجروا

﴿ج﴾

شخص مذکور پر توبہ واستغفار لازم ہے۔اگرچہ اس کی زوجہ اس کہنے سے مطلقہ نہیں ہوگی۔فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

شیعہ کی دی ہوئی رقم سے مٹھائی لے کر سنیوں پر تقسیم کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ شیعہ کی دی ہوئی رقم سے کسی چیز کو خرید کر کے کھانا جائز ہے یا نہیں۔مثلاً ایک شیعہ نے کسی کو رقم دی کہ مٹھائی خرید کر کے تقسیم کر دو کیا حلال ہے یا حرام یا مشتبہات سے وضاحت فرمادیں۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں اگر اس شیعہ کی کمائی جائز اور حلال ہے تو اس کی خیرات صحیح ہے اور فقراء کو لینا اور استعمال میں لانا جائز ہے مگر افضل اور اولیٰ یہ ہے کہ احتراز کیا جائے تا کہ اس کے خیالات اور عقائد کا لوگوں پر اثر واقع نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر کوئی شخص غلطی سے کہے کہ ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امام مہدی بطور نبی آئیں گے'' تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) ایک شخص سے روبرو چند آدمیوں کے پوچھا گیا کہ کیا ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور نبی نے پیدا ہونا ہے یا نہ تو اس نے کہا کہ ہاں پیدا ہونا ہے پوچھا گیا کہ کون؟ کہنے لگا کہ امام مہدی۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد کہنے لگا کہ نہیں کسی اور نبی نے نہیں بننا کیونکہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آخر الزماں ہے۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ ختم نبوۃ کا عقیدہ دل میں راسخ تو نہیں تھا۔ ورنہ وہ فوراً کہہ دیتا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور نے نبی نہیں بننا لیکن تھوڑی دیر کے بعد جب اس کو یاد آیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی آخر الزمان کے نام سے پکارا جاتا ہے تو اس سے استدلال کرتے ہوئے کہا کہ آپ کے بعد کسی اور نے نبی نہیں بننا تو کیا جبکہ اس نے پہلے کہا کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امام مہدی صاحب علیہ السلام نے نبی بننا ہے تو اس کے کہنے سے اس پر کفر عائد ہوگا یا نہیں اور اس کی عورت سے اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا یا نہیں۔

(۲) دو گواہوں عاقل و بالغ نے گواہی دی کہ فلاں شخص کو جب نکاح کر کے دیا گیا تو اس سے یہ شرط لی گئی کہ داڑھی نہ کٹائے گا اور نہ منڈائے گا اور نماز و روزہ کا پابند رہے گا اور تیسرے شخص نے یہ گواہی دی کہ ناکح کو تو کہا گیا کہ یہ کام تجھے ضرور کرنے پڑیں گے یعنی اوپر جو مذکور ہیں (گواہ ثالث) نے صلاح کاروں سے یہ طے کیا۔ اگر ناکح بعد از نکاح ان شرائط کی پابندی نہ کرے تو نکاح نہ توڑا جائے گا لیکن ناکح کو اس کی اطلاع نہیں دی گئی کہ بر تقدیر عدم ایفاء شرائط کے تیرا نکاح نہ توڑا جائے گا بلکہ اس کو مطلقاً یہی کہا گیا کہ یہ شرائط تمہیں ضرور پوری کرنی ہوں گی تا کہ وہ ڈرے اور نکاح کی خاطر ان شرائط کو پورا کرے۔ تو کیا شرائط کا مفہوم وہی معتبر ہوگا جو ناکح سے طے ہوا یا وہ کہ جو بیرونی

اشخاص نے آپس میں طے کیا۔اب ناکح ان شرائط کی پابندی نہیں کرتا۔داڑھی بھی منڈواتا ہے بلکہ اس نے صاف کہہ دیا ہے کہ ڈاڑھی مجھ سے نہیں رکھی جاتی اور نماز وروزہ کا بھی پابند نہیں رہا اور منکوحہ کے متولیان یعنی باپ اور بھائیوں کے بسبب اس کے کہ ناکح نے شرائط کا ایفاء نہیں کیا اس نکاح کو باقی نہیں رکھنا چاہیے۔تو کیا عدم ایفاء شرائط پر یہ نکاح ٹوٹ گیا یا باقی رہا۔اگر باقی رہا تو کیا متولیان کو اس نکاح کا فسخ کرانے کا حق ہے یا نہیں۔بینوا توجروا

السائل عبدالحکیم بمعرفت مولوی مشتاق احمد صاحب امام مسجد شہر سلطان ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

(۱) اگر وہ کہتا ہے کہ غلطی سے یہ بات زبان پر آئی میرا عقیدہ یہ نہیں ہے تو کفر لازم نہیں آتا اور نہ نکاح ٹوٹتا ہے۔

(۲) نکاح صحیح ہے۔شرط پوری کرنا ازروئے وعدہ ضروری ہے۔اس سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔نکاح شروط سے فاسد نہیں ہوتا۔واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر کچہری روڈ
۷ صفر ۱۳۷۸ھ

نبی کے حاضر وناظر کا عقیدہ رکھنا ہرگز اسلامی عقیدہ نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین ایسے آدمی کے متعلق کہ جو اللہ تعالیٰ کو وحدہ لا شریک لہ اور اس کے تمام احکامات کو اور اس کے تمام رسولوں کو برحق تسلیم کرتا ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل الانبیاء اور خاتم النبیین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلیم کرتا ہے اور حیاۃ النبی جانتا ہو اور اولیاء اللہ کی کرامات کا معتقد نہیں صرف نبی اکرم کو ہر جگہ ہر وقت حاضر ناظر تسلیم نہ کرتا ہو تو کیسا ہے ایسا آدمی مسلمان ہے یا نہیں۔اور اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔بمعہ دلائل واضح تحریر فرمادیں۔نیز یہ بھی تحریر فرمادیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر وقت ہر جگہ حاضر ناظر تسلیم کرنا شرائط ایمان میں داخل ہے یا نہیں۔اگر ہے تو قرآن مجید یا حدیث شریف میں امر جو صحیح طور پر ہو تحریر فرمادیں۔

ظفر عالم وارمیاں رکن الدین تحصیل خوشاب ضلع سرگودھا

﴿ج﴾

یہ بات واضح اور ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر ناظر ہر آن وہر مکان میں ماننا کوئی اسلامی عقیدہ نہیں ہے اور نہ ہی ایمان کے شرائط وارکان میں اس کا کوئی دخل ہے۔امام طحاوی رحمہ اللہ نے ہمارے ائمہ ثلثہ وامام اعظم اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم سے تمام عقائد اسلامیہ نقل فرمائے ہیں۔اس رسالہ کا اُردو ترجمہ بھی ہو

چکا ہے جس کا نام عقیدہ طحاوی رحمۃ اللہ علیہ ہے اور کتب خانہ صدیقیہ ملتان سے تین آنہ میں مل سکتا ہے۔ اس کا بغور مطالعہ فرمائیں اس میں تمام صحیح عقائد اسلامیہ درج ہیں اور اس میں اس عقیدہ کا نام ونشان بھی نہیں ملتا ہے اس لیے امام مذکور فی السوال کے اگر اور عقائد صحیح ہیں تو محض اس بنا پر کہ وہ حاضر وناظر کا عقیدہ نہیں رکھتا امامت سے الگ کرنا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مودودی صاحب نے تفہیمات میں حدود کے متعلق جو کچھ لکھا ہے کیا وہ درست ہے
مغربی پاکستان کے صوبائی اسمبلی میں جو بل پیش کیا گیا وہ بالکل درست ہے
اگر حکومت بینک کے نظام کو درست کرنے کے لیے وقت مانگے
بیت المال اور چور کا ہاتھ کاٹنا جاری نہ کرے کیا یہ ظلم ہوگا

﴿س﴾

محترم المقام جناب مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب! مہربانی فرما کر تفہیمات حصہ دوم مرتبہ جناب محترم ابوالاعلیٰ مودودی ص ۲۸۰ قطع ید اور دوسرے شرعی حدود کا غور سے مطالعہ فرمادیں اور مکمل غیر جانب داری اور جماعتی تعصب سے بالاتر ہو کر بحیثیت مفتی فتویٰ دیں کہ عبارت تفہیمات شرع اور اسلامی نظریات کے مطابق ہے یا اس تحریر میں اسلام کے خلاف نظریہ پایا جاتا ہے۔ کیا ان عقائد پر یقین رکھنے سے دین میں خرابی واقع ہو جاتی ہے یا یہ فروعی قسم کا مسئلہ ہے۔ کیا کفریہ عقائد تو نہیں۔

شیخ محمد یعقوب ناظم دفتر وخازن جمعیۃ علماء ملتان شہر

﴿ج﴾

تفصیلی جواب کی فی الحال گنجائش نہیں کہ ایک ایک جملہ پر بحث کی جائے۔ اجمالی طور پر اتنا عرض ہے کہ پورے مضمون کا مطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے کوئی بات اس میں ایسی نہیں لکھی جو اسلام کے نظریہ حدود وقصاص کے خلاف ہو البتہ بعض تعبیرات ابتداء میں ایسی ہیں کہ جو غلط ہیں ان سے اشتباہ ضرور ہوتا ہے لیکن آخر میں جا کر اس اشتباہ کو رفع کرنے کے لیے پورا مضمون دلالت کر رہا ہے۔ چنانچہ یہ الفاظ کہ جو لوگ اس قانون کو وحشیانہ قانون کہتے ہیں وہ خود وحشی ہیں۔ صریح طور پر پہلی عبارت کی مراد کو واضح کر دیتا ہے۔ بعض حضرات اس عبارت کا مطالعہ کرنے سے یہ محسوس کرنے لگتے ہیں کہ صاحب مقالہ اجراء حدود وقصاص میں ترتیب کے قائل نہیں کہ جس دن اسلامی قانون کا نفاذ ہوگا اس دن حدود وقصاص کے اجراء کا اعلان نہیں کیا جائے بلکہ کچھ عرصہ تک اصلاح

معاشرہ کے لیے حدود وقصاص ملتوی رکھا جائے گا۔ صاحب مقالہ چونکہ زندہ موجود ہے ان سے استفسار کرلیا جائے۔ اگر وہ اب ترتیب کے قائل ہوں اور حدود وقصاص کو ملتوی یا مؤخر کرنے کے حق میں ہوں تو بے شک مجرم ہوں گے۔ یہ جواب جماعتی تعصب سے بالاتر ہو کر مکمل غیر جانبداری کے تحت تحریر میں آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حق پر استقامت دے۔ واضح رہے کہ مسئلہ کے اس تحریر پر تصور نہ کیا جائے کہ ہم مودودی صاحب کے ساتھ ان کے تمام نظریات اعتقادی یا فروعی فقہ حنفی کے بارے میں جو اختلاف ہمارے اور ان کے درمیان میں ہیں ہم متفق ہو گئے ہیں۔ ہمارے مودودی صاحب کے ساتھ نظریاتی وفقہی جزئیاتی اختلافات کافی موجود ہیں جن میں ہم ان مسائل کے بارے میں انشاء اللہ صحیح مذہب حق کو دلائل کے ساتھ پیش کریں گے۔ فقط واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مغربی پاکستان کی صوبائی اسمبلی میں ایک بل پیش ہے جس کی رو سے پاکستان میں عصمت فروشی جرم قرار دے دی جائے گی۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں بازار میں عصمت فروشی بند ہو جائے گی۔ مگر عورتوں کو بے پردہ بن سنور کر پھرنے سے، بازاروں سے، پبلک کے مقامات سے روکا نہ جائے اور نہ ہی کالجوں و تجربہ گاہوں و ہسپتالوں نیز کلبوں اور تفریح گاہوں میں عورتوں مردوں کے اختلاط کو روکا جائے تو کیا اس صورت میں مجرموں کو سزا دینا ظلم ہوگا یا شرع کے حکم کے مطابق اسلامی حد نافذ کی جائے گی تو یہ ظلم ہوگی۔

﴿ج﴾

یہ بل مبارک ہے جس کے ذریعہ سے پاکستان میں عصمت فروشی جرم قرار دے دی جائے اور اس جرم کی سزا دینا اور شادی شدہ کو سنگسار کرنا قانونی طور پر نافذ کیا جائے۔ یہ ظلم ہرگز ہرگز نہیں بلکہ عین رحمت اور شفقت ہے۔ اس سے فواحشات ومنکرات میں کمی ہوگی۔ اس کے ساتھ ساتھ سکولوں کالجوں اور دیگر مقامات پر اختلاط مردوں کا عورتوں سے اور عورتوں کا مردوں سے حتی الامکان قانون سے اور وعظ سے اور تقریر سے وغیرہ جو بھی تشہیر و پروپیگنڈہ کے ذرائع مروج ہیں۔ ان سب سے کام لیتے ہوئے پوری کوشش فواحش ومنکرات کو مٹانے کی کی جائے لیکن اگر منکرات وفواحش کو مٹایا نہ جارہا ہو تب بھی اگر شرعی حد زنا (رجم، سنگسار کرنا) درے لگانا وغیرہ نافذ ہو سکتے ہوں تو نافذ کر دیا جائے اور یہ سزا ظلم نہ ہوگی۔ جو شخص اس سزا کو ان حالات میں ظلم کہے اور یہ دعویٰ کرے کہ العیاذ باللہ میں اللہ تعالیٰ کے اس قانون کو ظلم نہیں کہتا بلکہ اس کو حکومت یا معاشرہ کا ظلم کہتا ہوں کہ انہوں نے اس برائی کے قلع قمع کرنے کی پوری کوشش نہیں کی۔ انہوں نے تو نومن ببعض و نکفر ببعض پر عمل کر کے اپنے اوپر ظلم کیا ہے یا ازیں قسم کی کوئی اور تاویل کرے تو اس

کی تاویل مقبول ہوگی اور اگر اس قسم کی تاویل نہیں کرتا اور بغیر تاویل کے قانون الٰہی کے نفاذ کو ظلم قرار دیتا ہے تو وہ کافر ہے۔ فقط واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ ہذا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس میں کہ پاکستان کی قومی پارلیمنٹ میں اس اصول کو تسلیم کیا گیا ہے کہ سود ایک غیر اصولی فعل ہے۔ اسے بند کرنے کی مناسب صورت پر غور کیا جائے۔ اگر حکومت سود اور بنکوں کے نظام کو بدلنے کے لیے دس سال کی میعاد مقرر کر دے۔ عوام کو اسلامی حکومت کے تحت ابتدائی ضروریات بھی مہیا نہ کرے۔ زکوٰۃ کو جمع کر کے بیت المال بھی قائم نہ کرے۔ ملک میں کثرت جرائم خصوصاً چوری کو ختم کرنے کے لیے چور کو اسلامی سزا یعنی ہاتھ کے کاٹنے کا قانون بنا دے تو کیا یہ ظلم یا دوہرا ظلم ہوگا الخ

﴿ج﴾

حکومت کا سود اور بنکنگ کے نظام کو بدلنے کے لیے دس سال کی میعاد مقرر کر لینا غلط ہوگا اور ممبران پارلیمنٹ کا فرض ہوگا کہ اپنی طرف سے پورا زور خرچ کریں کہ اس حرام فعل اور لعنت کو ایک لحہ برداشت نہ کیا جائے اور عوام کے لیے ابتدائی ضروریات مہیا کرنا حکومت کا جو فرض بتایا جا رہا ہے حاصل ہیں اور زکوٰۃ اموال باطنہ کی عوام المسلمین اغنیاء کو خود ادا کرنا فرض ہے۔ حکومت کے فرائض میں اموال باطنہ کی زکوٰۃ جمع کرنا ضروری نہیں۔ کثرت جرائم کو ختم کرنے کے لیے چور کو اسلامی سزا دینا اول یوم سے لازم ہے اور یہ ظلم نہیں عین شفقت ہے۔

اگر کوئی شخص اس صورت حالات میں حدود و قصاص وغیرہ کے اجراء کو اس تشریح کے ساتھ ظلم کہے کہ یہ پارلیمنٹ کے ممبران یا حکومت یا معاشرہ یا سوسائٹی کا ظلم ہے کہ انہوں نے بعض اسلامی احکام کو چھوڑ کر بعض کو نافذ کیا۔ یہ انہوں نے (مخلوق پر یا قوم پر) ظلم کیا اور ظلم کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں کرتا۔ تو ایسی صورت میں یہ تاویل محتمل ہے۔ قائل سے دریافت کیا جائے کہ کیا اس کی مراد یہ ہے؟ اگر وہ یہ مراد لے تو اس پر کفر وغیرہ کا فتویٰ نہیں لگایا جائے گا۔

اگر وہ اس تشریح کو تسلیم نہیں کرتا اور حدود و قصاص کے اجراء کو مطلقاً ظلم کہتا ہے تو وہ کافر ہے۔ فقط واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

شرکت اور مضاربت کا بیان

کیا یہ درست ہے کہ مضاربت میں اصل سرمایہ کی زکوٰۃ سرمایہ دار کے ذمہ ہے اگر مضارب کا نفع بہت تھوڑا ہوا اور زکوٰۃ اس کے حصہ سے ادا کی جائے تو شاید آئندہ سال بھی اس کو کچھ نہ بچے تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مضاربت کی صورت میں دو آدمی شرکت میں کاروبار شروع کرتے ہیں۔ شریک اول سرمایہ لگاتا ہے اور محنت بھی کرتا ہے شریک ثانی صرف محنت کا شریک ہے۔ منافع کی تقسیم اس طرح طے پاتی ہے کہ کل منافع کے تین حصے کیے جائیں گے۔ ایک حصہ سرمایہ کا اور ایک حصہ ہر دو شرکاء کا ہوگا۔ اس کاروبار سے زکوٰۃ کے متعلق دو سوال پیدا ہوتے ہیں۔ (۱) اگر کاروبار کے مجموعی سرمائے سے یکجا زکوٰۃ نکالی جائے تو شریک ثانی کو یہ اعتراض ہے کہ کاروبار کا سرمایہ صرف صاحب سرمایہ کی ملکیت ہے اور اس پر اسے علیحدہ منافع بھی ملتا ہے۔ لہٰذا سرمایہ میں زکوٰۃ سرمایہ دار کو ہی دینی چاہیے۔ کیا شریک ثانی کا یہ اعتراض ٹھیک ہے۔ (۲) کاروبار میں نفع ونقصان کی صورت میں بھی موجود سرمائے سے زکوٰۃ دی جائے گی۔ اگر نقصان کی صورت میں کاروبار سے زکوٰۃ نکالی جائے تو شریک ثانی کے حصہ کی زکوٰۃ سے ایک تہائی رقم اس کے اگلے سال کے منافع سے نکالی جائے گی۔ جبکہ اگلے سال بھی زکوٰۃ کی رقم کا ایک تہائی حصہ اسے دینا ہوگا۔ ایسی حالت میں شریک ثانی کے لیے یہ زکوٰۃ نہیں رہی بلکہ سرمایہ دار کے سرمایہ کی زکوٰۃ کا ایک حصہ ادا کرنے کا ٹیکس ہو جاتا ہے۔ کیا یہ صورت زکوٰۃ کے اصل مقصد کے منافی نہیں ہے۔ ان کے جوابات ارشاد فرمائیں۔

﴿ج﴾

مضاربت میں جب رب المال خود کام کرنے اور اس کا عوض لینے کو ٹھیرا لیتا ہے تو عقد فاسد ہوتا ہے۔ فساد عقد کی صورت میں مضارب کو اجر مثل یعنی اس کی محنت کے مطابق اجرت ملے گی جو دو تجربہ کار عادل اشخاص کے ذریعہ طے کی جائے گی۔ مال اور نفع دونوں رب المال ہی کے ہوں گے۔ ان کے ساتھ مضارب کا کوئی تعلق نہیں اور نہ اس کی زکوٰۃ کا اس سے کوئی تعلق۔ سب کچھ رب المال کے ذمہ ہے۔ **لو شرط رب المال ان یعمل مع المضارب فسدت شامی جلد ۵ ص ۶۴۵ ان فسدت فلا ربح للمضارب حینئذ بل له اجر مثل عمله مطلقاً ربح او لا ص ۶۴۶ ج ۵** (درمختار)

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

مشترک کاروبار کرنے والے بھائی برابر کے حصہ دار ہوں گے اگرچہ عمل میں تفاوت ہو

﴿س﴾

(۱) حلفیہ بیان ہے کہ ہم تین بھائی جو عمر میں ایک دوسرے سے چار پانچ سال چھوٹے بڑے ہیں بعد فوتگی والد بزرگوار کے چونکہ والدہ رحمۃ اللہ علیہا زندہ تھیں ہم تینوں بھائی یکجا تھے۔ سب کچھ مشترکہ تھا نفع نقصان ایک تھا۔ ایک دوسرے کے ماتحت چلتے آئے۔

باپ کے متروکہ مال میں یا بصورت قرضہ مل جل کے کاروبار کرتے رہے۔ اس کاروبار کی آمدن والدہ رحمۃ اللہ علیہا کے پاس جمع ہوتی رہی۔ اس آمدنی میں سے گھر میں مشترکہ طور پر ہر طرح کے خرچ اخراجات ہوتے رہے لیکن بعد فوتگی والدہ کے بڑے بھائی نے بیس بائیس سال کی ملی جلی کمائی والا روپیہ خفیہ طور پر اٹھا کر اپنے قبضہ میں کیا بعد میں گھر کے خرچ میں تنگ کرنے لگا اور کاروبار والی چیز کو بھی اپنی واحد ملکیت کہنا شروع کیا۔ ہم نے اپنے حق وحصہ الگ ہونے کا چند بار مطالبہ کیا لیکن وہ حق وحصہ دینے کو تیار نہیں۔ اب یہ گزارش ہے کہ حضور والا خود اندازہ فرمایئے جب ایک گھر میں تین بھائیوں کا نفع نقصان ایک ہے عمر میں بھی ایک دوسرے سے چار پانچ سال چھوٹے بڑے ہیں کمائی بھی گھر اور وطن میں ہوئی ہے بغیر ہم دو بھائیوں کے امداد سے بڑے بھائی نے یہ کمائی کس طرح کی ہوگی۔ برائے کرم نوازی قوی فتویٰ شرعی سے مشکور فرمائیں جس میں کتاب کا پورا حوالہ ہوتا کہ ہم مظلومان حق تلفی سے بچ جائیں۔

غلام فرید صاحب ڈیرہ اسماعیل خان

﴿ج﴾

باپ کے متروکہ مال میں اگر بھائی مل کر کاروبار کرتے ہیں یا مشترکہ قرضہ لے کر کاروبار ہر ایک کرتا ہے اس صورت میں سب بھائی برابر کے حق دار ہوں گے۔ اگرچہ عمل میں تفاوت ہو۔ اصل مال میں چونکہ مساوات ہے اور قرضہ بھی جس نے لیا ہے دوسرے کی مرضی سے لیا گیا ہے۔ اگر نقصان ہو جائے تب بھی اکٹھا برداشت کریں گے۔ اس لیے نفع بھی مشترک ہوگا۔ کسی ایک بھائی کا قبضہ کرنا جائز نہ ہوگا۔ **وکذالک لو اجتمع اخوة یعملون فی ترکة ابیهم ونما المال فهو بینهم سویة ولو اختلفوا فی الرائی والعمل شامی کتاب الشرکة ص ۳۲۵ ج ۴.**

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جب حج بدل کی وصیت اگر میت نے مرنے سے قبل کی ہو تو دیگر شریکوں پر پورا کرنا لازم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ

(۱) زید مالدار شخص تھا۔ اس پر حج کرنا فرض تھا۔ اپنی زندگی میں فرض ادا نہ کر سکا۔ بعد از فوتگی ورثاءِ زید کا ارادہ ہے کہ ہم زید کی طرف سے حج بدل ادا کر دیں۔ آیا یہ حج بدل ادا کرنا جائز ہے یا نہیں۔

(۲) بصورت جواز کے شخص کو حج بدل کرنے کے لیے بھیجا جائے۔ اہل علم یا بے علم کو۔

(۳) میت کی طرف سے حج کرنا حج بدل ادا ہوگا یا نہیں۔ فرض یا نفل۔

(۴) یہ کس جگہ سے آدمی بھیجا جائے وطن اصلی سے یا وطن اقامت سے۔

(۵) وارثوں کو بھی ثواب ہوگا یا نہیں۔

تحصیل راجنپور بمقام روجھان ضلع ڈیرہ غازی خان
مسجد جامع میر بلخ شیر خاں مزاری محمد عبدالخالق امام مسجد وخطیب

﴿ج﴾

(۱) زید پر اگر حج فرض تھا اور وہ زندگی میں ادا نہ کر سکا لیکن اس نے وصیت کی ہے کہ اس کی طرف سے حج کیا جائے تو اس صورت میں اس کے روپیہ سے حج بدل کرانا ضروری ہے اور اگر زید نے حج کی وصیت نہیں کی تھی تو اس صورت میں بہتر ہے کہ اس کی طرف حج بدل کرایا جائے۔

(۲) اہل علم کو بھیجا جائے۔ تا کہ مناسک حج پورے و صحیح سنت طریقہ سے ادا کر سکے۔

(۳) زید کی طرف سے فرض حج ادا ہوگا۔

(۴) دونوں جگہ سے بھیجنا درست ہے۔

(۵) وارثوں کو بھی ثواب ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ ہذا

سرکاری ملازم کو جو جی پی فنڈ ملتا ہے کیا دوسرے بھائی اس میں شریک ہوں گے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید، عمر، بکر تینوں بھائی باہم شریک ہیں۔ تمام آمد و خرچ و نان ونفقہ

مشترکہ ہے۔ان میں سے ایک بھائی (بکر) ملازم ہے جس کا محکمانہ طور پر فنڈ جمع ہوتا ہے۔ جو رٹائری کے وقت یک مشت ملا تو اس فنڈ پر بھی تینوں بھائیوں کا مساوی حق ہے یا نہیں۔

سائل نور محمد خان ولد خان محمد خان

﴿ج﴾

اس فنڈ میں تینوں بھائی شریک نہ ہوں گے۔ بلکہ جس کو یہ فنڈ ملا ہے یہ اس واحد کا ملک شمار ہوگا۔ یہ تینوں ان اموال میں شریک ہوں گے جو تینوں لا کر اکٹھا رکھ کر خرچ کرتے ہوں اور اس میں سے ہر ایک کی آمد وخرچ کا حساب نہ رکھا گیا ہو۔تو تب وہ تینوں اس مال میں بحصہ برابر شریک ہوں گے اور جو فنڈ اس ایک نے وصول کیا ہے اور اس کو دوسرے مشترکہ اموال کے ساتھ خلط نہیں کر چکا ہے۔ بحیث لا یتمیز تو اس میں یہ سب شریک شمار نہ ہوں گے۔

وفی الشامیة ص ۳۰۷ ج ۴ فاذا کان سعیهم واحدا و لم یتیمز ماحصله کل واحد منهم بعلمه یکون ما جمعوه مشترکا بینهم بالسویة و ان اختلفوا فی العمل و الرأی کثرة وصوابا کما افتی به فی الخیریة وما اشتراه احدهم لنفسه یکون له ویضمن حصة شرکائه من ثمنه اذا دفعه من المال المشترک وکل ما استدانه احدهم یطالب به وحده الخ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر ایک بھائی نے مشترکہ زمین سے اپنا حصہ فروخت کر دیا تو مشتری دوسرے بھائیوں کے ساتھ شریک ہو جائے گا

﴿س﴾

ہنگل، پاندھی، پیر بخش تین بھائی ہیں۔ان تینوں کی زمین مشترکہ ہے اب ان میں سے کسی ایک نے اپنی زمین یعنی مشترکہ زمین فروخت کر دی ہے۔کیا شرعاً یہ بیع دوسرے بھائیوں کی طرف سے نافذ ہوگی۔ بشرطیکہ بائع کو اس کا مختار نامہ یا اجازت نامہ نہیں ہے۔

حافظ رب نواز تحصیل تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان

﴿ج﴾

ایک بھائی نے جب مشترکہ زمین سے اپنا حصہ کسی شخص پر فروخت کر دیا تو شرعاً یہ بیع صحیح ہے۔ اگرچہ بھائیوں کی اجازت نہ بھی ہو اب وہ خریدنے والا شخص ان دونوں بھائیوں کے ساتھ زمین میں شریک ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۵ محرم ۱۳۹۷ھ

رب المال اگر مضارب سے یہ شرط رکھ دے کہ ہر چیز پر الگ الگ منافع دو گے تو جائز نہیں ہے کنویں پر زکوٰۃ خرچ نہیں کی جاسکتی، سونے کے بٹن اور گھڑی کے لیے چین جائز ہیں لیکن احتیاط اولیٰ ہے

﴿س﴾

(۱) گزارش ہے کہ ایک شخص یعنی زید اپنا روپیہ دوسرے شخص بکر کو ان شرائط پر دیتا ہے کہ بکر اس روپے کے عوض چند اشیاء خرید کرے گا اور ہر چند کے عوض دو آنہ یا چار آنہ (جو طے ہو جائے) فی چند بطور منافع یا آڑھت زید کو دے گا۔ زید کو ان اشیاء کی تفصیل بھی بتادی گئی ہے۔ کیا وہ آڑھت یا منافع زید کو لینا جائز ہے دیگر کا زید پتہ سے یاد فرمائیں۔

(۲) کیا کنویں پر زکوٰۃ کا استعمال جائز ہے۔

(۳) مرد کے لیے سونے کے بٹن اور گھڑی کا چین لگانے کے متعلق شرعی احکام کیا ہیں۔

﴿ج﴾

(۱) یہ صورت جائز نہیں ہے۔ جائز صورت فقط یہ ہے کہ کسی کو تجارت کے لیے روپے دیے جائیں اور یہ طے کیا جائے کہ نفع میں اتنا حصہ ۲/۱ یا ۳/۱ وغیرہ تمہارا ہوگا۔

راس المال اس کا محفوظ ہوگا۔ اگر بالفرض نفع ہوگیا تو اس کو طے شدہ حصہ کے مطابق تقسیم کر دیا جائے اور اگر نقصان ہوا تو وہ مالک کا ہوگا۔ اس میں کام کرنے والا شریک نہیں ہوگا۔ اس کو عقد مضاربت کہتے ہیں۔ صورت مذکورہ ہرگز جائز نہیں۔ ایسا قرض دینا حرام ہے۔ کل قرض جر نفعًا فھو حرام (حدیث)

(۲) زکوٰۃ میں کسی کے ملک کر دینا ضروری ہے جب تک مال کو کسی مسکین وغیرہ کے ملک میں نہ کیا جائے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ مسجد یا کنویں وغیرہ پر صرف کرنے سے چونکہ کسی مسکین کے تملیک نہیں ہوئی اس لیے صحیح نہیں۔

(۳) سونے کے بٹن جائز ہیں۔ ولا باس بازرا ر الذھب (درمختار)

گھڑی کا چین بھی جائز ہے۔ والخیط الذی تربط به الساعة (شامی) لیکن اس کے استعمال سے بہر حال احتیاط اولیٰ ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

تین بھائیوں کی جب مشترکہ زمین تھی
ایک نے بعض حصے میں درخت باغات لگائے اب تقسیم کیسے ہوگی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص مر گیا۔ اس نے اپنے تین لڑکے چھوڑے۔ محمد بخش، نور محمد اور تیسرا مثلاً زید۔ کئی سال کے بعد زید مر گیا۔ اس کا لڑکا ہے محمد فضل اور اس لڑکے کی والدہ سے اس کے چچا محمد بخش نے نکاح کر لیا تو محمد فضل اس کے گھر رہا۔ تو زمین میں یہ تینوں مشترک تھے۔ پھر محمد بخش نے زمین کے کچھ حصہ میں باغ لگا دیا اور کچھ حصہ میں شیشم کے درخت لگوائے۔ باغ لگانے کے کئی سال بعد نور محمد نے تقسیم کا مطالبہ کیا۔ تو تقسیم کے وقت محمد بخش نے کہا کہ یہ زمین جس میں باغ ہے یہ میری ہے۔ میں نے اس لیے باغ لگایا کہ میں لوں گا۔ یہ باغ والی زمین تو انہوں نے باہمی تقسیم کر لی کہ زمین میں جو درخت ہے وہ اسی کے ہوں گے۔ جس کے حصہ میں وہ زمین آئے گی مثلاً کھجوریں وغیرہ ذلک۔ لیکن شیشم کے درخت مشترک چھوڑ دیے اور وہ زمین جس میں شیشم ہیں وہ اور جو باغ والی زمین ہے اور باغ مستقل محمد بخش اور محمد فضل کے حصہ میں آ گیا۔ جب وہ لڑکا محمد فضل بالغ ہوا تو اس نے محمد بخش سے اپنے حق کا مطالبہ کیا اور تقسیم کرانی چاہی تو محمد بخش نے کہا کہ بھائی جس زمین میں باغ ہے یہ تو میری ہے میں نے باغ اس نیت سے لگایا تھا کہ یہ باغ اور زمین جو باغ والی ہے میں خود لوں گا۔ یہ تو میں کسی کو نہیں دوں گا پھر وہ شیشم والی زمین محمد فضل کو دے دی اور شیشم بھی اُسی کو دے دیے۔ پھر نور محمد نے مطالبہ کیا کہ یہ شیشم کے درخت اس وقت لگائے تھے جبکہ ہم سب کی مشترک زمین تھی۔ لہٰذا مجھے اس کا حصہ ضرور دو میں لوں گا۔ محمد فضل نے کہا کہ نہیں بھائی یہ زمین جب میری ہے تو شیشم بھی میرا ہے تو پھر یہ فیصلہ ہوا کہ کل ۳۱ عدد ہیں ہر ایک کو سات عدد آئیں گے لیکن محمد فضل نے ان سب کو کاٹ لیا۔ اس نے کہا کہ میں کسی کو نہیں دیتا تو نور محمد نے دعویٰ کر دیا۔ حکومت میں کہ میرا جو تہائی حصہ ہے شیشم میں وہ انہوں نے کاٹ لیا۔ لہٰذا مجھے دینا چاہیے تو محمد فضل نے کہا کہ اگر آپ شیشم سے حصہ لیتے ہو تو مجھے باغ سے حصہ دو۔ ورنہ میں یہ نہیں دوں گا باغ میں حصہ دینے سے محمد بخش انکار کرتا ہے کہ میں نے اس پر بہت کچھ خرچ کیا۔ گویا میں نے اپنی دوسری زمین کو بیچ کر اس باغ پر خرچ کیا۔ میں کسی صورت میں باغ سے حصہ نہیں دوں گا اور محمد فضل نے کہا کہ آپ نے جو زمین بیچی تھی اس رقم کو اس باغ پر تو نے خرچ نہیں کیا اور باغ میں جتنا تو نے محنت کی اتنی محنت میں نے بھی کی ہے۔ پانی وغیرہ ذلک میں نے بھی پلایا ہے۔ جبکہ میں آپ کے ساتھ تھا۔ ایک ہی گھر میں تھا تو میں حصہ لوں گا۔ کیونکہ میں بھی تو کام کرتا رہا ہوں۔ اب آپ یہ فرمایئے کہ آیا محمد فضل باغ سے حصہ لینے کا حقدار ہے اور نور محمد اس شیشم کے درختوں سے جو کہ محمد فضل کی زمین میں ہے حصہ ہیں اس کو دیا جائے یا نہیں دینا چاہیے۔ ان کا باقی کسی زمین کی تقسیم میں اختلاف نہیں۔ صرف اس باغ اور شیشم کے درختوں میں اختلاف ہے۔ ان کی تقسیم اور فیصلہ کس طرح ہوگا۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بظاہر صحیح فیصلہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ محمد فضل سات درختوں کی قیمت نور محمد کو دے دے اور باقی شیشم کے چودہ درخت اور تمام باغ کے درخت محمد فضل اور محمد بخش میں بحصہ مساوی مشترک تصور کیے جائیں گے اور یہ دونوں ان کی مالیت کو بحصہ مساوی تقسیم کر لیں اور کمی زیادتی دے لے لیں۔ نیز حکم اور ثالث اس فیصلہ کو بطور مصالحین پورے کا پورا نافذ کرا دیں۔ اب صحیح نہ ہوگا کہ درختوں کی قیمت نور محمد کو دلوا کر باقی تمام درخت اور باغ متنازع فیہ صورت میں رہنے دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۴ ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ

دوسرے شریکوں کی مرضی کے بغیر کسی رشتہ دار کو مشترک چیز میں شریک کرنا جائز نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اندریں مسئلہ کہ زید، عمر، بکر تین حصہ دار ایک دکان کے اندر شامل ہیں۔ زید زبردستی اپنے رشتہ داروں کو حصہ دار بناتا ہے اور اس کا زبردستی سینہ زوری کر کے حصہ کر دیا ہے۔ دو حصہ دار بکر، عمر حصہ دینے سے سخت ناراض ہیں۔ مگر زید اپنی سینہ زوری سے اپنے رشتہ داروں کو حصہ دار قرار دیتا ہے۔ دکان مذکور بہت تنگ ہے جس کے اندر تقسیم بھی نہیں ہو سکتی۔ مجبوراً حصہ داری میں کام کرنا پڑتا ہے۔ ایسی صورت میں جب زید زبردستی دوسروں کو حصہ دیتا ہے تو کیا حکم ہے۔

سائل اللہ دین اندرون گیٹ ملتان

﴿ج﴾

شرعاً زید کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اپنے دوسرے شریکوں کی مرضی کے بغیر کسی کو شریک کر سکے۔ اس لیے زید اگر زبردستی کرتا ہے تو ظلم کرتا ہے اس کے رشتہ داروں کو وہاں سے نکلنا ضروری ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر کوئی شخص دوسرے سے کہے کہ فلاں ملک کی کرنسی میرے لیے خرید لینا میں اتنی رقم بطور مضاربت استعمال کروں گا

﴿س﴾

عرض ہے کہ بندہ نے آپ سے مسئلہ راس المال مضاربت کی بابت دریافت کیا تھا کہ ایک شخص نے کراچی سے

مجھے لکھا ہے آپ میرے لیے دو ہزار کے افغانی نوٹ خرید کر کے رکھیں۔ میں یہاں پر آپ کے لیے دو ہزار کا مال لے کر فروخت کروں گا اور اس منافع میں ہم شریک ہوں گے۔ یہ مسئلہ ہم نے اپنے مولوی صاحب سے پوچھا کہ کیسے ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ مضاربت میں راس المال دست بدست شرط ہے۔ اس لیے آپ سے عرض ہے کہ آپ تحقیق کر کے لکھیں کہ مسئلہ جائز کس طرح ہے۔

سائل حاجی اف خان ڈیرہ اسماعیل خان

﴿ج﴾

صورۃ مذکور میں مضاربت واقعی غیر صحیح ہے۔ مضاربت میں یہ ضروری ہے کہ رب المال کا مال مضارب کے سپرد کر دیا جائے اور وہ اس مال میں رب المال کے وکیل کی حیثیت سے تصرف کرے۔ ہدایہ (ص ۲۵۶ ج ۳) میں ہے **ولابد ان یکون المال مسلما الی المضارب ولا ید لرب المال فیه لان المال امانته فی یده فلا بد من التسلیم الیه** اور وہ مال مضاربت مضارب کے پاس امانت ہوتا ہے لیکن صورت مسئولہ میں تو مال مضارب کا اپنا ہے۔ اپنے روپوں سے کراچی میں مال خریدا ہے۔ نفع بھی اپنا ہے امانت بھی نہیں رب المال کا مملوک بھی نہیں۔ کوئی وجہ نہیں کہ وہ مضارب بن کر رب المال کو نفع میں سے نصف دے۔ اگر وہ افغانی نوٹ خریدنے والے کو اس کام کی اس طرح کوئی اجرت دینا چاہتا ہے وہ بھی جائز نہیں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳ شعبان ۱۳۷۵ھ

مشترکہ مال سے خریدی گئی زمین میں سب بھائیوں میں مشترک ہوگی ایک کا دعویٰ کرنا غلط ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ پانچ برادران اعیانی مسمیان سردار خان، گوہر رحمٰن خان، حیدر زمان، میاں خان، صفدر خان جملہ برادران اپنے والد کی موجودگی میں اور بعد وفات تا حال بر سر روزگار مشترک چلے آتے ہیں۔ اب کسی وجہ سے علیحدہ ہونا چاہتے ہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ مسئلہ ہے کہ جملہ برادران مذکورہ اپنی آمدن مشترکہ طور پر ہی خرچ کرتے رہے ہیں۔ مثلاً بیاہ شادی، تعلیمی اخراجات وغیرہ اور زمین کی خرید مشترکہ آمدن سے ہوتی رہی ہے اور جملہ برادران برابر کے شریک ہیں۔ اب ایک بھائی نے جو سب سے بڑا ہے اور جملہ امور خانگی خرید و فروخت زمین وغیرہ انہی کے ہاتھ سے ہوتی رہی ہے (تا حال) اس نے ایک قطعہ اراضی حکومت سے قسطوں پر خریدا ہے۔ اس میں دوسرے بھائیوں کو اس وجہ سے شریک نہیں سمجھتا کہ مذکورہ قطعہ زمین مجھے سابقہ فوجی ہونے کی حیثیت

سے ملی ہے اور میں ہی اس کا واحد مالک ہوں۔ حالانکہ اس قطعہ زمین کی خرید پر اخراجات وغیرہ میں حسب سابق باقی ہر چار برادران شریک ہیں۔

(۱) کیا اس صورت میں مذکورہ قطعہ زمین میں جملہ برادران برابر شریک ہیں یا نہیں۔

(۲) کیا از روئے شریعت اس ایک بھائی کی ہی ملکیت ہے۔ بینوا توجروا

سردار گوہر الرحمٰن لنڈا بازار ہزارہ

﴿ج﴾

اس مذکورہ قطعہ میں بھی جملہ برادران برابر کے شریک ہیں۔ جبکہ اس زمین کی قیمت اور دیگر اخراجات مشترک مال سے ادا کیے گئے ہیں اور خریدتے وقت بھی یہ تصریح نہیں کی ہے کہ یہ میں اپنی ذات کے لیے خرید رہا ہوں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

رب المال نے اگر مضارب کو خاص مال کا پابند کیا ہو تو دوسرا جائز نہیں اور محض مشورہ دیا ہو تو جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے ایک ہزار روپیہ نقد مضاربت پر دیا۔ بکر کو اس طور پر کہ بکر بیل یا کپڑا خرید کر کے ادھار پر فروخت کرے گا۔ مدت سال یا کم لیکن بکر نے بجائے بیل یا کپڑا کپاس خرید کی اس طور پر کپاس کی قیمت مقرر کر کے رقم پیشگی دے دی۔ مثال ایک من کپاس کی بیع فی من بیس روپے مقرر کی اور کپاس وقت مقررہ وصولی ماہ پوہ میں لے گا۔ غرض یہ ہے کہ ایسی صورت میں حلال ہے یا حرام ہے اور کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

المستفتی عبدالحمید صاحب

﴿ج﴾

صورت مذکورہ میں بکر کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ بیل کپڑے کے بجائے کپاس خریدے۔ اگر خرید لی تو گنہگار ہوگا اور مالک سے معاف کرانا ضروری ہوگا۔ جبکہ اس نے کپاس خریدنے کا معاملہ کر لیا ہے تو اگر اس معاملہ کو ختم کرنا ممکن ہو تو فوراً ختم کر دے اور اگر ختم کرنا ممکن نہیں تو اس میں اگر نفع ہو تو وہ نفع بکر کو ملے گا اور اگر اس میں نقصان ہوا تو اس نقصان کا ذمہ دار بھی بکر ہے اور نفع ونقصان ہر صورت میں بکر پر زید کا ایک ہزار روپیہ قرض ہو جائے گا جس کا زید ہر وقت مطالبہ کر سکتا ہے۔ واللہ اعلم الاصل فیه ان رب المال متی شرط علی المضارب شرطا فی المضاربة ان کان شرطا لرب المال فیه فائدة فانه یصح ویجب علی المضارب مراعاته والوفاء

به واذا لم یف به صار مخالفا وعاملا بغیر امره الی ان قال وان خص له رب المال التصرف فی بلد بعینه او فی سلعة بعینها تتقید به ولم یجزله ان یتجاوز ذلک الخ عالمگیریة ص ۲۹۷ ج ۴

وقال فی الدرالمختار ولا یملک تجاوز بلد او سلعة او وقت او شخص عینه مالک لان المضاربة تقبل التقیید المفید الی ان قال فان فعل ضمن بالمخالفة وکان ذلک الشراء له ای وله ربحه وعلیه خسرانه ولو لم یتصرف فیه حتی عاد للوفاق عادت المضاربة شامی ص ۶۵۱ ج ۵ طبع مصریہ

کتبہ رفیق احمد ڈھاکوی نو دارالافتاء دارالعلوم کراچی

۱۹ ربیع الثانی ۱۳۹۱ھ

الجواب صحیح بندہ محمد شفیع

اگر زید نے بکر کو مضاربت پر رقم دیتے وقت کسی خاص چیز کی تجارت کا تعین نہیں کیا تھا صرف بطور مشورہ یہ کہہ دیا تھا کہ بنیل یا کپڑے کی تجارت اس رقم سے کرنا یعنی دوسری اشیاء کی تجارت سے منع نہیں کیا تھا تو اس صورت میں اگر بکر نے کپاس کی بیع سلم (بشروط) کر لی ہے تو اس سے جو منافع حاصل ہوں گے وہ زید اور بکر کے مشترک ہوں گے اور جب معاہدہ تقسیم ہوں گے۔

والجواب صحیح محمد انور شاہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

﴿ج﴾

کپڑا اور بنیل کو ذکر کرنے سے ایک مشورہ معلوم ہوتا ہے۔ دوسری اشیاء سے منع کرنا مقصود نہیں ہے۔ عام طور پر عرف میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ اس لیے کپاس کی مضاربت صحیح ہے۔ البتہ کپڑا اور بنیل کے علاوہ باقی اشیاء کی صراحۃً نفی کی گئی ہو تو کپاس کی خرید سے مضاربت فاسد ہو جاتی ہے۔ حوالہ کے لیے دیکھئے قاضی خان ص ۲۲۱ ج ۲ کتاب المضاربت۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

مضارب اگر رقم کو اپنے ذاتی کاروبار پر لگائے تو رقم اُس کے ذمہ قرض شمار ہو گی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے عمرو کو کہا کہ تم ہزار روپیہ دے دو اور ہزار روپیہ میں دے دوں گا تو بطور مشارکت کے تجارت کریں اور نفع بھی اس کا دونوں لیں گے یا کہا کہ ہزار روپے تم دے دو اور تجارت کا کام میں کروں گا اور میعاد مقرر کی کہ فلاں میعاد کو حساب کریں گے۔ اصل رقم تم لے لینا اور نفع نصف نصف تقسیم کریں گے لیکن بعد کو یہ ثابت ہوا کہ زید نے اس رقم سے تجارت سرے سے نہیں کی ہے اور اصل رقم کو اپنے کاروبار میں خرچ کر دیا ہے۔ اب میعاد مقرر آ چکی ہے اور زید کہتا ہے کہ اگر تم کچھ نفع لینا چاہو تو میں دینے کو تیار ہوں لیکن جب زید نے سرے سے

تجارت نہیں کی اور اصل رقم کو اس نے اپنے کاروبار میں خرچ کر دیا ہے تو اصل رقم کا تو وہ ضامن بنے گا لیکن عمرو اس سے نفع لے سکتا ہے یا نہیں۔ حالانکہ اس نے تجارت نہیں کی ہے۔ یا نفع نہیں لے سکتا ہے۔ اور وہ دونوں صورتوں میں یعنی زید کی رضامندی کی صورت میں بھی نفع نہیں لے سکتا اور عدم رضامندی کے صورت میں بھی۔ یا فقط عدم رضامندی کی صورت میں نفع نہیں لے سکتا اور رضا کی صورت میں لے سکتا ہے۔ بینوا توجروا

اللہ ڈوایا مقام خاص ڈمروالا شمالی ڈاک خانہ خاص علی پور ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

عمرو نے جب زید کو اس شرط پر رقم دی کہ زید اس سے تجارت کرے گا اور منافع نصف و نصف تقسیم کریں گے تو اب جبکہ زید نے اس رقم کو اس معاملہ میں نہیں لگایا بلکہ اپنی ذاتی کاروبار میں خرچ کیے جیسا کہ جانبین اس بات کو تسلیم کرتے ہیں تو یہ رقم جس وقت سے زید نے اپنے ذاتی کاروبار میں خرچ کی اس وقت سے رقم زید کے ذمہ قرض ہو گئی۔ اب عمرو زید سے اپنا قرضہ وصول کر سکتا ہے لیکن اس کے لیے منافع بتراضی ہو یا بدون تراضی لینا جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جب شریک مال سے کوئی بھی چیز خریدی جائے وہ سب بھائیوں میں شریک ہو گی مفصل فتویٰ

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہم اپنے والد کے چار لڑکے مسمی مولوی گل محمد، مرزا گل، امام گل، امام الدین تھے۔ والد صاحب کی فوتیدگی کے بعد ترکہ (بھیڑ بکری گائے وغیرہ پر مشتمل تھا) سے بھیڑ بکری وغیرہ فروخت کر کے چکی لگوائی پھر اس کو فروخت کیا اس کے بعد چکی کی قیمت اور کچھ دوسرے جانور فروخت کر کے دوسری چکی خریدی۔ ہم میں سے بڑا اور تعلیم یافتہ چونکہ مولوی گل محمد صاحب تھے اس لیے ہم نے ان کو اپنا سرکردہ بنایا ہوا تھا اور اسی بنا پر ہم نے تمام سود و زیاں کا اس کو مالک بنایا ہوا تھا۔

اب قابل دریافت یہ بات ہے کہ یہ دوسری چکی ہم بھائیوں میں کیسے تقسیم ہو گی جبکہ بڑا بھائی گل محمد دعویٰ کرتا ہے کہ چکی میں نے اپنی مالیت سے والد صاحب کی وفات کے بعد اپنے لیے خریدی ہے۔

یہ بات یاد رہے کہ یہ چکی مشترکہ مالیت سے خریدی گئی ہے۔ کیونکہ ہم نے اب تک والد صاحب کا ترکہ تقسیم نہیں کیا۔ پہلی چکی ادھار پر فروخت کی گئی تھی۔ دوسری چکی خرید کرنے کے لیے کچھ بھیڑیں فروخت کی گئیں۔ جن کو ایک بھائی نے بھکر تک پہنچا دیا تھا اور آگے پھر مولوی گل محمد صاحب اور امام گل نے فروخت کی ہیں اور کچھ ایک بھائی مرزا گل کی ذاتی رقم بھی تھی اس مجموعہ سے دوسری چکی خریدی اور مولوی گل محمد صاحب نے دیگر تمام بھائیوں کے مشورہ سے

خریدی اور تقریباً ڈیڑھ سال تک ہم اس پر مشترکہ طور پر کام کرتے رہے۔ جبکہ تقسیم کا مطالبہ کیا تو بڑے بھائی کہنے لگے کہ یہ چکی میں نے اپنے لیے خریدی ہے اور باقی دوسرے بھائی کہتے ہیں کہ نہیں بلکہ چکی ہم تمام بھائیوں نے مشترکہ خریدی ہے۔ کیونکہ مشترکہ رقم سے خریدی گئی ہے۔ جواب سے مشرف فرمائیں۔

امام الدین تحصیل موسیٰ خیل ڈاک خانہ خاص ضلع لورالائی

﴿ج﴾

ترکہ تقسیم نہیں ہوا۔ بلکہ اسی مشترکہ ترکہ میں سب بھائیوں نے اپنی ہمت اور لیاقت و فراغت کے مطابق کام کیا۔ جس سے پہلی چکی اور ۱۲۰۰۰ روپے کی چکی خریدی گئی۔ یہ شرکت ملک تھی۔ جیسا کہ علامہ شامی وغیرہ رحمہم اللہ نے تحریر کیا ہے۔ **یقع کثیرا من الفلاحین ونحوهم ان احدهم یموت فتقوم اولاده علی ترکته بلا قسمة ویعملون فیها من حرث وزارعة وبیع وشراء واستدانة ونحو ذلک وتارة یکون کبیرهم هو الذی یتولی مهماتهم ویعملون عنده بامره کل ذلک علی وجه الاطلاق والتفویض لکن بلا تصریح بلفظ المفاوضة (الی ان قال) فاذا کان سعیهم واحدا ولم یتمیزما حصله کل واحد منهم بعمله یکون ما جمعوه مشترکاً بینهم بالسویة وان اختلفوا فی العمل والرأی کثرة وصوابا کما افتی به فی الخیریة** اھ ص ۳۰۷ ج ۴ اور شرکت ملک میں زیادتی و منافع بھی راس المال (اثمان مشترکہ) میں تناسب اشتراک کے مطابق مملوک ہوتے ہیں۔ **کما فی کتاب الشرکة۔**

نیز مندرجہ حوالہ میں بھی مصرح ہے کہ جیسے اصل ترکہ مشترک ہوگا ایسے ہی اس سے حاصل ہونے والی آمدنی بھی مشترک ہوگی۔ اس صورت مسئولہ میں حسب بیان سائل چونکہ یہ مشین ترکہ کی مشترکہ آمدنی سے خریدی گئی ہے لہٰذا یہ بھی تمام وارثوں میں مشترک ہوگی۔ مولوی گل محمد صاحب کی ملکیت خاص کا دعویٰ خلاف ظاہر ہے۔ جب تک مولوی صاحب موصوف بذریعہ شہادت یہ ثابت کر دیں کہ یہ مشین میں نے اپنی رقم سے خاص اپنے لیے خریدی تھی۔ ان کا دعویٰ مسموع نہیں ہوگا عرف اور قرائن واقعہ سب ان کے دعویٰ کو رد کرتے ہیں۔ ردالمحتار کی سابقہ عبارت اس کی کافی دلیل ہے۔ اس میں تصریح ہے کہ جب تک کسی شریک کی خاص آمدنی سے حاصل کردہ چیز متمیز متعین نہ ہو سب اشیاء مشترک تصور کی جائے گی۔ ظاہر ہے کہ متنازعہ فیہ مشین ایسی چیز نہیں۔ جس کے بارے میں دونوں فریقوں کو مسلم ہو کہ یہ ایک فریق کی آمدنی خاص سے خریدی گئی ہے۔ پس بصورت نزاع جو فریق اس طریقے سے تحصیل اور اپنی ملکیت خاص کا مدعی ہے بار اثبات اس کے ذمہ ہوگا ورنہ اصل کے مطابق اشتراک ثابت رہے گا۔

بڑا بھائی مولوی گل محمد دوسرے بھائیوں کی جانب سے خریداری مشین میں وکیل ہے جیسا کہ مشورہ کرنے اور پھر خریداری کے لیے بھیجنے سے ظاہر ہے اور وکیل و موکل میں مشتریٰ کے بارے میں اگر نزاع ہو جائے تو بصورت تکاذب

''تحکیم نقد'' پر عمل کیا جاتا ہے۔ یعنی اگر ادائیگی ثمن مؤکل کے مال سے ہوئی ہے تو چیز موکل کی ہوگی ورنہ وکیل کی۔ نقد موکل کی طرف اضافت عقد بھی ضروری نہیں۔ کما فی الهداية وان اضافه الی دراهم مطلقة فان نواها للامر فهو للامر وان نواها لنفسه ...... وان تكاذبا فی النية يحكم النقد بالاجماع لانه دلالة ظاهرة علی ما ذكرناه ص ۱۸۳ ج ۳۔

پس صورت مسئولہ میں جب رقم مشترکہ ادا کی گئی ہے اور دوسرے بھائی اس کی نیت اور ملکیت خاص کا انکار کرتے ہیں تو یہ مشین مشترکہ تصور کی جائے گی۔ الا یہ کہ مولوی صاحب موصوف خریداری اور رقم کا اپنی ذاتی ملکیت ہونا ثابت کر دیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ خیر المدارس ملتان
الجواب صحیح خیر محمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح شمس الحق غفرلہ کڑی شموزی
الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفرلہ
الجواب صحیح دولت خان عفا اللہ عنہ ساکن بازار موسیٰ خیل
۱۷ شعبان ۱۳۸۵ھ

جب تمام مال مشترک ہے اور تقسیم بھائیوں کی نہیں ہوئی تو مشین میں مولوی گل محمد کا دعویٰ تخصیص غیر ظاہر ہے۔
والجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۲ شعبان ۱۳۸۵ھ
الجواب صحیح سید عبدالرحمٰن صدر مدرس مدرسہ تعلیم القرآن بلندری آزاد کشمیر
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ خانقاہ یٰسین زئی پنیالہ
اصاب من اجاب عبدالسلام خطیب جامع مسجد کلاں ڈیرہ اسماعیل خان

جب مال کی تقسیم نہیں ہوئی ہے تو جمیع مال تمام وارثوں میں مشترک ہوگا۔ مولوی گل محمد کا کچھ مال میں خصوصی ملکیت کا دعویٰ کرنا جائز نہیں ورنہ بصورت دعویٰ تخصیص ثبوت مولوی گل محمد کے ذمہ ہے نہ کہ دوسرے بھائیوں کے ذمہ۔
الجواب صحیح محمد انور شاہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳۰ جمادی الاخری ۱۳۸۹ھ

جب تمام بھائیوں کا حساب کتاب الگ ہو تو ایک بھائی کی خریدی ہوئی دکان مشترک نہیں ہوسکتی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہم چار بھائی ہیں۔ جناب والد صاحب نے ہندوؤں کے زمانے سے ایک دکان کرایہ پر لے رکھی تھی۔ اس دکان کو خریدنے کے لیے جناب والد صاحب نے اپنے چار لڑکوں کو بلا کر کہا کہ تم میں سے کوئی دکان خرید کرنا چاہے صلاح کر کے مجھے بتلاؤ۔ لہٰذا والد صاحب نے پہلے دو لڑکوں سے پوچھا کہ دکان کے

متعلق تمہارا کیا ارادہ ہے تو ان دونوں نے والد صاحب کو صاف جواب دیا کہ ہمارے پاس رقم نہیں ہے ہم دکان نہیں لیتے۔ اب جو سب سے بڑا لڑکا ہے والد صاحب نے اس سے دریافت کیا کہ تم دکان کے متعلق کیا کرنا چاہتے ہو تو اس نے جواب دیا کہ میں نے پہلے ایک دکان خریدی ہے۔ میں یہ دکان نہیں لیتا۔ اب مجھے کہا کہ تم کیا کرتے ہو میں نے کہا کہ جب یہ بھائی نہیں لیتے تو پھر میں خرید لوں گا۔ تمام بھائیوں کے انکار کے بعد میں نے اقرار کیا اور رقم بھی دکان کی میں نے اپنی ذاتی طور سے ادا کی۔ جو رقم نیشنل بنک ملتان سیٹلمنٹ کے ذریعہ داخل ہوگئی ہے۔ اب وہ انکاری بھائی کہتے ہیں کہ دکان ہم لیں گے۔ نہ ان کا پیسہ نہ ان کا وعدہ۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ جبکہ رقم میں نے اپنی ذاتی طور سے دی ہے۔ اس کے متعلق فتویٰ شریعت کے مطابق مفصل بتائیں کہ کس کا حق ہونا چاہیے۔

حافظ اللہ وسایا صاحب شجاع آباد

﴿ج﴾

اگر چاروں بھائیوں کا لین دین حساب و کتاب علیحدہ علیحدہ ہے آپس میں شرکت نہیں تو پھر جس بھائی نے اس دکان کو خریدا ہے یہ اس کی ملکیت ہے دوسرے بھائی اس میں شریک نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۵ محرم ۱۳۸۹ھ

رب المال کا مضارب کے ساتھ ۵۰ روپے طے کرنا جائز نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مثلاً زید فرنیچر کا کاروبار کرنے کے لیے بکر سے ہزار روپیہ لیتا ہے اور کہتا ہے کہ اس کاروبار میں یقیناً نقصان نہیں ہوتا نفع ہی نفع ہوتا ہے اور اوسط نفع ماہانہ ہزار روپیہ میں تقریباً ایک سو روپیہ ہوتا ہے۔ زید اس واسطہ کا نصف پچاس روپیہ ماہانہ بکر کو دینے کا فیصلہ کرتا ہے تاکہ اس (زید) کو حساب و کتاب نہ کرنا پڑے۔ آیا اس طرح کاروبار کرنا درست ہے یا نہیں۔ بصورت دیگر برائے مہربانی کوئی ایسی تجویز فرمادیں جو شرعاً جائز ہو اور زید کو حساب کتاب بھی نہ رکھنا پڑے اور بکر کو رقم کا نفع بھی ملتا رہے۔ عین نوازش ہوگی۔

عبدالقادر غفرلہ معرفت قاری محمد صدیق رحمانیہ مسجد ٹاؤن ہال رحیم یار خان

﴿ج﴾

یہ صورت مضاربت کی ہے اور فریقین مضاربت میں سے ہر ایک کا حصہ معین اور شائع ہونا ضروری ہے۔ مثلاً نصف، ثلث وغیرہ کچھ خاص رقم مثلاً پچاس روپیہ مقرر کرنا جائز نہیں۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں یہ کاروبار درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۴ محرم ۱۳۹۲ھ

آڑھتی کو مضاربت پر رقم دینا جائز نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید آڑھت یعنی کمیشن کا کاروبار کرتا ہے جو ایک آنہ فی روپیہ لی جاتی ہے۔ زید سے کہتا ہے کہ میرے پاس روپیہ کم ہے تم روپیہ کی امداد کرو تو نصف آڑھت تم کو دوں گا۔ اس شرط پر بکر زید کو روپیہ دے دیتا ہے اور نصف آڑھت یعنی کمیشن لے لیتا ہے۔ ایسی صورت میں بکر کا نصف آڑھت لینا از روئے شرع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم جائز ہے یا سود کے تحت آ جاتا ہے۔

﴿ج﴾

آڑھت کا کاروبار اگر چہ جائز ہے لیکن جس شخص سے آڑھتی نے رقم لی ہے اس نے فی الحقیقت یہ رقم مضاربت پر دی ہے۔ مضاربت میں اس رقم سے کوئی چیز خریدی جاتی ہے اور اس کو بیچ کر اس کے نفع کو تقسیم کیا جاتا ہے۔ بظاہر آڑھتی اس رقم سے کوئی مال نہیں خریدتا بلکہ وہ تو دوسروں کا مال رکھ کر دلال کی حیثیت سے فروخت کرتا ہے اور اس کا کمیشن لیتا ہے اس لیے یہ مضاربت جائز نہیں اور نہ رقم دینے والے شخص کو اپنی رقم کے علاوہ کچھ لینے کی اجازت ہے۔ البتہ اگر آڑھتی اس رقم سے کوئی چیز خود خرید کر فروخت کرتا ہے تو اس کے نفع میں رقم دینے والا شخص شریک ہوسکتا ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۴ صفر ۱۳۸۵ھ

والد صاحب کی زندگی میں بڑے بھائیوں نے جب مکان خریدا تو اس میں چھوٹے بھائی شریک نہیں ہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) ہمارے والد صاحب بقید حیات تھے۔ اس وقت ہم والد صاحب کے ساتھ عرصہ ۲۵ سال سے کاروبار کرتے رہے تھے۔ اپنی شادیوں کے بعد بھی والد صاحب کے ساتھ ان کے احترام ہمدردی کاروبار میں شریک رہ کر علیحدگی کو اختیار نہ کیا۔ ان کی زندگی میں بخوشی مکان نمبر ۱۸۸۱۔ اور ۱۸۸۵ ہم نے خرید کیے۔ ایک مکان ۱۸۸۱ بنام رحیم بخش اور ۱۸۸۵ بنام احمد بخش جو باضابطہ رجسٹری بیعنامہ علیحدہ علیحدہ موجود ہیں۔ قبلہ والد صاحب نے کوئی اعتراض نہ کیا۔ یہ دو عدد بیعنامے پڑھ کر اس سوال کا جواب تحریر فرما دیں۔ تقریباً دو سال کے بعد والد صاحب بقضائے الٰہی فوت ہو گئے۔ ان دو جائیداد میں باقی چھ بھائی مطالبہ کرتے ہیں کیا ان کا حق بنتا ہے۔

(۲) والد صاحب کی زندگی میں عرصہ ۲۵ سال اور والد صاحب کے انتقال کے بعد عرصہ ۲۰ سال ہم نے تمام کاروبار کیا۔ ہم ان سے تنخواہ لینے کے حقدار ہیں۔

(۳) محترمہ والدہ صاحبہ ۱/۸ حصہ جو والد صاحب کی جائیداد سے حق وراثت ملتا ہے دو چھوٹے لڑکے والدہ صاحبہ کو مجبور کر کے وہی حصہ خود لینے پر مجبور کرتے ہیں۔ اس مجبوری کے پیش نظر والدہ صاحبہ دینے کا خیال کرتی ہے۔ باقی چھ لڑکوں کو اپنے حصہ سے محروم یہ دو لڑکے کرانا چاہتے ہیں۔ لہٰذا والدہ صاحبہ کو اس بارے میں کیا کرنا چاہیے۔ آیا سب اپنے لڑکوں میں برابر تقسیم کر دیں یا ان دو چھوٹے لڑکوں کو دے دیں۔

حاجی احمد بخش، رحیم بخش پسران شیخ پیر بخش بیرون دہلی گیٹ ملتان

﴿ج﴾

(۱) صورت مسئولہ میں برتقدیر صحت واقعہ ان دونوں بیع نامہ کو دیکھنے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ یہ دونوں مکان خریدنے والوں کی ملکیت ہے۔ دوسرے بھائیوں کا اس میں کوئی حصہ نہیں بنتا۔ مکان ۱۸۸۱ صرف رحیم بخش کا ہے اور مکان ۱۸۸۵ صرف احمد بخش کا ہے۔

(۲) نہیں۔

(۳) اگر والدہ صاحبہ دوسرے لڑکوں کے اصرار کے لیے ایسا کرے گی تو گنہگار ہوگی اس کے لیے ضروری ہے اگر اپنی زندگی میں اپنا حصہ تقسیم کرنا چاہتی ہے تو کسی کو محروم نہ کرے۔ معمولی طور پر کمی بیشی کرنے کی گنجائش ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اپنا ویزہ دوسرے پر اس شرط سے فروخت کرنا کہ سعودی عرب پہنچنے کے بعد واپس کرنا ہوگا

کیا باپ کی زندگی میں بیٹا اُس کی اجازت کے بغیر قربانی کر سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) ایک آدمی عربستان کا ایک ویزہ لایا یعنی حکومت نے اجازت کے طور پر ایک ٹکٹ دے دیا پھر اس آدمی نے دوسرے کو دس ہزار یا پندرہ ہزار روپے پر بیچ دیا یعنی فروخت کیا اور کہا کہ جب پہنچ جائے تو یہ ٹکٹ واپس کرنا ہوگا تو اس کی بیع جائز ہے یا نہیں۔

(۲) ایک آدمی کے چار یا پانچ بیٹے ہیں۔ تجارت کرتا ہے یعنی وکیل ہے لیکن باپ بھی زندہ ہے تو باپ کی اجازت کے بغیر یہ بیٹا عید کی قربانی کر سکتا ہے یا نہیں یعنی اس پہلے پر عید کی قربانی واجب ہے یا نہیں مالدار بھی ہے۔

معین الدین وزیر متعلم مدرسہ ہذا

﴿ج﴾

(۱) شرعاً یہ بیع جائز نہیں۔

(۲) اگر ان میں سے کوئی اپنے والد سے علیحدہ نہیں ہوا بلکہ والد کے ساتھ تجارت کرتے ہیں تو پھر یہ کل جائیداد والد کی تصور ہوئی اور صرف والد پر ایک قربانی واجب ہوگی۔ بشرطیکہ اولاد کے پاس مذکورہ جائیداد کے علاوہ جو مال بقدر نصاب موجود نہ ہو۔ لہٰذا والد کی اجازت کے بغیر والد صاحب کی طرف سے قربانی کرنا درست نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۵ ذی الحجہ ۱۳۹۸ھ

مضاربت کی ایک پیچیدہ صورت کی وضاحت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے مبلغ ایک ہزار روپیہ مضاربت کے لیے نصف منافع پر عمرو کو دیا۔ بایں شرط کہ گندم میں سلم کرو۔ عمرو نے گندم کی فی من سلم کی ۷/۹ روپیہ کے نرخ پر۔ اس رقم کی گندم تقریباً ایک صد من و پنجاہ من ہوئی تھی۔ بعد کو عمرو نے گندم وصول کردہ میں سے ۶۵ من ان کو دے دی کہ اس سے اصل نکال کر منافع آپ کا ہوگا۔ زید نے اس کو ۱۵/۱۴ روپیہ کے نرخ پر فروخت کر کے منافع وصول کر لیا اور راس کے بدلہ میں عمر بھی ۶۵ من جو کہ بکر کے پاس ہے وہ لے لے گا۔ اس سے اصل رب المال کا ہوگا اور منافع عمرو کو ہوگا۔ وہ ۶۵ میں سے ۲۵ من وصول ہوئے ہیں۔ باقی بکر دیتا نہیں۔ آخری بات یہ کہتا ہے کہ اگر اصل قیمت واپس کریں۔ تو بہتر ورنہ میں کچھ نہیں دیتا اور تمام گندم سے باقی ۲۰ من جو رہ گئے ہیں وہ رضائے رب المال و مضارب سے اصل قیمت کے لحاظ سے وصول کیے گئے ہیں۔ اب رب المال کہتا ہے کہ چالیس من غیر وصول شدہ سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اصل دینا ہے اس کا منافع آپ کے لیے شمار کیا جائے گا۔ اس وقت رب المال و مضارب کے درمیان کشمکش ہو رہی ہے تو اس صورت مسئولہ بالا میں خسارہ کس پر عائد ہوگا۔ زید کہتا ہے کہ عمرو پر ہونا چاہیے۔ اب فرماؤ کہ رب المال پر خسارہ ہوگا یا مضارب پر یا ہر دونوں پر۔ بینوا توجروا

المستفتی مولوی محمود بلوچ سکنہ شاہوری تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان

﴿ج﴾

عمرو مضارب کے ذمہ واجب ہے کہ وہ بکر سے مطالبہ کرتا رہے اور مروج طریقہ سے اسے مجبور کرے کہ وہ اسے گندم ادا کر دے۔ تمام کی تمام گندم وصول ہو جانے کے بعد عمرو ہی اس گندم کو فروخت کرے گا۔ اگر زید نے ۶۵ من غلہ اس کی اجازت سے فروخت کر دیا تو یہ بھی گویا عمرو نے فروخت کیا اور ۶۵ من بھی عمرو فروخت کرے گا۔ یہ ۹۰ من کل غلہ وصول شدہ کے بدلہ میں جو رقم وصول ہوئی ہے اس میں سے اصل پہلے زید لے گا۔ اگر بچ جاتا ہے تو وہ زید و عمرو دونوں پر مساوی تقسیم ہوگا۔ بعد میں ۴۰ من کے وصول ہونے پر اس کو بھی تقسیم مساوی طور پر کیا جائے گا۔ اب اگر ۶۵

من کی رقم سے زید کو اصل مل گئی ہے تو فبہا۔ نہیں ملی تو ۶۵ من سے پہلے اصل رقم پوری کرے۔ بقایا کو مساوی تقسیم کریں۔ غیر موصول شدہ کو وصول کے بعد تقسیم کر لیں اس صورت کے سوا سب مطالبہ جات غیر صحیح ہیں۔ غیر موصول شدہ اگر وصول نہ ہو تو رب المال بھی مطالبہ نہیں کر سکتا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۱ ذوالقعدہ ۱۳۷۷ھ

اگر زمین مشترک سرمایہ سے خریدی گئی لیکن بیع نامہ بڑے بھائی کے نام ہے تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہم سب بھائیوں نے باہمی مشورہ سے سرکاری سوسائٹی سکیم کے تحت بالاقساط زمین خرید لی اور مشترکہ طور پر تمام اقساط ادا کیے لیکن بیع نامہ بڑے بھائی کے نام لکھا گیا تو کیا اس صورت میں صرف بڑا بھائی اس زمین کا مالک ہوگا یا تمام بھائی اس میں شریک ہوں گے۔

صدر الدین ولد یار تحصیل لودھراں ضلع ملتان

﴿ج﴾

اگر یہ بات درست ہے کہ اس زمین کی قیمت تمام بھائیوں نے مشترکہ طور پر ادا کی ہے۔ سرکاری سوسائٹی سکیم سے خریداری میں مشترک ہوگی۔ صرف ایک بھائی مالک تصور نہ ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲ محرم الحرام ۱۳۹۸ھ

جب ایک بھائی نے اپنا حصہ گواہوں کی موجودگی میں دوسرے پر فروخت کر دیا ہے تو بیع تام ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ عبدالخالق اور احمد خان دو بھائی ہیں۔ انہوں نے مل کر ایک زمین خریدی ہے۔ کچھ مدت گزرنے کے بعد احمد خان نے اپنی زمین کا حصہ عبدالخالق کے ہاتھ فروخت کر لیا ہے۔ گواہوں کی موجودگی میں تحریر لکھ دی ہے۔ تقریباً دو سال گزرنے کے بعد احمد خان نے ایک دن عبدالخالق کو کہا کہ آپ کے پاس زمین زائد ہے۔ آپ مجھے قیمتاً پانچ مرلے دے دیں۔ عبدالخالق نے کہا کہ میں آپ کو پانچ مرلے زمین دوں گا۔ مگر جنوبی جانب سے احمد خان نے کہا کہ نہیں مجھے مشرقی جانب سے دیں۔ اس پر اختلاف ہو گیا اب احمد خان عبدالخالق کو کہتا ہے کہ آپ کو زمین نہیں دیتا۔ عبدالخالق کہتا ہے کہ زمین میری ہے تقریباً دو سال پہلے خرید چکا ہوں تحریر موجود ہے گواہ موجود ہیں۔ قیمت ادا کر چکا ہوں۔ احمد خان کہتا ہے کہ زمین اب میں نہیں دوں گا۔ کیا از روئے شریعت یہ زمین عبدالخالق کو ملے گی جو زمین کا خریدار ہے یا واپس احمد خان کو ملے گی۔

عبدالخالق

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں برتقدیر صحت واقعہ عبدالخالق اور احمد خان کے مابین بیع تام ہوگئی ہے۔ لہٰذا یہ زمین عبدالخالق کی ہوگئی ہے۔ اس لیے احمد خان کا یہ کہنا کہ اب میں زمین نہیں دوں گا۔ غلط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر ایک بھائی نے مشترکہ زمین فروخت کردی تو بیع دوسرے بھائی کی رضامندی پر موقوف ہے

﴿س﴾

اب ج تینوں بھائی ہیں اور تینوں کی زمین مشترکہ ہے۔ اب ان میں سے کوئی ایک ساری زمین فروخت کردیتا ہے۔ کیا شرعاً یہ بیع دوسرے دو بھائیوں کے بارہ میں نافذ ہوگی۔ بشرطیکہ بائع کے پاس کوئی مختیارنامہ یا اجازت نامہ نہ ہو۔

﴿ج﴾

بقیہ دو بھائیوں کے حصہ کی بیع ان کی اجازت پر موقوف ہے۔ اگر انہوں نے اجازت دی تو بیع تام ہوجائے گی۔ اگر انکار کردیا تو بیع ختم ہوجائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۰ صفر ۱۳۹۱ھ

جب زمین کی قیمت کی ادائیگی کے وقت دونوں بھائیوں کو شامل کرلیا تو اب زمین مشترکہ ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ادائیگی اقساد کی رقم نہ ہونے کی بنا پر نیک محمد نے اپنے دو حقیقی برادران محمد حیات، نصرت محمد کو پنچائیت و برادری کے روبرو زبانی طور پر حصہ دار شامل کرلیا اور اب ہر سہ نے اپنے اپنے حصہ کی رقم اقساد کی اب چونکہ قانونی طور پر رقبہ مذکورہ صرف نیک محمد کے نام منتقل ہونا تھا اب نیک محمد رقبہ اپنے نام منتقل کروا کر باقی دو برادران کے نام منتقل کرنے پر اعلانیہ منحرف ہو چکا ہے۔ حالانکہ زبانی طور پر ہر دو برادران کا حصہ ہونے کا زبانی ثبوت گواہان موجود ہیں۔

(۱) کیا شرع محمدی کے نزدیک نیک محمد رقبہ بالا سے اس کے دو برادران محمد حیات اور نصرت محمد حصہ دار بن سکتے ہیں یا نہیں۔

(۲) چونکہ اب محمد حیات فوت ہو چکا ہے اس میں سہ دختران و دو پسران شامل ہیں۔ شرعاً ان کا کتنا حصہ ہے۔

حافظ سلطان ولد محمد حیات تحصیل خانیوال

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال یعنی اگر واقعی اس شخص نے اپنے دونوں بھائیوں کو زمین میں زبانی طور پر دونوں کو شریک ٹھہرایا

اور ہر ایک نے اپنے حصے کے اقساط بھی ادا کر دیے تو اب شرعاً ان کے لیے منحرف ہونا جائز نہیں ہے۔ بلکہ اس پر لازم ہے کہ حسب معاہدہ بھائی کو زمین کا حصہ دے دے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر رب المال نے مضارب کو کپڑے کی تجارت کا پابند کیا ہو تو تیل کی تجارت کے نقصان کا وہ ذمہ دار نہ ہوگا، اگر راس المال میں ہی نقصان ہو جائے وہ رب المال کا ہوگا نہ کہ مضارب کا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مثلاً

(۱) شبیر نے رشید سے جھانسہ کے طور پر کہا کہ ا؍۲ روپیہ فی گز اور دو روپیہ فی گز کی تجارت میں عظیم نفع ہے۔ تو اپنے والد صاحب سے کچھ رقم دلوا دے تو والد رشید مذکور نے شبیر مذکور کے پاس بذریعہ اپنے دوسرے بیٹے کے دو ہزار روپے بھیج دیے۔ پھر شبیر مذکور کے شدید اصرار پر کہ اور روپیہ بھی دے تو تھوڑے عرصہ کے بعد والد رشید مذکور نے سات ہزار روپیہ اور بھی شبیر کے خود حوالے کر دیا تا کہ تجارت مذکورہ میں صرف ہوتا رہے۔ یہ روپیہ بطور مضاربت علی الثلث کے دیا گیا کہ والد رشید مذکور نے کہا کہ میں اپنے روپیہ نو ہزار کے حصہ کے مطابق نفع و نقصان میں شریک ہوں گا اور کہا کہ چونکہ میں اس کام میں شریک نہیں ہو سکتا اس لیے میرا حصہ نفع و نقصان میں تمہارے روپیہ کے اعتبار سے نواں حصہ ہی ہوگا۔ کیونکہ تم دو (شبیر مذکور و شخصے دیگر) کی رقم بھی ہے۔ یعنی بقول شبیر مذکور اور کام بھی کرتے ہو ہاں اگر تم دونوں دو حصوں سے زائد روپیہ لگاؤ تو پھر میرا حصہ نفع و نقصان میں اور بھی کم ہوتا جائے گا۔ کپڑے مذکور کی تجارت مذکورہ چلتی رہی۔ شبیر مذکور (مہتمم تجارت مذکورہ) نے کسی قسم کا نقصان نہیں بتلایا پھر والد رشید نے شبیر مذکور سے جب حساب طلب کیا تو کافی عرصہ تو ٹالتا رہا۔ بعد میں بات یوں بنائی کہ او ہو میں نے تو تیل (ڈیزل) کی تجارت میں والد رشید اور اپنا روپیہ کل ۴۵ ہزار روپیہ صرف کیا تو بوجہ ٹینکی کے پھٹنے کے نو ہزار چھ سو روپیہ کا نقصان آ گیا۔ جس میں تیسرا حصہ نقصان کا تین ہزار دو سو روپیہ ہے تو والد رشید مذکور نے کہا کہ میں نے جو مضاربت مذکورہ کے اعتبار سے تجھے روپیہ دیا تھا وہ صرف کپڑے کی تجارت مذکورہ کے لیے ہی دیا تھا۔ میں تیل کے نفع نقصان میں کیسے شریک ہو سکتا ہوں تو شبیر نے کہا کہ اچھا میں تجھ سے تیل کے معاملہ کا نقصان نہیں لوں گا۔ تسلی کرو روپیہ مکمل عنقریب واپس کر دوں گا۔

تو شبیر مذکور کی تسلی سے یہ بات واضح نہ ہوگئی کہ فی الواقع والد رشید مذکور تیل کے معاملہ میں شریک نہیں ہے۔ ورنہ شبیر مذکور اُسے کیسے تسلی دیتا۔ اب شبیر مذکور تیل کے نقصان کے معاملہ میں طالب ہو گیا ہے۔ تو بشیر مذکور کا یہ مطالبہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔

(۲) زید نے کچھ روپیہ مضاربت علی الثلث کے اعتبار سے عمرو کو دے دیا عمرو نے باجازت زید بکر کو بھی شریک کر لیا۔ کچھ دنوں کے بعد عمرو سے جب زید نے حساب طلب کیا تو عمرو نے نقصان بتلایا کہ نفع تو نہیں ہے نقصان ہے۔

مضاربت کو ختم کر کے اپنا بقیہ حصہ باقی مال میں سے مثلاً لے لو یا ہمارے ساتھ مل کر تجارت کر کے اصل روپیہ راس المال کو پورا کر کے پھر تقسیم کر لیا جائے تو زید نے کہا میں رب المال ہوں اور تم مضارب ہو تو میں قبل از تکمیل رأس المال بقایا مال کو تقسیم کر کے راس المال سے کم روپیہ لوں گا اور نہ تجارت کروں گا۔ تم خود تجارت کر کے رأس المال کو پورا کرو۔ اسی افراتفری میں ڈیڑھ سال گزر چکا ہے کہ عمرو وغیرہ تجارت کر کے رأس المال کو پورا نہیں کرتے بلکہ اسی طرح ضد پر اڑے ہوئے ہیں۔ تو زید کی بات شرعاً درست ہے یا عمرو کی۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

(۱) بشرط صحت سوال والد رشید نے اگر صرف کپڑے کی تجارت کے لیے شبیر کو مضاربت پر رقم دی ہے تو اگر شبیر نے اس مالک کی مخالفت کی اور یہ رقم کسی اور تجارت میں لگائی تو شبیر غاصب شمار ہوگا اور تمام نقصان اس کے ذمہ ہوگا اور جتنی رقم وہ والد رشید سے لے چکا ہے تمام کی ادائیگی اس کے ذمہ واجب ہے۔ **كما في المجلة (مادة ۱۴۲۱) اذا خرج المضارب ميں ماذونيته وخالف الشرط يكون غاصبا وفي هذه الحال يعود الربح والخسار في اخذه واعطائه عليه واذا تلف مال المضاربة يكون ضاماً۔**

(۲) اگر واقعی تجارت میں خسارہ ہوا ہے تو یہ خسارہ رب المال یعنی زید کا ہوا جبکہ مضاربت صحیح ہو۔ **على كل حال يكون الضرر والخسار عائداً على رب المال واذاشرط كو نه مشتركاً بينه وبين المضارب فلا يعتبر ذلك الشرط** (المجلہ مادہ ۱۴۲۸) عمر پر آئندہ کے لیے تجارت جاری رکھنا اور خسارہ پورا کرنا لازم نہیں۔ زید پر لازم ہے کہ وہ رقم واپس لے لے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۴ محرم ۱۳۹۶ھ
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۱۵ محرم ۱۳۹۶ھ

اگر بھائی شریک ہوں لیکن ایک بھائی نے خالصۃً اپنی کمائی سے جائیداد خریدی ہو تو وہ مشترک نہ ہوگی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی مثلاً زید ہے جس کے چند بیٹے ہیں۔ ان میں سے ایک مثلاً بکر مشترکہ جائیداد ناکافی ہونے کی بنا پر بیرونی نوکری وغیرہ کر کے اپنے والدین کو مع جملہ اہل خانہ بھائیوں وغیرہ کو ضروری نفقہ کپڑے وغیرہ دے دیتا ہے اور باوجود اس کے اپنی خصوصی کمائی سے اپنے لیے کچھ جائیداد بھی خرید رکھی ہے۔ اب کیا باپ اصل جائیداد کے ساتھ اپنے اس بیٹے کی زرخرید جائیداد جو کہ خاص اپنی کمائی سے خرید رکھی سب بیٹوں میں تقسیم کر سکتا ہے۔ اگر اپنی زندگی میں تقسیم کرنے کے بعد مر گیا اب یہ آدمی اپنی خصوصی جائیداد کا اپنے بھائیوں سے دعویٰ کر کے براہ شریعت لے سکتا ہے کہ نہیں۔ بینوا توجروا

مستفتی عبداللہ

﴿ج﴾

جو جائیداد اس ایک بھائی نے اپنی مخصوص کمائی سے خرید رکھی ہے وہ جائیداد اس ایک کی ہی ملکیت متصور ہوگی۔ اس کا باپ نہ تو اپنی زندگی میں اس مخصوص جائیداد کو اس مالک بیٹے کی رضامندی کے بغیر اپنے تمام بیٹوں میں تقسیم کر سکتا ہے اور نہ باپ کی فوتیدگی کے بعد یہ مخصوص جائیداد تمام بیٹوں پر تقسیم ہوگی۔ ہاں اگر مشترکہ کمائی سے اس جائیداد کو خرید اجا چکا ہے تو یہ جائیداد مشترکہ شمار ہوگی اور سب کمانے والوں میں بحصہ برابر تقسیم ہوگی۔ **كما قال في الشامية ص ۳۲۵ ج ۴ (تنبيه) يوخذ من هذا ما افتى به في الخيرية في زوج امرأة وابنها اجتمعا في دار واحدة واخذ كل منهما يكتسب علے حدة ويجمعان كسبهما ولا يعلم التفاوت ولا التساوى ولا التمييز فاجاب بانه بينهما سوية وكذا لو اجتمع اخوة يعملون في تركة ابيهم ونما المال فهو بينهم سوية ولو اختلفوا في العمل والرأى اه وقد منا ان هذا ليس شركة مفاوضة مالم يصرحا بلفظها وبمقتضياتها مع استيفاء شروطها ثم هذا في غير الابن مع ابيه لما في القنية الاب وابنه يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما شئ فالكسب كله للاب ان كان الا بن في عياله لكونه معيناً له** الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۱ جمادی الاولی ۱۳۸۶ھ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر بھائی نے نابالغ بھائی کا مشترک مال خرچ کیا ہو اور نابالغ بھائی نے بعد بلوغ کے مطالبہ نہ کیا ہو تو حق ساقط ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید فوت ہو گیا۔ دو بیٹے چھوڑ گیا خالد اور زاہد۔ خالد بالغ اور زاہد نابالغ۔ باپ کا میراث معمولی تھا۔ لہٰذا دونوں بھائی آپس میں کھیتی باڑی کرتے رہے۔ خالد نے اپنی ہمشیرہ کا بکر سے نکاح کیا۔ بقضاء الٰہی بکر کی لڑکی فوت ہوگئی۔ پھر خالد نے چھ سو روپے لے کر دوسری جگہ شادی کر لی۔ جبکہ زاہد نابالغ تھا اور زاہد نے بھی اپنی ہمشیرہ کے بدلے نکاح کیا اور زاہد کہتا ہے کہ جو چھ سو روپے تم نے دے کر شادی کی تھی وہ روپے مشترک تھے نصف میرا حق ہے۔ خالد کہتا ہے کہ تم چھوٹے تھے سب کاروبار ہم کرتے تھے وہ ہمارا حق ہے۔ زاہد کہتا ہے تم بالغ تھے ہم نابالغ کام دونوں کرتے تھے۔ ہم اپنی قدر کا کام کرتے تھے تم اپنے قدر کا۔ پھر بھی تھے مشترک۔ ان کا جو شرعی فیصلہ ہو تحریر فرمادیں۔

عبدالکریم

﴿ج﴾

خالد نے جب مال مشترک سے چھ سو روپے لے کر اپنی منکوحہ کا مہر وغیرہ اخراجات میں صرف کیا اور زاہد نابالغ تھا بالغ ہونے کے وقت اگر وہ راضی بھی ہو اس کی رضا کا اعتبار نہیں اور بعد بلوغ کے تو وہ مطالبہ کرتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ راضی نہیں اس لیے اس کا حق سالم اس کو ملنا ضروری ہے۔

اگر زاہد نے بعد بلوغ کے اپنی رضا کا اظہار کیا اور بھائی کو بری الذمہ قرار دیا ہو تو اب اس کا دعویٰ صحیح نہیں ہے۔ پہلی رضا سے اس کا حق ساقط ہو گیا اب رجوع نہیں کر سکتا۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر کسی نے مضاربت پر اپنا مال دیا ہو تو خواہ مخواہ اس کو سود کہنا جائز نہیں ہے

﴿س﴾

کیا ارشاد فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان اسلام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے کسی کو رقم بطور مضاربت دی ہے جو کہ شرع میں ایک جائز عقد ہے اور یہ بھی تصریح کر لی کہ نفع میں ہم دونوں شریک ہوں گے۔ کیا یہ سود ہے اور ناجائز ہے یا جائز۔ اگر ناجائز ہے تو اگر اس ناجائز کا کرنے والا کوئی امام ہو تو اس کے پیچھے نماز کیسی ہے۔ باوجودیکہ رب المال اس چیز کا اقرار بھی کرتا ہے کہ میں نے بطور مضاربت دیئے ہیں۔ دے کر اس امر کا بھی اقرار کرتا ہے کہ جبکہ رقم لینے والا بعد میں حصہ دینے کی بنا پر اس کو کہے کہ میں نے سود پر لیے نہیں تو رب المال نفع لینے سے انکار بھی کرتا ہے نیز یہ بھی ارشاد فرمائیں کہ اس کو سود کہنے والوں کا کیا حکم ہے۔

مولوی عبداللطیف امام مسجد ڈسٹرکٹ جیل ملتان

﴿ج﴾

مضاربت اسے کہتے ہیں کہ ایک شخص دوسرے کو روپیہ دے تاکہ وہ تجارت کرے اور جو نفع ہو وہ باہم رب المال اور مضارب تقسیم کریں گے اور نقصان اگر ہو تو رب المال کا روپیہ ہوتا ہے جو شخص عقد مضاربت کو ناجائز کہے یا سود کہے وہ جاہل اور شریعت سے ناواقف ہے۔ اس نے اگر جہالت سے ایسے امام کو سود کھانے والا کہا ہے تو مجرم اور گنہگار ہے۔ اسے خود معافی مانگنی چاہیے اور جن آدمیوں نے اس کی حمایت کی ہے اور اپنے امام کو برا بھلا کہا ہے سب نے غلطی کی ہے۔ سب کو معافی مانگنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سے بھی اور اپنے امام سے بھی اور جس آدمی نے مضاربت پر روپیہ لیا ہے اس کو حساب دکھانا لازم ہے اور حسب شرط نصف منافع دینا بھی ضروری ہے۔ ورنہ وہ شخص اس قابل ہے کہ اسے گرفتار کر لیا جائے کیونکہ وہ خائن ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر ایک شخص ملازم ہو اور بچے خرچ وغیرہ مشترک گھر سے کرتے ہوں، تو کیا وہ اپنی تنخواہ میں خودمختار ہے، ملازم شخص کی تنخواہ کے حقدار والدین ہیں یا اس کے بچے، کیا بھائی کی تنخواہ میں بھائیوں کا حصہ ہوتا ہے، کیا غیر شادی شدہ بیٹا باپ کا وارث اور جائیداد کا حقدار بن سکتا ہے، اگر والد بیٹے کی شادی میں بیٹی رشتہ میں نہ دے تو گنہگار ہوگا یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ خالد کی اپنے کاشتکار والدین اور بھائیوں کے ساتھ اکٹھی رہائش ہے اور سب مشترکہ طور پر کھاتے پیتے ہیں۔ خالد گھر سے باہر سرکاری ملازم ہے۔ ان کی اہلیہ اور بچے گھر پر ہیں اور خالد کے والدین اور بھائی اُن کا خرچہ برداشت کرتے ہیں۔ اب قابل دریافت امر یہ ہے کہ

(۱) کیا خالد اپنی تنخواہ کے خرچ کرنے میں خودمختار ہے یا نہیں۔ اس کی تنخواہ میں بیوی بچوں کا زیادہ حق ہے یا والدین کا۔

(۲) خالد کے بھائیوں کا بھی تنخواہ میں حصہ ہے یا نہیں۔

(۳) غیر شادی شدہ بیٹا جب تک شادی نہ کرے آیا وہ باپ کی جائیداد کا حصہ دار بن سکتا ہے یا نہیں۔

(۴) کوئی والد اگر بھائی کی شادی میں اپنی لڑکی نہ دے تو کیا وہ شرعی لحاظ سے مجرم ہوگا یا نہیں۔ بینوا توجروا

حسین احمد صاحب

﴿ج﴾

(۱) چند شرائط کے ساتھ بیٹے کا کمایا ہوا مال باپ کا مملوک شمار ہوتا ہے۔ (۱) بیٹا باپ کی عیال میں ہو (۲) صنعت دونوں باپ بیٹے کی متحد ہو (۳) ان میں سے کسی کا سرمایہ نہ ہو یا محض بیٹے کا نہ ہو۔ غرضیکہ جس صورت میں بیٹا باپ کا معین و مددگار نظر آئے تو اس صورت میں بیٹے کے عمل سے حاصل شدہ مال بھی باپ کا شمار ہوگا۔ مثلاً باپ کھیتی باڑی یا لوہار یا دکان کا کام کرتا ہے بیٹا جوان ہوگیا باپ کے عیال میں تھا اس نے بھی ان کاموں میں باپ کا ہاتھ بٹانا اور تعاون کرنا شروع کیا۔ جبکہ بیٹے کا اپنا کوئی سرمایہ نہ تھا۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں بیٹا عرفاً باپ کا معاون کہلاتا ہے مستقل کارکن شمار نہیں کیا جاتا۔ اس لیے اس کے عمل سے حاصل شدہ مال بھی باپ ہی کا شمار ہوگا اور اگر بیٹا باپ کے عیال میں نہیں تب ظاہر ہے کہ عرفاً اپنے لیے ہی کمانے والا شمار ہوتا ہے۔ اگرچہ باپ کے ساتھ صنعت میں شریک بھی ہو۔ ایسی صورت میں بیٹے کی کمائی بیٹے کی ہی شمار ہوگی یا بیٹا ہے تو باپ کے عیال میں لیکن صفت ان کی علیحدہ علیحدہ ہے

مثلاً باپ کھیتی باڑی کرتا ہے اور بیٹا ملازمت کرتا ہے یا بیٹا ہے بھی باپ کے عیال میں اور صنعت بھی متحد ہے لیکن بیٹے کا خود اپنا ذاتی مال ہے تب بھی بیٹے کی کمائی بیٹے ہی کی شمار ہوگی۔ بلکہ اگر عیال میں بھی باپ کے ہو صنعت بھی متحد ہو اور ان کا ذاتی سرمایہ بھی نہ ہو تب بھی باپ ان صورتوں میں جس میں بیٹا عرفاً باپ میں سے الگ ہو تو بیٹے کا کمایا ہوا مال خود اسی کا ہی شمار ہوگا۔ مثلاً دونوں باپ بیٹا ایک ہی مل میں ملازم ہیں۔ تو چونکہ یہاں بیٹا عرفاً باپ کا معین شمار نہیں ہوتا بلکہ ہر ایک کا اپنا مستقل کام ہوتا ہے جسے خود ہر ایک نے پورا کرنا ہوتا ہے۔ اس لیے ایسی صورت میں بھی بیٹے کی تنخواہ بیٹے ہی کی مملوک ہوگی اور کیونکہ انہی صورتوں میں بیٹے کا کمایا ہوا مال باپ کا ہو سکتا ہے۔ کیا بیٹا حر انسان نہیں ہے جو خود بھی کسی چیز کا مالک بن سکتا ہے۔ کیا جانور یا غلام ہے کہ ان کا کمایا ہوا مال مالک کا شمار ہوتا ہے۔ املاک متبائن ہیں۔ ذوات مستقلہ ہیں۔ قال فی ردالمختار (الشامیة ص ۳۲۵ ج ۴) ثم هذا فی غیر الا بن مع ابیه لما فی القنیة الاب وابنه یکتسبان فی صنعة واحدة ولم یکن لهما شیٔ فالکسب کله للاب ان کان الا بن فی عیاله لکونه معیناً له الا تریٰ لو غرس شجرة تکون للاب ثم ذکر خلافا فی المرأة مع زوجها الخ وهکذا فی الفتاویٰ العالمگیریة ص۳۴۹ ج۲

لہٰذا صورت مسئولہ میں چونکہ خالد کی صنعت ملازمت علیحدہ ہے اس لیے اس کا کمایا ہوا مال خود خالد کا مملوک ہوگا۔ باپ اور بھائیوں کا مملوک شمار نہ ہوگا اور خالد اس میں ہر قسم کے تصرف کا مالک ہے۔ بیوی کا نفقہ خالد کے ذمہ ہے اور خالد کا باپ جو اس وقت ان کے بیوی بچوں پر خرچ کر رہا ہے اگر خرچ کی وصولی کا کوئی معاہدہ نہیں ہوا تو باپ کا ان نفقات کو برداشت کرنا اس کی طرف سے احسان اور تبرع شمار ہوگا۔

(۲) باپ زندگی میں جائیداد کا خود مالک ہے اور باپ کی جائیداد میں اولاد کو حصہ طلب کرنے کا حق شرعاً نہیں۔ البتہ اگر باپ زندگی میں تمام اولاد میں جائیداد تقسیم کرے یا کسی بیٹے کو کچھ حصہ دے کر اس کو الگ کر دے تو یہ جائز ہے لیکن باپ پر ایسا کرنا واجب نہیں۔ بلکہ اس کی طرف سے تبرع اور احسان ہے۔

(۳) سوال کو تفصیل سے لکھ کر جواب معلوم کیا جائے فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بهذا ما عندی ولعل عند غیری احسن من هذا والعلم عندالله جل جلاله'

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۴ ذیقعدہ ۱۳۹۵ھ

الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۵ ذیقعدہ ۱۳۹۵ھ

والد کے حج کی منظوری نہ آنے کی وجہ سے اگر اس رقم سے دو بھائیوں نے زمین خریدی تو دوسرے بھائی اس میں شریک نہ ہوں گے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص ہے کہ اُس کے پانچ لڑکے ہیں۔ان میں سے تین ملازم ہیں۔ان تینوں نے مل کر اپنا ذاتی سرمایہ سے ایک زمین خریدی ہے۔ان کے والد صاحب نے کچھ رقم درخواست حج کے سلسلے میں بنک میں جمع کرائی تھی۔حج کی منظوری آئی نہیں۔ان تینوں نے وہ رقم بطور قرضہ خرچ کر لی ہے۔کہا یہ کہ اب والد صاحب کو رقم کی ضرورت نہیں ہے۔جس وقت ضرورت ہوگی دیں گے۔اتفاقاً رقم اب تک ان کے پاس ہے۔وہ دینے کو تیار ہیں۔اب وہ دو بھائی جو زمین خریدنے میں شامل نہیں تھے کاغذات ان کے نام نہیں تھے رقم انہوں نے نہیں دی۔کیا صرف اس بات سے اس زمین کے حصہ دار از روئے شریعت بن سکتے ہیں کہ وہ دو بھائی ان تینوں سے کہیں کہ تم نے گھر کا مشترکہ سرمایہ لگا دیا اور یہ کہیں کہ ہم نے بطور قرضہ وہ رقم خرچ کر لی ہے۔جب والد صاحب کو ضرورت ہوگی تو دیں گے۔کیا وہ دونوں بھائی ان تینوں کے ساتھ زمین میں حصہ دار بن سکتے ہیں یا نہیں۔

عبدالخالق

﴿ج﴾

دو بھائی اس خرید کردہ زمین میں حصہ دار نہیں بن سکتے۔والد صاحب کی رقم ان تینوں بھائیوں کے ذمہ قرض ہے۔فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر تینوں بھائیوں نے واقعی یہ زمین ذاتی سرمایہ سے خریدی ہے باپ کی جائیداد سے یا پانچوں بھائیوں کی مشترکہ جائیداد سے نہیں خریدی اور خریدتے وقت بھی تصریح کر لی ہے کہ ہم تین آدمی خریدار ہیں تو ان دونوں بھائیوں کا اس میں حق نہیں۔

الجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۱ ذوالقعدہ ۱۳۹۵ھ

جب زمین پوری بستی کی مشترک ہے تو اس پر کسی کا قبضہ کرنا یا مکان تعمیر کرنا غلط ہے

﴿س﴾

مندرجہ ذیل سوالات کے متعلق شرعی فیصلہ کیا جائے کہ ایک بستی کی اراضی مشترکہ ہے۔مالکان نے بغیر کسی تقسیم

کے اپنی حسب منشاء مکانات بنا رکھے ہیں اس طریقہ سے کہ کسی کے قبضہ میں اراضی زیادہ رہے اور کسی کے پاس کم۔ان تمام مکانات کے علاوہ مکان مشترکہ اخراجات سے تیار شدہ ہے جس پر صرف ایک شخص مالکان میں سے قابض و متصرف تھا جس میں اثاث البیت وغیرہ قابض کا موجود تھا۔ چنانچہ فریق قابض نے سکونت بستی کی ترک کر کے ملتان رہائش اختیار کر لی اور اثاث البیت اسی مقبوضہ مکان میں مقفل کر دیا تھا۔ بعد رہائش ترک کرنے کے مالکان دیگر نے بغیر رضامندی مالک کے مکان مقفلہ پر قبضہ کر لیا اور اثاث البیت اپنے قبضے میں کر لیا۔ سامان استعمال ہوا یا دیمک نے خراب کیا قبضہ دیگر مالکان کا تھا۔ سکونت ترک کرنے والے مالک کو دیکھ بھال کی اجازت نہ تھی۔

فریق منتقلہ کی ملکیتی کھاد و دیگر چار دیواری فریق منتقلہ نے اپنی ذاتی خرچ سے بنائی بھی تھی وہ بھی فریق مالکان دیگر نے گرادی اور کھاد اور زمین میں استعمال کی گئی۔

ظہور احمد جان
۱۳ ربیع الثانی ۱۳۷۲ھ

﴿ج﴾

جب تقسیم نہیں ہوئی تو زمین تا ہنوز مشترکہ ہے۔ فقط مکان تعمیر کرنے اور قبضہ کرنے سے کسی کی ملکیت نہیں ہو جاتی۔ باقاعدہ تقسیم کرالی جائے اگر تقسیم میں کسی کا مکان تعمیر شدہ دوسرے کے حصے میں آ جائے تو اس کی مرضی کے بغیر وہاں مکان نہیں رکھ سکتا یا تو گرا کر اینٹ اور لکڑی وغیرہ سامان یہاں سے الگ کر کے لے لے یا باہمی رضا سے قیمت لے کر مکان چھوڑ دے۔ واللہ اعلم

جب مضاربت میں خسارہ ہو جائے تو پہلے رأس المال کو پورا کیا جائے گا اور مزدور کے ساتھ کچھ تعلق نہ ہوگا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ہذا میں کہ ایک شخص نے کسی کو روپیہ دیا تجارت کرنے کو۔ منافع کی صورت بھی طے کر لی گئی۔ دو یا تین سال تک منافع کھاتے رہے اور راضی رہے بعد میں دکان کو خسارہ ہونے لگا تو فریقین کی آپس میں دل شکنی پیدا ہو گئی۔ باوجودیکہ لوگوں کے ساتھ بھی لین دین کا کافی معاملہ ہو چکا بہت لوگوں سے قرضہ لینا تھا اور بہت لوگوں کو قرضہ دینا تھا۔ دکان کی طرف سے جس کا اندراج رجسٹروں میں پوری طرح بالتفصیل ہے۔ آخر فریقین میں خسارہ کی بنا پر حساب وغیرہ شروع ہوا تو دکان کو نقصان پہنچا جس کی وجہ سے جو صاحب دکان میں کام کرتا تھا وہ بلا اجازت مالک کے چلا گیا۔ اس صورت میں جن لوگوں نے دکان کا قرضہ دینا تھا وہ تمام قرضہ اپنے رجسٹر کے حساب کو

کتاب سے مالک دکان نے وصول کرلیا اور جن لوگوں نے دکان سے قرضہ لینا تھا انہوں نے مالک دکان سے مطالبہ کیا کہ ہمارا قرضہ آپ کے ذمہ ہے تو مالک دکان اب انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تم نے جن کو قرضہ دیا ہے اسی سے وصول کرو۔ باوجود یکہ پہلے کام کرنے والے نے مالک دکان کے سامنے قرضہ ہر ایک کا بالتفصیل لکھوایا۔ اس وقت مالک صاحب خاموش رہے۔ اب قابل دریافت امر یہ ہے کہ قرضہ دکان کا مالک پر آتا ہے یا کام کرنے والے پر آتا ہے یا نصف ونصف آتا ہے۔ نیز جن لوگوں نے دکان سے قرضہ لینا تھا اُس میں بعض ایسے شخص بھی موجود ہیں جو کہ مالک دکان کے قریبی رشتہ دار ہیں اس صورت میں اپنے رشتہ داروں کی تخصیص کرسکتا ہے یا نہیں۔ اگر مالک دکان اپنے قریبی رشتہ داروں کو قرضہ دے دے اور یہ سمجھے کہ ہمارے قرضے کا حصہ ادا ہوگیا تو یہ ان کا تقاضاء قرضہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ دوسرے غریب اپنے حق سے محروم ہوں اور ان کے رشتہ داروں کو مکمل روپیہ مل جائے۔ عنداللہ دوسروں کے قرضہ میں ماخوذ ہوں گے یا نہیں۔ لہٰذا ان امور سے حقیقت انکشاف فرمادیں۔

العارض عبدالرؤف بقلم خود

﴿ج﴾

بظاہر مالک اور عامل کے درمیان عقد مضاربت تھا اگر عقد مضاربت تمام شروط صحت کے ساتھ ہو چکا ہے تو اس کا حکم یہ ہے کہ نفع طے شدہ شرط کے مطابق تقسیم ہوگا۔ اگر خسارہ ہو جائے تو وہ فقط مالک کا ہوگا اس خسارہ میں مضارب شریک نہ ہوگا۔ البتہ بعد میں جب تک مالک کا خسارہ پورا نہ کیا جائے اُس وقت تک نفع تقسیم یعنی آئندہ ہونے والے نفع سے پہلے رأس مال کو پورا کیا جائے گا۔ اس کے بعد تقسیم اگر مضاربت کی شرط صحت کے نہ ہونے کی وجہ سے فاسد ہو جائے (شروط صحت بالتفصیل کسی عالم سے پوچھ لی جائیں) تو عامل کا نفع اور نقصان کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں۔ اپنے کام کا اجر مثل ملے گا یعنی اتنے کام کی جتنی اجرت عرف عام میں ہوسکتی ہے وہ اس کو دی جائے گی۔ باقی رہا دین وقرضہ وغیرہ کا وصول کرنا یا کسی کو ادا کرنا یہ سب حقوق کام کرنے والے سے متعلق ہیں۔ بیوع میں حقوق عقد سب عاقد سے متعلق ہوتے ہیں۔ سب قرضوں کو وصول اور ادا کرکے مندرجہ بالا طرز سے حساب بے باک کیا جائے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۳۰ ذی قعدہ ۱۳۷۱ھ

جب مضارب رب المال کی مرضی کے بغیر مال خرید کر نقصان اٹھائے گا تو صرف وہی ذمہ دار ہوگا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے عمرو کو مبلغ ایک ہزار روپیہ برائے تجارت مضاربۃً دیا۔ عمرو نے آموں کا باغ خرید لیا۔ جبکہ بور سے بالکل چھوٹی چھوٹی املیاں نکل رہی تھیں جو کہ قابل انتفاع اچار وغیرہ کے نہیں

تھیں۔ وہ باغ مکھی لگنے کی آفت کی وجہ سے بالکل تباہ ہوگیا۔ (یہ جو بور میں عمرو نے باغ خریدا ہے اپنی مرضی سے خریدا ہے زید سے نہیں پوچھا اگر زید سے پوچھتا تو زید ایسی حالت میں باغ خریدنے سے روک دیتا)

کیا عمرو نے جو یہ بیع کی ہے باطل ہے یا نہیں اور عمرو کو ہزار روپیہ واپس (زید) کو دینا لازم آتا ہے یا نہیں۔

غلام سرور شاہ

﴿ج﴾

برتقدیر صحت واقعہ یہ بیع درست نہیں تھی۔ اگر مضارب مذکور نے رب المال کی اجازت اور مرضی کے خلاف یہ بیع کی ہے تو شرعاً اس پر لازم ہے کہ رب المال کو اس کی رقم واپس کرے۔ پس اگر یہ خریدا ہوا باغ بالکل تباہ ہوگیا ہے تو یہ نقصان مضارب پر پڑے گا۔ رب المال پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں آتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۴ ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ

اگر کوئی شخص مسلسل ظالمانہ طور پر لوگوں سے رقم بٹور رہا ہو تو مسلمانوں کو سمجھانا چاہیے

جب کاروباری شخص نے اپنی طرف سے کوئی کوتاہی نہ کی ہو تو کاروبار کے نقصان کا ذمہ دار نہیں ہے

﴿س﴾

(۱) میں نے ایک آدمی سے مشترکہ کاروبار کیا ہوا تھا جب میں نے اس سے علیحدہ ہونے کا کہا کہ مجھے علیحدہ کردو اور میں اس کے چال چلن سے بہت متنفر ہوگیا تھا۔ اس واسطے میں نے علیحدہ ہونے کی آرزو کی تھی اور جب میں نے حساب وکتاب کرنے کا کہا کہ آپ حساب وکتاب کرلیں۔ اس نے کہا کہ آپ پر تو مجھے اعتبار نہیں ہے۔ لہٰذا آپ کسی دوسرے شخص کو بلوائیں میں نے عرض کیا کہ آپ اس شخص کو بلوائیں جس پر آپ کا اعتبار ہو۔ اس نے اپنی مرضی کے مطابق آدمی تلاش کیا اور حساب کرایا۔ حساب کرنے کے موقعہ پر اور کافی آدمی تھے۔ اس کو خوب تسلی کرائی اور اس نے کہا کہ اب کوئی غلطی نہیں ہے۔ جب تین چار روز گزرے تو اس نے کہا کہ میرا حساب غلط ہے۔ آپ پھر نئے سرے سے کرائیں۔ لوگوں نے مجھے پھر کہا کہ آپ اسے تسلی کرائیں۔ پھر اس نے اپنی مرضی کا آدمی بلوایا اور حساب کیا اور اس وقت بھی اس کو کہا گیا کہ آپ کو اب تسلی ہوگئی ہے یا نہیں۔ اس نے کہا کہ تسلی ہے۔ پھر جب دس دن گزرے تو اس نے کہا کہ مجھے تو وہ بہت خسارہ دے گیا ہے۔ آپ لوگ اس سے حلف اٹھوادیں۔ پھر میری تسلی ہوگی۔ لوگوں نے مجھے کہا کہ آپ حلف بھی اٹھادیں۔ میں نے لوگوں کو کہا کہ اسے اعتبار تو نہیں آنا۔ آپ لوگ میرا پیچھا نہ کریں کیونکہ میں اس کے چال چلن کا واقف ہوں۔ آپ جانے دیں لیکن لوگوں نے مجبور کیا اور حلف اٹھوا ہی لیا۔ حلف اٹھانے کے موقعہ پر تقریباً بیس اشخاص موجود تھے۔ لوگوں نے اس کو کہا کہ اگر آپ نے اب بھی کوئی کسی قسم کا شور کیا تو ٹھیک نہ ہوگا۔ بعد

میں آٹھ یا دس دن گزرے۔ اس نے پھر نئے سرے سے بدنامی شروع کر دی کہ میری رقم ضرور کھائی ہے لیکن لوگوں نے کہا کہ آپ جھوٹے ہیں آپ کا کوئی اعتبار نہیں۔ بعد میں اس نے کہا کہ آپ کلام مجید پر رقم کھ دیں تو میں اٹھالیتا ہوں۔ لوگوں نے کہا آپ کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ آپ کے درمیان فیصلہ کرنا بھی ٹھیک نہیں ہے۔ ایک یا دو دن گزرے کہ ایک میرا دوست بھکر سے آیا۔ اس کو بھی اس نے کہا کہ آپ کے دوست نے میری رقم کھالی ہے۔ آپ اس سے رقم دلوادیں۔ اس نے مجھے کہا تو میں نے اسے پچھلی گزری ہوئی بات سنائی۔ مگر پھر بھی اس نے مجھے تنگ کیا اور کہا کہ آپ پھر بھی ایک دفعہ اعتبار دو۔ رقم کلام مجید پر رکھ دو اللہ تعالیٰ آپ کو اور دے دے گا۔ میں نے اسے دوست سمجھ کر کہا کہ میرا حق تو نہیں ہے کہ میں نے جب کلام مجید اٹھوا دیا ہے تو پھر میں کیسے رقم دوں گا۔ لیکن میں نے دوست کے کہنے پر پھر اسے کہا کہ آپ پر تو میرا اعتبار نہیں ہے۔ مگر آپ کا بھائی جتنی بھی رقم کہے ہم قرآن مجید پر رکھ دیں گے تو اٹھانے والے نے کہا کہ میں تو نہیں اٹھاتا کہ مجھے اس پر اعتبار نہیں ہے اور جب میں نے یہ بات سنی کہ اس کا بھائی تو رقم نہیں اٹھاتا اور اس کو کہا گیا کہ آپ جھوٹے ہیں بعد میں اس نے تھانہ میں درخواست دی اور جب تھانہ والوں نے بلوایا تو میں نے ان کو کہا کہ میں حاضر ہو جاؤں گا اور پھر اس نے تاریخ سے پہلے تھانے والوں سے درخواست واپس لے لی اور رضامندی کر لی۔ آپ مہربانی فرما کر ایسے شخص کے لیے شریعت کے حکم سے فتویٰ عنایت فرما دیں تاکہ آئندہ کے لیے کوئی بھی کوتاہی نہ کرے۔

(۲) میں نے ۱۹۴۶ء میں کاروبار کے لیے ایک شخص سے رقم ۱/۳ حصہ پر لی اور کاروبار شروع کیا۔ کاروبار کرتے کرتے نقصان ہی ہوتا رہا اور منافع کبھی نہ ہوا۔ آخر کار ۱۹۴۷ء میں انقلاب آ گیا اور جو کچھ بھی رقم تھی وہ سب کی سب مال خریدنے میں صرف تھی وہ وہاں ہی رہ گئی۔ میں نے دورانِ کاروبار اس شخص کی رقم سے ایک پیسہ تک بھی گھر نہیں رکھا اور اس نے جبراً اب مجھ سے رقم ۱/۳ حصہ لے لی ہے۔ کیا شریعت کے حکم سے بھی رقم دینی پڑتی ہے یا نہیں۔ مہربانی فرما کر شریعت کا فتویٰ عنایت فرما دیں۔ عین نوازش ہوگی۔

غلام رسول

﴿ج﴾

(۱) شخص اول قول وعمل کے لحاظ سے مجرم ہے اسے آئندہ دعویٰ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ عام مسلمانوں کو چاہیے کہ اسے سمجھائیں اور مجبور کرائیں کہ وہ راہ راست پر آ جائے۔

(۲) اگر کوتاہی اپنی طرف سے مال کی حفاظت میں نہیں ہوئی تو شرعاً تاوان بھرنا کاروباری کے ذمہ نہیں ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۳ ذوالقعدہ ۱۳۸۱ھ

جس نے کسی کو رقم قرض دی ہو وہ اس کے منافع کا مطالبہ نہیں کر سکتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ زید اور عمرو دو حقیقی بھائیوں کے درمیان کچھ رقم مشترک تھی جو کہ عمرو کے قبضہ میں تھی جس کو اس نے اپنے ذاتی مصرف میں لایا۔ زید وعمرو نے باہمی افہام وتفہیم کے بعد مشترکہ رقم تقسیم کر لی اور اس افہام وتفہیم کا فیصلہ تحریر میں لایا گیا۔ عمرو نے زید کا حصہ باقساط ادا کرنے کا وعدہ کیا جو بعد میں ادا کر دیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد جبکہ زید وعمرو میں دیگر مشترکہ جائیداد کی تقسیم کے سلسلہ میں اختلاف پیدا ہو گیا تو زید نے مطالبہ کیا کہ عمرو اور اس کے حصہ کی رقم جو کہ اس کے قبضہ میں رہی کا منافع دے حالانکہ اس امر کا مطالبہ نہ تو تقسیم رقم مشترکہ کے وقت کیا گیا اور نہ ہی رقم کی تقسیم کے سلسلہ میں تحریر میں اس امر کا ذکر آیا۔ مندرجہ واقعات کی روشنی میں کیا زید کسی قسم کے منافع کا حق دار ہے اور اس کا مطالبہ بعد از وقت شرعی نقطہ نگاہ سے درست ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

اگر زید نے اس مشترکہ رقم میں عمرو کے ساتھ مضاربت کا معاملہ نہیں کیا (وہ یہ ہے کہ عمرو نے زید سے رقم لے لی کہ اس سے تجارت کروں گا اور جو نفع آئے گا وہ آپس میں نصف ونصف ہوگا مثلاً اگر تجارت میں نقصان ہو تو وہ زید کا ہوگا اور کم از کم ایک مہینہ میعاد تک کے لیے ہو چاہے زیادہ کئی سال کے لیے بھی ہو) دے دے تو جائز ومشروع معاملہ ہے۔ ایسے ہی قرضہ کے طور پر عمرو کے پاس اس کی رقم رہی تو زید کا عمرو سے منافع کا مطالبہ ناجائز ہے۔ اسے عمرو سے اس رقم پر شرعاً منافع لینے کا حق حاصل نہیں اور سوال یہ ظاہر ہے کہ زید کا عمرو کے ساتھ کوئی معاملہ مضاربت نہیں تھا اور بغیر اس معاملہ مضاربت کے زید کا عمرو سے اصل رقم کے ساتھ منافع لینا سود ہوگا۔ جو حرام قطعاً ہے۔ لہٰذا زید کا عمرو سے منافع لینا ناجائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۵ ذیقعدہ ۱۳۸۳ھ

مضاربت اگر وقت معین کے لیے ہو تو وقت کے اختتام کے ساتھ ختم ہو جائے گی لیکن مال نقد دینا ضروری نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں کہ جو زید نے بکر سے رقم وصول کی ہے برائے تجارت ایک ماہ کے لیے منافع کے ساتھ دینا ہوگی۔ جبکہ زید نے زمین خرید کی اس کے بعد زمین فروختگی میں دیر ہو گئی۔ وعدہ ختم ہو گیا بکر تقاضا کرتا ہے کہ اب وعدہ ختم ہو گیا رقم اور منافع دو اس کو کہا گیا زمین فروختگی میں دیر ہو گئی ہے لیکن بکر نے اپنی رقم کے بارے

نوٹ طلب کیا۔ چنانچہ درمیان میں ایک ثالث یہ فیصلہ کر دیتا ہے کہ نوٹ لکھ دو اور رقم قسط دینا شروع کر دو۔ چنانچہ فیصلہ یہ ہوا کہ ہر نوٹ تحریر کر دیا قسط پہلی ادا کر دی۔ اس کے بعد زمین فروخت ہونی تھی جس میں منافع بکر کو کارگزاری ادا کر کے ۸۱۸ء ملنا تھا لیکن فروخت نہ ہوئی اس کے بعد بکر اپنی رقم کا تقاضا کرتا ہے۔ فروختگی کا انتظار نہیں کر سکتا اس صورت میں زید زمین اپنے ذمہ لگا کر بکر کو بمعہ اس منافع کے رقم ادا کر کے زمین اپنے ذمہ لگا لیتا ہے تا کہ قبضہ ہو جائے۔ اس معاملہ میں شرعی نکتہ نگاہ سے کوئی گناہ تو نہیں۔

احمد حسن ولد میاں عبد المجید صاحب سکنہ محلہ قدیر آباد ملتان شہر

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں مضاربت کے اندر ایک مہینہ کی مدت جو رکھی گئی تھی وہ صحیح ہے۔ اس مدت کے ختم ہو جانے کے بعد مضاربت ختم ہو گئی ہے لیکن ایسی صورتوں میں جب مال مضاربت، سامان، اسباب یا زمین کی شکل میں ہو یعنی نقد نہ ہو تو مضارب کو اس کو فروخت کرنا جب موقعہ ہاتھ آئے حق پہنچتا ہے اور رب المال کو اپنی رقم کا نقدی بننے سے پہلے کوئی مطالبہ کا حق نہیں پہنچتا ہے لیکن انہوں نے آپس میں جب صلح کر لی اور زمین کی قیمت بڑھ گئی ہے اور مضارب رب المال کو راس المال بمعہ منافع کے دینے کو تیار ہے تو صحیح ہے اور ایسا کرنا از روئے شریعت جائز ہے۔ **کما تدل علیه عبارة الهندیة ص ۲۹۲ ج ۴ الباب الرابع من المضاربة هذه اذا باع رب المال مال المضاربة من المضارب او باعه المضارب من رب المال فهو جائز سواء کان فی المال فضل علی رأس المال او لم یکن غیر انه متی باع رب المال من المضارب بطلت المضاربة ومتی باع المضارب من رب المال لم تبطل المضاربة ویکون رب المال بالخیار وان شاء دفع الثمن الی المضارب وبقیت المضاربة وان شاء امسک الثمن ونقض المضاربة کذا فی المحیط الخ۔** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معاون مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۸ ذیقعدہ ۱۳۸۳ھ

جب شرکاء نے زمین تقسیم کر دی اور اپنے اپنے حصہ سے پیداوار وصول کرتے رہے اب اس تقسیم سے روگردانی ناجائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ موضع اکانوالہ کا رقبہ مشترکہ جو تھا پھر اس کے ساتھ ملایا گیا کوٹ رہنواز والا رقبہ اور موضع غازی والا رقبہ ان تینوں رقبوں کو ایک کر کے ساتھ ملا کر بعد میں میاں محمد بخش صاحب نے اس مجموعہ

رقبہ کے چار حصے بنائے اور مجموعی حصہ دار بھی چار تھے۔ایک میاں محمد بخش صاحب اور تین شرکاء اوران چار حصوں میں سے تین شرکاء نے اپنے حصے چن لیے۔پھران شرکاء نے آپس میں قرعہ اندازی کی۔قرعہ اندازی کے بعد وہ تین شرکاء تقریباً نو سال تک پیداوار وآبادی اٹھاتے رہے۔اپنے حصے مقبوضہ کے بعد اپنے حصہ کو پٹواری مال سے کاغذات میں درج کرا کرانتقال کرالیا۔بعد میں شمس الدین ان تین شرکاء میں جو مجموعہ رقبہ کے شرکاء تھے اس سے انتقال خارج کرا دیا۔اس حصہ سے جو چنا تھا اس سے بھی پھر گیا اور حلف عہد کیا اور ہمارے حصہ مقبوضہ پر معہ میاں محمد بخش کے حصہ پر میاں شمس الدین نے کمیشن کرایا اوراس سے ساٹھ من کپاس بھی لے گیا اور دوسرے شرکاء جو دو یعنی مہر بخش صاحب اور عبدالرؤف صاحب تھے ان پر کمیشن بھی نہ کرایا اوران سے کپاس وغیرہ کچھ نہ وصول کی۔نیز ہم کو اپنے حصہ میں سے چوتھائی کپاس وغیرہ کی نہ دی۔کمیشن ہم پر فصل ربیع پر کیا اور ایک رقبہ کی پیداوار فصل ربیع چاہ محمد رمضان سے تقسیم کر دی اور دوسرے رقبہ چاہ نواب والا سے ہمارے حصہ میں سے ۲۰ سیر ۱۸ من گندم بھی لے گیا اوراس کا حصہ بھی ہمیں نہ دیا۔ مطالبہ کیا رقبہ تقسیم کر لیتے اور چن لینے کے بعد اور نو سال پیداوار اٹھانے کے بعد کیا اور انتقال کرانے کے بعد اس میاں شمس الدین صاحب کو حق حاصل تھا۔خلف عہد کرنا اور انتقال خارج کرانا اور ہمارے حصہ پر کمیشن کرانا اور ۶۰ من کپاس لے جانا اوراپنے حصے کی چوتھائی ہمیں نہ دینا کیا ہمارا حق ہے اس ۶۰ من کپاس میں سے یا اس کی اپنی چوتھائی سے کیا دوسرے رقبہ چاہ نواب والا سے جو ہمارے حصہ ۲۰ سیر ۱۸ من سے لے گیا وہ کیا اس میں ہمارا حق ہے یا نہ۔

بینوا بالدلائل الواضحہ توجروا

فصل ربیع جب ساٹھ من کپاس اس نے لی تھی تو اس وقت ہم اشتراک پر رضامند نہیں تھے۔بعد میں مجبوراً اشتراک پر راضی ہوئے تو پھر حاجی شمس الدین نے فصل ربیع میں چالیس من گندم اپنے سے دے دی لیکن چاہ نواب والی سے اٹھارہ من بیس سیر گندم جو میرا حصہ تھا نہیں دیا اوراپنا حصہ پورا وصول کرلیا۔

عبدالرحیم وغیرہ

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں برتقدیر صحت واقعہ شرعاً تقسیم درست ہوگئی تھی۔ہر حصہ دار اپنے اپنے حصہ کی پیداوار کا مالک ہے۔پس حاجی شمس الدین نے جو ۶۰ من کپاس دوسرے شریک کے حصہ میں لے لی ہے جائز نہیں تھا۔اس کا ضمان واجب ہے۔شریک مذکور کو ادا کیا جائے اوراسی طرح غلہ مذکورہ فی السوال بھی حاجی شمس الدین کے ذمہ شرعاً واجب ہے۔**کما لا یخفی** واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ خیر المدارس ملتان
الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۶ ذوالحجہ ۱۳۹۰ھ

اگر مضارب نے کچھ عرصہ کے بعد اپنا شامل کیا ہوا روپیہ کاروبار سے نکال دیا رب المال کی رقم سے کام کرتا رہا اور نقصان ہو گیا تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر سے کاروبار کے لیے مبلغ تین ہزار روپیہ لیا۔ یہ شرط طے ہوئی کہ رقم سے جو منافع ہوگا تیسرا حصہ دے دیا جائے گا۔ اس رقم کے ساتھ زید کی رقم کل بارہ سو شامل کی گئی تو اس سے کاروبار کرتے رہے اور جو منافع ہوا تقسیم کر لیا۔ بعد ازاں کچھ کاروبار میں رقم کی اور ضرورت ہوئی تو زید نے بکر سے مبلغ تین ہزار روپیہ اور لے لیے۔ اب زید کے پاس بکر کی کل رقم چھ ہزار روپیہ ہو گئی اور سلسلہ کاروبار چلتا رہا۔ بعد ازاں زید کو گھریلو خرچ کے لیے سخت ضرورت درپیش ہوئی تو زید کی جو مبلغ ۱۲ سو روپیہ رقم کاروبار میں شامل تھی وہ زید نے خرچ کر لی۔ اب زید کی رقم کاروبار میں کچھ نہیں رہی۔ بکر کی خالص رقم چھ ہزار روپیہ کاروبار میں رہ گئی جو کہ زید نے کاروبار کے لیے تیسرے حصہ منافع پر لے رکھی تھی۔ زید بکر کی رقم سے کاروبار کرتا رہا اور منافع شرط کے مطابق ادا کرتا رہا۔ اسی طرح زید نے بکر کو کل منافع ادا کیا اور زید کی رقم خرچ کرنے کے بعد عرصہ دو سال سے زائد کاروبار ہوا۔ اسی سلسلہ میں دکان کی رقم مبلغ ادھار میں رہ گئی۔ جس کی وصولی ہونے کی امید ختم ہو چکی ہے۔ گویا یہ مشترکہ نقصان ہوا۔ زید بکر کو مبلغ چھ ہزار اصل رقم ادا کرے گا۔ باقی یہ جو رقم نقصانی ہے یہ کس طرح تقسیم کریں۔ رقم زید کی کاروبار میں نہیں تھی۔ صرف بکر کی خالص چھ ہزار رقم سے کاروبار ہوا۔ یہ رقم منافع کے حصے کے برابر ادا کریں یا کیسے؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

رب المال (مالک) کو چھ ہزار اصل ادا کرنے کے بعد منافع کو بہ حصص تقسیم کیا جاتا ہے۔ پہلے کا نفع بھی اصل میں شمار ہوگا۔ ادھار کی رقم کو فی الحال نظر انداز کر دیا جائے۔ وہ وصول ہوتا جائے گا۔ وہ نفع سمجھ کر مقرر حصوں پر تقسیم ہوتا رہے گا۔ وصول کرنا زید کے ذمہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کیا مشترکہ زمین کے درختوں کو ایک شریک کاٹ کر استعمال کر سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں کہ تین آدمی ایک مشترکہ اراضی کے مالکان ہیں اور اس میں درختان شیشم و نیم برائے سایہ لگائے ہوئے تھے۔ قبضہ بھی تینوں کا تھا۔ ان تینوں میں کوئی ایک حصہ دار کاٹ کر خورد برد کر سکتا ہے۔ بینوا توجروا

محمد یعقوب ولد حاجی محمد یار چاہ غلام رسول شاہ والا موضع طرف راوی ملتان

﴿ج﴾

تین حصہ داران میں سے کسی ایک حصہ دار کو یہ حق نہیں کہ بغیر دوسرے حصہ داران کی اجازت و رضامندی کے مشترکہ درختوں کو کاٹ کر خورد برد کرے۔ فقط واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

بڑے بھائیوں نے جو زمین خریدی چھوٹے بھائی کا اس میں کوئی حق نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہم پانچ بھائی ہیں۔ دو بڑے بھائی ایک ماں سے اور تین بھائی دوسری ماں سے۔ ہم سارے شادی شدہ ہیں۔ ہم پہلے پرائے گھر میں رہتے تھے کہ والدین فوت ہو گئے۔ ہم میں سے بڑے بھائیوں نے محنت مزدوری کر کے گھر کے لیے آٹھ کنال زمین خریدی۔ انتقال اراضی ہم چار بڑے بھائیوں کے نام ہوئی۔ جس وقت ہم نے زمین خریدی۔ اُس وقت سب سے چھوٹا بھائی آٹھویں یا نویں جماعت میں پڑھتا تھا۔ وہ کمانے کے قابل نہیں تھا۔ البتہ ہم بڑے بھائی ایک صحیح بھائی کی حیثیت سے اس کی پرورش کرتے تھے۔ خیال یہی تھا کہ اس کو بھی زمین میں سے حصہ دیا جائے گا۔ گو کہ وہ کمائی میں مطلق نہیں تھا۔ کیونکہ وہ چھوٹا تھا اور زیر تعلیم تھا۔ رفتہ رفتہ اس کی ملازمت اور شادی کا انتظام کر دیا گیا۔ شادی کے ایک ماہ بعد اس چھوٹے بھائی نے اپنے ماں جائے بڑے بھائی کی بے حرمتی کی۔ اب یہ بڑا بھائی اس دعویٰ پر کہ چونکہ یہ مذکورہ آٹھ کنال زمین ہم بڑے بھائیوں کی کمائی سے خریدی گئی ہے نیز یہ کہ اس وقت والدین فوت ہو گئے تھے۔ اپنے چھوٹے بھائی کو زمین سے بے دخل رکھنا چاہتا ہے۔ کیا یہ بڑا بھائی اپنے چھوٹے بھائی کو مذکورہ زمین میں حصہ دینے سے محروم کر سکتا ہے یا یہ کہ اس جرم میں کہ وہ بڑے بھائی کا ماں جائی بھائی ہے اور ایک اکٹھے مشترکہ گھر میں چھوٹے بھائی کی کفالت کر دی گئی ہے۔ اپنے چھوٹے بھائی کو زمین سے محروم نہیں رکھ سکتا؟ بینوا توجروا

خان ولی داد ہیڈ ماسٹر کمر کلہ تحصیل وضلع بنوں

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ اس آٹھ کنال اراضی کے مالک صرف چار بڑے بھائی ہیں۔ چھوٹے بھائی کا اس میں کوئی حق نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۵ رجب ۱۳۹۸ھ

اگر کوئی شخص کسی کو بورنگ مشین اور زمین کے کچھ حصے میں شریک کر دے تو وہ کنواں میں شریک نہ ہوگا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے کنواں کھودا۔ خود اس کو اینٹوں سے پختہ کیا۔ بعد ازاں بورنگ لگانے کے لیے دوسرے شخص سے شراکت کی اور زمین کا کچھ حصہ بھی دے دیا۔ دو سال بعد ناراضگی پیدا ہوئی تو شریک نے اپنا حصہ زمین اور بورنگ ایک تیسرے شخص پر فروخت کر دیا۔ اب نیا مشتری کہتا ہے کہ میں کنویں میں نصف کا شریک ہوں اور مالک کنواں کہتا ہے کہ میں نے شراکت مشین بورنگ میں اور زمین میں کی تھی لیکن کنواں میری ملکیت ہے۔ میں نے خود تعمیر کیا ہے اور بائع نے آپ پر نصف مشین فروخت کی ہے نہ کہ کنواں تو کیا مذکورہ بالا صورت میں مشتری نصف کنویں کا حقدار ہے یا نہ۔

مولانا محمد انور شاہ ضلع بنوں

﴿ج﴾

قال فی المجله ص ۲۳۵ شركة الملك هي كون الشئ مشتركاً بين اثنين فاكثر اى مخصوصاً لهما بسبب من اسباب الملك كاشتراك واتهاب وقبول وصية وتوارث الخ

مذکورہ بالا مسئلہ اصل سے معلوم ہوا کہ شرکت ملک شراء ہبہ، قبول وصیت سے آتی ہے۔ پس صورت مسئولہ میں اگر کنواں کھودنے والے نے اپنی مملوکہ زمین میں کنواں کھود کر پختہ کیا اور بعد میں دوسرے شخص کو بورنگ لگانے میں اور زمین کے کچھ حصہ میں شریک کیا اس پر کنویں کو نہ بیچا نہ ہبہ کیا تو محض بورنگ مشین میں اور زمین کے کچھ حصہ میں شریک ٹھہرانے سے وہ کنویں کے نصف کا مالک نہیں بن سکتا اور کچھ عرصہ تک بورنگ کے ذریعہ کنویں کے پانی سے مشترکہ زمین کو سیراب کرنا مالک کی طرف سے تبرع و احسان شمار ہوگا اور جب شریک اول کنویں میں شریک نہیں تو نیا مشتری بطریق اولی کنویں میں شریک نہیں اور نئے مشتری کا کنویں پر دعویٰ کرنا باطل ہے۔

لايجوز لا حد ان يأخذ مال احد بلا سبب شرعي. المجله فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۷ شعبان ۱۳۹۸ھ

بھائیوں اور باپ بیٹوں کا مال کب ایک دوسرے کا شمار ہوگا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہم ایک باپ کے چار لڑکے ہیں۔ من سائل سب سے چھوٹا ہے۔

ہمارے والد صاحب زمیندار کے ملازم تھے اور مسجد کی خدمت بھی ان کے سپرد تھی اور ہم تمام بھائی حسب عمر باپ کا ہاتھ بٹاتے۔ مسجد کی صفائی، پانی وغیرہ کا انتظام کرتے آئے۔ سب سے بڑا بھائی جو تھا وہ جوان ہو کر زمیندار کا ملازم ہو گیا اور اس سے چھوٹا بھائی خوانچہ فروخت کرتا اور باقی ہم دو چھوٹے بھائی پڑھتے تھے اور مسجد کی خدمت کے عوض اہل محلہ سے روٹیاں لے آتے اور سب کا کھانا پینا اکٹھا تھا۔ والد صاحب اور بڑے بھائی کی آمدنی گندم کے علاوہ گھاس مویشیاں بھوسہ لکڑیاں وغیرہ کا کام بھی سرانجام دیتے۔ پھر والد صاحب نے ایک خالی دکان خرید لی۔ جس میں بڑا بھائی (جو کہ خوانچہ فروخت کرتا تھا) نے کریانہ کی دکان کھول لی اور کچھ رقم بطور قرض یا حصہ لے کر کپڑا وغیرہ بھی لے آیا۔ اسی دوران والد صاحب نے ملازمت چھوڑ کر کارخانہ چکی آٹا نصف حصہ داری پر خرید کیا جس کی قیمت مشترک آمدنی سے ادا کی اور والد صاحب اس چکی پر کام کرتے تھے کچھ عرصہ کے بعد والد صاحب نے چکی آٹا چھوڑ دیا۔ پھر ملازمت کر لی اور جو بھائی دکان پر کام کرتا تھا والد صاحب نے اس کو تمام کاروبار کا بڑا بنا دیا تو اس بھائی نے کارخانہ چکی پہلے حصہ داران سے علیحدہ کر کے اپنے ماموں کو کل کے نصف کا شریک بنا دیا اور ہم دونوں چھوٹوں کو اپنے زیر نگرانی یعنی مجھ سے بڑے بھائی کو چکی آٹا پر لگا دیا اور مجھے دکان پر بٹھا دیا اور خود تجارت کپاس وغیرہ میں حصہ داران کے ساتھ شامل ہو کر تجارت کرنے لگا۔ چکی آٹے کی آمدنی بھی سنبھال لیتا اور اخراجات (تیل انجن) وغیرہ بھی لا کر دیتا۔ اسی طرح من سائل کو سودے دکان کے خرید کر دیتا اور جو آمدنی ہوتی وہ خود سنبھال لیتا اور جو کاروبار تجارت تھا اس میں من سائل بھی شریک رہتا۔ مثلاً کپاس خرید کرنا یا کیش وغیرہ کا چلانا، کپاس کا وزن کرانا وغیرہ وغیرہ اور والد صاحب بھی ملازمت کے ساتھ ساتھ ہماری بتلائے ہوئے نرخ سے کپاس خرید کر دیتے اور وزن کرانے وغیرہ کا انتظام بھی کر دیتے جبکہ ہماری خریدی ہوئی اجناس کی آمدنی وغیرہ بھی اس بھائی کے پاس رہتی۔ جو کہ کاروبار میں بڑا تھا۔ نیز اس بھائی کے پاس جو کہ کاروبار کا بڑا بنا دیا گیا تھا کچھ لوگوں کی اجناس کی رقمیں واجب الاداء بطور قرض رہ جائیں یا مہلت پر ان کو رقوم ادا کرنے سے دیگر اجناس خرید کر لیتا جس کا حساب لین دین دکان کا کھاتہ جات میں درج رہتا۔ جو کہ میرے پاس رہتے قرض خواہوں کو رقوم میں ادا کرتا یا بڑا بھائی ان مذکورہ کھاتوں میں درج کیا جاتا۔ دوسرے کھاتے بڑے بھائی کے ہاں الگ نہیں تھے۔

قرض و مہلت سے خریدی ہوئی اجناس کی رقوم کو کاروبار تجارت، دکان میں لگائے رکھتے۔ اس اکٹھے رہنے کے دوران میں اس بھائی نے تین چار مرتبہ کچھ اراضی خریدی جو کہ کچھ رہائش کے قابل اور کچھ قابل کاشت تھی جس میں پہلے دو کنال اراضی رہائشی ہم تین بھائیوں کے نام انتقال کرانے کے علاوہ باقی تمام اراضی اپنے نام انتقال کراتا رہا۔ ہم کو چونکہ اعتماد تھا کہ جب علیحدہ ہوں گے تو بانٹ دے گا۔ اگر کبھی کوئی بات ہوئی بھی تو اس نے تسلی کرا دی کہ مجھے کسی کے حق کی ضرورت نہیں۔ تجارت کا کاروبار لین دین ہے خدانخواستہ تجارت میں کوئی نقصان آ جائے اور تم میرا ساتھ نہ دو وغیرہ وغیرہ۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد میرا جو سب سے بڑا بھائی ملازم تھا اس نے ملازمت چھوڑ دی ایک سال کے لیے۔ کاروبار میں جو بڑا تھا اس نے عمر میں بڑے بھائی کو بطور منشی تجارت مقرر کیا اور اس سال تجارت میں کچھ نقصان

نظر آیا یا کسی اور بات کی وجہ سے ہماری اس عمر میں بڑے بھائی سے ناچاکی ہوگئی تو اس بھائی کو ۴/۱ حصہ لین دین قرض و جائیداد سے علیحدہ کر دیا۔ باقی ہم تین بھائی اور باپ اکٹھے رہنے لگے۔ اس کے بعد پھر بھائی صاحب نے دو تین سال ضلع مظفر گڑھ میں کپاس کی تجارت کی اور من سائل اپنے مقام پر پہلے کی طرح کپاس خرید کرتا اور بھائی صاحب رقم دے جاتے اور کپاس لے جاتے جبکہ اس کپاس کی آمدنی وغیرہ ان ہی کے پاس رہتی۔ اس اکٹھے رہنے کے دوران بھائی صاحب لوگوں کو قرض وغیرہ بھی ادا کرتے رہے۔ کچھ عرصہ کے بعد جو ہمارا بھائی کارخانہ چکی آٹا پر مامور تھا اس سے بھی ناچاکی ہوگئی تو والد صاحب نے اسے علیحدہ کرنے کے لیے کہا لیکن بھائی صاحب جو کاروبار کے بڑے تھے نے ٹال مٹول کیا تو والد صاحب نے وقتی طور پر کارخانہ چکی اس چکی والے بھائی کو دے کر اپنی گزر اوقات کرنے کو کہا اور خود بھی اس کے ساتھ شریک ہوگئے۔ والد صاحب اور چکی والے بھائی صاحب کھانا پینا اکٹھا اور دونوں بھائی کا کھانا پینا اکٹھا تھا۔ چونکہ کارخانہ خراب پڑا تھا انہوں نے قرض وغیرہ لے کر اس کی مرمت کرائی اور والد صاحب ملازمت کرتے اور کارخانہ کی آمدنی سے گزر اوقات کرتے۔ بعد میں کارخانہ کی مرمت والا قرض بھی انہوں نے خود ادا کیا۔ اس کے بعد بھائی صاحب نے کچھ اراضی خریدی جس کی قیمت کی ادائیگی کے لیے کچھ قرض والد صاحب اور کچھ بھائی صاحب اور کچھ من سائل نے اٹھایا اور کچھ رقم سابقہ خریدی ہوئی رہائشی اراضی فروخت کر کے ادا کی گئی لیکن پھر اکثر قرض دوسری سابقہ خریدی ہوئی اراضی کے فروخت کرنے سے ادا کیا گیا لیکن کچھ عرصہ کے بعد ہم دونوں بھائیوں میں بھی ناچاکی ہوگئی اور ہمارا کھانا پینا بھی علیحدہ ہوگیا۔ ہم نے اراضی تقسیم کرنے کو کہا تو بھائی صاحب نے کہا کہ اراضی کا مالک محض میں ہی ہوں اس میں تمہارا کوئی حصہ نہیں ہے کیونکہ جو لوگوں کے قرض میرے پاس رہتے تھے اس سے خریدی گئی ہے اور کچھ قرض ابھی باقی ہے اس میں نہ باپ کا حصہ ہے نہ بھائیوں کا۔ ہم نے کہا کہ ہم سب اکٹھے تھے۔ کھانا پینا اکٹھا تھا اور تمہیں اپنے کاروبار تجارت کے علاوہ خانگی کام مثلاً لکڑی گھاس بھوسہ وغیرہ آٹا وغیرہ کا انتظام کرنا یا زمین کاشت کرنا یا اس کی پیداوار لے آنے وغیرہ سے آپ کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ یہ سب کام ہم کرتے تھے بلکہ تمہاری کپاس وغیرہ کی تجارت میں بھی شریک رہتے تھے اور بڑے بھائی کو بھی ۴/۱ حصہ سے علیحدہ کر دیا ہے اور تم نے کبھی زمین خریدتے وقت یا اکٹھے رہنے کے دوران کبھی ذاتی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ اگر کرتے تو ہم پہلے ہی سے علیحدہ ہو جاتے۔ ہم تمہارے ساتھ شریک رہ کر تمہاری علیحدہ جائیداد کیونکر بنواتے۔ حالانکہ آخری اراضی خریدتے وقت تم نے خود اپنی زبان سے کہا تھا کہ شفعہ کا خطرہ ہے۔ میعاد شفعہ ختم ہونے پر کچھ اراضی سکنی انتقال تمہارے نام کر دیا جائے گا۔ رہی باقی بقایا قرض کی بات اول تو وہ اکثر قرض قرض خواہ اسے تسلیم نہیں کرتے۔ کیونکہ لین دین میں گڑبڑ ہے یا اس قرض خواہ کے بھائی سے ہم نے تجارتی نقصان کا قرض لینا ہے۔ جبکہ ہمارا مقروض بھی قرض تسلیم نہیں کرتا۔ جو لوگ تجارت میں ہمارے حصہ دار تھے بھائی صاحب ان میں سے بعض پر اپنا قرض بتلاتے ہیں لیکن وہ حصہ داران بھی اس قرض کو تسلیم نہیں کرتے ہم نے کہا ہے کہ جتنا قرض ہے وہ بھی تقسیم کر دو اور جو جائیداد ہے وہ بھی۔ اگر ہمارا قرض جو لوگوں کے پاس ہے وہ آ گیا تو وہ بھی تقسیم کر لیں گے لیکن وہ کہتا ہے کہ قرضہ پہلے کا اور اراضی کا نرخ اب زیادہ ہے۔

اس لیے یہ جائیداد بھی میری ہے اور قرض لین دین والوں سے میں خود نمٹوں گا۔ کیا یہ جائیداد جو اکٹھے رہنے کے دوران جو چیز جس بھائی نے خریدی ہے کس طرح تقسیم کی جائے اس میں والد صاحب کا حصہ بھی ہے یا نہیں یا جو جائیداد والد صاحب کی سابقہ ہے وہ کس طرح تقسیم کی جائے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

واضح رہے کہ چند شرائط کے ساتھ بیٹے کا کمایا ہوا مال باپ کا مملوک شمار ہوتا ہے۔ (۱) بیٹا باپ کی عیال میں ہو۔ (۲) صنعت دونوں باپ بیٹے کی متحد ہو۔ (۳) ان میں سے کسی کا سرمایہ نہ ہو یا محض بیٹے کا نہ ہو۔ غرضیکہ جس صورت میں بیٹا باپ کا معین و مددگار نظر آئے تو اس صورت میں بیٹے کے عمل سے حاصل شدہ مال بھی باپ کا شمار ہوگا۔ مثلاً باپ کھیتی باڑی یا لوہار یا درکھان کا کام کرتا ہے بیٹا جوان ہوگیا باپ کے عیال میں تھا اس نے بھی ان کاموں میں باپ کا ہاتھ بٹانا اور تعاون کرنا شروع کیا۔ جبکہ بیٹے کا اپنا کوئی سرمایہ نہ تھا ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں بیٹا عرفاً باپ کا معاون کہلاتا ہے۔ مستقل کارکن شمار نہیں کیا جاتا۔ اس لیے اس کے عمل سے حاصل شدہ مال بھی باپ کا ہی شمار ہوگا اور اگر بیٹا باپ کے عیال میں نہ ہو تب ظاہر ہے کہ عرفاً اپنے لیے ہی کمانے والا شمار ہوتا ہے اگرچہ باپ کے ساتھ صنعت میں شریک بھی ہو۔ ایسی صورت میں بیٹے کی کمائی بیٹے کی ہی شمار ہوگی یا بیٹا ہے تو باپ کی عیال میں لیکن صنعت ان کی علیحدہ علیحدہ ہے مثلاً باپ کھیتی باڑی کرتا ہے اور بیٹا ملازمت کرتا ہے یا بیٹا ہے بھی باپ کے عیال میں اور صنعت بھی متحد ہے لیکن بیٹا کا خود اپنا ذاتی مال ہے۔ تب بھی بیٹے کی کمائی بیٹے کی ہی شمار ہوگی بلکہ اگر عیال میں بھی باپ کے ہو صنعت بھی متحد ہو اور ان کا ذاتی سرمایہ بھی نہ ہو تب بھی ان صورتوں میں جن میں عرفاً بیٹا باپ کا معین شمار نہیں ہوتا۔ بیٹے کا کمایا ہوا مال خود اس کا ہی شمار ہوگا۔ مثلاً باپ بیٹا دونوں ایک ہی مل میں ملازم ہیں تو چونکہ بیٹا عرفاً باپ کا معین شمار نہیں ہوتا۔ بلکہ ہر ایک کا اپنا مستقل کام ہوتا ہے جسے ہر ایک نے خود پورا کرنا ہوتا ہے۔ اس لیے ایسی صورت میں بھی بیٹے کی تنخواہ بیٹے ہی کی مملوک ہوگی اور کیونکر ان صورتوں میں بیٹے کا کمایا ہوا مال باپ کا ہو سکتا ہے؟ کیا بیٹا حر انسان نہیں ہے جو خود بھی کسی چیز کا مالک بن سکتا ہے۔ املاک متبائن ہیں اور ذوات مستقلہ ہیں۔ والد جو مال اپنے لڑکوں کو دے دیتا ہے اگر صراحۃً ان کے ملک کر دیتا ہے یا اس کے قرائن موجود تھے اور بطور تملیک کے دیا ہے۔ تب تو وہ مال ان لڑکوں کی ملک ہے اور اس کا نفع بھی انہیں کی ملک ہے۔ اگر بطور تملیک نہیں دیا گیا تو پھر دو صورتیں ہیں یا تو کام کاج اصل میں خود باپ کرے اور لڑکے اس کے ساتھ اعانت کرنے پر رہے اور لڑکوں کا خرچ بھی اس کے ساتھ شریک ہو تو اس صورت میں کل مال والد کا ہے۔ اصل بھی اور نفع بھی۔ اگر باپ صرف مال دے دے اور لڑکے تجارت کر کے نفع حاصل کر لیں اور لڑکے خورد و نوش میں والد کی کفالت میں نہ ہو تو یہ صورت شرکت فاسدہ کی ایک قسم ہے۔ جس کا شرعاً حکم یہ ہے کہ اصل مال اور اس کا نفع والد کا ہوگا اور لڑکوں کا حق المحنت بازار اور عرف و رواج کے مطابق دینا واجب ہوگا۔

قال فی الشامیة من کتاب الهبة واذا دفع لابنه مالاً فتصرف فیه الا بن یکون للابن اذا دلت دلالة علی التملیک الخ ص ۶۸۸ ج ۵۔ **وایضاً فی الشرکة الفاسدة من الشامی فی القنیة الاب**

وابنه يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما شيء فالكسب كله للاب ان كان الابن في عياله لكونه معيناً له الا ترى لو غرس شجرة تكون للاب انتهى كلام الشامي. قلت فما كان المال فيه للاب كان كله للاب بالاولى. وايضاً فيه حاصله ان الشركة الفاسدة اما بدون مال واما به من الجانبين او من احدهما الى قوله والثالثة لرب المال وللآخر اجر مثله. ص ۳۲۶ ج ۴ وقال في الشامي لو اجتمع اخوة يعملون في تركة ابيهم ونما المال فهو بينهم سوية ولو اختلفوا في العمل۔

صورت مسئولہ میں والد اور بیٹوں کی شرکت اور اکتساب کی مختلف صورتیں ہیں اور ان کے احکام بھی مختلف ہیں۔ لہٰذا فریقین مقامی طور پر معتمد علیہ دیندار عرف کا واقف اور معاملہ فہم عالم کو ثالث مقرر کریں اور وہ مندرجہ بالا اصول پر مبنی مصالحت اور فیصلہ کرادیں اور انہی اصول پر بھائیوں کے آپس کے کاروبار بھی متفرع ہوں گے۔ فقط واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۷ صفر ۱۳۹۸ھ

الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۸ صفر ۱۳۹۸ھ

مضاربت میں اگر منافع تقسیم ہو اور نقصان کا ذمہ دار رب المال کو بنایا جائے تو یہ درست ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ ایک آدمی نے مجھے رقم برائے دکان مضاربت دی ہے۔ دکان میں نقصان کی صورت میں مالک رقم ذمہ دار ہے۔ نفع کی صورت میں دونوں شریک ہیں۔ کام کرنے والا بھی اور رقم کا مالک بھی کیا رقم نفع والی سود ہے۔ وہ سود کیا جائز ہے۔ جو کام کرنے والا ہے وہ امام مسجد ہے کیا اس صورت میں اس کی اقتداء میں نماز جائز ہے یا نہیں۔

نذر محمد امام مسجد کالونی ٹیکسلہ

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جب رب المال یعنی روپے دینے والا اور مضارب یعنی کارکن دونوں نفع میں شریک ہیں اور نقصان کا ذمہ دار صرف رب المال ہے۔ تو یہ صورت شرعاً صحیح اور درست ہے اور کارکن کی آمدن صحیح ہے۔ اس کاروبار سے جو منافع حاصل ہوں گے وہ سود نہیں۔

البتہ اگر یوں طے ہوا کہ نفع میں دونوں شریک اور نقصان اگر ہو تو صرف کارکن پر پڑے یا جس طرح نفع دونوں کا نقصان بھی دونوں کا۔ یہ صورت باطل اور ناجائز ہے۔ نقصان جب بھی ہو رب المال پر ہی ڈالا جائے گا۔ صرف کارکن کی محنت برباد ہو جائے گی۔ اس کے ذمہ روپیہ نہ ڈالا جائے گا۔ على كل حال يكون الضرر والخسارة عائد على

رب المال و اذا شرط کو نه مشترکا بينه و بين المضارب فلا يعتبر ذلک الشرط ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۵ صفر ۱۳۹۴ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

دو شریکوں میں اگر رقم کا تنازعہ ہو تو فیصلہ گواہوں یا قسم سے ہو گا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید اور عمر نے کپاس کی تجارت شروع کی ۔ زید علاقہ سے کپاس خرید کر کے عمر کو دیتا اور وہ کارخانہ میں دیتا ۔ زید عمر سے رقم لیتا اور دیتا رہا ۔ عمر رجسٹر میں رقم دیتے وقت زید کے دستخط رقم وصول کرنے کے کراتا رہا آخر تجارت ختم ہوتے وقت حساب و کتاب شروع ہوا تو رجسٹر میں چند جگہ رقم وصولی کے دستخط نہیں ہیں اور عمر کہتا ہے کہ میں نے یہ رقم اعتبار پر دے دی ہے اور دستخط نہیں کرائے اور زید بغیر دستخطی رقم کے لینے سے انکاری ہے کہ میں نے یہ رقم بغیر دستخطی کے نہیں لی ۔ تو شرعاً کس طرح اس بغیر دستخط رقم کا فیصلہ کیا جائے ۔ گواہ کس کے لینے ہوں گے اور حلف کس پر آتا ہے ۔ بینوا تو جروا

مولوی سراج الدین شجاع آباد ضلع ملتان

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں بغیر دستخطوں والی رقم کے ثبوت کے لیے عمر کو گواہ دینا لازم ہے ۔ اگر اس کے پاس گواہ نہ ہوں تو زید پر حلف آئے گا کہ یہ رقم میرے ذمہ نہیں جس طرح کہ عمر دعویٰ کرتا ہے ۔ اس کے حلف اٹھانے پر فیصلہ ہو جائے گا یعنی رقم بغیر دستخطوں والی اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گی ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ ہذا

جب دو بھائیوں نے شادی کے لیے دو دو ہزار روپے لیے اور تیسرے کی شادی بغیر خرچ کے ہوگئی اس کو بھائیوں سے رقم لینے کا حق ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ تینوں بھائیوں کی مشترکہ جائیداد اور مشترکہ آمدنی تھی ۔ مشترکہ آمدنی میں سے ایک بھائی کو دو ہزار روپے دیئے ۔ برائے شادی کے لیے ، پھر دوسرے بھائی کو برائے شادی مشترکہ آمدنی سے دو ہزار روپے دیئے ۔ تیسرے بھائی نے اپنے خرچ پر شادی کی ایک بیوہ عورت سے جو کہ چچازاد بھائی سے بیاہی ہوئی تھی اور اس چچازاد بھائی کے بدلہ میں اپنی بہن دے دی ۔ اب تیسرے بھائی نے اپنے دو بھائیوں سے رقم کا مطالبہ کیا کہ

دونوں نے دو دو ہزار روپے شادی کے لیے لیے تھے اور میں نے تم سے کوئی رقم نہیں لی مجھے اس چار ہزار روپے سے جو مشترکہ تھا میرا حصہ دو۔ ان بھائیوں نے کہا کہ تم نے چچازاد بھائی کی بیوہ کے ساتھ نکاح کیا اور اس کی دو لڑکیاں بھی ہیں ان کا نکاح ہمیں دے پھر ہم رقم دیں گے اور لڑکیاں نکاح کے لیے تیار نہیں تو وہ کہتے ہیں کہ پھر ان سے لے لیں۔ ہمارے پاس نہیں۔ اب وہ تیسرا بھائی کس سے رقم لے۔

جفت خان ولد پہلوان موضع مراد مان ضلع ملتان

﴿ج﴾

ہر دو بھائیوں پر لازم ہے کہ جب انہوں نے مشترکہ رقم میں سے دو دو ہزار روپے لیے ہیں تو اپنے تیسرے بھائی کو حصہ اس رقم سے ادا کر دیں۔ یہ الگ امر ہے کہ اس نے شادی کی ہے لیکن سادہ مسنون طریقہ سے کر ڈالی اور روپیہ کی بچت کر لی۔ اس کا حق ہر دو بھائیوں پر لازم ہے اور لڑکیوں سے رقم طلب کرنے کا استحقاق و جواز کسی صورت میں نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر مشترک ٹیوب ویل لگانے کے لیے بنک نے کمپنی سے خرید کر کچھ منافع کے ساتھ شریکوں کو دیا ہو تو جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ آٹھ حصہ داروں نے ایک مشترکہ ٹیوب ویل لگانے کی تیاری کی۔ چار حصہ داروں نے اپنی رقم سے کام شروع کر دیا۔ آدھا سامان لگا دیا چار حصہ داروں کے پاس ذاتی مال نہ تھا ان کو کہا کہ تم لوگ انجن خرید کر لاؤ انہوں نے سرکاری زرعی بنک میں تکاوی چھ ہزار رقم ملنے کی درخواست کی۔ بنک والوں نے زمیندار کمپنی سے چھ ہزار روپیہ میں انجن خرید کیا اور اپنے دفتر میں روبرو کیا اور اس پر منافع تین سو ساٹھ روپے زائد اصل رقم کے ساتھ شامل کر کے سات قسطوں پر قرضہ وصول کرنے کے آرڈر انجن مین چیز سائلین کے حوالہ کیا ہے اور روپیہ ایک بھی نہیں دیا ہے۔ ان میں امام مسجد بھی ہے۔ اس صورت میں سود اگر صورتاً یا معنًا پایا جاتا ہے تو حکم فرمایا جائے اور امام مسجد کی جماعت جائز یا ناجائز ہونے سے بھی مطلع کیا جائے۔

عبدالسلام امام مسجد تحصیل خانیوال ضلع ملتان

﴿ج﴾

اگر واقعہ اسی طرح ہے جیسا کہ آپ نے تحریر کیا ہے تو اس میں سود جو شرعاً حرام ہے اور مرتکب اس کا فاسق وہ نہیں ہے بلکہ اس طرح قرضہ لینا اس صورت میں جائز ہے۔ امام صاحب اور دوسرے تینوں شرکاء جنہوں نے مل کر چھ ہزار

روپیہ سرکاری زرعی بنک کو درخواست دے کر قرضہ طلب کیا اور بنک والوں نے چھ ہزار کا انجن خرید کر کے چھ ہزار تین سو ساٹھ روپے پر انہیں دیا تو اس صورت میں چھ ہزار اور تین سو ساٹھ روپے مجموعہ انجن کی قیمت ہے جس پر چاروں شرکاء نے سرکاری زرعی بنک سے خریدا۔ البتہ اتنی بات ہے کہ بنک والوں نے انجن کمپنی سے خرید کر کے نفع سے امام مذکور اور دوسرے شرکاء پر فروخت کیا اور یہ شرعاً جائز ہے۔ لہٰذا امام مذکور میں اگر دوسری بات خلاف شرع نہیں تو اس کی امامت بلاشبہ درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح عبداللطیف غفرلہ مدرس مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۲ محرم ۱۳۸۴ھ

کیا شراکت پر کاروبار چلانے والے منتظم ونگران کو حصہ کے علاوہ تنخواہ دینا جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ چند آدمیوں نے مل کر کپڑا تیار کرنے کی مشین یعنی پاورلوم خرید کر لگائے اور چلا کر کپڑا تیار کر کے بازار میں فروخت کرنے و دیگر کاروبار کے لیے مشترکہ طور پر اپنی اپنی حیثیت کے مطابق ایک ایک، سو روپے فی حصہ کے حساب سے، کسی نے ایک حصہ، دس حصے، کسی نے بیس حصے کے حساب سے رقومات جمع کیں اور اپنے میں سے ایک شریک کاروبار حصہ دار کو ان مشینوں وتمام کاروبار کا منتظم ونگران مقرر کر کے تمام رقومات اس کے حوالے کر دیں۔ پھر اس سے کہا کہ تم خود ہی ان رقومات سے مشینیں خرید کر لگا دو اور خود ہی سوت خرید کر کپڑا تیار کروا کے بازار میں فروخت کرو پھر نفع ونقصان ہم سب حصہ دار اپنے اپنے حصوں کے مطابق تقسیم کر لیں گے اور یہ بھی کہا کہ ان رقومات کو تم کسی بھی امور کے کاروبار میں صرف کر سکتے ہو اور لگا سکتے ہو بہر حال تم جو بھی کاروبار ان رقومات سے کرو گے ہم تم کو اس انتظام ونگرانی کے عوض بطور تنخواہ کے ایک روپیہ فی حصہ فی ماہ یعنی ایک روپیہ فی سینکڑہ فی ماہوار متعین کر کے دیں گے یعنی ایک سو روپے والا ایک روپیہ اور ایک ہزار روپے والا دس روپے ماہوار تم کو متعین طور پر دیں گے۔ کیا ان حصہ داروں کا یہ ایک روپیہ فی سینکڑہ ماہوار بطور تنخواہ کے دینا اور اس حصہ دار کا لینا شرعی طور پر جائز ہے یا نہیں۔ بلکہ اس منتظم ونگران کی اپنی بھی رقم بطور حصہ کے ان رقومات میں شامل ہے۔

تنقیح

وضاحت کریں کہ ایک روپیہ فی حصہ کی آمدنی حساب سے دیا جائے گا یا کل جمع شدہ حصص کے حساب سے دیا جائے گا جو صورت ہو واضح کر کے فتویٰ حاصل کریں۔

از دارالافتاء قاسم العلوم ملتان

تمام حصہ دار آمدنی میں سے فی حصہ ایک روپیہ نہیں دیں گے بلکہ کل جمع شدہ حصص (کل جمع شدہ سرمایہ) میں سے ایک روپیہ فی حصہ فی ماہ دیں گے۔ مثلاً اگر تمام حصہ داروں نے مل کر ایک لاکھ روپیہ جمع کر کے کاروبار شروع کیا ہو تو اس کل جمع شدہ رقم پر منتظم کو مبلغ ہزار روپے ماہوار دیا کریں گے۔

﴿ج﴾

اگر کل جمع شدہ حصص متعین ہیں تو ان متعین حصص کے مطابق فی سینکڑہ ایک روپیہ بطور تنخواہ دینا درست ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۸ محرم ۱۳۹۷ھ

جس مشترک کاروبار میں دو حصے بنک کے ہوں کیا اس میں کوئی شخص اپنے ذاتی مال سے حصہ ڈال سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک کارخانہ بمعہ ٹیوب ویل مشترکہ جس میں دو حصہ دار رقم سود بنک ہے اور تیسرا حصہ ذاتی ہے کیا یہ تیسرا حصے دار جس کا اپنا ذاتی روپیہ ہے اس میں شریک ہو سکتا ہے یا نہیں۔ کیونکہ نفع ونقصان ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ اور اپنا ہے۔ اگر جائز نہیں ہو سکتا تو کیا اس کا پانی خریدنا جائز ہے یا ناجائز اور جہاں ٹیوب ویل لگایا گیا ہے وہ رقبہ بہت اونچا ہے جس پر کنویں وغیرہ کا پانی نہیں چڑھ سکتا۔ رقبہ بہت بہترین ہے۔ اس پر سوا ٹیوب ویل کے پانی کے اور نہیں چڑھ سکتا اور بس ٹیوب ویل کا پانی لگایا جاتا ہے۔ وہی بنک کی رقم کا لگایا ہوا ہے اور ہم میں اتنی طاقت نہیں کہ اپنا ذاتی روپیہ اکٹھا کر کے لگوائیں اور نہ ہمیں کوئی ادھار دیتا ہے اور جس کا ذاتی روپیہ ہے اس کا رقبہ نسبت دیگر کے بہت اونچا ہے۔ اس لیے وہ شریک ہونا چاہتا ہے بوجہ مجبوری۔

﴿ج﴾

اس مشین بمعہ ٹیوب ویل میں جو سود پر لیے ہوئے قرضہ بنک سے خریدی جائے میں بطور حصہ دار کے شریک ہونا ازروئے فتویٰ جائز ہے۔ اگرچہ سود پر قرضہ لینے والوں کے ساتھ کاروبار میں شرکت کرنا تقویٰ اور پرہیزگاری کے خلاف ہے۔ کیونکہ سود لینے والے اور سود دینے والے پر اللہ کی لعنت برستی ہے۔ **کما جاء فی الحدیث لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آکل الربا و مؤکلہ و کاتبہ و شاھدیہ وقال ھم سواء او کما قال مشکوٰۃ ص ۲۴۴۔**

لہٰذا حتی الوسع شرکت کرنے سے اجتناب ہی کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۳ ذی قعدہ ۱۳۸۵ھ

ایک بھائی دکان میں سے اپنا حصہ دوسرے بھائی کی اجازت کے بغیر بیچ سکتا ہے

﴿س﴾

محمد اقبال، عبدالرشید دونوں حقیقی بھائی ہیں۔ عبدالرشید اور محمد اقبال ایک دکان کے مالک ہیں۔ عبدالرشید اس دکان میں کاروبار کرتا ہے۔ کیا ایک بھائی دوسرے بھائی کی اجازت اور رضامندی کے بغیر دکان کو فروخت کر سکتا ہے۔ کیا یہ بیع شرعاً درست ہوگی۔

عبدالرشید تغلق روڈ ملتان شہر

﴿ج﴾

وفی العالمگیریة ص ۱۵۵ ج ۳ اذا کانت الشرکة بسبب المیراث او الشراء او الهبة یجوز بیع احدهما نصیبه من شریکه ومن الاجنبی بعد اذنه شریکه۔ روایت بالا سے معلوم ہوا کہ ایک بھائی اپنے حصہ کو دوسرے بھائی کی اجازت نسبت کے بغیر فروخت کر سکتا ہے۔ یہ بیع کالعدم نہیں ہوگی۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۲ شعبان

کتاب المفقود

گمشدہ شخص کے احکام

جس عورت کا شوہر ہندوستان میں رہ گیا ہو اُس نے پاکستان میں ڈیڑھ سال بعد نکاح کرلیا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تقسیم کے دور میں غدر کی وجہ سے عورت منکوحہ تو کسی نہ کسی طرح بیچاری پاکستان میں آ پہنچی۔ خاوند اس کا نہیں آیا بلکہ آ ہی نہیں سکا۔ اب جس طرح کوشش ہو سکتی تھی کی ہے اس کا کوئی پتہ نہیں لگا۔ ایک سکھ کا خط آیا تھا اس میں لکھا تھا کہ وہ شخص قتل کیا گیا ہے ایک اس کا اپنا خط آیا تھا لکھا تھا کہ میں بہت مجبوری میں ہوں کہ کہیں بھی مجھے آنے جانے نہیں دیتے۔ اس کے بعد کوئی پتہ ابھی تک نہیں آیا۔ اس عورت نے آنے سے ڈیڑھ سال بعد نکاح کرلیا تھا وہ نکاح صحیح ہے یا نہیں۔

مستری عبدالغفور دہلوی روڈ
۱۳ ربیع الاول ۱۳۷۴ھ

﴿ج﴾

عورت مذکورہ کسی مسلمان جج کے پاس دعویٰ دائر کردے کہ میں فلاں کی بیوی ہوں اور وہ مفقود الخبر ہے۔ جج اس کو چار سال کی مہلت دے۔ چار سال میں جج سرکاری ذرائع سے اس کو تلاش کرے۔ چار سال تک اگر کوئی پتہ نہ چل سکے تو پھر جج کے پاس جائے اب جج اس کی موت کا فیصلہ دے اور اس وقت سے چار ماہ دس دن عدت موت کی گزار کر دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔ اس کے علاوہ جس طرح بھی اس نے نکاح کیا ہے وہ ہرگز صحیح نہیں۔ ان کو ضرور الگ ہو کر یا تو مندرجہ بالا صورت سے فسخ کرانا چاہیے یا طلاق حاصل کی جائے خاوند سے۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
ربیع الاول ۱۳۷۴ھ

چار سال سے لاپتہ شخص کی بیوی اگر پریشان ہو تو کیا کرے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مفقود ہو گیا۔ عرصہ چار سال کا گزر چکا ہے۔ تمام اخباروں

میں اشتہار اور رشتہ داروں سے پتہ کرایا لیکن نامعلوم رہا۔اس کی بیوی بوجہ سخت اندیشہ نازک دور میں پریشان حال ہے اور قضاۃ وقت سے اپیل کرتی ہے کہ مجھے اس پریشانی سے نکال کر مہربانی فرمائی جائے۔

سکینہ دختر کھیڑا پیر چگی شریف تحصیل کوٹ ادو

﴿ج﴾

مفقود کی بیوی کے لیے بہتر ہے کہ شوہر کو خود تلاش کرے اگر نہ کر سکے تو ایسی حالت میں یہ عورت کسی حاکم کے پاس روبرو دو گواہوں کے اپنا نکاح حاکم کے پاس ثابت کرے۔ بعد میں شوہر کے مفقود ہونے پر شہادت شرعیہ پیش کرے اور حاکم شوہر کی ممکن تلاش کرے۔ جہاں اس کے ہونے کا امکان غالب ہو وہاں آدمی بھیجے اور جہاں صرف احتمال ہو خط وغیرہ سے تحقیق کرے۔ اخبار میں اشتہار دینا مفید معلوم ہو تو یہ بھی کرے۔ ہر ممکن صورت سے اس کی تلاش میں پوری کوشش کرے۔ حاکم کے پاس دعویٰ ہونے سے پہلے عورت کی طرف سے یا کسی اور دوسرے شخص کی طرف سے تلاش کی کوشش کافی نہیں بلکہ دعویٰ پیش ہونے کے بعد ضروری ہے کہ حاکم پوری کوشش کرے دوسروں کے کہنے پر ہرگز اعتماد نہ کرے جب حاکم شوہر کے ملنے سے ناامید ہو جائے تو عورت کو چار سال کی مہلت دے۔ اگر ان چار سالوں میں بھی اس کی کوئی خبر نہ آئی تو حاکم کے پاس دوبارہ درخواست پیش کرے اور نکاح فسخ کرالے اور شوہر کو مرا ہوا تصور کر کے چار ماہ دس دن عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ اگر دوسری جگہ نکاح کرنے کے بعد پہلا شوہر واپس آ گیا تو یہ عورت اس پہلے شوہر کو ملے گی جدید نکاح کی ضرورت نہیں پہلا نکاح ہی کافی ہے۔ اگر دوسرے شوہر سے حالت نکاح میں فسخ نکاح کے بعد عدت گزرنے سے قبل اولاد پیدا ہوگئی تو یہ دوسرے شوہر کی ہوگی۔ **ملخص ماھو مذکور فی الحیلۃ الناجزۃ** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۳ صفر ۱۳۹۵ھ

زوجہ مفقود الخبر کا عقد ثانی اگر شرعی طریقہ سے ہٹ کر کیا گیا ہو تو یہ نکاح جائز نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص مسمی زید نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن (پندرہ سالہ) مفقود الخبر کی بیوی سے نکاح کر لیا حالانکہ عبدالرحمٰن کی موت وحیات کے متعلق قانونی اور رواجی طور پر کوئی تفتیش نہیں کی گئی اور نہ عبدالرحمٰن خود کوئی طلاق وغیرہ دے کر گیا تھا۔ تو کیا زید مذکور اس نکاح پر مجرم ہے یا نہ۔ نیز جو لوگ اس نکاح میں بیٹھے ہیں ان کا نکاح باقی ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

واضح رہے کہ صورت مسئولہ میں یہ نکاح جو زوجہ مفقود الخبر کے لیے شرعی طریقہ سے دوسری جگہ نکاح کرنے کا طریقہ ہے"۔ اس کے خلاف کیا گیا ہے۔ اس لیے یہ نکاح ناجائز اور نکاح بر نکاح شمار ہوگا اور اس طرح زوجین کا آپس میں آباد رہنا حرام کاری ہے۔ لہٰذا زید پر لازم ہے کہ وہ فوراً اس عورت کو چھوڑ دے اور توبہ تائب ہو جائے۔ نیز نکاح میں موجود دوسرے اشخاص کا نکاح بدستور باقی ہے۔ البتہ یہ لوگ سخت گنہگار بن گئے ہیں۔ بشرطیکہ ان کو علم ہو کہ یہ نکاح بر نکاح ہو رہا ہے۔ ان کو بھی توبہ کرنی لازم ہے۔ واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۵ ربیع الثانی ۱۳۸۸ھ

دس سال سے لاپتہ شخص کی بیوی کے لیے کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ میں کہ زید نے شادی کے بعد دو سال بیوی گھر رکھی پھر زید کہیں چلا گیا۔ دس سال سے لاپتہ ہے کیا دوسری جگہ شادی کر سکتے ہیں یا نہیں۔

محمد اصغر ملتانی

﴿ج﴾

مفقود کی بیوی کے لیے بہتر یہ ہے کہ شوہر کی عمر نوے برس ہونے تک صبر کرے۔ اگر صبر نہ کر سکے تو ایسی حالت میں یہ عورت کسی حاکم مسلم کے پاس دعویٰ پیش کرے اور گواہوں سے اپنا نکاح حاکم کے پاس ثابت کرے۔ نکاح کے اصلی شاہد ضروری نہیں بلکہ شہادت بالتسامع کافی ہے یعنی نکاح کی عام شہرت سن کر نکاح پر شہادت دی جاسکتی ہے۔ بعد میں شوہر کے مفقود ہونے کی شہادت شرعیہ پیش کرے۔ پھر حاکم اس شخص کی بقدر ممکن تلاش کرے جہاں اس کے جانے کا ظن غالب ہو وہاں وہاں آدمی بھیجے اور جہاں صرف احتمال ہو خط وغیرہ سے تحقیق کرے۔ اخبار میں اشتہار دینا مفید معلوم ہو تو یہ بھی کرے۔ بہرکیف ہر ممکن صورت سے اس کی تلاش میں پوری کوشش کرے۔ حاکم کے پاس دعویٰ پیش ہونے سے قبل عورت کی طرف سے یا کسی دوسرے شخص کی طرف سے تلاش کی کوشش کافی نہیں بلکہ دعویٰ پیش ہونے کے بعد ضروری ہے کہ حاکم خود پوری کوشش کرے دوسروں کے کہنے پر ہرگز اعتبار نہ کرے۔ جب حاکم شوہر کے ملنے سے بالکل ناامید ہو جائے تو عورت کو چار سال کی مہلت دے۔ اگر ان چار سالوں میں بھی اس کی کوئی خبر نہ آئے تو عورت حاکم کے پاس دوبارہ درخواست پیش کر کے نکاح فسخ کروالے اور شوہر کو مردہ تصور کر کے چار ماہ دس

دن عدت عدت وفات گزار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ اگر دوسری جگہ نکاح کرنے کے بعد پہلا شوہر واپس آ گیا تو یہ عورت پہلے شوہر کو ملے گی۔ جدید نکاح کی بھی ضرورت نہیں۔ پہلا نکاح ہی کافی ہے۔

اگر دوسرے شوہر نے خلوت صحیحہ کی ہو تو کل مہر دے گا اور عورت پر عدت طلاق واجب ہوگی۔ **وغیرہ ذلک وھذا ماھو مشروح فی الحیلة الناجزة للحلیلة العاجزة** ص ۶۷ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۷ صفر ۱۳۸۹ھ

جو عورت ہجرت کر کے پاکستان آئی ہو اور چار سال تک شوہر کا علم نہ ہو تو کیا کیا جائے

﴿س﴾

مسئلہ ذیل میں علمائے دین وشرع متین کا جو حکم ہو اس سے آگاہ فرمایا جائے تاکہ شرعی احکام کے مطابق عمل کروں۔ مسئلہ عرصہ تقریباً سات سال ہوئے میرا نکاح بروئے احکام شرعی بمقام پٹیالہ میرے والدین نے کر دیا مگر فریقین کے درمیان موافقت نہ ہوئی۔ تقریباً دو ڈھائی ماہ کے بعد ہی خاوند کے ظلم سے من سائلہ اس کے گھر سے والدین کے گھر آ گئی اور والدین کے ہاں وقت گزاری کرتی رہی۔ اسی دوران میں خاوند نے دوسرا نکاح کر لیا اور مجھ کو اپنی زوجیت میں آباد نہیں کیا۔ ازاں بعد انقلاب ۱۹۴۷ء پیش آ گیا اور سائلہ بدقسمتی سے ہجرت کر کے پاکستان میں آ گئی۔ مگر باوجود عرصہ چار سال ہجرت گزر جانے پر خاوند کی موجودگی کا پاکستان میں کوئی پتہ نہیں چلا۔ من سائلہ بدستور عقد نکاح کی قید میں مقید ہے۔ فی زمانہ مجھے اپنی زندگی گزارنی دشوار ہے اور نان نفقہ سے ہی تنگ ہوں۔ لہٰذا اس بارے میں شرع متین کے حکم سے آگاہ فرمائیں۔

خادمہ ظہور زوجہ خورشید احمد اندرون دہلی گیٹ ملتان شہر

﴿ج﴾

زوجہ مفقود کا حکم فقہائے احناف کے نزدیک تو یہ ہے کہ جب تک زوج کے ہم عمر لوگ زندہ ہیں اس وقت تک اس کو جدا ہونے کا حق نہیں لیکن علماء ہند کی مقتدر جماعت نے مذہب مالکیہ پر فتویٰ دے کر چار سال کے انتظار کے بعد مفقود کی زوجیت سے علیحدہ ہونے کا حق دیا ہے۔ دیگر متاخرین احناف سے بھی منقول ہے لیکن مندرجہ ذیل شروط کا ضروری خیال رکھا جائے۔

(۱) عورت مسلم جج کے پاس مقدمہ دائر کر کے بذریعہ شہادت شرعیہ پہلے یہ ثابت کرے کہ میرا نکاح فلاں شخص سے ہوا۔ اگر نکاح کے عینی گواہ موجود نہ ہوں تو شہرت عام پر بھی شہادت دی جا سکتی ہے۔

(۲) پھر بذریعہ شہادت شرعیہ زوج کے مفقود ولا پتہ ہونے کو ثابت کرے۔

(۳) بعد ازاں جج مفقود کی باقاعدہ مکمل تفتیش تلاش کرے۔ جج پر لازم ہے کہ صرف اولیاء زوجہ وغیرہ کی تفتیش پر اعتماد نہ کرے بلکہ خود تلاش کرے۔ جہاں جہاں غالب خیال ہے وہاں بذریعہ پولیس وغیرہ تفتیش کرے۔ نیز عام مقامات پر بذریعہ خطوط و اشتہارات و اخبارات تلاش جاری رکھے۔

(۴) پھر بعد مایوسی کے جج چار سال کے مزید انتظار کا حکم کرے۔ تفتیش کا زمانہ اور جج کے پاس مقدمہ کے جانے سے قبل جو زمانہ گزرا ہے۔

(۵) مذہب احناف میں چونکہ نکاح کے فسخ کے لیے حاکم کا حکم ضروری ہے اس لیے حتی الوسع مذہب احناف پر عمل کرتے ہوئے جب مزید چار سال بھی گزر جائیں تو پھر دوبارہ جج کے پاس برائے تنسیخ حاکم حکم شرعی بالتنسیخ کرائیں اور عدت کی مدت گزار کر دوسرا نکاح کریں۔

(۶) مذہب مالکیہ کی رو سے مندرجہ بالا شروط کے ساتھ عمل کرنے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ عورت کے نان و نفقہ کی کوئی صورت یا معصیت میں نہ کوئی اندیشہ ہو ورنہ اگر یہ ضرورت نہ ہو تو درج بالا قواعد کے مطابق وہ نکاح فسخ کرا سکتی ہے۔ واللہ اعلم

جو شخص سات سال سے لاپتہ ہو کیا عدالتی تنسیخ کے ذریعہ اس کا نکاح ختم ہو جائے گا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ زید عرصہ سات سال سے لاپتہ ہے۔ اس کے بھائی نے مغربی پاکستان کے بڑے شہروں میں اس کو تلاش کیا مگر وہ نہ مل سکا۔ صرف جھنگ کے ایک غیر مشہور اخبار عروج میں اس کے متعلق اشتہار دیا گیا۔ مرکزی اخباروں میں اس کے متعلق کوئی اشتہار نہیں دیا گیا اور نہ ریڈیو پاکستان میں اس کے متعلق کوئی اعلان کرایا گیا۔ اب اس کی عورت نے عدالت میں تنسیخ نکاح کا دعویٰ دائر کر دیا۔ عورت کے سسر اور دیور نے عدالت میں حلفیہ بیان دیا کہ مسمی زید واقعی عرصہ سات سال سے لاپتہ ہے اور ہم اس کے متعلق کچھ نہیں جانتے اور انہوں نے عدالت میں یہ بیان دیا کہ اگر عورت زید کے بچے (ایک بچہ اور ایک بچی) ہمیں واپس کر دے تو یہ جہاں چاہے جا سکتی ہے۔ ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ چنانچہ عورت نے بچے واپس دے دیے اور عدالت نے تنسیخ نکاح کا حکم صادر فرما دیا۔ جس کی نقل ہمارے پاس موجود ہے اب عرض یہ ہے کہ عورت دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے یا نہ۔ مفقود الخبر کے متعلق جو احکام ہیں اس کے ماتحت جو فتویٰ آپ صادر فرمائیں گے اس پر عمل کیا جائے گا۔ عدالت کی تنسیخ کو عرصہ تین ماہ اور کئی دن گزر چکے ہیں اگر شرعاً اس کا نکاح فسخ ہو گیا تو اس کو کتنی عدت گزارنی چاہیے۔ بینوا توجروا

مدرسہ ریاض الاسلام جھنگ

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں اس عورت کا نکاح اپنے مفقود الخبر خاوند کے ساتھ بدستور باقی ہے۔ عورت کا دوسری جگہ نکاح ناجائز ہے۔ عدالتی تنسیخ کا اعتبار نہیں۔ اس لیے عدالت کی تنسیخ کا شرعاً تب اعتبار ہوتا ہے کہ وہ شرعی قاعدہ کے موافق ہو۔ صورت مسئولہ میں عدالت نے تنسیخ شرعی قاعدہ کے خلاف کی ہے۔ مفقود الخبر کی بیوی کے لیے تنسیخ نکاح کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ مفقود کی بیوی کے لیے بہتر یہ ہے کہ شوہر کی عمر نوے برس ہونے تک صبر کرے۔ اگر صبر نہ کر سکے تو ایسی حالت میں یہ عورت کسی مسلمان حاکم کے پاس دعویٰ پیش کرے اور گواہ سے اپنا نکاح حاکم کے پاس ثابت کرے۔ نکاح کے اصلی شاہد ضروری نہیں بلکہ شہادت بالتسامع کافی ہے۔ یعنی نکاح کی عام شہرت سن کر نکاح پر شہادت دی جاسکتی ہے۔ بعد میں شوہر کے مفقود ہونے کی شہادت شرعیہ پیش کر لے۔ پھر حاکم اس شخص کی بقدر ممکن تلاش کرے۔ جہاں اس کے جانے کا ظن غالب ہو۔ وہاں آدمی بھیجے اور جہاں صرف احتمال ہو خط وغیرہ سے تحقیق کرے۔ اخبار میں اشتہار دینا مفید معلوم ہو تو یہ بھی کر لے۔ بہرکیف ہر ممکن صورت سے اس کی تلاش میں پوری کوشش کرے۔ حاکم کے پاس دعویٰ پیش ہونے سے قبل عورت کی طرف سے یا کسی دوسرے شخص کی طرف سے تلاش کی کوشش کافی نہیں بلکہ پیش ہونے کے بعد ضروری ہے کہ حاکم خود پوری کوشش کرے۔ دوسروں کے کہنے پر ہرگز اعتبار نہ کرے۔ جب حاکم شوہر کے ملنے سے بالکل ناامید ہو جائے تو عورت کو چار سال کی مہلت دے۔ اگر ان چار سالوں میں بھی اس کی کوئی خبر نہ آئی تو عورت حاکم کے پاس دوبارہ درخواست پیش کر کے نکاح فسخ کروا لے اور شوہر کو مردہ تصور کر کے چار ماہ دس دن عدت وفات گزار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔

هذا ملخص ما هو مشروح في الحيلة الناجزة للحليلة العاجزة ص ۶۴۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۰ ربیع الاول ۱۳۸۹ھ

ہندو وغیرہ جو چیزیں مثل اینٹ، کڑیاں وغیرہ چھوڑ گئے ہیں کیا اُن کا مسجد میں لگانا درست ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اس علاقہ میں اہل ہنود کی ترک شدہ مالیت یعنی اینٹ پختہ، لکڑی وغیرہ وہ مہاجر حضرات فروخت کرتے ہیں۔ وہ اینٹ، لکڑی مقامی حضرات خرید کر کے اپنے مکانات پر لگا سکتے ہیں یا نہیں۔ وہ مہاجرین سے خرید شدہ لکڑی و اینٹ مسجد پر لگا سکتے ہیں یا نہیں۔

﴿ج﴾

موجودہ حکومت نے ابھی تک تارکین وطن ہنود کو اپنے املاک کا مالک تسلیم کیا ہوا ہے۔ کاغذات سرکار میں ابھی تک ان کے املاک متروکہ ان کے نام درج ہیں۔ کسٹوڈین کا محکمہ ان کی حفاظت کے لیے قائم ہے۔ نیز حکومت نے

جن مہاجرین کے نام متروکہ جائیداد الاٹ کی ہے وہ بھی ان کی اصطلاح میں عارضی مستقل ہیں۔ ان کو فروخت کرنے یا مالکانہ تصرف کرنے کا اختیار نہیں دیا تو کوئی وجہ شرعی ایسی نہیں ہے کہ ان کو کسی ہندو کی متروکہ چیز لکڑی، اینٹ وغیرہ کی فروخت کی اجازت ہو جائے۔ اس لیے یہ خرید و فروخت جائز نہیں۔ کسی کو اس کے استعمال اور مسجد میں لگانا جائز نہیں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۸ محرم الحرام ۱۳۷۵ھ

جس عورت کا شوہر رخصتی سے قبل ہی اغوا کر کے لاپتہ کیا گیا ہو اب اس کی جان کی خلاصی کیسے ہوگی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ زید نے اپنی نابالغہ لڑکی ہندہ کا نکاح عمرو کے ساتھ کر دیا۔ اب جبکہ ہندہ عرصہ تیرہ سال سے بالغہ ہو چکی ہے اس کا ناکح عمرو کسی عورت کو عرصہ آٹھ سال سے اغوا کر کے کہیں چلا گیا ہے اور باوجود ہزار کوشش کے کہیں سے اس کی موت و حیات کا کوئی پتہ نہیں چلا تو کیا اب ہندہ از روئے شرع شریف عمرو کی قید نکاح سے فارغ ہو کر کہیں اور نکاح کر سکتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

عورت مذکورہ کسی مسلمان مجسٹریٹ کے پاس درخواست دے کہ فلاں شخص میرا خاوند ہے لیکن وہ لاپتہ ہے۔ اب میری خلاصی کر لیجیے تو مجسٹریٹ اس کو چار سال مزید انتظار کرنے کا حکم دے۔ اس چار سال میں حکومت تفتیش کرے بذریعہ اخبارات وغیرہ اور جہاں گمان غالب ہو وہاں آدمی بھیجے۔ بعد چار سال اگر پتہ نہ چلا تو عورت پھر دعویٰ دائر کر دے۔ اب مجسٹریٹ اس زوج پر حکم موت کا لگا دے۔ اسکے بعد چار ماہ دس دن عدت وفات گزار کر اور جگہ نکاح کرے لیکن اگر عورت نان نفقہ کے لیے بہت سخت محتاج ہے کوئی گزارہ کی شکل نہیں یا معصیت میں پڑنے کا قوی خطرہ ہو جس سے بچنے کی کوئی صورت نظر نہ آئے تو مجسٹریٹ سے بغیر انتظار کے نکاح بوجہ ظالم ہونے زوج کے فسخ کرالے اور تین حیض کامل گزار کر اور جگہ نکاح کر لے۔ خوب غور کر لیا جائے بلاضرورت فتویٰ کو استعمال نہ کیا جائے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۳ ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ

جس عورت کا شوہر دس سال پاگل رہا ہو اور پھر لاپتہ ہو گیا ہو تو اس کی بیوی عقد ثانی کر سکتی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسمی عطا محمد ولد محمود خان قوم آریا سکنہ امیر پور تھیم تحصیل لودھراں ضلع ملتان کی شادی عرصہ تقریباً ۱۴/۱۵ سال ہوئے ہیں کہ ہمراہ مسماۃ بدھن دختر محمود ولد الٰہی بخش قوم آریا سکنہ موضع سنہ

کوٹ تحصیل لودھراں ضلع ملتان سے منعقد ہوئی تھی۔ اس وقت چار نابالغ بچگان ہیں۔ ایک لڑکی اور تین پسران موجود ہیں۔ لیکن عطا محمد مذکورہ عرصہ قریباً ۱۰/۱۱ سال ہوئے کہ تقدیر الٰہی سے قطعی پاگل ہو چکا ہے اور پاگل ہوئے تاہنوز اس کے ہوش و حواس ختم ہو چکے ہیں۔ عطا محمد مذکورہ کو لاہور پاگل خانہ میں بھی داخل کرا کر علاج معالجہ کرایا اور اپنے طور پر بھی ہر ممکن علاج معالجہ مذکورہ کا کرایا گیا لیکن کچھ افاقہ نہیں ہوا ہے۔ اکثر و بیشتر بحالت پاگل پن کے مذکورہ ایک دو ماہ تک عدم پتہ بھی ہوتا رہا ہے لیکن اب عرصہ ۳ سال سے عطا محمد مذکور بالکل لا پتہ ہے۔ خدا معلوم زندہ ہے یا مر چکا ہے یہ کہ بحالات مذکورہ اب والدین مسماۃ مذکورہ اور پدر عطا محمد مذکور پر دونوں فریقین اور خود مسماۃ بڈھن مذکورہ دوسرے نکاح ثانی کرنے پر رضامند ہیں۔ آیا ان حالات میں کیا مسماۃ بڈھن مذکورہ اپنا نکاح کسی شخص سے کر سکتی ہے یا نہیں۔ فتویٰ عنایت فرما کر مشکور فرمادیں۔

محمود ولد الٰہی بخش قوم آریا سکنہ موضع سنہ کوٹ تحصیل لودھراں ضلع ملتان

﴿ج﴾

مسماۃ مذکورہ دوسرے شخص سے نکاح تب کر سکتی ہے جبکہ مندرجہ ذیل طریقہ سے حاکم مسلمان سے اپنا نکاح فسخ کرالے۔ قبل از تنسیخ مذکور جائز نہیں۔ مذکورہ عورت زوجہ مفقود ہے اور اس کی خلاصی کے لیے اس پر لازم ہے کہ یہ عورت حاکم مسلمان کی عدالت میں دعویٰ تنسیخ نکاح بسبب گم ہونے شوہر کے دائر کرے اور بذریعہ شہادت شرعیہ یہ ثابت کرے کہ میرا نکاح فلاں شخص سے ہوا تھا۔ اس کے بعد گواہوں سے اس کا گم شدہ، لا پتہ ہونا ثابت کرے۔ بعد ازاں حاکم مذکور خود بھی مفقود کی تفتیش اور تلاش کرے۔ عورت اور اس کے اولیاء کے بیان پر اکتفا نہ کرے۔ جہاں جہاں مفقود کے جانے کا غالب گمان ہو وہاں آدمی بھیجا جائے اور جہاں غالب گمان نہ ہو وہاں خطوط بھیج کر تحقیق کرے یا اخبار میں شائع کر دے۔ غرض اپنی طرف سے بھی اس کی تفتیش میں سعی بلیغ کرے اور جب پتہ ملنے سے مایوس ہو جائے تو عورت کو چار سال تک مزید انتظار کا حکم کرے۔ پھر اگر ان چار سالوں کے اندر بھی مفقود کا کچھ پتہ نہ چلے تو عورت دوبارہ درخواست دے کر حاکم مسلمان سے حکم بالموت حاصل کرے اور حکم بالموت کے حاصل کرنے کے بعد عدت وفات چار ماہ دس دن گزار کر اپنے اختیار سے جہاں چاہے نکاح کرے اور تب جا کر اس کے لیے دوسرے شخص سے نکاح جائز ہوگا۔ اس کے بعد بھی اگر وہ گم شدہ شوہر واپس آ جائے تب بھی یہ نکاح ثانی ٹوٹ جائے گا اور سابق شوہر ہی کی منکوحہ شمار ہوگی۔ ھکذا فی الحیلۃ الناجزہ ص ۶۷ المولانا تھانوی رحمہ اللہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جو شخص مقدمہ کے ڈر سے کئی سال سے روپوش ہو گیا کیا اس کی بیوی عقد ثانی کر سکتی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص عمر پچاس برس تقریباً سلیم العقل مقدمہ بازی

کے ڈر سے مفقود الخبر ہے۔ عرصہ چار برس مکمل سے مفقود الخبر ہے۔ جس کے سٹاف، تھانیدار وغیرہ یعنی سرکاری عملہ بھی متلاشی ہیں لیکن آج تک اس کی شنید نہیں آئی۔ اس کی منکوحہ ایک نوجوان عورت ہے جو کہ صبر نہیں کر سکتی۔ ایک دو بار اغواء بھی ہو چکی ہے۔ اب وہ بدمعاشی اختیار کر رہی ہے۔ وہ کہتی ہے یا میرا نکاح کیا جائے ورنہ یہ حالت رہے گی۔ کیا اس کا نکاح ثانی ہو سکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

چونکہ اس عورت کا خاوند مفقود الخبر ہے اس لیے یہ عورت کسی مسلمان حاکم کی عدالت میں دعویٰ دائر کر دے اور پہلے یہ ثابت کرے کہ میرا نکاح فلاں شخص سے ہوا تھا جو کہ مفقود الخبر ہے۔ پھر اس کا مفقود و لاپتہ ہونا ثابت کرے۔ نیز یہ بھی عدالت میں واضح کر دے کہ بدون نکاح میں صبر نہیں کر سکتی بلکہ گناہ میں ابتلاء کا سخت اندیشہ ہے۔ اس کے بعد حاکم خود بھی حکومتی ذرائع سے اشتہارات منادی سے تفتیش تلاش کرے اور جب پتہ ملنے سے مایوسی ہو جائے تو حاکم کو یہ اختیار حاصل ہے کہ سائلہ کے زنا میں پڑنے کے خطرے کی بناء پر (جیسے کہ صورت مسئولہ میں اس کے اغواء ہونے سے محقق ہو چکا ہے) فوری طور پر حکم بالطلاق کر دے۔ اگر حاکم نے اس عورت کو خاوند مفقود الخبر کے نکاح سے الگ کر دیا تو یہ عورت عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ ہذا

جو شخص کچھ مدت سے لاپتہ ہو گیا اُس کی جائیداد فروخت کی جا سکتی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسمی عبدالغفور کا والد مولوی خیر کثیر صاحب اپنے والد مولوی خیر محمد صاحب کے سامنے فوت ہو چکا تھا۔ عبدالغفور کے دادا مولوی خیر محمد صاحب نے اپنے پوتے کی پرورش کے مدنظر ایک مکان عبدالغفور کے نام تملیک کر دیا اور وہ اس مکان کا قابض و متصرف رہا۔ اب مسمی عبدالغفور ولد خیر کثیر مرحوم کچھ مدت سے مفقود الخبر ہے۔ ہر چند تلاش کی گئی مگر اس کی موت و حیات کا کچھ پتہ نہیں چلا۔ اس کا متروکہ ایک مکان ہے اور اس کے وارث ماں حقیقی مسماۃ رحیم خاتون ہے اور ایک عصبہ جدی محمد منیر ہے۔ محمد منیر نے اپنا حصہ مکان کا اپنی غرض پوری کرنے کے لیے خواہ شرعاً جائز تھا یا نہ تھا فروخت کر دیا۔ چونکہ مکان مشترک تھا اور عبدالغفور کی والدہ کا حصہ تقسیم کرنا دشوار تھا اور مشترک ہونے کی صورت میں وہاں اس کی رہائش یا کرایہ پر دینا ناممکن تھا۔ مجبوری کی حالت میں اگرچہ بے جا شرعاً ناجائز تھا بخوف ضائع ہونے کے لیے بیع کر دیا اور اس کے زرِ ثمن کو بھی عبدالغفور مفقود الخبر بطور ضمانت حاصل کر کے رکھ دیا گیا اور بیع نامہ میں یہ مضمون تحریر کیا گیا۔ ''خلاصہ یہ ہے کہ اگر عبدالغفور مالک مکان مفقود الخبر واپس آ گیا اور اس نے واپسی مکان کا مطالبہ کیا تو اس کی ذمہ داری من مقرہ بائع پر ہوگی اور مشتری مذکور کے

زرثمن کو نقصان پہنچے تو اس کے اپنے زرثمن و دیگر اخراجات کی وصولی کا حق حاصل ہوگا۔ جس کی ذمہ داری من مقرہ اور وارثان بازگشت مقرہ و قائم مقامان پر برابر حاوی ہوگی اور اس کو مقرہ کے وارثان نے منظور کرلیا اور اس تحریر کے تحت میں مقرہ اور اس کے بھائی حقیقی اور برادر زادگان کے دستخط ثبت کیے گئے" و نیز عبدالغفور مفقود الخبر کے کچھ ذمہ قرضہ ہے۔ کیا قرض خواہ اس رقم سے قرضہ وصول کرسکتا ہے اور عبدالغفور کے چلے جانے کے بعد اس کی والدہ حقیقی اخراجات کے لیے حسب ضرورت قرضہ لیتی رہی اور قرضہ عبدالغفور کی جائیداد سے وصول کیا جاسکتا ہے یا اس کی والدہ سے۔

اندریں حالات کیا شرعاً مقرہ زرثمن کو اپنے اخراجات میں صرف کرسکتی ہے یا وہ سالم زرثمن بحق مفقود الخبر امان رکھی جائے۔ بینوا توجروا جزاکم اللہ فی الدارین خیرا۔

﴿ج﴾

عبدالغفور مفقود الخبر کی ماں اگر فقیرہ ہے آمدنی جائیداد مفقود لڑکے سے نفقہ بقدر ضرورت لے سکتی ہے اور بیٹے مفقود کے مال سے کسی شے کو فروخت نہیں کرسکتے۔ مکان مفقود کی جو بیع کی گئی ہے وہ شرعاً ناجائز ہے۔ شرعاً مکان بیع نہیں ہوا۔ زرثمن ملک مشتری کا ہے اور وہ مکان کی کفالت میں ہے۔ مفقود کی ماں کو اس میں کسی قسم کے تصرف کرنے کا حق نہیں ہے۔ **فی الوقایة ص ۱۶۲، ۱۶۳ ج ۲ وباع الاب عرض ابنه لا عقاره لنفقته...... ولا للام بيع ماله لنفقتها وفی شرحه لانه ليس للام ولاية التصرف فی مال الابن** مفقود کے مال کو حاکم کے ذریعے کسی محافظ کے سپرد کردیا جاتا ہے۔ جس چیز کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو وہ اُسے فروخت کردیتا ہے۔ زمین زرعی سکنی کا فروخت کرنا ہرگز جائز نہیں۔ اس صورت میں خواہ کسی مصلحت وقتی کی بنا پر بھی مکان فروخت ہوا ہو شرعاً بیع غیر نافذ اور ناجائز ہے۔ **المفقود حی فی حق نفسه فلا تنكح عرسه ولا يقسم ماله...... ويقيم القاضی من يحفظ ماله ويبيع ما يخاف فساده وبين السطور فلا يبيع شيئا الا ما يخاف فساده** الخ شرح الوقایۃ ص ۳۳۸ جب عبدالغفور مفقود کی مدت محقق ہوگی یا اس کی موت کا حکم کیا گیا اس وقت اس کے متروکہ سے پہلے اس کے قرضہ جات ادا کیے جائیں گے۔ ادائیگی قرضہ کے بعد بچا ہوا مال اس کے وارثان شرعی جو اس وقت موجود ہوں گے باہم تقسیم کریں گے اور جو حکم بالموت سے پہلے مرجائیں گے وہ وارث نہیں ہوں گے۔ **ویقسم ماله بين من يرثه الآن. ای عند الحكم بموته** وقایہ ص ۳۴۰ اس زرثمن کا مفقود مالک نہیں کہ اس سے قرضہ اس کا وصول کیا جا سکے اور اس کی والدہ کا قرضہ والدہ کے ذمہ واجب الادا ہے۔ قرض خواہ اسی سے ہی وصول کریں۔ واللہ اعلم وعلمہ احکم

محمد عبدالشکور ملتانی عفی عنہ

۲ جمادی الاخری ۱۳۸۸ھ

الجواب صحیح علی محمد عفی عنہ مدرس دارالعلوم کبیر والا

۳ جمادی الاخری ۱۳۸۸ھ

الجواب صحیح عبدالرحمن عفا اللہ عنہ مفتی دارالعلوم کبیر والا

ذالک کذالک وانا اقول بذالک۔ محمد فرید بقلم خود

مفقود کو باتفاق مجتہدین اپنے مال کے بارے میں اس وقت تک زندہ تسلیم کیا گیا ہے جب تک اس کے ہم عمر و ہم قرن لوگ زندہ پائے جائیں۔ جس وقت اس کی بستی میں اس کے ہم عمر لوگ ختم ہو جائیں اس وقت اس کی موت کا حکم دیا جاتا ہے۔ یعنی حاکم اس کی موت کا حکم دے گا۔ اس کے بعد اس کا ترکہ اس کے ورثاء میں جو اس وقت موجود ہوں گے تقسیم ہوگا۔ قرضہ ادا کرنے کے بعد۔ لہٰذا مکان مذکور کی بیع درست نہیں۔

والجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ خیر المدارس ملتان

۷ جمادی الاخری ۱۳۸۸ھ

﴿ج﴾

جب تک عبد الغفور کی موت متحقق نہ ہو اس وقت تک اس کے مکان کا فروخت کرنا یا اس میں اور کوئی تصرف کرنا جائز نہیں۔ **کما فی غایة البیان وفی البحر ص ۱۶۳ ج ۵ (قال) وفی الو لو الجیة رجل غائب وجعل دارا فی ید رجل لیعمرها او دفع ماله لیحفظه لیس له ان یعمر الدار الاباذن الحاکم لانه لعله مات ولا یکون الرجل وصیا۔**

والجواب صحیح محمد انور شاہ غفر لہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر مرگی کا بیمار ایک عرصہ سے لاپتہ ہو تو بیوی کے لیے عقد ثانی کی کیا صورت ہوگی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی چھوٹی لڑکی یعنی کم سن عمر کی تھی اس نے ایک لڑکے کے ساتھ نکاح کر دیا تھا۔ بعد میں وہ مرگی کی بیماری میں مبتلا ہو گیا تھا۔ اب پانچ سال کے عرصہ سے لاپتہ ہے یعنی گم ہے۔ اس کو تلاش بہت کیا گیا ہے لیکن اب تک اس کا کوئی پتہ نہیں چلا۔ اب لڑکی جوان ہوگئی ہے یعنی بالغ ہوگئی ہے لڑکی کسی اور جگہ دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں چونکہ اس عورت کا خاوند مفقود الخبر ہے اس لیے یہ عورت کسی مسلمان حاکم کی عدالت میں دعویٰ دائر کرے اور پہلے اس مفقود الخبر لڑکے سے اپنا نکاح ثابت کرے کہ فلاں شخص سے نابالغی میں نکاح ہوا تھا جو کہ لاپتہ و مفقود ہے۔ جس کو پانچ سال کا عرصہ ہو گیا ہے۔ باوجود بہت تلاش و طلب کے اس کا کوئی پتہ نہیں ملا اور حاکم کے پاس خاوند کو مفقود ثابت کرے۔ اس کے بعد حاکم خود بھی حکومتی ذرائع سے اشتہارات و منادی سے اس مفقود کو تلاش کرے۔ جب پتہ ملنے سے مایوسی ہو جائے تو حاکم عورت کے بارے میں مزید چار سال انتظار کرنے کا حکم صادر کرے۔ پورے چار سال گزرنے کے بعد اگر یہ خاوند مفقود بدستور لاپتہ ہو تو دوبارہ حاکم کی عدالت میں اس کی درخواست دے دے۔ اس کے بعد اس کے خاوند کی موت کا حکم صادر کرے۔ حاکم کے حکم بالموت کرنے کے بعد یہ عورت چار ماہ دس دن عدت وفات گزار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے اور اگر حاکم کے پاس حالات ایسے ثابت ہو

جائیں کہ عورت کے نان ونفقہ کا کوئی انتظام نہ ہو یا ابتلاء فی المعصیت کا قوی اندیشہ ہو تو اسے ایک سال انتظار کا حکم صادر کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ اس صورت میں اگر حاکم ایک سال انتظار کا حکم صادر کردے تو سال گزرنے پر اگر خاوند لاپتہ ہو تو دوبارہ اس کی درخواست حاکم کو دے دے۔ اس کے بعد حاکم اس شخص مفقود سے اس عورت کا نکاح فسخ کرادے۔ حاکم کے فسخ نکاح کے بعد یہ عورت دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

محض گمشدہ شخص کے والد کی اجازت سے عقد ثانی نکاح بر نکاح اور حرام ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے پندرہ سال کی عمر میں نکاح کیا۔ بعد میں وہ عدم پتہ ہوگیا۔ آٹھ دس سال کے بعد اس لڑکے کے والد نے لڑکی کے والد سے کچھ رقم لے کر نکاح کرنے کی اجازت دے دی۔ آیا اب نکاح ثانی جائز ہے اول نکاح فسخ ہوگیا ہے یا اول باقی ہے ثانی ناجائز ہے آیا اب ثانی نکاح والا لڑکا جو کچھ حقوق زوجیت ادا کرتا ہے جائز ہیں یا ناجائز ہیں۔ بینوا توجروا

رانجھا ولد رحیم بخش تحصیل حاصل پور

﴿ج﴾

پہلا نکاح بدستور باقی ہے دوسرا نکاح بر نکاح اور حرام ہے۔ حقوق زوجیت ادا کرنا حرام ہے۔ مفقود عدم پتہ کی بیوی کے لیے دوسری جگہ نکاح کرنے کی شرعی صورت یہ ہے کہ یہ عورت کسی حاکم مسلم کے پاس دعویٰ پیش کرے اور گواہوں سے اپنا نکاح حاکم کے پاس ثابت کرے۔ نکاح کے اصلی شاہد ضروری نہیں بلکہ شہادت بالتسامع کافی ہے یعنی نکاح کی عام شہرت سن کر نکاح پر شہادت دی جاسکتی ہے۔ بعد میں شوہر کے مفقود (عدم پتہ) ہونے کی شہادت شرعیہ پیش کرے پھر حاکم اس شخص کی بقدر ممکن تلاش کرے جہاں اس کے جانے کا ظن غالب ہو وہاں آدمی بھیجے اور جہاں صرف احتمال ہو خط وغیرہ سے تحقیق کرے۔ اخبار میں اشتہار دینا مفید معلوم ہو تو یہ بھی کرے۔ بہرکیف ہر ممکن صورت سے اس کی تلاش میں پوری کوشش کرے۔ حاکم کے پاس دعویٰ پیش ہونے سے قبل عورت کی طرف سے یا کسی دوسرے شخص کی طرف سے تلاش کی کوشش کافی نہیں بلکہ دعویٰ پیش ہونے کے بعد ضروری ہے کہ حاکم خود پوری کوشش کرے۔ دوسروں کے کہنے پر ہرگز اعتبار نہ کرے۔ جب حاکم شوہر کے ملنے سے بالکل ناامید ہو جائے تو عورت کو چار سال کی مہلت دیں۔ اگر ان چار سالوں میں بھی اس کی کوئی خبر نہ آئی تو عورت حاکم کے پاس دوبارہ درخواست پیش کرے۔ قاضی جج شوہر کو مردہ قرار دے دے تو چار ماہ دس دن عدت وفات گزار کر دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔ ھذا ملخص ماھو مشروح فی الحیلة الناجزہ للحلیلة العاجزة ومن شاء التفصیل فلیطالع ثمہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کتاب البیوع

خرید وفروخت کا بیان

اگر کوئی شخص فروخت کردہ زمین دوسری جگہ فروخت کر کے فوت ہو گیا تو کیا اس نقصان کا ذمہ دار اُس کا والد ہو گا

﴿س﴾

الفؔ، بؔ۔ دونوں یک جدی ہیں اور دونوں کی جدی زرعی زمین چاہ قاسم والا پر ہے۔ الفؔ نے بؔ سے جدی جائیداد زرعی زمین بیگہ تقریباً بعوض مبلغ چار ہزار روپیہ خریدی اور بوقت انتقال چار ہزار روپیہ نقد ادا کیا۔ چار سال گزرنے کے بعد الفؔ کو پٹواری سے اطلاع دی کہ اس کا انتقال خارج کرایا گیا ہے۔ استفسار پر معلوم ہوا کہ الفؔ، بؔ نے ایک اور رقبہ یونٹ کے ذریعہ خریدا تھا۔ بؔ نے یونٹ والا رقبہ اپنے باپ اور چچا کے نام منتقل کرایا تھا اور اس کے عوض اپنے باپ اور چچا سے چاہ قائم والا کا رقبہ لے لیا تھا اور وہی رقبہ الفؔ کے نام فروخت کر دیا تھا۔

تبادلہ اشتمال کے دوران کیا گیا تھا۔ جس کا علم الفؔ کو نہیں تھا اور الفؔ نے یہ رقبہ جدی سمجھ کر خریدا تھا۔ چونکہ موجودہ رقبہ چاہ قائم والا کا بؔ کے نام بذریعہ یونٹ مقصود تھا اور یونٹ حاصل کردہ ب جعلی تھے۔ اس لیے یہی رقبہ منقسم ہوا اور پھر انتقال بیع خارج ہوا۔ بؔ اس دوران فوت ہو گیا۔ الفؔ نے بؔ کے والد صاحب سے تقاضا کیا کہ یا یہی رقبہ دوبارہ خرید کر الفؔ کو دیں یا مبلغ چار ہزار روپے واپس کر دیں۔ ب کے والد نے وعدہ کیا اور کہا کہ الفؔ خود دوڑ دھوپ کر کے یونٹ حقیقی فراہم کر کے مذکورہ رقبہ حاصل کرے۔ جو لاگت خرچہ آئے گی ب کا والد ادا کرے گا۔

الفؔ نے پورا ایک سال محنت کر کے یونٹ حاصل کر کے رقبہ مذکورہ دوبارہ اپنے نام بعوض مبلغ چار ہزار روپیہ حاصل کیا اور علاوہ زرخرید کے کافی رقم خرچ ہو گئی۔

الفؔ نے ب کے والد صاحب سے چار ہزار روپے طلب کیے۔ بؔ کے والد صاحب نے دو ہزار دینے کا وعدہ کیا اور یہ کہا کہ چونکہ اراضی کی پیداوار احاصل کرتا رہا اس لیے مبلغ دو ہزار روپے ادا کرے گا۔ مگر بعد میں بؔ کا والد بالکل مکر گیا اور کہتا ہے کہ میں ایک پائی دینے کے لیے بھی تیار نہیں ہوں۔ براہ کرم از روئے شریعت محمدی راہنمائی فرمائیں کہ اب بؔ کا والد مبلغ چار ہزار روپے دینے کا ذمہ دار ہے۔ پھر اس کو بیٹے کا قرضہ مبلغ چار ہزار روپیہ ادا کرنا چاہیے یا نہیں۔ جبکہ باپ نے بیٹے کی جائیداد حاصل کی ہوئی ہے۔

﴿ج﴾

بؔ نے چونکہ جعلسازی اور دھوکہ کے ذریعہ جعلی یونٹ والی زمین کو فروخت کیا تھا پھر بؔ کے والد کے کہنے پر الفؔ نے دوبارہ اصل مالک کو چار ہزار روپے خرچ کیا ہے اس پر لازم ہے کہ ب چار ہزار روپیہ ادا کرے اور دو ہزار صلح میں کم کر دیا تھا اور ب اس سے مکر گیا تو اب اس کو پوری رقم دینی لازم ہے۔ البتہ اگر الفؔ دو ہزار کم کر دے تو اچھا ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
۵ ذی قعدہ ۱۳۹۳ھ

کیا پہاڑوں سے مزری اور روان والے پٹے کاٹ کر فروخت کرنا جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جنگل میں ایک خودرو چیز مزری ہوتی ہے۔ جسے پٹہ بھی کہتے ہیں جس سے ٹوکریاں، چٹائیاں، بان وغیرہ بنائے جاتے ہیں۔ یہ صرف چند پہاڑوں پر ہوتی ہے۔ اس وجہ سے اس کو پہاڑوں سے کاٹ کر پنجاب، سرحد، سندھ کے مختلف علاقوں میں لے جایا جاتا ہے۔ ایک صاحب کہتے ہیں کہ اس کا کاٹنا صرف اپنے گھر کی ضرورت تک جائز ہے۔ اس کو کاٹ کر لے جا کر فروخت کرنا جائز نہیں۔ وہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ سبزہ ذکر الٰہی کرتا ہے دوسرے یہ کہتے ہیں کہ اس کو کاٹ کر اپنی ضرورت کے علاوہ فروخت کرنا بھی جائز ہے۔ اس سے ہزاروں افراد روزی کماتے ہیں۔ بعض تو ایسے ہیں کہ ان کا ذریعہ معاش صرف مزری کاٹنا اور فروخت کرنا ہے اور اس سے ضرورت کی بہت سی اشیاء بنائی جاتی ہیں۔ اس وجہ سے اس کا کاٹنا اور فروخت کرنا بھی جائز ہے۔ لہٰذا مہربانی کر کے شریعت مطہرہ کے نقطہ نگاہ سے مطلع فرما دیں کہ اس کی گنجائش ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

اللہ تعالیٰ نے درخت گھاس وغیرہ قسم کی چیزوں کو انسان اور ان کے جانوروں کے لیے پیدا فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو سورۃ والنازعات میں فرمایا **والارض بعد ذلک دحها اخرج منها ماء ها ومرعها والجبال ارسها متاعا لکم ولانعامکم** اور زمین کو پیچھے اس کے بچھا دیا اور نکالا اس سے اس کا پانی اور چارہ اور پہاڑوں کو گاڑ دیا تمہارے اور تمہارے جانوروں کے فائدے کے واسطے۔ اس سے زیادہ وضاحت سے یہ مضمون سورۃ عبس کی ان آیات میں ہے۔ **فانبتنا فیها حباً وعنباً وقضباً** الآیہ۔ الغرض ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے انسان کے فائدے کے لیے پیدا فرمایا ہے۔ جو انسان کے کام آیا وہ کامیاب ہے اور جو انسان کے کام نہیں آیا وہ ضائع ہو گیا اور تسبیح کرنا یہ امر تکوینی

ہے۔اس کے ہم مکلف نہیں۔جنگل اور پہاڑوں میں پیدا ہونے والے گھاس درخت مزری وغیرہ میں اب انسان شریک ہیں اوراس کے اپنے استعمال میں لانا یااس سے تجارت کرنا جائز ہے جوشخص اس کو گھر کی ضروریات تک محدود رکھنے کا قائل ہے وہ غلطی پر ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۰ ربیع الاول ۱۳۹۴ھ
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲۱ ربیع الاول ۱۳۹۴ھ

جب مبیع کے قبضہ دلانے اور قابض سے فی الفور خالی کرانے کا ذمہ مشتری نہ لے تو بیع فاسد ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندو سے ایک دکان کرایہ پر لی ہوئی تھی کہ پاکستان بنااور تبادلہ آبادی ہوااور متروکہ املاک کی حکومت پاکستان نگران بنی۔ایک طویل عرصہ کے بعد محکمہ بحالیات معرض وجود میں آیااور بذریعہ افیسران بحالیات اہل ہنود کی متروکہ جائیداد نیلام کردی گئی لیکن بوقت نیلامی ذیلی شرائط خریدکنندگان کوسنادی گئیں۔

(الف) تین سال تک بدستور قابض بیٹھے رہیں گے کوئی خریداران کو بے دخل نہیں کرے گا۔(ب) قبضہ دلانے کی حکومت پاکستان کوئی ذمہ دار نہ ہوگی۔

(۱) اب بوقت نیلامی دکان مقبوضہ زید عمر نے خرید لی۔کیا یہ بیع صحیح ہے یا فاسد۔اگر بیع فاسد ہے تو بیع فاسد کا شریعت میں کیا حکم ہے۔

(۲) کیاصورت مذکورہ بالا میں عمریاورثاء عمرکسی وقت کسی حالت میں زید سے دکان مذکور کا شرعاً مطالبہ کرسکتے ہیں۔

(۳) اگر زید دکان محولہ خالی کر کے قبضہ دینے سے انکاری ہو جائے تو اس پر کوئی گرفت فقہ حنفیہ کی کی جاسکتی ہے۔بینوا توجروا من اللہ اجراً جزیلاً۔

قیصر میڈیکل سٹور

﴿ج﴾

(۱) یہ بیع فاسد ہےاور بیع فاسد کا حکم یہ ہے کہ مالک پررد کیا جائے۔

(۲) شرعاً مطالبہ کرسکتے ہیں۔

(۳) عمرکو قبضہ دلانا زید پر ضروری ہےاور زید کا انکار شرعاً درست نہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۹ ربیع الثانی ۱۳۹۰ھ

کیا چینی کے شربت میں سکرین ملانا جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ سائل شربت فروش ہے اور ایک آنہ میں ایک گلاس فروخت کرتا ہے اس قدر شربت کے ٹب میں چینی نہیں بلکہ سکرین استعمال کرتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ سائل جو گلاس شربت کا اپنے گاہک کو دیتا ہے اگر گاہک پوچھ لے کہ اس میں سکرین ہے تو سائل جواب ہاں میں دیتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ بعض جو نہیں پوچھتے کہ یہ شربت ملا کھانڈ کا ہے یا سکرین کا اور وہ پی کر چلے جاتے ہیں تو ایسے میں سائل کو یہ فتویٰ لینے کی خواہش ہے کہ آیا یہ رزق سائل کے لیے حلال ہے یا حرام۔ بینوا توجروا

عبدالستار ولد عبدالرحیم ممتاز آباد

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جو لوگ نہیں پوچھتے اور پی کر چلے جاتے ہیں اگر آپ کے خیال میں وہ لوگ اسے چینی کا سمجھ کر پی لیتے ہیں اور دریافت کرنے کی زحمت گوارا ہی نہیں کرتے تو ایسی صورت میں ان کو بتانا ضروری ہے۔ کیونکہ سکرین کا ہونا عیب ہے اور بیع کے عیب کو مشتری پر جس کو علم نہ ہو ظاہر کرنا ضروری ہے اور اگر لوگ عموماً یہی سمجھ کر کہ اس میں سکرین ہے اسی لیے تو ایک آنہ فی گلاس بکتا ہے اور پھر بھی خرید کر کے پی لیتے ہیں تو ایسی صورت میں بتانا ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ خود خریداروں کو علم ہے اور سکرین جان کر کے خریدتے ہیں۔ لہٰذا کوئی دھوکہ وغیرہ نہیں ہوا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۹ محرم ۱۳۸۷ھ

پھلوں کے باغ کو اس شرط پر فروخت کرنا کہ بائع کو جتنے پھلوں کی ضرورت ہوگی لے گا یہ شرط فاسد ہے
بھیڑ کے اون کو کاٹنے سے جبکہ بھیڑوں کی پشت پر ہو بیع جائز نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) زید عرف عام کے تحت اپنے باغ کو فروخت کرتے وقت مشتری سے پھل کا نرخ طے کر لیتا ہے کہ جتنی مجھے ضرورت ہوگی تجھ کو بیس روپے من دینا ہوگا۔ حقیقت میں نہ یہ نرخ ہوتا ہے نہ مشتری رضا سے یہ نرخ طے کرتا ہے۔ بلکہ باغ لینے کے طمع کی وجہ سے مجبور ہو کر منظور کرتا ہے۔ اگر منظور نہ کرے تو باغ کا سودا نہیں ہوتا اور دوسرے شخص کو اس نرخ پر بیع کے طور پر دینے کے لیے تیار نہیں۔

(۲) بکر بھیڑ کی اون فروخت کرتا ہے کہ ایک بھیڑ کے دس روپے لوں گا اور اون بھیڑ کی پیٹھ پر موجود ہے۔ مشتری نے فی بھیڑ کی اون دس روپے کے حساب سے سودا کر کے کچھ بیعانہ دے دیا اور کہتا ہے کہ دس پندرہ یوم میں کاٹ لوں گا اور عرف بھی ایسا بنا ہوا ہے اور سودا کے بعد جو اون بڑھے گی وہ مالک بھیڑ مشتری کے لیے مجبور ہو کر مباح کر دیتا ہے۔ بینوا تو جروا

مولانا نصر اللہ صاحب مدرسہ عربیہ بحر العلوم بستی نوحید رآباد

﴿ج﴾

(۱) جو ثمر وقت عقد سے حلول اجل تک موجود نہیں رہتا اس میں بیع سلم جائز نہیں۔ نیز مسلم وقت عقد اور حلول اجل کم از کم ایک ماہ کا وقفہ ضروری ہے۔ اگر باغ کے سودا میں اس بیع ثانی کو بھی شرط کر دیتے ہیں تو یہ شرط فاسد ہے اور بیع درست نہیں۔

(۲) بھیڑ کی اون کاٹنے سے پہلے فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔ لما فی شرح البدایة ص ۵۴ ج ۳ **ولا بیع الحمل ولا النتاج ولا اللبن فی الضرع ولا الصوف علی ظهر الغنم وجذع فی السقف** اھ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۴ جمادی الثانی ۱۳۹۶ھ
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲۵ جمادی الثانی ۱۳۹۶ھ

جب کسی نے تیل قیمت طے کیے بغیر فروخت کر دیا اور مہنگا ہو گیا تو تیل ہی واپس کرے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بندہ کو محمد شریف رسول بخش وغیرہ نے کہا کہ ہمارے گاہک مایوس واپس لوٹ رہے ہیں۔ آپ ہم کو ڈیزل تیل دے دیں۔ بندہ نے تقریباً بیس ڈرم ۱۱۲ نچ دے کر چودہ صد روپیہ وصول کیا اور طے پایا کہ میرا لڑکا اور حصہ دار آئیں گے تم آپس میں نرخ طے کر لینا۔ لہٰذا فریقین میں سے کسی نے نرخ طے نہ کیا اور بعد کئی دن کے نرخ تقریباً ۲۵ سے ۳۰ روپے فی ڈرم زائد ہو گیا تو مطالبہ پر مدعا علیہم نے انکار کر دیا اور اب مزید نرخ یک صد روپے تقریباً زائد ہو چکا ہے آیا مذکورہ بالا صورت میں ہمیں کیا کرنا چاہیے۔

حاجی عطا محمد میلسی ضلع ملتان

﴿ج﴾

وفی العالمگیریة ص ۱۲۲ ج ۳ واذا اشتری الرجل شیئا من غیرہ لم یذکر ثمناً کان البیع فاسداً۔ روایت بالا سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں یہ بیع فاسد ہو گئی ہے۔ **وفیه ایضاً ص ۱۴۷ ج ۳**

الواجب فی البیع الفاسد القیمة ان کان المبیع من ذوات القیم والمثل ان کان مثلیاً۔

تیل جبکہ مثلی ہے اس لیے مشتری پر لازم ہے کہ اس جیسا تیل واپس کر دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۲ جمادی الثانی ۱۳۹۶ھ

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۲۳ جمادی الثانی ۱۳۹۶ھ

کیا بائع کے لیے فروخت کردہ باغ سے خود گرے ہوئے پھلوں کو چننا اور بیچنا جائز ہے

اگر چند بھائیوں کو وراثت میں جائیداد ملی ہو اور کمائی بھی مشترک ہو تو کیا سب کے حصے برابر ہوں گے

کچھ جائیداد میراث میں ملی ہو اور کچھ بھائیوں نے خود بنائی ہو تو بہنیں تمام جائیداد میں شریک ہوں گی یا صرف میراث میں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ

(۱) زید، عمر، بکر تینوں بھائیوں نے مشترکہ حالت میں کھجوروں کے باغ کا پھل چھ ہزار روپے میں بیچ دیا۔ باغ کے چاروں طرف کھواڑ ہے۔ اب اس بند اور محفوظ باغ میں زید اور اس کی بیوی اور لڑکی وغیرہ نے اس فروخت شدہ باغ کے پھل نیچے گرے ہوئے کھجور (پنڈ) جمع کر کے بیچا جو تین سو روپے کا ہو گیا۔ اب یہ ۳۰۰ روپے باغ کے خریدنے والے کے ہیں یا زید اور اس کی بیوی وغیرہ کے ہیں یا زید عمر بکر تینوں بھائیوں میں مشترکہ طور پر تقسیم کریں گے۔

(۲) زید، عمر، بکر تینوں بھائی اپنے باپ کے مال و جائیداد میں برابر کے شریک ہیں۔ ان میں ایک بھائی بذریعہ دکان کما کر لاتا ہے اور دوسرا بھائی مشترکہ باغ میں کما کر لاتا ہے اور تیسرا بھائی گندم، چنا، باجرہ وغیرہ کاشت کر کے کما کر لاتا ہے۔ اس طرح ان کی بیویاں پھوڑی، چنگیر وغیرہ مختلف طریقوں سے کما کر ہر ایک نے اپنے پاس روپیہ پیسہ جمع کیا ہوا ہے۔ اب ان تینوں بھائی اور ان بیویوں کا سب مال جمع کر کے تین برابر حصوں میں بوقت تقسیم تقسیم کریں گے یا صرف تینوں بھائیوں کا کمایا ہوا مال برابر تقسیم کیا جائے گا۔

(۳) باپ کی وفات کے بعد اس کے تین بیٹے زید، عمر، بکر اور دو لڑکیاں رہ گئیں۔ باپ سے ۲۰ کنال جائیداد غیر منقولہ اور دس ہزار نقد روپے رہ گئیں تو چند سالوں کے بعد جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ میں اضافہ ہو گیا تو کیا زید، عمر، بکر کی دو بہنوں کو بوقت تقسیم سب مال میں حصہ ملے گا یا باپ کی وفات کے وقت جو مال رہ گیا تھا صرف اسی سے ملے گا۔

بینوا توجروا

مولوی فیض القیوم ضلع ڈیرہ اسماعیل خان

﴿ج﴾

(۱) اگر باغ خریدنے والے کی طرف سے اس گرے ہوئے پھل کے جمع کرنے کی زید اور اس کی اولاد وغیرہ کو اباحت ہے یا صراحتہ اجازت دے دی ہے تو یہ زید وغیرہ جمع کنندگان کی ملکیت ہے۔

(۲) باپ کی جائیداد میں شریک ہو کر تینوں بھائی جو کچھ کما کر لاتے ہیں وہ کمائی تینوں میں بحصہ برابر تقسیم ہوگی۔ البتہ باپ کی جو جائیداد رہ گئی تھی وہ تمام ورثاء میں حصص شرعی کے مطابق تقسیم ہوگی۔ بیویاں اگر اس متروکہ جائیداد میں کاروبار نہیں کرتیں بلکہ اپنے طور پر پھوڑی، چنگیر وغیرہ بنا کر فروخت کرتی ہیں تو ان کی آمدنی میں زید، عمر، بکر شریک نہیں۔

(۳) باپ کی وفات کے وقت جو جائیداد رہ گئی تھی وہی تمام ورثا میں حسب حصص شرعیہ تقسیم ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۷ ذی قعدہ ۱۳۹۶ھ

اگر ایک مکان کا پانی دوسرے مکان کی چھت پر سے گزر رہا ہو تو اس کو شرعاً بند نہیں کیا جا سکتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک مکان نمبر ۱۳۹۳ وارڈ نمبر H ۷ ملتان شہر ملکیہ خوشی محمد ولد محمد علی کا ہے۔ اس کا پانی مکان نمبر ۱۳۹۲ کی چھت سے گزرتا چلا آ رہا ہے۔ یہ پرنالہ قبل از تقسیم ہندو پاک سے جاری ہے۔ اب مکان نمبر ۱۳۹۲ پرنالہ مذکورہ بالا کو بند کر رہا ہے۔ جبکہ عدالت دیوانی ملتان میں برحلف قرآن پاک فیصلہ مورخہ ۶۸/۷/۱۸ ہو چکا ہے کہ پرنالہ مذکورہ بالا کا پانی بدستور چھت پر سے گزرے گا۔ اس چیز کو مدنظر رکھیں کہ مسجد نبوی کے صحن میں ایک مکان کے پرنالہ کا پانی گرتا تھا جب اس پانی کو موجودہ وقت کے صحابہ وحضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم بند نہ کرا سکے تو اب مکان مذکورہ بالا کا پانی کس رو سے بند ہو سکتا ہے۔ اس کے متعلق واضح طور پر دلائل سے سنت کی روشنی میں فتویٰ صادر فرمایا جائے۔

نیاز احمد ولد خوشی محمد ملتان شہر

﴿ج﴾

مالک مکان نمبر ۱۳۹۲ کو شرعاً یہ حق حاصل نہیں کہ وہ مکان نمبر ۱۳۹۳ کے پرنالے کے پانی کو مکان نمبر ۱۳۹۲ کی چھت پر سے گزرنا بند کر دے۔ کما فی الهندية ص ۴۰۸ ج ۵ **ولو كان لكل دار مالك على حدة فباع كل واحد داره من رجل آخر بحقوقها لم يكن لمشترى الدار الاول ان يمنع المشترى الثانى عن مسيل الماء على سطحه** اھ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۷ ذی الحجہ ۱۳۹۱ھ

اگر مشتری سائیکل کی قیمت مقررہ میعاد میں ادا نہ کر سکا تو کیا بائع کو واپس لینے کا اختیار ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان کرام مسئلہ ہذا میں کہ ایک آدمی کے پاس ایک سائیکل ہے۔ اس نے دوسرے آدمی کے ہاں ۲۱۴ روپے کی فروخت کر دی اور رقم کا وعدہ ہفتہ کے بعد سوموار کا تھا بیچارے خریدار سے میعاد مقرر پر رقم ادا نہ ہو سکی فروخت کنندہ نے کہا کہ میں اپنی سائیکل واپس لیتا ہوں مجھے واپس کر دو۔ خریدار نے کہا واپس لے لو اور ہم جتنے دن چڑھے ہیں اس کا کرایہ جتنا لینا چاہو وہ بھی ہم دینے کو تیار ہیں اور دھلائی بھی کر دیں گے جو نقصان ہوگا اس کے بھی ہم ذمہ دار ہیں۔ پھر فروخت کنندہ نے کہا کہ اچھا مجھے آپ پر رحم آتا ہے آپ ایک ماہ کے بعد رقم دینا تو خریدار نے بھی منظور کر لیا۔ ابھی ایک ہفتہ اس بات کو گزرنے نہ پایا کہ فروخت کنندہ کے والد صاحب اس پر ناراض ہوئے اور کہا کہ سائیکل نہ بیچنا چاہیے تھا یا کہا کہ سائیکل مجھے شام تک واپس لے کر دکھاؤ اور فروخت کنندہ نے سائیکل واپس لے لی اور ہر نقص کی ذمہ داری خریدار پر تھوپ دی اور دھلائی کی رقم بھی وصول کر لی۔ کیا وہ سائیکل واپس لے سکتا ہے اور اگر خریدار سائیکل برضا وخوشی دے دیں تو کیا وہ ہر نقص اور دھلائی کی رقم کا ذمہ دار بھی ہوگا اور کیا فروخت کنندہ بروئے شریعت سائیکل واپس لے سکتا ہے اور اگر واپس نہ لے تو کیا اس میں والد صاحب کی نافرمانی پائی جائے گی۔

محمد علی متعلم اشرف العلوم شجاع آباد

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں سائیکل چونکہ قطعی طور پر فروخت شدہ ہے اس لیے بغیر مشتری کی مرضی کے اس سے واپس نہیں لے سکتا لیکن مشتری کی مرضی کے ساتھ واپس لے سکتا ہے۔ بشرطیکہ کوئی زائد رقم مشتری سے وصول نہ کرے نہ چند روز کے کرائے کی اور نہ کوئی دوسری البتہ اگر مشتری کے پاس اس میں کوئی ایسا نقصان ہو گیا ہے کہ جس سے اس کی قیمت میں کمی آئی ہے تو اس نقصان کی مقدار رقم اس سے لے سکتا ہے ورنہ نہیں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۶ رمضان ۱۳۷۷ھ

کیا ہندوؤں کی متروکہ اشیاء کی خرید وفروخت جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں حضرات علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ہندوؤں کی متروکہ جائیداد سے اگر مہاجرین سے کوئی شخص شہتیر وغیرہ یا دیگر سامان عمارت خرید کرے تو کیا یہ شرعاً جائز ہوگا یا نہیں۔ بینوا تو جروا

السائل احمد خان ٹیچر سٹی مسلم ہائی سکول لائل پور

﴿ج﴾

اگر حکومت نے ہندوؤں کی جائیداد متروکہ پر کسی مہاجر کو مستقل مالکانہ قبضہ دے دیا ہے تو وہ اس مہاجر کی ملکیت ہو جاتی ہے۔ اس سے خریدنا وغیرہ سب جائز ہو گا اور اگر حکومت نے متروکہ اموال کو ابھی تک ہندوؤں کی ملکیت تصور کیا ہے اور اس کے لیے جیسے کہ آج تک کسٹوڈین کا محکمہ برائے حفاظت اموال متروکہ قائم ہے تو یہ اموال مہاجرین کی ملکیت نہیں ہیں نہ ہی وہ فروخت کر سکتے ہیں نہ ہی خریدنا جائز ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
۲۲ جمادی الثانیہ ۱۳۹۶ھ

اگر مشتری نے گزوں کے حساب سے زمین لی ہو تو پٹواری کرتے وقت جو زائد زمین نکلے گی وہ بائع کی ہوگی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک قطعہ زمین سفید ڈیڑھ سو گز دس روپیہ فی گز کے حساب سے خریدا۔ باقاعدہ حسب ضابطہ رجسٹری کرا کر اپنا مقام بنوالیا کچھ عرصہ کے بعد بائع نے نئے پٹواری کو رقم خرچ کر کے اپنے کل زمین کا نقشہ تیار کرایا۔ نئے نقشہ بنوانے سے کچھ زائد زمین نکل آئی۔ زید مشتری سے کہتا ہے کہ زائد زمین سے میرا حق بھی بنتا ہے۔ کیا مشتری مذکور زائد زمین سے کچھ حصہ لے سکتا ہے یا نہیں۔ بینوا تو جروا

﴿ج﴾

جب مشتری نے متعین مقدار گزوں کے حساب سے خریدی تھی اور وہ اس کو مل چکی ہے تو زائد زمین جو برآمد ہوئی اس سے اس کا کوئی تعلق نہ ہوگا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۹ ربیع الثانی ۱۳۷۷ھ

اگر کسی شخص نے ایک ہی زمین دو جگہ بیچی تو بیع اول نافذ اور دوسری باطل ہے اور اس کے پیچھے نماز جائز نہیں

﴿س﴾

گزارش ہے کہ ایک شخص جو امام مسجد ہے اس سے ایک شخص نے ایک ٹکڑہ زمین کا خرید ا اور کل رقم متعلقہ زمین ادا کر کے اسٹام لکھوایا۔ جس پر بائع اور گواہوں کے دستخط بھی ہو گئے۔ بائع نے وعدہ کیا کہ رجسٹری بعدالت رجسٹرار

تصدیق کروادے گا لیکن اس اثنا میں بائع مذکور نے چپکے سے وہ ٹکڑا زمین کسی اور کے پاس بیچ دیا اور بعدالت رجسٹرار اس کی تصدیق بھی کرادی۔ یہ دوسرا شخص جانتا تھا کہ زمین پہلے فروخت ہو چکی ہے اور بائع روپیہ وصول کر چکا ہے۔ بائع ہمارے ساتھ لیت ولعل کرتا رہا۔ چنانچہ ہم نے اُسے سب رجسٹرار کی عدالت میں بلایا تو وہ زرثمن وصول پانے اور بیع نامہ کی تحریر وتکمیل کرنے سے قطعی انکاری ہو گیا جس کی وجہ سے رجسٹری تصدیق نہ ہو سکی۔ آپ سے درخواست ہے کہ اس معاملہ میں فتویٰ صادر فرمادیں کہ آیا ایسے اشخاص کی دین متین کی رو سے کیا حیثیت ہے اور ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے اور جو لوگ ایسے امام کو جھوٹا سمجھتے ہوئے دھوکا دہی کی خاطر اس کو سچا بتاتے ہیں ان کی دین متین کی رو سے کیا حیثیت ہے۔ بینوا توجروا

پی او ایف واہ کینٹ

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بشرط صحت سوال امام مسجد موصوف نے ایک دفعہ ایک زمین کو بموجب فروخت کر لیا اور رقم وصول کر لی تو بیع تام ہو گئی اور اب وہ زمین کا مالک نہ رہا۔ لہٰذا اس کا اس زمین کو دوسری جگہ فروخت کرنا قطعاً ناجائز ہے اور پھر جبکہ امام نے جھوٹ بول کر اس سودا سے سرے سے انکار کر دیا تو اس سے یہ شخص فاسق ہو گیا اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ لہٰذا اس کے بجائے کسی اور دیندار امام کو مقرر کیا جائے اور اس کو جھوٹا جانتے ہوئے اس کو سچا کہنا بھی حق کو چھپانا اور جھوٹ بلکہ موجب فسق ہے۔ لہٰذا امام موصوف کا اور دیگر متعلقین کا اپنے جھوٹ سے توبہ تائب ہونا ضروری ہے۔ **لقوله عليه السلام والكذب يهلك الحديث۔** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۸ ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ

جب مشترک مکان سے ایک شریک نے اپنا حصہ بیچ دیا تو بیع تام ہے اب پھرنے کا حق نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک مکان دو شخصوں کی ملک ہے اور ایک مالک اپنے حصے کی مبلغ ۳۵۰۰ روپے پر زبانی بیع کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ چلو میرے ساتھ اور لکھا پڑھی کرو۔ وہاں جا کر انکم ٹیکس کا فارم مکمل کر کے اس پر از سرِ نو کر دیتا ہے کہ میں نے اپنا حصہ بعوض ۳۵۰۰ روپے بیع کر دیا ہے اور اس پر لکھ دیتا ہے اور دوسرے دن کہتا ہے کہ میں اب رقم نہیں لیتا۔ مکان میں سے حصہ لوں گا اور دوسرا فریق کہتا ہے کہ تو میرے ساتھ بعوض ۳۵۰۰ میں بیع کر چکا ہے جس وقت چاہے تو اپنا روپیہ لے لے۔ اب فرمایئے کہ وہ پیسے لینے کا حقدار ہے یا مکان میں حصہ لینے کا حقدار ہے۔

السائل شمس الدین گیٹ پاک دروازہ ملتان

﴿ج﴾

اگر زبانی بیع ہو چکی ہے اور طرفین کی جانب سے ایجاب وقبول ہو چکا ہے تو بیع پختہ ہے۔ کسی کو پھرنے کا اختیار دوسرے کی مرضی کے بغیر نہیں ہے۔ البتہ اگر دوسرا فریق اپنی مرضی سے اس بیع کو چھوڑ دے تو بہتر ہے کوئی جرم نہیں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

۲۲ شوال المکرم ۱۳۷۷ھ

بیع سلم درج ذیل شرائط کے ساتھ جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنی ضرورت حال کے مطابق کسی سے کچھ رقم لیتا ہے جس کے عوض میں کسی جنس دینے کا وعدہ کرتا ہے۔ مثلاً گندم باجرہ کی فصل آنے پر گندم وغیرہ دوں گا لیکن رقم دینے والا خود اس جنس کا نرخ متعین کرتا ہے کہ اتنے روپے فی من لوں گا اور رقم اس کو دے دیتا ہے اور جنس دینے کا وعدہ مہلت پر کرتا ہے۔ کیا اس صورت میں بیع صحیح ہوگی یا نہ۔

﴿ج﴾

شرعاً اس قسم کی بیع کو سلم کہتے ہیں اور مندرجہ ذیل شروط کے ساتھ صحیح ہے۔

(۱) بیع شدہ چیز کی جنس معلوم ہو اور (۲) صفت بھی معلوم ہے کہ گندم فلانی قسم کی اچھی ہے یا ردی۔ نیز کپڑا فلان قسم کا موٹا یا نرم اچھا یا ردی وغیرہ تاکہ پھر جھگڑے کی نوبت نہ آئے۔ (۳) مقدار بھی معلوم ہو کہ اتنے من چنے یا اتنے توڑے گندم وغیرہ (۴) مدت بھی معلوم ہو کہ اتنے عرصہ تک، کم از کم ایک مہینہ مہلت ضروری ہے۔ (۵) رقم یا رقم کے بدلے خریدنے والا جو چیز فی الحال دیتا ہے اس کو بیچنے والا بیع کی مجلس میں قبض کر دے اور (۶) بیع کی وصولی کی جگہ بھی معلوم ہو یعنی ان سب باتوں کا پتہ کرنا ضروری ہے جو کہ بائع اور مشتری کے مابین جھگڑے کا سبب بنے۔ (۷) ساتھ ساتھ بیچنے والے کے کاشت کیے ہوئے غلہ وغیرہ کی شرط نہ ہو اور (۸) بیع کے وقت سے لے کر ادا کرنے کے وقت تک بیع شدہ چیز منڈی بازار وغیرہ سے ملتی ہو ان باتوں کو ملحوظ رکھنے کے بعد مذکورہ بالا بیع جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ

جب پٹواری نے مشتری کو زمین الگ کر کے دے دی اور وہ دس سال تصرف کرتا رہا تو اب بائع کے لیے کوئی حصہ واپس لینا جائز نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص بنام محمد بخش ارائیں بنام چاہ پاندھیانوالہ سے قلعہ نمبر ۲/۱۷ مستطیل سے بنام چودھری دیارام ہندو سے ایک کنال ۴ مرلہ زمین خریدی۔ اس کا جانب غرب آباد تھا جس کا مالک فیض بخش مرحوم تھا اور جانب شمال منشی رحیم بخش ہے اور جانب جنوب اور جانب شرق خادم حسین خان وغیرہ مالک تھے اور جانب مشرق اور جنوب میں قلعہ نمبر ۲/۱۶/۲۴/۲۵ مستطیل کے ہیں۔ لیکن ایک سال بعد خرید کے محمد بخش نے پٹواری کو بلا کر اپنی ایک کنال ۴ مرلہ پر قبضہ کرنے کی نشاندہی اور حدود قائم کرنا چاہا تو پٹواری حلقہ نے کچھ قلعہ ۱۷ اور کچھ ۱۶، ۲۴، ۲۵ سے ایک کنال ۴ مرلہ محمد بخش کو پوری کر کے دے دی تو بوقت حدود قائم ہونے صرف مالک جانب غرب ملک فیض بخش تھا بس۔ نشاندہی اور حدود بتانے میں یا تو پٹواری نے تفکر نہیں کیا یا ناجائز حرکت عمداً کی۔ البتہ ایک کنال ۴ مرلہ زمین خرید شدہ غیر آباد تھی اور بغیر جانب غرب کے بھی تمام زمین ہر جانب غیر آباد تھیں۔ تو محمد بخش نے حدود معلوم کرنے کے بعد (پٹواری کے بتائے ہوئے حدود) چار دیواری ڈال کر باغیچہ لگا دیا جس کی تفصیل یہ ہے۔ چار درخت شیشم کے اور چار درخت بڑے آم کے جو کہ غیر ثمر دور ہیں اور پھلواڑی اور کئی چھوٹے چھوٹے درخت لگا دیے ہیں جو اکھڑنے کے قابل ہیں۔ ایک کھجور جو خرید زمین سے قبل کی ہے کھجور کے ساتھ بعد میں دیگر کھجورات پیدا ہوئیں۔ تو خادم حسین نے قلعہ ۱۶، ۲۴، ۲۵ مستطیل سے اور بمعہ دیگر قلعہ جات (تقریباً ۶، ۷ قلعہ ۱۱ بیگھہ مسمی غلام سرور وغیرہ کو دے کر ان سے دوسرے کنواں بنام چاہ پیپلی والا سے تبادلہ کر دیا۔ جو کہ بنام غلام سرور وغیرہ تھی۔ غلام سرور نے آباد کرنے کی خاطر حدود معلوم کرنے چاہے تو محمد بخش نے جو چار دیواری ڈالی تھی تو وہ چار دیواری ایک کنال ۴ مرلہ نصف قلعہ ۱۶ سے ۲۵ میں سے لیتی ہے۔ حالانکہ محمد بخش نے جتنی زمین قلعہ ۱۶، ۲۴، ۲۵ میں سے لی ہے اس کی اتنی بجانب شمال فارغ ہوتی ہے۔ غلام سرور کہتا ہے جب میری زمین فارغ پڑی ہے تو اپنی زمین پر قبضہ کر لے اور ہماری زمین ہمیں دے دے تو محمد بخش کہتا ہے میرا دس بارہ سال کا قبضہ ہے۔ میں کیسے دوں۔ حالانکہ یہ غیر آباد زمین آباد بھی رہی ہے۔ تو اب یہ بتائیے قلعہ ۱۶، ۲۴، ۲۵ سے جو زمین محمد بخش نے قبضہ میں لے رکھی ہے اس کی ہو سکتی ہے یا غلام سرور مالک ہوگا۔ اگر غلام سرور مالک ہو سکتا ہے تو کس طرح سے۔ اور محمد بخش نے جو باغیچہ لگا رکھا ہے اس کے متعلق کیا حکم ہے۔ محمد بخش معاوضہ باغیچہ کا حقدار ہوگا یا نہ۔

غلام سرور تحصیل بٹ

﴿ج﴾

محمد بخش کی خریدی ہوئی زمین کی حدود جب پٹواری نے متعین کر دی اور اس میں تصرف کرتا رہا۔ درخت لگائے وغیرہ وغیرہ اور اس کے ہمسایوں نے اس پر اعتراض نہیں کیا دس بارہ سال قابض رہا اس سے صاف معلوم ہوا کہ خادم حسین اس تقسیم اور تعین حدود پر راضی تھا۔ اب خادم حسین نے غلام سرور کے ساتھ جو تبادلہ کیا ہے تو گویا غلام سرور کو صرف وہی زمین دی ہے جو محمد بخش کی مقبوضہ نہیں ہے۔ محمد بخش کی مقبوضہ زمین کو نہ وہ اپنی ملکیت سمجھتا تھا اور نہ اُس سے غلام سرور کو اس کی تملیک کرائی۔ اس لیے غلام سرور اپنا حصہ محمد بخش کے مقبوضہ سے علاوہ پورا کرے۔ محمد بخش کے مقبوضہ پر اس کا کوئی حق نہیں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

چکی مالکان کا آٹا سے کٹوتی کرنا اور اڑا ہوا آٹا جمع کر کے پھر فروخت کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ہم آٹا چکی والے جس میں میں خود بھی شامل ہوں گا ہک کا غلہ اس شرط پر لیتے ہیں کہ وہ ہمیں ایک من گندم کی پسائی کے بدلے آٹھ آنے اور ایک سیر آٹا کٹوتی یا اس سے کم و بیش جیسے چار آنے من کے اور ایک سیر کٹوتی یا ایک روپیہ من ۲/ اسیر کٹوتی وغیرہ وغیرہ بہر حال نرخ کا اعلان کیا ہوا ہے۔ تو کیا یہ جائز ہے اس مسئلہ کی پوری تحقیق کے بعد جواب دے کر ثواب دارین حاصل کریں۔ تا کہ اس پر مطلع ہو کر صحیح راستہ اختیار کر لیں۔

نوٹ: ہمیں اس مسئلہ کے دریافت کرنے کی ضرورت اس وجہ سے پڑی کہ کچھ علم دین سے معمولی واقفیت رکھنے والوں نے اعتراض کیا ہے کہ پسائی کا معاوضہ پیسے لینے چاہئیں، آٹا نہ لیا جائے اور دلیل یہ دی جاتی ہے کہ معاوضہ ایک صورت میں ہو دو صورتوں میں نہ ہو۔ ہم لوگوں نے اعتراض کے پیش کرنے کے بعد آٹا کی کٹوتی کے ضمن میں اپنی دلیل میں پیش کرتے ہیں۔ جب گندم یا کوئی جنس پسی جا رہی ہوتی ہے تو چکی کی رگڑ کے باعث ایک من میں سے کم از کم ۳ چھٹانک یا ۴ چھٹانک کم ہو جاتے ہیں۔

لوگ بے احتیاطی سے چکی میں غلہ ڈال دیتے ہیں اور دانے پلیٹ فارم پر بکھیر دیتے ہیں۔ اس کمی کو پورا کرنا ضروری ہے۔ آٹا ہوا سے اڑتا رہے تو کم ہو جاتا ہے۔ اب جب یہ آٹا کم ہو جائے تو ہم کیسے پورا کر سکتے ہیں۔ سوائے اس کے کہ ہم اپنے نرخ میں کٹوتی شامل کریں اور اگر ہم اپنی گندم بلکہ ہر جنس خرید کر رکھیں تا کہ جس کا کم ہو تو اس سے اس کو دے دیں تو ہمیں مجبوراً اس گندم کی قیمت وصول کرنے کی خاطر نرخ بڑھانا پڑے گا جو ہم خرید کر رکھیں لیکن عوام زیادہ نرخ برداشت نہیں کر سکتے۔ حتیٰ کہ ہمارا تجربہ یہ ہے کہ لوگ پیسے دینا پسند نہیں کرتے بلکہ آٹا کی قیمتا جاتے ہیں۔ ان حالات میں ہم آٹا کی کٹوتی پر مجبور ہیں۔ اب آپ شرعی مسئلہ سے مطلع فرما دیں۔

ولی محمد موضع بصیرہ تحصیل وضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

جتنی گندم اڑتی ہے مثلا جو آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ ایک من میں سے تین یا چار چھٹانک اڑتی ہے۔ اتنی کٹوتی کر لینا جائز ہوگا۔ بلاشبہ کے اور زائد کٹوتی جائز نہیں ہوگی اور آج کل یہ پیشہ بن گیا ہے کہ فی من میں سے نصف سیر یا سالم سیر کاٹ لیتے ہیں پھر جمع شدہ آٹا فروخت کرتے ہیں تو ظاہر ہے کہ یہ لوگوں کا حق ہے۔ مالک چکی کے لیے روا نہیں احتیاط کرنا لازم ہے۔ چار چھٹانک کٹوتی لینے کے بعد جو بچ جائے وہ خیرات کر دیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ

کیا خام کپاس کی فروخت جائز ہے، کیا یہ بات درست ہے کہ سخی آدمی پر نہ زکوٰۃ فرض ہے نہ حج، غیر عورت کو بہن یا بیٹی کہنے سے وہ محرم نہیں بنتی بدستور غیر محرم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ

(۱) ایک آدمی خام کپاس کی بیع کرتا ہے۔ یعنی کپاس کی فصل کو تیار ہونے کو ابھی دو یا تین ماہ دیر ہے اور نہ ہی ابھی پھل لگا ہے تو اس آدمی نے کھڑی کپاس کا نرخ طے کر کے خریدی ہے۔ تو یہ بیع جائز ہے یا ناجائز بھی فاسد ہے اور کئی حضرات بیع سلم کا حوالہ دیتے ہوئے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں خام کھجوروں کے نرخ طے ہوا کرتے تھے اس بیع کو جائز بناتے ہیں تو اس لیے عرض خدمت ہے کہ مسلک حنفیہ کتاب وسنت کے مطابق مفصل جواب عنایت فرمادیں۔

(۲) بعض لوگ کہتے ہیں کہ سخی آدمی پر نہ کوئی زکوٰۃ فرض ہے نہ حج فرض ہے تو یہ صحیح ہے یا غلط ہے اور شریعت میں سخی کی کیا تعریف ہے۔

(۳) ایک آدمی ایک عورت کو متبنی بناتا ہے اور قرآن مجید اٹھا کر حلفیہ کہتا ہے کہ یہ میری بیٹی ہے یا میری ہمشیرہ ہے جس طرح حقیقی بیٹی یا ہمشیرہ ہوتی ہیں اور خلوت وجلوت رہتی ہے اور سفر میں بھی ساتھ لے جاتا ہے اور حضر میں بھی اپنے پاس رکھتا ہے تو صورت مسئولہ میں اس کی کوئی گنجائش ہے یا شرع شریف کے خلاف ہے۔ بینوا توجروا

مستفتی مولوی امیر احمد سکنہ موضع زور کوٹ تحصیل خانیوال ضلع ملتان

﴿ج﴾

(۱) صورت مسئولہ میں یہ بیع مندرجہ ذیل شرطوں کے ساتھ جائز ہے کہ کپاس کی کیفیت وصفت معلوم ہو کہ فلاں قسم کی اچھی یا ردی وغیرہ۔

(الف) نرخ پہلے کا اسی وقت طے کر لے لیکن اس طرح طے کرنا جائز نہیں کہ اس وقت جو بازار کا نرخ ہو اس حساب سے دینا یا اس سے دو سیر زیادہ لینا۔ جتنی رقم کی وہ چیز لینی ہو وہ رقم معلوم ہو۔

(ب) اس وقت اسی جگہ رہتے ہوئے سب رقم دے دیویں۔ اگر معاملہ کرنے کے بعد الگ ہو کر پھر روپے دیویں تو معاملہ باطل ہوا۔ اسی طرح اگر کچھ رقم اس وقت دے دے اور کچھ دوسرے وقت دے دے تو جو اسی وقت دے دے اسی میں بیع صحیح ہے۔ جو الگ ہونے کے بعد رقم دی ہے اس میں بیع سلم صحیح نہیں۔

(ج) لینے کی مدت کم از کم ایک مہینہ مقرر ہو مہینہ سے کم مدت مقرر کرنے کی صورت میں یہ بیع صحیح نہیں۔ زیادہ چاہے جتنی مقرر کر دیں جائز ہے لیکن دن تاریخ مہینہ سب مقرر کر لیں۔

(د) یہ بھی طے ہو کہ فلاں شہر میں فلاں جگہ وہ چیز دینا اور جہاں لینا ہو وہاں پہنچانے کا کہہ دیں۔ البتہ ہلکی چیز میں لینے کی جگہ بتلانا ضروری نہیں۔

(ر) نیز ان شرطوں کے علاوہ بیع کے صحیح ہونے کے لیے یہ بات بھی ضروری ہے کہ جس وقت معاملہ کیا ہے اس وقت سے لے کر وصول کرنے کے زمانے تک وہ چیز بازار اور منڈی میں ملتی رہے۔ درمیان میں اس چیز کی بازار اور منڈیوں میں نہ ملنے کی صورت میں بیع باطل ہوتی ہے۔ نیز نئی پرانی چیز اور کسی کھیت کی شرط لگانا صحیح نہیں۔ کپاس کے پھل کی بیع ان شرطوں کے پورا کرنے سے جائز ہے۔ اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ جس وقت معاملہ ہوا اس وقت سے وصول کرنے کے زمانے تک وہ چیز یعنی کپاس کی پھٹیاں بازار اور منڈی میں ملتی رہیں۔ ورنہ بیع باطل ہو جائے گی۔

(۲) سخی آدمی اگر صاحب نصاب ہو یعنی نقدی سے اس کے پاس ساڑھے باون تولے چاندی ہو یا ساڑھے سات تولے سونا ہو یا ساڑھے باون تولے کی مالیت جتنی رقم اس کے پاس ہو یا اتنی مالیت کا سامان تجارت اس کے پاس ہو وغیرہ اور اس کی اصل حاجتوں یعنی گرمی وسردی میں جن کپڑوں کی طرف احتیاج ہو نیز نان ونفقہ ورہائش کے مکان کے اور جنگی سامان اگر مجاہد ہے اور اسے ضرورت ہو اور گھر کے سامان اور سواری کے جانوروں وغیرہ سے فارغ ہو اور اس پر پورا سال گزر جائے تب سخی پر اس نصاب میں چاہے ایک نصاب ہو یا متعدد ہوں زکوٰۃ واجب ہے۔ البتہ سخی یا کوئی غیر سخی جس کے پاس نصاب نہ ہو یا حولان حول سے پہلے ختم ہو جائے تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوگی۔

(۳) غیر عورت کسی کے کہنے سے کہ یہ میری لڑکی ہے شرعاً لڑکی نہیں ہو جاتی۔ یہ عورت جس کے متعلق اس نے کہا کہ یہ میری لڑکی ہے یا اس کے علاوہ دوسری غیر عورت جس کے متعلق لڑکی ہونے کا نہ کہا ہو ان دونوں میں اس آدمی کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں۔ شرعاً احکام پردہ وغیرہ میں یہ دونوں عورتیں اس آدمی کے لیے برابر ہیں۔ پردہ شرعی اس

سے لازم ہے۔ بولنا دیکھنا اور ناجائز خلوت وغیرہ اس سے حرام ہے۔ البتہ اگر یہ عورت محرم ہو جیسے بھتیجی بھانجی پوتی وغیرہ اوران کے پاس رہنے وغیرہ میں مفسدہ کا اندیشہ بھی نہ ہو اور خدمت جائز اس کی کرے تو یہ جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ

جب بائع نے زمین فروخت کر کے قیمت وصول کر لی تو اب وہ زمین کا عامل نہیں رہا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ ایک شخص مسمی ملک اللہ داد خان نے اپنی زمین پیمائش تقریباً ۱۰ ایکڑ بالعوض مبلغ ایک ہزار آٹھ صد روپیہ میں مسمی حاجی حسن خان وبخش خان وغلام حسن خان کو فروخت کر دی اور فروخت کنندہ نے خریدار کو مذکورہ بالا زمین ملکیت تمام بیع کر دی اور رجسٹری انتقال بھی درج کیا ہے۔ فروخت کنندہ کی زمین کی ملکیت بھی دی تھی اور فصل کاری بھی اپنی اور اب اس نے ملکیت اڑا دی ہے اور فصل کاری بدستور مقرر کر لی ہے۔ اس وجہ سے خریدار کو زمین سے محروم کر دیا گیا ہے۔ عرض ہے کہ شریعت کے کسی قانون سے ان خریدار کو زمین یا رقم واپس مل سکتی ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

جب مشتریان نے زمین اپنے مالک سے جو خود آباد کار بھی تھی قطعی بیع سے خرید لی اور اس کا قبضہ بھی لے لیا تو بائع (فروخت کنندہ) کو کوئی اختیار نہیں ہے کہ وہ اس زمین کو دوسری جگہ فروخت کرے اور مشتری جو زمین کا حقیقی مالک ہے۔ اس کو ایک قانونی وجہ سے زمین سے محروم کر دے۔ شرعاً بائع زمین کا قطعاً مالک نہیں ہے اور نہ اس کی بیع دوسری جگہ جائز ہے۔ شرعی حکم یہ ہے کہ زمین واپس ان مشتریان کو دی جائے اور دوسرے مشتری کو لازم ہے کہ زمین پہلے مشتریان کے حوالہ کر دے۔ البتہ اگر پہلے مشتریان راضی ہو جائیں کہ وہ اس زمین کو اپنی مرضی کے مطابق کچھ رقم لے کر چھوڑ دیں تو ایسا کرنا بھی جائز ہے۔ بہرحال بائع کا یہ فعل اور دوسرے شخص کا خریدنا دونوں حرام ہیں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۵ ذی قعدہ ۱۳۷۶ھ

بیع میں عیب کی وجہ سے اگر بائع اصل سے کچھ کم رقم لینے پر رضامند ہو گیا تو اب مزید مطالبہ نہیں کر سکتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے ایک بھینس عمرو بکر دو بھائیوں سے چھ صد روپے میں خریدی اس

شرط کے ساتھ کہ زید نے یہ کہا کہ میں نے بھینسیں کبھی اپنے پاس نہیں رکھیں اور نہ ان کے متعلق کوئی سمجھ ہے۔ لہٰذا میرے ساتھ کسی قسم کا غبن نہ کرنا اور مجھے دھوکے میں نہ ڈالنا تو عمرو بکر نے کہا کہ بھینس اس وقت دبلی ہے جب تو نے اس کو چارہ غلہ کھلایا تو یہ چار سیر کی بجائے آٹھ سیر دودھ دے گی اور اب ایک وقت دودھ دیتی ہے۔ جب موٹی تازی ہوگی تو دونوں وقت دودھ دے گی۔ رقم کی ادائیگی کی میعاد چار ماہ بعد ٹھیری مگر بھینس دودھ کی کمی وبیشی میں ٹس سے مس نہ ہوئی۔ جب ادائیگی کا وقت آیا تو زید نے عمرو بکر کو کہا کہ بھینس دو تین من غلہ گندم اور ساٹھ روپے نقد جو مجھی کا وصول ہوا ہے دیتا ہوں۔ آپ مہربانی فرما کر بھینس اور غلہ اور رقم واپس لے لو یا غلہ گندم بجائے چودہ روپے من کے سولہ روپے من لے لو تو انہوں نے بھینس وغلہ ورقم کی بجائے انہوں نے سولہ روپے من کے حساب سے چھتیس من غلہ گندم پونے چھ سو روپے میں لیا اور جس وقت یہ بات طے ہوئی تو عمرو بکر دونوں بھائی موجود تھے۔ اس معاملہ میں کثیر التعداد گواہ موجود تھے اور خصوصی طور پر دو گواہ ان کی بے باکی کے موجود تھے۔ جن میں سے ایک حاجی غلام حیدر جو غلہ گندم تولنے والا تھا۔ ان کے ماموں زاد بھائی اور عمرو بکر کی گھر والی حاجی مذکور کی بہن تھی اور دوسرا گواہ حاجی غلام قادر صاحب تھا۔ اس کے تین سال بعد عمرو بکر نے زید سے مٹروں کا چارہ نوے روپے کے حساب سے خریدا اور اپنے جانوروں کو کھلایا اور اس کے بعد باقی گھاس کو چھوڑ گئے۔ اس سے باقی چارہ کے لیے بلایا وہ فریق ثانی نہ آئے۔ زید نے اس گھاس پر گواہ رکھ کر چھوڑ دیا اور وہ خشک ہو کر ضائع ہوگئی۔ اب زید نے چارہ کی رقم کا مطالبہ کیا تو ان دونوں نے رقم دینے سے انکار کیا اور جواب یہ دیے کہ زید نے ہماری بھینس کی رقم باقی ادا کرنی تھی۔ ہم نے اس رقم میں معاوضہ کر لیا کیا اس معاملہ میں زید شرعاً رقم کے مطالبہ کا حقدار ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جب انہوں نے اپنا قرضہ پونے چھ صد روپیہ گندم کی صورت میں بحساب سولہ روپے وصول کر لیا اور اس پر دونوں فریق رضامند ہو کر صلح کر گئے تھے اور اس کے باقاعدہ شرعی گواہ موجود ہیں تو اتنا قرضہ زید کے ذمہ سے اتر گیا ہے۔ اگر اس وقت گندم کی قیمت چودہ روپے ہی کیوں نہ ہو جبکہ وہ دونوں فریق سولہ روپے فی من کی قیمت پر رضامند ہو گئے تھے۔ لہٰذا اندریں حالات جب بکر وعمر نے زید سے مٹروں کا چارہ نوے روپے میں خرید لیا تو یہ نوے روپے سارے کے سارے بکر وعمر کے ذمہ واجب الاداء ہیں۔ خواہ وہ سارے کا سارا چارہ استعمال میں لا چکے ہوں یا کچھ کو چھوڑ کر ضائع کر گئے ہوں۔ اس کا ضامن زید ہرگز نہیں ہے۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں شرط صحت واقعہ زید فریق ثانی سے اس ساری رقم مبلغ نوے روپے کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۷ رجب ۱۳۸۶ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۸ رجب ۱۳۸۶ھ

اپنی ذاتی کمائی سے خریدا ہوا مکان قانونی مجبوری کی وجہ سے بیوی کے نام کرنے سے بیوی کی ملکیت نہیں بنتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ اگر مرد نے اپنی کمائی سے (حالانکہ حق مہر کی کوئی رقم) واجب الادا نہ تھی اور نہ ہی عورت کے والدین و برادران نے کوئی رقم دی تھی) اپنی عورت کے نام اس غرض سے کہ میں بوجہ ملازم سرکاری مکان خرید نہیں سکتا تھا خرید کر دیا ہو۔ اب اس کی فوتید گی پر کیا وہ مکان میرے نام پر واپس ہو سکتا ہے اور اپنے تصرف میں لا سکتا ہوں جبکہ متوفیہ کے بطن سے تین لڑکے اور تین لڑکیاں حیات ہوں اور متوفیہ کے والد اور والدہ ان کی حیات میں ہی فوت ہو گئے تھے۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اگر حقیقت فی الواقع یہ ہے کہ یہ شخص اپنی ہی رقم سے اپنے لیے ہی یہ مکان خرید چکا ہے لیکن محض ایک قانونی مجبوری کی بنا پر کاغذات مال میں بیوی کے نام خریدا ہوا لکھوایا ہو تب تو یہ مکان شرعاً بیوی کا نہ ہوگا بلکہ اس شخص کی ملکیت متصور ہوگا اور اسے وہ ہر طرح استعمال میں لا سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۶ھ

جس دودھ میں پانی ملا ہو کیا اُس کو فروخت کرنا جائز ہے، دودھ کو اس شرط پر لینا کہ کلو دودھ میں ایک مادا بیٹھ گیا تو ٹھیک ورنہ دودھ کاٹیں گے، پھٹے ہوئے دودھ میں کوئی اور مادہ ملا کر فروخت کرنا، ایک شخص گورنمنٹ سے مٹھائی بنانے کے لیے چینی لیتا ہے لیکن مٹھائی کے بجائے اُسے منافع پر فروخت کر دیتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ:

(۱) اگر دودھ کے متعلق یہ معلوم ہو جائے کہ اس میں پانی مکس ہے یا نقلی دودھ ملا ہوا ہے۔ تو کیا اس کو فروخت کر سکتے ہیں۔

(۲) دودھ والوں سے ہم دودھ اس شرط پر لیتے ہیں کہ اگر ایک سیر دودھ میں ایک مادا بیٹھا تو ٹھیک ورنہ پاؤں

مادے کے حساب سے دودھ کاٹ لیں گے جتنا بھی کم ہوگا کیا خیال ہے۔

(۳) ایک دودھ والا ایک من دودھ لاتا ہے لیکن ہم صرف دس یا بارہ سیر کا مادا بنا کر دیکھ لیتے ہیں۔ اگر اس ایک مادے میں تین سیر گھٹ گیا تو اس مادے کے حساب سے پورے دودھ کی کٹوتی کاٹ لیں گے۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک شخص دو من دودھ لایا لیکن ہم نے صرف ایک مادا بارہ سیر کا بنالیا اور اس مادے میں دو سیر گھٹ گیا اور اب یہ باقی دودھ حلوائی کو فروخت کر دیا۔ حلوائی سے بھی ہم پورے دودھ کے پیسے لیتے ہیں اور ادھر دودھ والے کی کٹوتی بھی کاٹتے ہیں۔ کیا یہ جائز ہے۔

(۴) گرمیوں کے موسم میں رکھا رکھا دودھ پھٹ جاتا ہے لیکن ہم پھر بھی مادا بنا کر اور مادے میں ملا کر فروخت کر دیتے ہیں۔ واضح رہے کہ اگر ہم اس پھٹے ہوئے مادے کو علیحدہ دکانداروں کو فروخت کریں گے تو کوئی اس مادے سے خرید نہیں سکتا۔ اس لیے کہ یہ بے جان ہوتا ہے۔ اچھے مادے میں ملا کر فروخت کرنا کیسا ہے۔ ایک دکاندار کو خراب مادا اچھا کہہ کر فروخت کر سکتا ہے یا نہیں۔

(۵) ایک شخص کو گورنمنٹ شکر یعنی چینی اس لیے دیتی ہے کہ وہ مٹھائیاں بنا کر فروخت کرے لیکن ہم اس کے برعکس نہ مٹھائیاں بناتے ہیں اور نہ کسی اور کام میں لیتے ہیں بلکہ منافع پر فروخت کر دیتے ہیں جس سے کافی نفع ہوتا ہے کیا ایسا کرنا ٹھیک ہے یا نہیں۔

(۶) کیا دودھ والوں سے جھوٹ بھی بول کر کام نکالا جا سکتا ہے اگر ہم جھوٹ نہ بولیں تو یہ بہت پریشان کرتے ہیں۔ جھوٹ بول کر یہ کام آسانی نکل جاتا ہے۔ کوئی پریشانی نہیں ہوتی اُمید ہے کہ آپ اس سلسلہ میں میری رہنمائی فرمائیں گے۔

السائل بندہ سیف الرحیم مادا مرچنٹ محلّہ سلاوٹ پارہ

﴿ج﴾

(۱) پانی میں نقلی دودھ مل جانے کے بعد ضروری ہے کہ اس بات کو خریدار پر بیان کر دے اگر نہ بیان کیا تو سخت گنہگار ہوگا۔ حتیٰ کہ اکثر مشائخ نے اس کو فاسق مردود الشہادۃ ٹھرایا ہے۔ **قال في العالمگیری ص ۲۷۳ ج ۳ رجل اراد ان یبیع السلعة المعیبة و هو یعلم یجب ان یبینها فلو لم یبین قال بعض مشائخنا یصیر فاسقا مردود الشهادة** الخ

(۲) یہ بیع جائز نہیں۔ اس لیے بیع میں ثمن کی تعیین وقت عقد میں ہونی ضروری ہے۔ جہالت ثمن مفسد بیع ہے اور یہاں ثمن مجہول ہے۔ یعنی اس مقدار مادہ نکلنے کی صورت میں اس کی قیمت اتنی ہے اور اس سے کم کی صورت میں پیسے کم

ہوں گے تو اس دودھ کی رقم ابتداءِ بیع میں معلوم نہیں ہے اس لیے بیع ناجائز ہے۔

(۳) یہ صورت بھی مثل نمبر۲ کے ناجائز ہے اور یہ بھی ناجائز ہے کہ دودھ دوسرے حلوائی پر پوری قیمت سے فروخت کیا جاوے۔ بلکہ ضروری ہے کہ یہ دودھ واپس فروخت کنندہ کو دیا جائے اور سابق عقد کو فسخ کردیا جاوے بیع فاسدہ کا فسخ کرنا ضروری ہوتا ہے۔

(۴) یہاں بھی چونکہ مبیع عیب دار ہے اس لیے اس کے عیب کو بیان کرنا ضروری ہے مثل جواب نمبر۱

(۵) جھوٹ بولنا اس صورت میں قطعاً ناجائز ہے۔

(۶) اگرچہ اس کو چینی دوسرے مصرف میں استعمال کرنا جائز ہے لیکن زائد قیمت پر غبن فاحش سے فروخت کرنا ناجائز ہے۔

حلوائی کو لازم ہے کہ اس بات کو بیان کردے کہ دیسی کھانڈ کی مٹھائی تیار ہو رہی ہے۔ اس کے بیان کرنے کے بغیر فروخت کرنا لوگوں کو دھوکے میں رکھنا ہے۔ جو شرعاً جائز نہیں۔ بلکہ اس عبارت کی ایک چٹ لکھ کر دکان پر لگائے کہ اس ضرورت کی بنا پر دیسی کھانڈ استعمال میں لائی جاتی ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۶ ذوالحج ۱۳۷۶ھ

اگر کوئی چیز اُدھار پر وقت مقرر تک فروخت اور اس وقت مقرر پر ثمن کا انتظام نہ ہو سکا تو بائع کو فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسمی غلام محمد اپنی اراضی مسمی قادر بخش کو بیع کی اور انتقال بھی کرادیا جو کہ مورخہ ۶۴/۷/۲۲ منظور ہو گیا۔ بعد از ثمن یعنی قیمت اراضی ادائیگی یکم یوم طے ہوا تھا۔ مگر وعدہ پر مشتری قادر بخش نے قیمت اراضی ادا نہ کی۔ وعدہ گزرنے کے دو دن بعد بائع غلام محمد نے مشتری قادر بخش کو کہا کہ آپ اپنے وعدہ پر زر ثمن ادا نہیں کیے۔ لہٰذا بیع ختم ہو گئی ہے اور مجھے زمین واپس کردے۔ مشتری قادر بخش نے کہا کہ میں قیمت ادا کروں گا۔ آپ زمین واپس نہ لیں۔ غلام محمد بائع نے کہا کہ وعدہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا بیع ختم میری اراضی واپس کردو۔ قادر بخش مشتری نے کہا کہ کل صبح میں آپ کو زمین واپس کردوں گا اور آپ کے نام انتقال واپس کرادوں گا۔ یہ بات گواہوں کے روبرو ہوئی۔ دوسرے روز غلام محمد بائع مشتری قادر بخش کے مکان پر گیا تو قادر بخش روپوش ہو گیا۔ چند روز بعد مشتری قادر بخش کچھ رقم لے کر غلام محمد بائع کے پاس گیا اور کہا کہ یہ رقم لے لو۔ باقی بعد میں ادا کروں گا۔ غلام محمد بائع نے رقم لینے سے انکار کردیا اور کہا کہ بیع ختم ہو گئی ہے۔ اب میں زمین نہیں دیتا۔ مورخہ ۶۵/۱/۲۴ کو انتقال خارج ہو کر

بائع غلام محمد کے نام واپس انتقال ہو گیا۔ ۱۴ ماہ بعد قادر بخش مطالبہ کرتا ہے کہ زمین مجھے دی جائے کیونکہ بیع ہو چکی ہے اب گزارش ہے کہ مشتری نے جب وعدہ پر زرثمن قیمت اراضی ادا نہیں کی اور گواہوں کے سامنے زمین واپس کر دینے کو بھی کہہ دیا تو کیا اس صورت میں عندالشرع شریف سابقہ بیع رہی یا ختم ہو گئی۔ جیسے کہ غلام محمد بائع کہتا ہے کیونکہ مشتری نے زمین واپس کر دینے کو بھی کہہ دیا ہے۔

سائل محمد موسیٰ نائب مہتمم مدرسہ عربیہ خیر العلوم حسینیہ ریلوے اسٹیشن لودھراں ضلع ملتان

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ واضح رہے کہ بیع نقد اور اُدھار دونوں کے ساتھ جائز ہے۔ جب اجل معلوم ہو اور ادھار کے ساتھ بیع ہو جانے کی صورت میں بھی بیع منعقد نافذ اور لازم ہو جاتی ہے۔ عاقدین میں سے کوئی بھی فسخ کرنے کا اختیار نہیں رکھتا ہے۔ سوائے خیار رؤیت یا خیار عیب کے ہاں دونوں اگر رضا مندی کے ساتھ بیع واپس (اقالہ) کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ صورت مسئولہ میں بیع لازم ہو گئی ہے۔ وعدہ کے مطابق زرثمن نہ دینے کی صورت میں بائع کو فسخ کرنے کا حق حاصل نہیں ہوتا۔ بائع کو صرف زرثمن کے مطالبہ کا ہی حق حاصل ہے۔ باقی مشتری کا یہ کہنا کہ کل صبح میں آپ کو زمین واپس کر دوں گا یہ تو فقط وعدہ ہے اقالہ نہیں ہے۔ اگر وہ اب واپس نہ کرنا چاہے تو نہ کرے۔ شرعاً اسے مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں اگر اس نے یوں کہہ دیا ہے کہ میں نے بیع فسخ کر دی یا واپس کر دی تو یہ اقالہ ہے۔ بیع ختم ہو گئی ہے۔ **کما قال فی الهداية ص ۲۵ ج ۳ واذا حصل الايجاب والقبول لزم البيع ولاخيار لواحد منهما الا من عيب اوعدم رؤية وفيها ايضاً ص ۲۶ ج ۳ ويجوز البيع بثمن حال و موجل اذا كان الاجل معلوماً** الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۳ ذی قعدہ ۱۳۸۵ھ

زمین کا مالک لوگوں کو اپنی زمین پر گزرے ہوئے راستہ پر سے لوگوں کو منع کر سکتا ہے

﴿س﴾

چہ مے فرمایند علماء دین دریں مسئلہ کہ اہل قریہ تورہ در مقام الف سکونت کردند۔ وبعد ازاں از مقام الف آمدند در مقام ب سکونت اختیار کردند۔ در مقام الف اہم مسجد موجود بود و در مقام ب ہم بالا تفاق اھل قریہ مسجد بنا کردند۔ مگر ہنوز مردمان اھل قریہ گویند کہ مایان برائے نماز ضرور در مسجد مقام الف میرویم دراہ مسجد اول در زمین شیرک میرود وعلاوہ ازیں راہ دیگر راہ برائے مسجد اول نیز میروند۔ شیرک آنرا منع کرد کہ در زمین نہ روید زیرانکہ از آمدن و رفتن شمایان نقصان پیدا مے شود۔ اگر شمایان ضرور در مسجد اول مے روید۔ براہ دیگر بروید مگر او گویند کہ مایان ضرور بدیں راہ میرویم زیرانکہ کم وبیش بیست سال شدہ است کہ مایان بریں راہ آمدیم ورفتیم۔

درابتداء ایں زمین درملک شیرک کہ دراں راہ مے رود آباد بود لیکن شیرک غیر حاضر بود بایں مردمان کہ اکنون منع نمی شوند بمصارعت دادہ بود۔ آیا شیرک ایشان رامنع کردن می تواند یانہ۔ بینوا توجروا

المستفتی شیرک یونیر تھانہ تورہ ضلع لورالائی کوئٹہ ڈویژن

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اگر راہ متنازع فیہ مملوک شیرک است شرعاً میتواند کہ مردمان راازگزشتن دران راہ واز آمدو رفت درزمین خود منع کند ومردمان راہیچگو نہ روانیست کہ بلا اجازت مالک درزمین غیر روند۔ واوراجبراً راہ دارند واز مدت مدید براہ راہ رفتن ہیچ استحقاق ایشان ثابت نے شود۔ تا آنکہ این راہ راوقف نہ کردہ باشد۔ یابر کسے فروخت نہ کردہ باشد۔ فقہاء کرام نوشتہ اند کہ مالک زمین مے تواند منع کردند۔ کسی راہ کہ برائے قطع کردن گیاہ مباح درزمین او داخل شدن مے خواہد۔ **کما قال فی الفتاویٰ العالمگیریة ص ۱۰۹ ج ۳ ولا یجوز بیع الکلاء و اجارته وان کان فی ارض مملوکة غیر ان لصاحب الارض ان یمنع الدخول فی ارضه واذا امتنع فللغیره ان یقول ان لی فی ارضک حقاً فاما ان توصلنی الیه او تحشه وتدفعه لی الخ** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۱ ذی الحجہ ۱۳۸۵ھ

بیع سلم کی صورت میں اگر وقت مقررہ پہ مبیع حاصل نہ ہو سکے تو مشتری پرانی قیمت واپس لے گا یا رائج فی الوقت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ شمس الحق کہتا ہے حافظ عبدالرشید کو کہ میں تمہیں چار من کپاس دوں گا۔ کپاس کے موسم میں مجھے اسی (۸۰) روپے دے دو۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ میں تم کو بیس روپے فی من کے حساب سے رقم دیتا ہوں۔ یعنی اسی (۸۰) روپے چار من کپاس کے دیتا ہوں۔ اب کپاس کے موسم میں شمس الحق صاحب تمام کپاس ادا کر دیتا ہے۔ صرف ایک من گیارہ سیر ادا نہیں کر سکتا ہے۔ خاص کپاس کے موسم میں کپاس کا بھاؤ تیس روپے یا اس سے کچھ زیادہ ہے۔ اب چونکہ کپاس کا بھاؤ بڑھ چکا ہے تم کپاس ادا کرو یا رقم ادا کرو تو موجودہ بھاؤ یعنی تیس روپے من کے حساب سے رقم ادا کرو۔ کیا شرعاً حافظ صاحب ایک من کپاس کی رقم تیس روپے لے سکتے ہیں۔ شمس الحق میاں کہتے ہیں کہ ایک من کپاس کی رقم بیس روپے لے لو زیادہ نہ لو۔ آپ بیان فرمادیں کہ یہ بیع شرعی لحاظ سے جائز ہے اگر جائز ہے تو کس طرح ہے۔

المستفتی غلام یٰسین سکنہ کلروالی ضلع مظفر گڑھ چاہ ستادیوالہ

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اگر بیع سلم کی تمام شرائط ضرور یہ ذکر کردی گئی تھیں اور کپاس کے ادا کرنے کی تاریخ معین تھی غرضیکہ عقد سلم صحیح کیا تھا تو اس تاریخ کے آ جانے سے یہ شخص اس پوری مقدار کپاس کا مطالبہ کرے گا اور وہ شخص پوری کپاس اس کو ادا کرے گا خواہ اس کی اپنی زمین کی کپاس ہو یا کہیں سے خرید کر ادا کرے۔ بہر حال ساری کپاس کا ادا کرنا اگر چہ قیمت اس کی بہت بڑھ گئی ہو اس کے ذمہ واجب ہے۔ صورت مسئولہ میں جو کچھ مقدار کپاس کی ادا کر چکا ہے اور کچھ مقدار اس کے ذمہ بقایا ہے حافظ عبدالرشید مذکور جو رب المال ہے۔ بقایا کپاس کا مطالبہ شمس الحق سے کر سکتا ہے اور شمس الحق کے ذمہ لازم ہے کہ وہ بقیہ کپاس ادا کر دے۔ جہاں سے بھی مل سکے خرید کر ادا کر دے اور اگر دونوں بقیہ کی رقم کے لینے دینے پر رضامند ہوتے ہیں تو حافظ عبدالرشید صاحب بقایا کپاس کی قیمت وہی وصول کر سکتا ہے جو پہلے طے ہوئی تھی یعنی بیس روپے فی من کے حساب سے۔ اس سے زائد رقم یا آج کے بھاؤ کے حساب سے وصول کرنا جائز ہے اور سود اور حرام ہے۔

كما قال في الهداية ص ۹۹ ج ۳ فان تقايلا السلم لم يكن له ان يشترى من المسلم اليه برأس المال شيئاً حتى يقبضه كله لقوله عليه السلام لا تأخذ الا سلمك اورأس مالك الخ۔ وفيها ايضاً ص ۹۵ ج ۳ ولو انقطع بعد الحل فرب السلم بالخيار ان شاء فسخ السلم وان شاء انتظر وجوده الخ وفيها ايضاً ص ۹۸ ج ۳ ولا يجوز التصرف في رأس مال السلم والمسلم فيه قبل القبض۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۶ صفر ۱۳۸۶ھ

کیا بیع سلم سود سے پاک تجارت ہے
مفصل جواب

﴿س﴾

علماء دین کیا فرماتے ہیں کہ بیع سلم سود ہے یا پاک تجارت ہے۔

بمعرفت گل شیر دکاندار محمد والا مظفر گڑھ کوٹ ادو

﴿ج﴾

فصل کٹنے سے پہلے یا کٹنے کے بعد کسی کو مثلاً دو روپیہ دیے اور یوں کہا کہ دو مہینے یا تین مہینے کے بعد فلانے مہینے میں فلاں تاریخ میں ہم تم سے ان دس روپے کے گندم لیں گے اور نرخ اس وقت طے کر لیا کہ روپیہ کے پندرہ سیر یا روپیہ کے بیس سیر یا مثلاً اتنے روپیہ کے حساب سے لیں گے تو یہ بیع درست ہے جس مہینے کا وعدہ ہوا ہے اس مہینے میں

اس کو اس بھاؤ گندم دینا پڑیں گے چاہے بازار میں گراں بکیں چاہے سستے۔ بازار کے بھاؤ کا کچھ اعتبار نہیں ہے اور اس کو بیع سلم کہتے ہیں اور یہ شرعاً جائز اور پاک تجارت ہے لیکن اس کے جائز ہونے کی کئی شرطیں ہیں۔ ان کو خوب غور سے سمجھو۔ اول شرط یہ ہے کہ گندم وغیرہ کی کیفیت خوب صاف صاف اسی طرح بتلا دے کہ لیتے وقت دونوں میں جھگڑا نہ پڑے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ نرخ بھی اسی وقت طے کر لے کہ پندرہ روپیہ یا بیس روپیہ من کے حساب سے لیں گے۔ تیسری شرط یہ ہے کہ جتنے روپیہ کا لینا ہو اسی وقت بتلا دو کہ ہم دس روپیہ یا بیس روپیہ کے لیں گے۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ اسی وقت اس جگہ کے رہتے رہتے سب روپیہ دے دے۔ اگر معاملہ کرنے کے بعد الگ ہو کر پھر روپیہ دے تو سب معاملہ باطل ہو گیا۔ اب پھر سے کرنا چاہیے پانچویں شرط یہ ہے کہ اپنے لینے کی مدت سے کم سے کم ایک مہینہ مقرر کرے کہ ایک مہینہ کے بعد فلانی تاریخ کو ہم گندم لیں گے۔ مہینے سے کم مدت مقرر کرنا صحیح نہیں اور زیادہ چاہے جتنا مقرر کرے جائز ہے لیکن دن تاریخ مہینہ سب مقرر کرے تاکہ جھگڑا نہ پڑے۔ چھٹی شرط یہ ہے کہ یہ بھی مقرر کرے کہ فلانی جگہ وہ گندم دینا یعنی اس شہر میں یا کسی دوسرے شہر میں جہاں لینا ہو وہاں پہنچانے کے لیے کہہ دے یا یوں کہہ دے کہ ہمارے گھر پہنچا دینا۔ غرضیکہ جو منظور ہو صاف بتلا دے۔ البتہ اگر کوئی ہلکی چیز ہو جس کو لانے اور لے جانے میں کچھ مزدوری نہیں لگتی تو لینے کی جگہ بتلانا ضروری نہیں۔ جہاں اس کو دے دے۔ ساتویں شرط یہ ہے کہ جس وقت معاملہ کیا ہے اس وقت سے لے کر لینے اور وصول پانے کے زمانہ تک وہ چیز بازار میں ملتی رہے۔ نایاب نہ ہو۔ اگر ان شرطوں کے موافق کیا تو بیع سلم درست ہے ورنہ نہیں۔ **السلم جائز فی المکیلات والموزونات والمعدودات التی لا تتفاوت کالجوز والبیض والمذروعات. ولا یجوز السلم فی الحیوان الخ**

وقال بعد ذلک ولا یصح السلم الامؤجلا ولا یجوز الا باجل معلوم. قال المحشی اد ناہ شهر علی الاصح وعلیه الفتویٰ ولا یجوز السلم بمکیال رجل بعینه ولا فی طعام قریة بعینها ولا یصح السلم عند ابی حنیفةؒ الا بسبع شرائط تذکر فی العقد جنس معلوم ونوع معلوم وصفة معلومة ومقدار معلوم واجل معلوم ومعرفة مقدار رأس المال اذا کان مما یتعلق العقد علی مقدارہ کالمکیل والموزون والمعدود وتسمیة المکان الذی یوفیه اذا کان به حمل و مؤنة...... ولا یصح السلم حتی یقبض رأس المال قبل ان یفارقه (قدوری ص ۷۲) ومن شرائط السلم ان یکون موجودا من وقت العقد الی وقت محل الاجل بلا انقطاع فی البین والانقطاع ان لا یوجد فی السوق الذی یباع فیه فی ذالک المصر ولا یعتبر الوجود فی البیوت (قاضی خان ص۱۱۵ ج۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۹ھ

اگر کسی نے وعدہ بیع کر کے آٹھ دن کے اندر مال اٹھانے کا کہا اور مشتری نہیں آیا تو دوسری جگہ بیچنا جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید کا بیان ہے کہتا ہے کہ میں نے عمر کو پچاس من گندم بہ بھاؤ ۱۸ روپے فی من دینی کی ہے اور رقم مبلغ ۹۰۰ روپے نصف جس کے ۴۵۰ روپے ہوتے ہیں لے لیے ہیں۔ بشرطیکہ آٹھ دن کے اندر گندم تولیں ورنہ نہ۔ عمر تین ہفتہ کے بعد گندم لینے آیا ہے۔ اب زید کہتا ہے کہ تو اپنا وعدہ مقرر پر نہیں آیا لہٰذا اپنی رقم لے لو۔ زید نے بعد مدت مقررہ کے گندم منافع پر فروخت کر دی ہے۔ اب بروئے شرع گندم کا حق دار کون ہے اور منافع کس کو ملنا چاہیے۔

غلام محمد ولد فضل الدین تحصیل وضلع جھنگ

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں اگر صرف وعدہ بیع ہے۔ جیسا کہ ۱۸ روپے فی من دینی کی ہے، سے معلوم ہوتا ہے تو پھر بیع منعقد نہیں ہوئی اور اگر باقاعدہ بیع ہو چکی تھی تو پھر آٹھ دن کے اندر تولنے کی شرط لغو ہے اور زید کے ذمہ ۹۰۰ روپے کی گندم دینا واجب ہے۔ زید نے جو گندم منافع پر لی اور جگہ فروخت کر لی ہے وہ منافع زید کی ملکیت ہے عمر کے قبضہ سے قبل یہ گندم زید کی ملکیت تھی۔ اس لیے منافع بھی زید کا ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۴ محرم ۱۳۹۱ھ

کیا نقد اور ادھار کی صورت میں قیمت میں فرق رکھنا جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اشیاء خرید وفروخت میں درصورت ادائے ثمن حالاً وما لاً تفاوت جائز ہے کہ نہیں۔ مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ اگر غلہ کی قیمت ابھی ادا کرو گے تو قیمت فی من پندرہ روپیہ اور اگر تین چار ماہ کے بعد دو گے تو فی من بیس یا پچیس روپیہ لوں گا۔ کیا اس طرح قیمت میں تفاوت جائز ہے کہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عبداللہ بلوچستان متعلم مدرسہ قاسم العلوم ملتان

﴿ج﴾

اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ وقت اور ثمن کی تعیین نہیں کی جبکہ مشتری سے تردید کے ساتھ کہا کہ اس کی قیمت اگر اس وقت دو گے تو بیس روپیہ لوں گا ورنہ پچیس روپیہ لوں گا۔ یہ تو بوجہ جہالت ثمن جائز نہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اول مشتری سے طے کر لیا ہو کہ نقد لیتے ہو یا ادھار اگر اس نے نقد لینے کو کہا تب تو بیس روپے قیمت ٹھہرائی اگر ادھار لینے کو کہا تو پچیس روپے ٹھہرائے یہ جائز ہے۔ **کذا فی العالمگیریہ**۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۳ المحرم ۱۳۹۱ھ

اگر اشتمال راضی میں درخت بھی زمین کے ساتھ شامل ہوئے ہیں تو درخت زمین کے مالک کے ہوں گے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کچھ زمین میں نے اپنی ہمشیرہ کو والد صاحب کے ورثہ سے دی تھی جس میں تین درخت بھی تھے۔ اس حالت میں دو درخت انہوں نے اپنے استعمال میں لائے اور ایک درخت ابھی تک باقی ہے۔ بعد میں جب اشتمال اراضی ہوئی تو وہ ٹکڑا زمین کا دوبارہ مجھے ملا اور میری ہمشیرہ کو دوسری جگہ زمین دی گئی۔ اب میرا بھانجا اس درخت کو اپنی ملکیت ٹھہراتا ہے۔ جبکہ زمین مجھے ملی ہے۔ شرعی فیصلہ بیان فرمادیں کہ یہ درخت مجھے ملے گا یا کہ میرے بھانجے کو ملے گا۔

﴿ج﴾

اگر اشتمال اراضی میں درخت بھی زمین کے ساتھ دیے ہیں تو جن کو زمین ملی ہے درخت بھی اس کے ہوں گے اور اگر اشتمال میں درختوں کی ملکیت زمین کے ساتھ نہیں دی جاتی تو پھر یہ درخت اس شخص کا نہ ہوگا بلکہ سابقہ مالک کا ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲ ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ

کرایہ دار نے اگر زمین میں درخت اور سبزی کے پودے لگائے تو وہ کرایہ دار کے ہوں گے یا مالک کے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ الف نے ب سے کچھ زمین اور مکان کرایہ پر لیا۔ اب الف نے زمین میں سبزی ترکاری اور گھاس وغیرہ کاشت کی اور اس سے انتفاع حاصل کرتا رہا۔ اس زمین میں پانی وغیرہ لگنے سے کچھ خودرو درخت اور کچھ خود کاشت درخت بھی پیدا ہوئے۔ اب یہ درخت کس کی ملکیت ہوں گے۔ کرایہ دار کے یا مالک مکان کے۔ خودرو اور خود کاشت کا ایک ہی حکم ہے یا کچھ فرق ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

خودرو درخت مالک زمین کا حق ہے اور خود کاشت درخت لگانے والے کی ملکیت ہیں۔ مگر مالک زمین جب چاہے زمین خالی کرا لے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۶ شعبان ۱۳۹۱ھ

اُدھار کی صورت میں قیمت زیادہ رکھنا جائز ہے سود نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک کاروباری شخص نقد میں کسی جنس کو ۲۰ روپے فی من فروخت اور ادھار میں ۲۱ یا ۲۱/۵۰ فی من فروخت کرتا ہے اور اپنی زبان سے یہ بھی کہتا ہے کہ میں ادھار میں ۲۱/۵۰ روپے فی من دوں گا اور نقد میں ۲۰ روپے فی من دوں گا۔ کیا ادھار میں وہ اپنی جنس کو مہنگا فروخت کر سکتا ہے اور مال خرید کرنے والا بھی رضامند ہو جائے۔ مہربانی فرما کر اس کا فتویٰ ارسال فرمادیں۔

نیو تجارت شاپ غلہ منڈی بہاولپور

﴿ج﴾

یہ سودا جائز ہے۔ سود نہیں ہے۔ البتہ غبن فاحش (قیمت میں کافی زیادتی) سے اجتناب اور احتیاط لازم ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۶ محرم ۱۳۸۸ھ

اُدھار کی صورت میں قیمت زیادہ رکھنا جائز ہے لیکن بہت زیادتی مکروہ تحریمی ہے

اگر بیع سلم میں عقد کرتے وقت قیمت ادا نہ کی جائے تو بیع فاسد ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے علاقہ تھل ونشیب میں یہ بات عام ہو چکی ہے مثلاً زید عمر کو ایک بوری نخود مبلغ ساٹھ روپیہ بتاریخ ۵ ماہ ہاڑ تک بطور قرض ادھاری دیتا ہے اور موجودہ نرخ لوگوں اور تاجروں کا بازاروں میں نقد مبلغ چالیس روپے ہے اور عمر بوجہ تنگی غلہ کے مذکورہ بیع تسلیم کرتا ہے۔ بعدہ زید عمر کو کہتا ہے کہ میں نے جو تم کو نخود کی بوری مبلغ ساٹھ روپے بطور قرض مقرر تاریخ پر دی ہے میں مبلغ دس روپے کے عوض میں تم سے چار بوری نخود فی بوری مبلغ پندرہ روپیہ بتاریخ ۵ ماہ ہاڑ ۱۹۶۳ء میں لوں گا۔ عمر زید کی تمام بات چیت کو تسلیم کر لیتا ہے۔ بوجہ غربت

اور تنگی غلہ کے دریافت طلب امر یہ ہے کہ ادھار چیز گران قیمت لینے دینے میں علماء کرام جواز فرماتے ہیں اور مکروہ بھی۔ دیگر خلاف مروت مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی ہے دیگر جو چیز ادھاری گراں قیمت پر دی جاتی ہے اس کی کوئی حد بھی ہے یا نہیں اور ظلم بھی ہے یا نہ اور زید نخود والی بوری کی رقم مبلغ ساٹھ روپیہ کو راس المال بتاتا ہے۔ یہ رقم راس المال ہوگی یا عوض جنس کے ساتھ اور قرض کی بیع سلم قبل از تسلیم جائز ہو سکتی ہے یا نہ۔ دیگر ایک سودے میں دوسرا سودا کرنا معلوم ہوتا ہے۔ صاحب ہدایہ نے ایک سودے میں دوسرا سودا کرنا ناجائز فرمایا ہے۔ کیا اس صورت میں کہ فسخ کیا جائے یا بیع فاسد یا باطل سمجھی جائے گی۔ اگر اس بیع کو برقرار رکھتے ہوئے زید سے عمر نے بوری نخود والی قبض کر کے تخم ریزی یا عیال پر خرچ کر دیتا ہے۔ زید مقرر تاریخ کے بماہ ہاڑ ۱۹۶۳ کو مبلغ ساٹھ روپیہ لینے کا حقدار ہے یا مبلغ چالیس روپیہ جو موجودہ نرخ نقد کا ہے یا چار بوریاں نخود دینے کا مستحق ہے یا فقط ایک بوری نخود جو بطور قرض ادھاری دی تھی لینے کا حقدار ہے۔ کتب فقہ کی سند اور حوالہ جات سے مفصل جواب سے آگاہ فرمادیں۔

﴿ج﴾

پہلا سودا بیع سلم ہے۔ بیع سلم کی جملہ شروط کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ مثلاً جنس معلوم، نوع معلوم، صفت معلوم، کیل معلوم یا وزن معلوم، راس المال معلوم، مکان ایفاء معلوم یعنی یہ کہ غلہ کہاں ادا کرنا ہوگا۔ ان شروط کی تکمیل کے بعد بیع ربوا نہیں لیکن بیع بالغبن الفاحش ضرور ہے۔ یہ درست ہے کہ اجل کی صورت میں ثمن میں زیادتی ہوتی ہے۔ مثلاً چالیس کی بجائے ۴۵ ہو جائے لیکن اتنی زیادہ رقم لینی مکروہ تحریمی ہے اور موجب گناہ ہے۔ نیز بیع مضطر بھی ناجائز ہے۔ ایک آدمی کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر خرید وفروخت کرنا بھی جائز نہیں ہے لیکن اس کے باوجود بیع درست ہوگی۔ (میعاد گزرنے) کے بعد اسے ساٹھ روپے ادا کرنے ہوں گے اور ساٹھ روپے اس کے لیے حلال جائز ہوں گے۔ اگر اس عقد کی وجہ سے اسے گناہ لازم آیا ہے اسے توبہ کرنی چاہیے۔ باقی دوسرا سودا چار بوریوں والا ناجائز ہے۔ بیع سلم کی ایک شرط قبضہ راس المال فی مجلس العقد وہاں نہیں پائی جاتی۔ مجلس عقد میں نقد رقم دینی سلم میں ضروری ہوتی ہے اور یہاں ساٹھ روپے واجب فی الذمہ پر سودا ہو رہا ہے۔ جس کا قبضہ فی المجلس متصور نہیں۔ اس لیے دوسری بیع جائز نہیں۔ الکل مذکور فی کتب الفقہ۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

گورنمنٹ سے حاصل کردہ پرمٹ کو فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید کو حکومت کی طرف سے اجازت نامہ مل جاتا ہے اس اجازت نامے کو

ہماری اصطلاح میں پرمٹ کہا جاتا ہے۔اس پرمٹ کے ذریعے زید غیر ممالک سے اشیاء درآمد کرسکتا ہے لیکن خود اس سے اشیاء درآمد نہیں کرتا بلکہ یہ اجازت نامہ بکر کے ہاتھ فروخت کرتا ہے۔اب بکر اس سے اشیاء درآمد کرسکتا ہے تو کیا زید کو اس اجازت نامے کی قیمت کی رقم لینا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

السائل عبدالحی متعلم مدرسہ قاسم العلوم ملتان

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔واضح رہے کہ پرمٹ خود مال متقوم نہیں ہے۔اس لیے اس کی بیع اس حیثیت سے کہ یہ خود مبیع ہے ہرگز جائز نہیں ہے۔ بلکہ پرمٹ والے کو جو حکومت کی طرف سے اشیاء درآمد کرنے کی اجازت کی ضرورت تھی اور اس کو یہ حق حاصل تھا وہ صرف اس حق بیع کو فروخت کرتا ہے اور حق بیع کا فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔اس پرمٹ کی بیع کے عوض جو رقم لے چکا ہے یہ ناجائز اور حرام ہے۔ مالک پر رد کرنا اس کے ذمہ واجب ہے۔**قال فی الشامیۃ ص ۵۱۷ ج ۴ قلت وعبارۃ الصیر فیۃ ھکذا سئل عن بیع الخط قال لا یجوز لانہ لا یخلوا اما ان باع ما فیہ او عین الخط لاوجہ للاول لانہ بیع ما لیس عندہ ولا وجہ للثانی لان ھذا القدر من الکاغذ لیس متقوماً بخلاف البراء ۃ لان ھذہ الکاغذۃ متقومۃ اھ وفی الدرالمختار مع شرحہ ردالمختار ص ۵۱۸ ج ۴ وفیھا وفی الاشباہ لایجوز الاعتیاض من الحقوق المجردۃ کحق الشفعۃ وعلے ھذا لایجوز الاعتیاض عن الوظائف بالاوقاف. وقال الشامی ص ۵۱۸ ج ۴ (قولہ وعلے ھذا لایجوز الاعتیاض عن الوضائف بالاوقاف) من امامۃ وخطابۃ واذان و فراشۃ وبوابۃ ولا علے وجہ البیع ایضا لان بیع الحق لا یجوز کما فی شرح الادب وغیرہ وفی الذخیرۃ ان اخذ الدار بالشفعۃ امر عرف بخلاف القیاس فلا یظھر ثبوتہ فی حق جواز الاعتیاض عنہ اھ اقول والحق فی الوظیفۃ مثلہ والحکم واحد** بیری فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲ ربیع الثانی ۱۳۸۶ھ

بیع سلم میں اگر کسی خاص باغ کے پھل یا خاص زمین کی فصل کی شرط لگائی گئی تو بیع فاسد ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بیع سلم کس طریقہ سے جائز ہے یا ناجائز ہے۔جس طریقے سے جائز ہو تو وہ طریقہ مہربانی فرما کر لکھ دیں اور بتائیں کہ یہ دیہاج ہے یا جائز ہے۔

(۱) اگر روپیہ گندم کے فصل کے موقع سے پہلے کچھ دیں جائز یا ناجائز ہے۔
(۲) اگر گندم یا چھولہ ایک جگہ کی فصل بتادے اس جگہ سے اناج نہیں اُگا یا تو کیا حکم ہے۔
(۳) اگر اناج دینے کی جگہ معلوم نہ کرے تو کیا حکم ہے۔
(۴) اگر آدمی کی اپنی زمین نہ ہو تو روپیہ سلم پر دیں تو کیا حکم ہے۔
(۵) یہ سلم کون کون سے لوگوں کے لیے جائز ہے۔
(۶) وعدہ فصل کے رسائی سے کتنی دیر پہلے رقم دیویں جائز ہے یا ناجائز۔

ضلع مظفر گڑھ کوٹ ادو براستہ دائرہ دین گل محمد خان

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ واضح رہے کہ بیع سلم شرعاً جائز ہے۔ ویہاج نہیں ہے لیکن اس کے جائز ہونے کی چند شرائط ہیں۔ اگر ان شرائط کی رعایت رکھ کر سودا کیا جائے تو جائز ہے ورنہ ناجائز ہے۔ شرائط درج ذیل ہیں (۱) جنس معلوم ہو کہ گندم ہے یا جو وغیرہ۔ (۲) قسم معلوم ہو کہ نہری ہے یا بارانی ہے مثلاً (۳) صفت معلوم ہو عمدہ ہو یا ردی پالا مارا ہو مثلاً (۴) اس کی مقدار معلوم ہو کہ اتنے ٹوپے یا اتنے من ہو مثلاً (۵) دینے کا وقت معلوم ہو کہ فلاں مہینہ کی فلاں تاریخ کو دے گا اور کم از کم ایک ماہ کے بعد ہو ایک ماہ سے کم نہ ہو۔ (۶) راس المال یعنی جتنی رقم طے ہوگئی ہو اس کی مقدار معلوم ہو۔ (۷) راس المال یعنی یہ رقم ساری کی ساری سودا کرتے وقت اسی مجلس میں دی جائے۔ اگر کوئی وزنی چیز ہے تو اس کے دینے کی جگہ متعین کی جائے کہ یہ گندم آپ نے فلاں بستی میں دینی ہے۔ **کما فی الھدایۃ** اگر ان شرائط کے ساتھ سودا کیا گیا تو جائز ہے ورنہ فاسد ہے۔ اب آپ کے سوالات کا مختصر جواب نمبر وار دیتا ہوں۔

(۱) یہ جائز ہے۔ جبکہ گندم کے دینے کی تاریخ متعین ہو اور کم از کم ایک ماہ کے بعد ہو۔

(۲) ایک خاص جگہ کی گندم ذکر کرنے کا مطلب اگر یہ ہو کہ اس قسم کی گندم دیں گے تب تو جائز ہے۔ اس جگہ گندم نہ بھی اگ جائے تو اسی قسم کی گندم وہ ادا کرے گا اور اگر خاص جگہ کے ذکر کرنے کا مطلب یہ ہو کہ خاص اسی جگہ کی گندم دینی ہے۔ دوسری جگہ کی نہیں تو یہ سودا فاسد اور ناجائز ہے۔ خواہ وہاں گندم اگ جائے یا نہ اگ جائے اور ایسی صورت میں وہ اپنی رقم واپس لے لے۔ گندم نہ لے عقد فاسد ہے۔

قال فی الھدایۃ ص ۹۲ ج ۳ ولا فی طعام قریۃ بعینھا الی ان قال ولو کانت النسبۃ الی قریۃ لبیان الصفۃ لا باس بہ علی ما قالوا کالخشمرانی بنجارا والبساخی بفرغانۃ۔

(۳) تب سودا فاسد ہے۔ گندم نہ لے اپنی رقم واپس کر دے جگہ کا معلوم کرنا گندم وغیرہ میں ضروری ہے۔

(۴) جائز ہے۔

(۵) ہر عاقل وبالغ کے لیے جائز ہے۔

(٦) کم از کم ایک ماہ کی مدت مقرر ہو زیادہ جتنی بھی ہو جائز ہے۔ ویسے رقم ساری کی ساری مجلس عقد (یعنی سودا کرتے وقت) میں دینی ضروری ہے۔ اگر رقم اسی مجلس میں نہ دی تو سودا فاسد ہو جاتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۱ ربیع الاول ۱۳۸٦ھ

کیا ساڑھے بارہ سال عمر والا لڑکا خرید وفروخت کر سکتا ہے اور دور کا چچازاد بھائی یتیم بھتیجے کا وصی ہو سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نامی ایک شخص تھا وہ فوت ہوا۔ اس کا ایک بیٹا عمر جس کی عمر ۸ سال کی اور بیٹی جس کی عمر بارہ سال تھی یہ دو باقی بچ گئے اور ایک بھتیجا جس کی عمر ٦ سال اور ایک بعیدی چچازاد بھائی جو کہ قریبی نہ تھا بعیدی تھا۔ اب وہ یتیم ایک لڑکا مسمی عمر اور ایک لڑکی جو کہ زید کی تھیں چند یوم وہ دو بچے اپنے والد کے گھر رہ گئے۔

بعد میں وہ زید کا بعیدی جو چچازاد بھائی مسمی بکر تھا وہ اس لڑکی کی شادی ایک جگہ کر دیتا ہے اور اس لڑکے کو اپنے گھر لے گیا ہے۔ اب وہ لڑکا تقریباً بارہ سال کی عمر کو پہنچ گیا ہے۔ اس اثناء میں بکر نے متوفی کی جائداد میں سے چند ٹکڑے اراضی ایک شخص پر قطع برید فروخت کر دی جو کہ اس متوفی زید کا لڑکا عمر بھی بیع میں موجود تھا اور عمر اس کی بوقت بیع ساڑھے بارہ سال کی تھی۔ جب بیع ہو گئی تو بطور یادگار زمانہ دستاویز اس زید متوفی کے بعیدی چچازاد بھائی مسمی بکر نے اس مشتری کو تحریر کر دی اور اپنا انگوٹھا لگا دیا اور اس بچے کا انگوٹھہ بھی لگوایا حتیٰ کہ اس کچہری میں سے چند ایک آدمیوں نے یہ اعتراض کیا کہ جائیداد اس بچے کی ہے۔ آپ نے فروخت کر دی ہے۔ اگر یہ بڑا ہو گیا اور اس نے ناراضگی کا اظہار کیا تو پھر کیا ہوگا۔ بکر نے جواب دیا کہ میں اپنی جائیداد سے مشتری کو دگنا دے دوں گا۔ گواہوں کے روبرو تحریر کر دیا کہ بیع ہو گئی ہے اور پیسہ وصول کر لیا۔ جبکہ زید کا بیٹا مسمی عمر بالغ ہوتا ہے۔ دو سال بعد از بلوغت اس نے مشتری اور بائع دونوں سے مطالبہ کیا کہ میں اپنی زمین نہیں دیتا اور بائع اور مشتری دونوں نے واپس دینے سے انکار کر دیا۔ آخرکار اس نے حکومت میں دعویٰ کیا۔ حکومت نے یہ فیصلہ سپرد شریعت کر دیا۔ تو اب جو کچھ مناسب مسئلہ اس صورت کے ہووے جواب دیا جائے۔

مولوی لعل محمد ولد مولوی محمود جعفر ورک ضلع لورالائی (بلوچستان)

﴿ج﴾

واضح رہے کہ ادنیٰ مدت بلوغ لڑکے کے لیے شرعاً بارہ سال ہے۔ بارہ سال کی عمر ہو جانے کے بعد اگر وہ بالغ ہونے کا اقرار کر دے اور اس کی تفسیر اور کیفیت بھی بتا دے اور ظاہر حال اس کو نہ جھٹلائے تو شرعاً وہ بالغ شمار ہوتا ہے اور

اس کے بعد اسکے تصرفات از قسم بیع وشراء نکاح اور طلاق وغیرہ کے نافذ ہوجاتے ہیں۔صورت مسئولہ میں زمین کی بیع کے وقت چونکہ اس کی عمر ساڑھے بارہ سال کی ہے اگر بیع سے قبل اس نے مندرجہ بالا شرائط کے ساتھ بالغ ہونے کا اقرار کیا ہوتو اس کی بیع نافذ ہے اور اب بیع کو رد نہیں کرسکتا ہے ورنہ موقوف ہے۔اس کے ولی یا وصی یا قاضی اور حاکم کی اجازت پر صورت مسئولہ میں اس کا ولی وہ جس کو شرعاً بیع کی اجازت دینے کا اختیار ہوتا ہے موجود نہیں ہے۔صرف ایک بعیدی چچازاد بھائی موجود ہے اور اس کو بحیثیت ولی بیع کی اجازت دینے کا اختیار نہیں ہے۔لہٰذا اگر اس بعیدی چچا زاد بھائی کو ان یتیموں کا باپ یا ان کا دادا وصی بنا چکا ہوتو وہ اجازت دے سکتا ہے اور اگر وصی نہ بنایا ہوتو قاضی یا حاکم اجازت دے سکتے ہیں۔حاکم کی اجازت دینے سے قبل اگر وہ بالغ ہوجائے تو اس کی خود اجازت پر موقوف ہے۔بلوغ کے بعد چونکہ اس نے بیع کو رد کردیا ہے لہٰذا بیع رد ہوجائے گی اور زمین شرعاً اس کو واپس ملے گی۔ کما قال فی **الدرالمختار مع شرحه ردالمحتار ص ۱۵۴ ج ۲ (وادنی مدته له اثنتا عشرة سنة ولها تسع سنین) هوالمختار کما فی احکام الصغار (فان راهقا) بان بلغا هذا السن (فقالا بلغنا صدقا ان لم یکذ بها الظاهر) وفیه ایضا بعد اسطر وفی الشرنبلالیة یقبل قول المراهقینْ قد بلغنا مع تفسیر کل بما ذا بلغ بلا یمین الخ. وایضا ص ۱۷۳ ج ۲ (وما تردد) من العقود بین نفع و ضرر کا لبیع والشراء توقف علی الاذن حتی لو بلغ فاجازه نفذ. وفیها ایضا ص ۱۷۴ ج ۲ (دون الام او وصیها) وقال الشامی تحته (قوله دون الام او وصیها) قال الزیلعی واما ما عدا الاصول من العصبة کا العم والاخ او غیرهم کالام ووصیها وصاحب الشرطة لا یصح اذنهم له لانهم لیس لهم ان یتصر فوا فی ماله تجارة فکذا لا یملکون الاذن له فیها والا ولون یملکون التصرف فی ماله فکذا یملکون الاذن له فی التجارة** اھ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۹ صفر ۱۳۸۶ھ

بیع سلم میں اگر وقت معلوم نہ ہو تو بیع فاسد ہے، قیمت کی کمی بیشی اثر انداز نہیں ہوگی
بیع سلم ہر شخص کے لیے جائز ہے، نماز کے بعد ''الصلوٰۃ والسلام'' پڑھنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ

(۱) ہمارے علاقہ تحصیل بھکر میں ہر ہر جگہ عرصہ ۴/۵ سال سے یہ دستور چل رہا ہے کہ ماہ بھادوں میں بیج بونے یا کہ گھر کے اخراجات یا کسی اور ضرورت کی غرض سے رقم کی ضرورت ہوتی ہے۔وہ شخص نبی بخش کے پاس جا کر ان

شرائط نقدی مبلغ چار سو روپے لے لیے اور اقرار کیا کہ اس قسم کے عوض نخود سیاہ بموقعہ فصل ربیع در فی بوری پچیس روپے وزن فی بوری اڑھائی من بموقعہ جگہ فلاں سے حاصل کرے گا اور اس صورت سے کوئی ایک بوری کی رقم لے گیا۔ کوئی دس بوری کی حتی کہ ضرورت مند لوگ لے گئے۔ حالانکہ موسم بیع پر فی بوری نخود سیاہ کا نرخ بتیس یا تینتیس روپے ہو جاتا ہے یہ بیع جائز ہے یا کہ نا جائز۔

(۲) ایک مولوی امام مسجد اوپر والی تحریر کے مطابق دریافت کرتا ہے کہ میں چھبیس یا ستائیس روپے کے حساب سے رقمیں دوں۔ اوپر والی شرائط کے حساب سے تو کیا میرے لیے کس حد تک جائز ہے یا کہ نہیں۔

(۳) وہ لوگ تو آٹھ یا دس ماہ قبل رقمیں بوقت ضرورت لوگوں کو مشکل کے وقت دیتے ہیں چونکہ اس وقت ان لوگوں کا کہیں کوئی سبب نہیں ہوتا ان دکاندار لوگ بموقعہ فصل ربیع پر چار پانچ ماہ تک پر چون چھبیس یا پچیس روپے کے حساب سے فی بوری نخود سیاہ حاصل کرتے ہیں کیا یہ جائز ہے۔

(۴) ایک امام صاحب مقتدیوں کے کہنے پر ہر نماز فرض کے بعد الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھتے ہیں۔ پھر دعا مانگتے ہیں یہ طریقہ کیسا ہے یہ طریقہ ۴، ۵ سال سے جاری ہے۔ کیا اب یہ بند کیا جائے۔ گناہ ہے یا کہ احسن ہے۔

فقیر مولوی سعید احمد خادم مسجد کاظن شاہ عالم تحصیل بکھر ضلع میانوالی

﴿ج﴾

(۱) اس میں بموقع فصل ربیع اجل مجہول ہے۔ سلم کے اندر نخود کے دینے کی تاریخ معین کرنی ضروری ہے۔ مثلاً یوں کہے کہ ماہ ہاڑ کی پندرہ تاریخ کو لوں گا۔ باقی صورت مسئولہ میں مندرجہ شرائط کے ساتھ بیع سلم صحیح ہے۔ اگرچہ فصل ربیع پر نخود کی قیمت زیادہ بھی ہو۔ اگرچہ بہت کم قیمت مقرر کر کے غرباء و مساکین کے ساتھ بیع سلم کرنا ہمدردی کے خلاف ہے اور مکروہ تحریمی ہے لیکن عقد منعقد ہو جاتا ہے۔ سود نہیں ہے تاریخ کا تعین ضروری ہے۔ تاریخ کے تعین کے بغیر عقد فاسد ہو گا۔ تاریخ کے تعین کے بعد دوسرے شروط سلم کو ملحوظ رکھ کر عقد صحیح ہو گا۔

(۲) مولوی صاحب بھی شرائط کے ساتھ بیع سلم کر سکتا ہے۔ **قال تعالیٰ اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ الآیۃ۔**

(۳) بہر حال جب شرائط سلم مذکور ہوں تو جائز ہے۔

(۴) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا اور صلوٰۃ وسلام کہنا ایک بہت بڑی عبادت ہے۔ **قال تعالیٰ ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین آمنوا صلو علیہ وسلموا تسلیما** الآیۃ لیکن اجتماعی صورت کے ساتھ ان الفاظ کے ساتھ خاص کر ضروری سمجھنا اور اس پر مداومت کرنا بدعت ہے۔ جبکہ ان کلمات کے ساتھ صلوٰۃ

وسلام بھیجنے کی صورت میں عوام کا عقیدہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر وناظر ہونے کی طرف پہنچ جاتا ہے۔لہٰذا ان کلمات وقیود والتزام کو بند کرنا ہی بہتر ہے۔ جو کلمات درود وسلام کے نماز میں پڑھنے کو کہا گیا ہے یا جو کلمات صلوٰۃ وسلام کے کتب احادیث میں مروی ہیں ان کے ساتھ سلام بھیجا جائے اور آہستہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۰صفر ۱۳۸۶ھ

الاجوبۃ کلہا صحیحۃ محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۱صفر ۱۳۸۶ھ

بڑے بھائی چھوٹے بھائیوں کی زمین ہرگز فروخت نہیں کر سکتے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسمی عمیر خان مقروض تھا۔ وہ خود فوت ہوا۔اس کے چار بیٹے تھے۔محمد یار (بالغ)، اللہ بخش (بالغ)، حاجی احمد (نابالغ)، غلام قادر (نابالغ)۔ان کے پاس قرضہ ادا کرنے کے لیے سوائے زمین کے اور کوئی سبیل نہ تھی۔ پھر اللہ یار کا ایک اور آدمی نے قرضہ ادا کر دیا اور زمین مول لے لی۔ اول الذکر دونوں آدمیوں کا زمین کا حصہ انتقال منظور ہو گیا۔مگر باقی دو جو نابالغ تھے ان کا حصہ انتقال نہ ہو سکا محمد یار واللہ بخش یہ دو بالغ دوسرے دو نابالغ بھائیوں کی طرف سے ضامن ہو گئے۔ جب حاجی احمد، غلام قادر بالغ ہو گئے تو انہوں نے زمین دینے سے انکار کر دیا۔مگر قرضہ حصہ بندی ادا کرنے کے قائل رہے۔ پھر ضامنوں کے کہنے سمجھانے پر زمین دینے پر بھی راضی ہو گئے مگر ادھر اللہ یار تقریباً ۵ سال کے عرصہ تک تیار ہوتا رہا کہ آج یا کل انتقال کرالوں گا لیکن حاجی احمد و غلام قادر بقضائے الٰہی یکے بعد دیگرے فوت ہو گئے بعد میں اللہ یار بھی فوت ہو گیا۔اب موقعہ پر اللہ یار متوفی کی اولاد ہے وحاجی احمد اور غلام قادر متوفیاں کی بھی اولادیں ہیں۔ جو بالغ ہو چکی ہے۔ پھر اللہ یار کی اولاد نے قرضہ زمین کا مطالبہ کیا لیکن حاجی احمد وغلام قادر کی اولادوں نے زمین دینے سے انکار کیا مگر نقد قرضہ دینے کو تیار ہو گئے۔اب فرمائیے کہ اللہ یار کی اولاد قرضہ نقدی کی صورت میں لینے کی حقدار ہے یا کہ زمین۔ کیا ضامنوں کی ضمانت باقی ہے یا نہ رہی جب سودا بنایا گیا تھا زمین کی قیمت ۱۲ روپے بیگھہ تھی۔اب دوسو روپے بیگھہ تک ہے۔ کیا اب ۱۲ روپے والی قیمت ادا کریں یا موجودہ نرخ دوسو روپے قیمت دیں۔ نیز چالیس سال تک اللہ یار کی اولاد پیداوار اٹھاتی رہی۔ وہ پیداوار بھی اللہ یار کی اولاد زمین کو بصورت موجودہ ۲۰۰ روپے کی قیمت میں وضع کر دے گی یا نہ یا ۱۲ روپے بیگھہ والی قیمت ادا کرنے کی صورت میں بھی پیداوار اٹھانے کی قیمت وضع ہوگی یا نہ۔

﴿ج﴾

اگر متوفی عمیر خان دو بیٹوں میں سے کسی بیٹے کو بھی مقرر نہیں کر چکا ہے اور نہ حاکم نے ان میں سے کسی کو وصی مقرر کیا ہے تو دونوں نابالغ بھائیوں کے حصہ زمین کو بیع کرنا بغیر اجازت حاکم مسلمان (قاضی) کے ان کے لیے ناجائز تھا۔ بلکہ تحصیلدار صاحب نے دو نابالغوں کے حصہ زمین کا انتقال خارج بھی کر دیا ہے۔ اس لیے یہ بیع صحیح اور نافذ نہیں ہوئی ہے۔ اگر چہ میت اپنے بعد زمین کے علاوہ کوئی دوسرا مال دین کی ادائیگی کے لیے نہ بھی چھوڑ چکا ہو۔ **کما قال فی الدرالمختار مع شرحہ ردالمحتار ص ۱۱۷ ج ۶ قلت وھذا لو البائع وصیا لامن قبل ام اواخ فانھما لا یملکان بیع العقار مطلقاً ولاشراء غیر طعام وکسوۃ ولو البائع ابا فان محموداً عند الناس او مستور الحال یجوز ابن کمال وقال الشامی تحتہ (قولہ مطلقا) ای ولو فی ھذہ المستثنیات واذا احتاج الحال الی بیعہ یرفع الامر الی القاضی**۔ لہٰذا زمین ان دو نابالغوں کی ہوگی۔ ان کے اوران کے وارثوں کو ملے گی۔ ان کے ذمہ محمد عمر متوفی کے دین کے حصہ کی رقم ان دو بالغوں یا ان کے وارثوں کو ادا کرنی ہوگی۔ مشتری ان کے حصہ کی رقم جو دے چکا ہے وہ ان دو بالغوں یا ان کے وارثوں سے وصول کرے گا۔

جب بیع ہی شرعاً صحیح نہ ہوئی تھی تو ضمانت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ضامن سے مشتری زمین کا مطالبہ ہرگز نہیں کر سکتا۔ ہاں جتنی رقم وہ دے چکا ہے وہی اپنی رقم ہی لوٹا سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۸ رجب ۱۳۸۵ھ

اگر بطور بیع سلم کوئی خام پھلوں کا باغ خریدے اور بعد میں آندھی وغیرہ سے نقصان ہو جائے تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص اپنا باغ قبل از ظہور ثمر بدست مشتری فروخت کرتا ہے۔ یہ اس وقت جبکہ مشتری نے بائع کو بہت تنگ کیا کہ اپنا باغ ہمیں دے دیجیے۔ بائع بھی راضی ہو گیا اور باغ کی قیمت طے ہو گئی۔ سات صد روپیہ تو مشتری نے کچھ رقم ادا کرنے کی خاطر ایک بھینس تین صد روپے دے دی۔ باقی رقم کا وعدہ ہوا کہ پندرہ ہاڑ میں ادا کی جائے گی۔ ایام گزرتے رہے وقت پختگی ثمر آ گیا۔ مشتری اپنی حفاظت پوری کرتا رہا اپنا ملازم بھی رکھا۔ خلاصہ کلام باغ تمام کا تمام مشتری کی تحویل میں آ چکا۔ خام و پختہ آم لے کر فروخت کرتا رہا۔ اندھیری چلی

جس کی وجہ سے آم کے پھل کو نقصان ہوا۔ ادائیگی رقم کا وقت بھی قریب ہو گیا تو مشتری نے باغ کو چھوڑ دیا اور عذر پیش کیا کہ مجھے بہت نقصان ہوا۔ تو چند معتبرین کے کہنے سے بائع نے دوصد روپے دے دیے۔ یعنی سات صد روپے میں سے دوصد روپے معاف کیا جاتا ہے لیکن اس فیصلہ کے خلاف کرتے ہوئے مشتری نے تھانہ میں درخواست دی اور بائع کو تھانہ میں بلوایا تو تھانہ دار نے جب حقیقت سمجھی تو بائع کو باغ کو دوسری جگہ فروخت کی اجازت دے دی۔ یونین کے ممبر نے باغ کو دوسری جگہ فروخت کر دیا جس کی قیمت تین صد روپے طے ہوئی۔

یہی فیصلہ سابق چیئر مین نے چند بیوپاریوں کو بلا کر ان کی رائے کے مطابق کیا۔ مشتری کو غلط قرار دیا اور بائع کو صحیح قرار دیا۔ جب تو نے باغ خود چھوڑ دیا ہے تیرا کوئی حق نہیں ہے۔ تو پھل وغیرہ بھی حاصل کرتا رہتا ہے لہٰذا کسی مطالبہ کا حق دار نہیں ہے۔

یہی فیصلہ تھانہ دار کے پاس بھی گیا۔ بائع کو حق دار ٹھہرایا اور مشتری کو غلط قرار دیا۔ تو جب خود ہی باغ چھوڑ کر بھاگ گیا تیرا مطالبہ غلط ہے۔

یہی فیصلہ ایس ڈی ایم کی کچہری میں کیا گیا تو بائع کے حق ہونے پر تائید کی۔ مشتری بائع سے کوئی مطالبہ نہیں کر سکتا ہے۔

صرف موجودہ چیئر مین اور ایک ممبر کے علاوہ تمام ممبران جن کی تعداد نو ہے وہ بھی بائع کو اس فیصلہ میں حق بجانب اور مشتری کو غلط قرار دیتے ہیں کہ کسی قسم کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ اب صرف عرض یہی ہے کہ اپنا نقصان بائع مشتری سے طلب کر سکتا ہے یا نہ۔ اگر چہ بیع معدوم کی گئی تھی۔ جب مشتری پھل باغ سے لے کر اپنے کام میں صرف کرتا ہے اور فروخت کرتا ہے جب مشتری فیصلوں کے خلاف کرتا ہے اس کا مطالبہ یہی رہا کہ مجھے تین صد روپیہ واپس دیا جائے۔ کیونکہ میں نے صرف اندھیری سے گرائے ہوئے آم لیے ہیں اور ممبران نے یہ فیصلہ بھی کیا ہے کہ یک صد روپے باغ کا تیرے ذمہ ہے۔ تو نے ہر جگہ مقدمہ بازی کی ہے اس کا خرچ بھی تیرے ذمہ ہے۔ تجھے ادا کرنا ہوگا۔ پھر بھی چون وچرا کر رہا ہے۔ شرعی حیثیت سے بائع کا سات صد روپے میں سے ایک صد نقصان ہوا ہے۔ مشتری سے مطالبہ کر سکتا ہے یا نہ۔

مشتری جو اپنا تین صد روپے کا مطالبہ کرتا ہے وہ صحیح ہے یا غلط تاکہ حق واضح ہو جائے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

واضح رہے کہ باغ کے پھلوں کی بیع اگر اس وقت کر چکا ہے کہ پھل بالکل ظاہر نہ ہوئے تھے بلکہ ابھی پھول ہی تھے یا پھول بھی ابھی نہ نکلے تھے تب تو یہ بیع باطل ہے۔ کیونکہ بیع معدوم ہے اور حدیث شریف میں ہے الله علیه

السلام نهي عن بيع ما ليس عند الانسان ورخص في السلم اور چونکہ پھل قبل از ظہور معدوم تھے اور معدوم مال نہیں ہے۔ لہٰذا عوضین مال نہ ہوئے اس لیے بیع باطل ہو گی نہ کہ فاسد اور بیع باطل میں اگر چہ مشتری قبضہ بھی کرے تب بھی اس کا مالک نہیں بنتا۔ لہٰذا بائع کے ذمہ مشتری کو اس کی وہ بھینس جس کی قیمت مبلغ تین صد روپے مقرر کی تھی بعینہ ادا کر دینی ضروری ہے۔ ہاں جو خام پختہ آم مشتری بیع کرتا رہا ہے چونکہ وہ آم بائع کی ملک میں ہی تھے اس لیے اس کی قیمت مشتری سے لے سکتا ہے۔ باقی اندھیری سے جو نقصان ہوا ہے وہ بائع کا ہوا ہے۔ خلاصہ کلام اس تقدیر پر یہ ہے کہ بائع مشتری کو اس کی وہ بھینس واپس کرے گا۔ اگر موجود ہے ورنہ تو اس کی قیمت واپس کرے گا اور بائع اس باغ کی قیمت مبلغ تین صد روپیہ جس پر بعد میں بیچا جا چکا ہے وہ لے لے گا اور جو خام پختہ آم مشتری فروخت کر چکا ہے یا استعمال کر چکا ہے اس کی قیمت بھی اس سے وصول کرے گا۔ كما قال في الدر المختار مع شرحه ردالمختار ص ۵۵۵ ج ۴ (ومن باع ثمرة بارزة) اما قبل الظهور فلا يصح اتفاقا (ظهر صلاحها او لا صح) في الاصح وفي الكنز ۲۳۸ لم يجز بيع الميتة والدم والخنزير والحر وام الولد والمدبر والمكاتب فلو هلكوا عند المشترى لم يضمن فقط واللہ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۸ ربیع الاول ۱۳۸۶ھ

اگر مشتری نے زبانی طور پر کپاس خرید لی ہو لیکن بروقت نہ اٹھانے کی وجہ سے قیمت کم ہو گئی تو نقصان کا ذمہ دار کون ہو گا، اگر خریدار نے بقیہ رقم نہ ادا کر کے مال وقت پر نہ اٹھایا ہو اور بائع نے دوسری جگہ فروخت کر دیا ہو تو مشتری اول کی رقم واپس کرنا بائع کے ذمہ واجب ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) زید نے اپنی کپاس ایک سو دس روپیہ فی من کے حساب سے عمرو کے ہاتھ فروخت کی۔ بیع و شراء کی بات زبانی طور پر پختہ ہو گئی۔ یعنی عمرو نے اس مجلس میں یہ کہا کہ اس بھاؤ سے یہ کپاس میری ہو گئی۔ میں جس وقت چاہوں گا تول لوں گا۔ زید نے اس بات کو منظور کر لیا۔ اس کے بعد کپاس کا بھاؤ رفتہ رفتہ گھٹتا گیا۔ بالآخر ایک ماہ کے بعد عمرو نے مال (کپاس) اُٹھانے سے انکار کر دیا تو زید کو وہ کپاس دوسری جگہ فروخت کرنی پڑی جس میں اس کو تقریباً ایک ہزار کا نقصان ہوا۔ تو کیا زید کو جو ایک ہزار روپے کا نقصان ہوا ہے وہ عمرو سے لینے کا حقدار ہے یا نہیں۔

(۲) زید نے چرمہائے قربانی کو عمرو کے ہاتھ مثلاً دو ہزار روپیہ کا فروخت کیا۔ تو عمرو نے زید کو ۳۲۰ روپے نقد پیشگی دیے۔ زید نے یہ شرط بھی لگائی کہ جب تک تو پوری رقم ادا نہیں کرے گا تو مال نہیں اُٹھا سکتا۔ تو عمرو نے اس سے پندرہ دن کا وعدہ کیا کہ پندرہ دن کے بعد رقم دے کر مال لے جاؤں گا۔ پھر وہ وعدہ پر نہیں آیا۔ تو زید نے عمرو کے گھر جا کر اس سے بات چیت کی اور مال اُٹھانے کی اور رقم ادا کرنے کی تاکید کی۔ تو عمرو نے کہا کہ اگر میں نے فلاں تاریخ کو بوقت ایک بجے دن کے آپ کا مال نہ اٹھایا اور رقم ادا نہ کی تو میں تجھ سے ۳۳۰ روپے پیشگی والے نہیں لوں گا تو زید نے مقررہ تاریخ کو ڈیڑھ بجے تک انتظار کیا لیکن عمرو نہ پہنچا۔ آخر عمرو اڑھائی بجے آیا جبکہ زید کسی اور جگہ چلا گیا تھا اور زید نے کسی دوسرے شخص کو کہلایا تھا کہ جب عمرو آئے اور وہ رقم ادا کردے تو چمڑے اُٹھانے دینا ورنہ نہیں۔ تو اس شخص نے رقم نہ ملنے کی صورت میں چمڑے نہیں اٹھانے دیے اور وہ چلا گیا۔ پھر اس کے دو دن بعد وہ مال نقد -/۳۳۰ روپے کے گھاٹے پر بک رہا تھا لیکن ادھار اصل قیمت پر بیچا۔ دو مہینوں کی ادھار رکھ کر۔ پھر عمرو نے زید سے مطالبہ کیا کہ وہ رقم جو میں نے پیشگی دی تھی یعنی -/۳۳۰ روپے تو واپس کر۔ تو کیا زید کو یہ رقم -/۳۳۰ روپے عمرو کو دینے پڑیں گے یا نہ۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

(۱) ایک ہزار روپیہ جو زید کو نقصان ہوا ہے وہ عمرو سے وصول نہیں کر سکتا۔

(۲) عمرو نے زید کو جو -/۳۳۰ روپے جو بطور پیشگی دی ہے زید پر لازم ہے کہ وہ رقم عمرو کو واپس کردے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۴ صفر ۱۳۹۶ھ

کیا بیعانہ ضبط کرنا بائع کے لیے جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے خالد سے ایک دار مسکونہ خریدا اور پیشگی بیعانہ ایک صد روپیہ دیا اور تمام شرائط وقواعد روبروئے گواہان لکھ دیے کہ کل آکر بقایا رقم ادا کروں گا۔ پھر مکان کا قبضہ حاصل کروں گا۔ چنانچہ خالد تین چار روز تک انتظار کرتا رہا۔ اس اثنا میں ایک اور پارٹی مکان لینے کے لیے آئی لیکن محروم چلی گئی۔ بعد میں زید نے اطلاع دی کہ میں مکان نہیں لیتا تو کیا خالد اب وہ بیعانہ رقم ایک صد روپیہ اپنے پاس رکھ سکتا ہے۔ اس کے لیے اس کا استعمال کرنا جائز ہے۔

شاہ پور دریورڈاکخانہ خاص ضلع حیدرآباد

﴿ج﴾

خالد کے لیے بیعانہ والی رقم واپس کرنا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۷ صفر المظفر ۱۳۹۶ھ

اگر خالد اور زید بیع فسخ کر چکے ہیں تو بیعانہ واپس کرنا لازم ہے۔

محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۷ صفر ۱۳۹۶ھ

مشتری نے جو زمین خریدی تھی اس میں ایک خسرہ نمبر غلط درج ہو گیا تھا اور بائع فوت ہو گیا اب کیا فیصلہ ہو گا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی زمین دوسرے شخص کے ہاں فروخت کر دی جو کہ اس کو ورثہ میں ملی تھی۔ مختلف خسرہ نمبرات تھے ایک نمبر میں غلطی سے کاغذات میں اس کے ہاں رقبہ اندراج ہو گیا۔ فروخت ہو جانے کے بعد غلط اندراج کی اصل مالکان نے درستی کرا لی۔ جس شخص نے زمین خرید کی تھی اس سے کچھ رقم واپس چلی گئی۔ تو مشتری نے مطالبہ کیا یا تو اس کے بدلے اتنا رقبہ اور دو یا اتنی رقم واپس کرو۔ فروخت کرنے والے نے جواب دیا اگر تمھیں اس معاملہ میں خسارہ ہے تو اپنی ساری کی ساری رقم واپس لے کر میری زمین واپس کر دو۔ ورنہ خاموش ہو جاؤ دونوں آپس میں کسی بات پر رضامند نہ ہوئے۔ چند سال بعد فروخت ہو گئی۔ کرنے والا بقضاء الٰہی فوت ہو گیا۔ پھر وراثت وارثان میں تقسیم ہو گئی۔ اس کے وارث دو بھتیجے اور دو بھتیجیاں تھیں۔ خرید کرنے والے نے ایک بھتیجے سے کسی طرح اور کھیت میں جتنا رقبہ واپس چلا گیا تھا لے لیا۔ پھر دوسرے بھتیجے سے مطالبہ شروع کر دیا۔ دوسرے بھتیجے نے اس کو وہی جواب دیا جو اس کے چچا نے دیا تھا۔ اب شرعی طور پر خرید کرنے والا دوسرے بھتیجے سے زمین یا رقم کا حقدار ہے۔ نیز شرعاً اس معاملہ کا کیا فیصلہ ہو گا۔

﴿ج﴾

(۱) صورت مسئولہ میں اگر بائع نے فروخت کردہ رقبہ بیع کرتے وقت بتلا دیا تھا مثلاً اس طرح کے اتنے خسرہ نمبرات جو مجھے ورثہ میں ملے ہیں جن کا رقبہ اتنا ہے فروخت کرتا ہوں تو مشتری اتنے خسرہ نمبرات در رقبہ کا حقدار ہے۔ جو کہ بائع نے بیع کرتے وقت ذکر کیے تھے لہٰذا اس صورت میں جو بائع نے بیع میں اس نمبر کا رقبہ ذکر کیا ہو تو مشتری اس

نمبر میں اتنے رقبہ کا حقدار ہے۔ جو زائد رقبہ اس نمبر میں مشتری کے نام اندراج ہو گیا ہے۔ اس کا مشتری حقدار نہیں۔ اسے اپنے مالک کو واپس کرنا مشتری پر شرعاً لازم ہے۔ تو اگر بائع نے مشتری سے وہ زائد رقبہ جو اس کے ہاں غلطی سے اندراج ہو گیا واپس کیا شرعاً اس کا واپس کرنا جائز و صحیح تھا۔ بعد میں مشتری کا بائع کے ایک بھتیجے سے پورے اس زائد رقبہ کو دوبارہ لینا شرعاً ناجائز اور حرام ہے۔ بائع کے اس بھتیجے کو اس رقبہ زمین کا واپس کرنا مشتری پر فرض ہے۔ نیز بایں طور پر دوسرے بھتیجے سے پورے اس زائد رقبہ کا مطالبہ کرنا مشتری کا بالکل ناجائز ہے۔ بائع کے دوسرے بھتیجے پر مشتری کو اس صورۃ میں کچھ دینا لازم نہیں۔

(۲) اگر بائع نے اس زائد رقبہ کا ذکر (جیسے مشتری کے ہاں غلطی سے اندراج کہتے ہیں) کیا تھا یعنی اس کا سودا بھی کیا تھا تو اگر یہ زائد رقبہ بائع کا ہے تو یہ بیع میں داخل تھا اور مشتری کا حق بن گیا۔ بائع کا اس زائد رقبہ کو مشتری سے کسی طرح واپس کرنا شرعاً ناجائز تھا اور اس کا واپس کرنا بائع پر فرض تھا اور جب بائع فوت ہو گیا تو اس کے وارثوں کو اس رقبہ کو جو کہ بائع نے مشتری سے واپس کیا تھا لازم ہے تو اگر مشتری نے وہی رقبہ بائع کے ایک بھتیجے سے واپس لے لیا ہو تو مشتری نے صحیح کیا ہے اور بائع کا یہ بھتیجا جو کہ اس کے حصہ میں کمی ہو گئی دوسرے بھتیجے سے پوری کر لے لیکن مشتری کا پورے اس زائد رقبہ کا ایک بھتیجے کو واپس کرنے کے بعد دوسرے سے مطالبہ کرنا غلط اور ناجائز ہے اور اگر مشتری نے اس اپنے نمبر کی بجائے دوسرے نمبر میں واپس کیا تو یوں اس طرح رہنے دیں قیمت لگا کر کمی زیادتی آپس میں ٹھیک کر لیں اور یا اپنے خاص نمبر کا رقبہ ایک دوسرے کو واپس کر دیں اور اگر یہ زائد رقبہ بائع کا نہ ہو تو اگر فی کنال فی بیگھ فی گز وغیرہ اتنے روپے سے بیع کی ہو اور مشتری نے سارے رقبہ کی قیمت ادا کی ہو تو جتنے گز زمین کم ہو گئی اتنے گز کی رقم مشتری کو واپس کرنا بائع یا اس کے وارثوں کے ذمہ ہے۔ بائع کے ترکہ سے ادا کریں گے، مشتری اس صورت میں وہ زمین جو اس نے بائع کے ایک بھتیجے سے واپس کی ہے۔ وہ اس کو واپس کرے گا۔ مشتری کی کو قیمت سے پوری کرے گا۔ ان کو شرعاً رقبہ واپس نہیں دے سکتا اور اگر مشتری نے اس زائد رقبہ کی قیمت ہی ادا نہ کی ہو تو مشتری قیمت بھی واپس نہیں کر سکتا اور اس زائد رقبہ کا جو شخص مالک تھا اسے شرعاً واپس ہو گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۴ھ

فی الحال مکئی دے کر آئندہ گندم لینا جائز نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مثلاً زید نے چالیس پڑوپی غلہ مکئی اس شرط پر دے دی کہ جب فصل

غلہ گندم کا اترے گا اس وقت مجھے چالیس پڑوپی پوری کی پوری غلہ گندم دے دینا۔ چنانچہ عمرو نے چالیس پوڑپی غلہ مکئی زید سے لے کر فصل گندم پر چالیس پڑوپی غلہ گندم کی دینی منظور کر لی۔ اس معاملہ پر بعض لوگوں نے زید اور عمرو دونوں کو ملامت کیا اور کہا یہ فی الحال غلہ مکی دے کر میعاد پر غلہ گندم دینا شرعاً ناجائز ہے۔ اگرچہ کیل کے لحاظ سے زیادہ غلہ گندم وصول کرنا جائز ہے اور یہ کوئی ناجائز نہیں کہ غلہ مکئی فی الحال دے کر میعاد مقررہ پر پوری کی پوری پڑوپیاں وصول کروں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کا قول درست ہے یا غلط اور اس طور پر غلات بیچنا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

مولوی احمد جعفر ضلع لورالائی

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ زید اور عمرو کا یہ معاملہ شرعاً ناجائز ہے۔ یہ ربوانسیہ میں داخل ہے۔ ربوا کی دو علتوں اتحاد جنس وقدر میں سے یہاں ایک علت قدر موجود ہے۔ مکئی بھی کیل ہے عرفاً اور گندم بھی شرعاً عرفاً دونوں اعتبار سے کیلی ہے۔ لہٰذا دونوں کیلی ہوئے ربوانسیہ کا تحقق ہوا۔ قال فی الدر المختار ص ۱۷۲ ج ۵ (وان وجد احدهما ای القدر وحده او الجنس حل الفضل وحرم النساء) ولو مع التساوی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۱ رجب ۱۳۸۴ھ

جب مشتری نے چیز خرید کر قیمت قسطوں میں دینے کا وعدہ کیا تو بیع تام ہوگئی بعد میں مشتری کا انکار کرنا جائز نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے خالد اور عمرو کو سامان فروخت کر دیا ہے زید نے بیع کرتے وقت کہا کہ خرید کی خرید دوں گا۔ خالد اور عمرو نے کہا خرید کی خرید لیں گے۔

خالد اور عمر نے سامان کا ملاحظہ کیا اور اس کے بعد سامان کی خرید پر قیمت لگائی گئی۔ اس کے بعد سامان کی جتنی قیمت بنی وہ چھ قسطوں پر مقرر کر دی گئی۔ یعنی ہر قسط ہر ماہ کے بعد ادا کرنی ہوگی۔ زید نے دکان خالد اور عمر کے سپرد کر دی۔ انہوں نے پہلی قسط ادا کر دی۔ اس کے بعد انہوں نے سامان سے فروخت جاری کر دی۔ وہ فروخت کرتے رہے انہوں نے چار قسطیں ادا کر دیں باقی دو قسطیں رہ گئیں۔ انہوں نے اپنا سامان جو دکان میں ڈالا تھا اور زید والا بقیہ

سامان جو فروخت کر کے بعد میں بجاوہ آگے فروخت کر دیا۔ جب زید بقیہ قسطوں کی رقم مانگنے جاتا ہے تو خالد اور عمرو کہتے ہیں کہ آپ نے سامان مہنگا دیا ہے زید نے کہا کہ میں نے خرید کی خرید دیا ہے۔ بیع کرتے وقت بھی یہ بات طے ہوئی تھی۔ خالد اور عمرو نے کہا نہیں آپ نے بصرہ شہر کے بھاؤ پر دیا تھا۔ اگر آپ رقم لینا چاہتے ہیں تو ہم پھر بصرہ کے بازار کے مطابق آپ کے فروخت شدہ سامان کی قیمت لگا کر آپ کو بقیہ رقم دینا چاہتے ہیں۔ کیا اب زید کو بقیہ رقم قسطوں والی ادا کریں یا سامان آگے فروخت والا واپس لا کر زید کو دیں یا بصرہ کے بازار کے مطابق قیمت لگا کر رقم ادا کریں۔ جس طرح صحیح حدیث وفقہ میں ہو جواب دے کر مشکور فرمادیں۔

بشیر احمد تحصیل وضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ خالد اور عمرو نے جب سامان کی قیمت خرید لگا کر اور مجموعہ رقم کو چھ قسطوں پر تقسیم کر دیا تو سامان کی کل قیمت متعین ہوگئی اور مبیعہ سامان کا تشخص بھی ہو گیا اس لیے یہ بیع تام ہو گئی ہے۔ لہٰذا مشتریان خالد اور عمرو پر حسب وعدہ بقایا اقساط ادا کرنا لازم ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۱۰ صفر ۱۳۹۶ھ

کسی ثالث کا فیصلہ اگر فریقین منظور کریں تو عقد لازم ہے ورنہ نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ غلام اکبر و غلام سرور کا لینے دینے میں تنازع ہوا۔ شرعی فیصلہ پر متفق ہوئے کہ شرعاً جس کو دینا ہوگا دے گا۔ دو مولویوں کو حکم کیا انہوں نے بیان سنے اور فریقین کو مجلس سے دور کر دیا۔ پھر فریقین کی عدم موجودگی میں بیان اور فیصلہ تحریر کیا۔ بعد ازاں فریقین کو بلا کر اپنے تحریر شدہ بیان و فیصلہ سنایا اور کہا کہ اگر ثابت ہو گیا کہ یہ فیصلہ شرعی ہے تو ہم رجوع کریں گے۔ نقل فیصلہ و بیان (جو مولویوں نے فریقین کی عدم موجودگی میں تحریر کیے) وہ یہ ہیں۔ بیان فریقین غلام سرور ولد غلام رسول چاہ کمبوہ و غلام اکبر ولد شمس الدین چاہ کمبوہ کی اراضیات کو حکومت سے درمیان ہمارے تبادلہ کے طور پر تبدیل کیے۔ ہم ہر ایک فریق اپنے تبدیل شدہ اراضی پر قابض ہیں اور برضامندی خورد برد کرتے ہیں۔ ابھی فریقین کی اراضیات میں فصل اور درخت موجود ہیں۔ جس کو شرع شریف دیوے علماء صاحبان ہمارے مقرر کردہ ثالثان مولوی مشتاق احمد و مولوی فیض اللہ جمالوی سنادیویں۔

محمد ابوالحسن مشرب آباد تحصیل وضلع ڈیرہ اسماعیل خان

حکم کا فیصلہ

فریقین کی تبادلہ اراضیات چونکہ شرعاً بیع ہے۔درخت مثمر یا غیر مثمر جس کے حصہ میں آ گئے وہی مالک تصور کیا جاتا ہے اور زرع از قسم کماند وغیرہ کا بائع مستحق ہے۔مشتری نہیں البتہ غلام سرور کی طرف سے مبلغ ۵۹۵ روپیہ قیمت کماند غلام اکبر کو مل گئے ہیں۔اس مبلغ ۴۵۰ روپیہ کھجوروں کی قیمت مجرا کر کے مبلغ ۱۴۵ روپیہ غلام اکبر کو دینا پڑتا ہے لیکن ہم ثالثان فیصلہ کنندگان درمیان سے ساقط کرتے ہیں۔فریقین اس کے طلب گار نہ رہیں۔شیشم کے درخت جو کہ فریقین نے نکالے ہیں وہی فعل وعمل درست وصحیح تصور کیا جاتا ہے۔باقی درختان جتنے ایک دوسرے کے مملوکہ ومقبوضہ اراضیات میں موجود ہیں ہر ایک مالک وقابض تصور کیا جاتا ہے۔پس تنازع رفع ہو کر صلح وفیصلہ ثابت ہوگا۔ بفرض تقدیر اگر حکومت بابت درختان کوئی دوسرا حکم بابت کیا تو قابض درخت کو فریق آخر مبلغ ۱۵ روپیہ فی من دے گا۔ دستخط فیصلہ کنندگان وفریقین۔بعدازاں غلام اکبر نے کسی مولوی سے پوچھا کہ یہ فیصلہ شرعی ہے یا نہیں تو اس نے کہا کہ چند وجوہ کی بنا پر شرعی نہیں۔(۱) تمہارے بیان تمہاری عدم موجودگی میں تحریر کیے گئے ہیں اور فیصلہ بھی۔(۲) تمہارے قول کے مطابق تمہارے بیان صحیح و پورے نہیں لکھے گئے جس پر گواہ بھی موجود ہیں۔(۳) شیشم کے درختوں کی تعداد فریق سے نہیں پوچھی گئی۔غلام کی شیشم غلام سرور کی طرف زیادہ چلی گئی ہیں جن کا عوض بھی نہیں دلایا گیا۔(۴) فریقین کے تبادلہ ارضیات جو کہ حکومت نے کی تھی اس کو شرعاً بیع قرار دیتے ہوئے بھی حکومت کے قانون میں رد و بدل کیا گیا ہے یا تو حکومت کے فیصلہ کو شرعاً بیع نہیں ماننا چاہیے اگر مانا جائے تو اس میں رد و بدل درست نہیں۔کیونکہ حکومت نے زراعت کا مالک غلام اکبر کو قرار دیا تھا۔جس کو مولویوں نے غلام سرور کی طرف واپس کیا۔جو ۵۹۵ روپیہ تحریر فیصلہ کے شروع میں مذکور ہے۔(۵) اگر یہ فیصلہ شرعی ہے تو ۱۴۵ روپیہ جو کہ غلام اکبر کے ذمہ تھے کو ثالثان فیصلہ کنندگان درمیان سے کیسے ساقط کر سکتے ہیں؟ جو کہ تحریر فیصلہ کی سطر نمبر ۴ میں مذکور ہے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ فیصلہ شرعی ہے یا نہیں۔اگر شرعی ہے تو اس پر جو اعتراضات کیے گئے ہیں درست ہیں یا نہیں۔کیا مولویوں کو اس فیصلہ سے رجوع کرنا چاہیے یا نہیں۔بینوا تو جروا

﴿ج﴾

ثالثان کا فیصلہ درحقیقت صلح ہے حکم نہیں۔حکم کے حکم شرعی میں فریقین مجبور ہوتے ہیں اور اُسے لازماً تسلیم کرنا پڑتا ہے۔خواہ وہ حکم ان کے مرضی کے مطابق ہو یا نہ ہو لیکن صلح میں فریقین کی رضا شرط ہے۔اگر صورت مذکورہ میں فریقین نے صلح مذکور کی تفصیل سن کر برضا ورغبت اُسے منظور کر کے اس پر دستخط کر دیے ہیں تو عقد لازم ہو گیا ہے اور اب شرعاً کسی فریق کو (بغیر اقالہ فریقین کے) اس سے رجوع کا حق نہیں ہے اور اگر فریقین نے اُسے ابتداء سے منظور نہیں

کیا تو یہ صلح شرعاً ان پر جبراً حکم شرعی کی حیثیت سے مسلط نہیں کیا جا سکتا۔ فریقین میں سے ہر ایک کو پورا اختیار ہے کہ وہ ابتداء میں اس صلح کو مسترد کر دیں اور اسے تسلیم نہ کریں۔ اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے۔ البتہ تسلیم کرنے کے بعد رجوع کا حق نہیں ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۸ ربیع الاول ۱۳۹۰ھ

شارع عام پر اگر ایک شخص بیٹھ کر سودا بیچتا ہو اور اس جگہ پر دوسرا شخص قابض ہو جائے تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

گزارش ہے کہ ہم دونوں رشتہ دار ہیں ہمارا ایک تنازعہ ہے۔ ہماری برادری نے فیصلہ کیا ہے کہ جو فیصلہ شریعت کرے ہم شریعت کے فیصلے کے پابند رہیں گے۔ لہٰذا عرض ہے کہ میں ایک جگہ کو عرصہ دس سال کی طویل مدت اندازہ دو فٹ کے قریب استعمال کرتا تھا جو کہ بازاری کمیٹی سے ۳×۴ فٹ ملا ہوا ہے۔ یہ اس کے برابر کی جگہ ہے جو کہ جنرل سڑک ہے اور اس جگہ پر میں اپنا سامان اور سٹول رکھ کر میں اس جگہ پر بیٹھا تھا۔ لہٰذا دوسرے فریق نے میرے ایک یوم کے لیے اپنا سودا لگانے اور فروخت کرنے کے لیے جگہ نصب کی اس دن بروز جمعہ تھا اور میں بروز جمعہ مبارک کی چھٹی کیا کرتا تھا۔ یہ میرے قریبی رشتہ دار تھے اور مجھے ان سے اچھا کوئی نہ تھا۔ رشتہ داری کے مدنظر میں نے انہیں سودا لگانے کی جگہ دے دی۔ انہوں نے ایک کمیٹی انسپکٹر سے پہلے ہی بات چیت طے کی ہوئی تھی اور انسپکٹر نے کہا ہوا تھا کہ میں بروز جمعہ آؤں گا اور تم وہاں پر بیٹھنا انسپکٹر وہاں پر آیا اور انہوں نے ایک جھوٹا اور جعلی چالان کیا اور یہ کہا کہ تم نے اس جگہ پر ناجائز قبضہ کیا ہوا ہے۔ لہٰذا اس لیے تمہارا چالان کیا ہے۔ یہ ہم سے تعاون کرتے ہیں یہ کرایہ دینے کو تیار ہیں۔ کوئی دو فٹ کی جگہ کمیٹی کی ہے۔ لہٰذا منظوری عنایت فرمائی جائے اور سیکرٹری نے اس طریقہ سے منظوری دے دی اور اس جگہ پر یعنی دوسرے جمعہ کو انہوں نے تخت پوش لگا دیا جس وقت میں نے اس جگہ پر تخت پوش دیکھا اور پوچھا کہ یہاں پر تخت پوش کیوں لگایا ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے کمیٹی سے منظوری لی ہے۔ میں نے کمیٹی میں جا کر سیکرٹری سے بات کی۔ سیکرٹری نے فرمایا کہ میں نے جگہ کی منظوری نہیں دی ہے۔ میں نے پھر وہی بات دہرائی کہ منظوری صرف آپ کی ہے۔ پھر انہوں نے مجھ سے کہا کہ کل آنا پھر میں نے کل جا کر وہاں درخواست پیش کی تو سیکرٹری نے اس وقت اپنے عملہ سے ریکارڈ طلب کیا طلب کرنے پر معلوم ہوا تو اس نے کہا یہ دھوکہ ہے اور ویسے موقع کو دیکھوں گا۔ چھ سات دن کے بعد سیکرٹری صاحب موقعہ دیکھنے کے لیے آئے اور کہا کہ ہم منظوری دینے سے قاصر ہیں۔ یہ حالات آپ پیش نظر رکھتے ہوئے یہ فرما دیں کہ حق کس کا ہے۔

عبدالرحمن والد عمر الدین

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں متنازعہ فیہ جگہ چونکہ جرنیلی سڑک اور طریق عام ہے اور یہ عالم لوگوں کی مشترکہ ہے اسے ہر شخص چند شرائط کے ساتھ استعمال میں لاسکتا ہے۔ اس کے استعمال سے عام لوگوں کو آمدورفت وغیرہ میں ضرر نہ پہنچے۔ نیز اس کے استعمال سے اس کو کوئی عاقل بالغ نہ روکے۔ اگر اس کے استعمال سے عام لوگوں کو ضرر پہنچتا ہے یا کوئی حر عاقل اس کو استعمال سے روکتا ہے اور اسے حکومت کی طرف سے اس کے استعمال کی اجازت نہ ملی ہو تو ان صورتوں میں وہ اس کو استعمال نہیں کرسکتا ہے۔ صورۃ مسئول عنہا میں اس متنازعہ فیہ جگہ کو نہ تو مسمی عبدالرحمٰن استعمال کرسکتا ہے اور نہ اس کا دوسرا فریق مسمی بشیر احمد استعمال کرسکتا ہے۔ بدو وجوہ ایک تو یہ کہ یہ خود آپس میں ایک دوسرے کو مشترک جگہ کے استعمال کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ دوسری یہ کہ حکومت نے دونوں کو اس جگہ کے استعمال سے روک دیا ہے۔ لہٰذا کسی کو اس کے استعمال کرنے کی اجازت نہیں۔ **کما قال فی الشامیہ ص ۵۹۲ ج ۶ قول صاحب الدرالمختار ملحقا ولکل احد اهل الخصومة منعه ومطالبة بنقضه بعده هذا اذا بنی لنفسه بغیر اذن الامام وان بنی للمسلمین کمسجد ونحوه لا وان کان یضر بالعامة لا یجوز احداثه الی ان قال والقعود فی الطریق لبیع وشراء یجوز ان لم یضر باحد والا لا علی هذاالتفصیل السابق الخ قال الشامی تحته (قوله او بنی باذن الامام) ظاهره انه الی ان قال قال ابوحنیفة لکل احد من عرض الناس ان یمنعه من الوضع وان یکلفه الرفع بعد الوضع سواء کان فیه ضرر اولا اذا وضع بغیر اذن الامام لان التدبیر فیما یکون للعامة الی الامام لتسکین الفتنة فالذی وضع بغیر اذنه یفتات علی رای الامام فیه فلکل واحد ان ینکره علیه** الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معاون مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۵ ذی قعدہ ۱۳۸۳ھ

آموں اور کھجوروں کے کچے پھل فروخت کرنا

غیر مسلم کا مکان جو عارضی طور پر مسلمان کو الاٹ ہوا ہے کیا اس میں نماز پڑھنا جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ

(۱) آم اور کھجوروں کے باغ کو چھوٹے چھوٹے یعنی کوڑی یا نیم کی نیموی جیسے پھل آنے پر فروخت کرے یا

پھل کے پکنے پر فروخت کرے اگر چھوٹے چھوٹے آتے ہی فروخت کردے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ شریعت کی رو سے کون سی صورت جائز ہے اور کون سی صورت ناجائز ہے۔ بیان فرمائیں۔

(۲) ایک شخص کی کاشت شدہ زمین میں جو کہ اس کو عارضی مستقل الاٹ ہے۔ دو تین پودے آموں کے اور چند بوٹے کھجوروں کے ہیں۔ چونکہ دو تین پودے کے لیے کوئی دوسرا خریدار نہیں پہنچتا اس لیے وہ شخص اپنے ان پودوں کو چھوٹے چھوٹے پھل آنے کے بعد اپنے مزارع کو فروخت کردیتا ہے۔ اگر پھل پکنے پر فروخت کیے گئے تو اس کو اندیشہ ہے کہ مزارع ویسے ہی کھا جائیں گے اور ایک پیسہ کے مال میں ایک دھیلا ہی دیں گے۔ کیونکہ پھل کے پکنے میں کافی عرصہ چاہیے۔ اتنے وقت کے لیے جانور طوطے وغیرہ اور خراب کردیں گے چونکہ دو تین پودوں کی اتنی قیمت نہیں ہے۔ جن کے لیے رکھوالا رکھا جائے تو وہ ان پودوں کو پھل والوں سے بچائے اور مزارع کو بغیر خریدے کیا ضرورت ہے جو ان پودوں کی رکھوالی کرے تو ایسی صورت میں کیا حکم ہے۔ آیا پھل پکنے پر فروخت کرے یا پھل ہی فروخت کرے۔

(۳) چونکہ مہاجروں کو زمین یا باغ مستقل الاٹ منٹ نہیں۔ بلکہ عارضی مستقل الاٹ ہے اور غیر مسلم کا رقبہ اور ملکیت ہے اور مہاجروں کا مستقل مالکانہ قبضہ نہیں ہے تو ایسی صورت میں کیا حکم ہے۔

(۴) زید نے اپنے باغیچہ کو پھل لگنے سے پہلے ہی فروخت کردیا تھا اور رقم بھی یکمشت ادا کردی تھی اور پیسے بھی خرچ کردیے۔ اب اگر پھل پکنے پر فروخت کرنے کا حکم ہے تو اس کے ازالہ کی کیا صورت ہے۔ کسی طرح سے اس کی بیع درست ہوسکتی ہے یا نہیں۔

(۵) غیر مسلم کی ملکیت رہائش مکان میں جو کہ وہ عارضی الاٹ ہے اور مستقل الاٹ نہیں ہے۔ نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں۔

(۶) آج کل امریکن تقسیم ہورہا ہے اس کا کھانے میں استعمال درست ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

(۱) قول مفتی بہ کے مطابق بعد ظاہر ہونے کے پھل کی خرید و فروخت جائز ہے۔ اگرچہ نہ بھی پکے ہوں اور اس وقت قابل انتفاع نہ ہوں۔ البتہ ظہور سے قبل بیع جائز نہیں ہے۔

(۲) جواب نمبرا سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

(۳) تفصیل طلب ہے اس تحریر سے جواب کی گنجائش نہیں ہے۔

(۴) جواب نمبرا سے معلوم گیا کہ جائز ہے۔ تو ازالہ کی ضرورت نہیں پڑی۔

(۵) نماز بوجہ عموم بلویٰ کے جائز ہے۔

(۶) جب تک کہ کوئی یقینی علم نجس کی ملاوٹ کا نہ ہو استعمال جائز ہوگا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۳ ذوالقعدہ

اُدھار کی صورت میں زیادہ قیمت پر بیچنا بلاشبہ جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ

(۱) زید اپنی گندم چھ سیر فی روپیہ کی نرخ ادھار دیتا ہے۔ حالانکہ نرخ تو نو سیر فی روپیہ نقد سے ہے۔ جب اس سے پوچھا جاتا ہے تو کہتا ہے کہ شرع میں کوئی منع نہیں ہے۔ گزارش ہے کہ واقعی زید کا کہنا شریعت کی رو سے صحیح ہے یا نہیں اور نرخ معروف سے بطور ادھار کی صحیح ہے یا نہیں۔ نیز کمی کی کوئی حد ہے یا نہیں اور زید کی امامت میں خلل آتا ہے یا نہیں جبکہ زید امام تسلیم کیا جائے اور مقتدی بھی اسی وجہ سے ناراض ہوں۔

(۲) زید عمرو کو تیس روپے ادھار دیتا ہے بدین شرط کہ عمرو زید کو زمین کاشت پر دے گا۔ پیداوار نصف نصف موافق عرف ہوگا یعنی زید کو عمرو کے حق سے کوئی چیز نہ ملے گی۔ صرف یہ کہ زمین کا قبضہ کاشت زید کے ہاتھ میں ہوگا۔ جب تک عمرو زید کو اپنے روپے ادا نہ کرے اب گزارش ہے کہ یہ معاملہ شرع شریف کی رو سے جائز ہے یا نہ۔ نیز کل قرض جر نفعاً فھو حرام کے تحت میں آتا ہے یا نہ اور رہن کی صورت میں یہ انتفاع بالدین ہے یا نہ۔

السائل مولوی صدیق ڈیرہ اسماعیل خان

﴿ج﴾

اجل کی وجہ سے ثمن میں از دیاد میر بلاشبہ جائز ہے۔ الایری انه یزاد فی الثمن لاجل الاجل کذا فی الھدایة ص ۷۶ ج ۳۔ یہ درحقیقت اعتیاض من الاجل نہیں جس کی حرمت مصرح ہے کمافی کتاب الصلح من الھدایة ص ۲۵۰ ج ۳ ولو کانت له الف موجلة فصالحه علی خمسمائة حالة لم یجز لان المعجل خیر من الموجل وھو غیر مستحق بالعقد فیکون بازاء ما حطه عنه وذالک اعتیاض عن الاجل وھو حرام اس مسئلہ میں چونکہ مدیوں نے اپنے حق اجل کو ساقط کر کے اس کے بدلہ میں دائن کے پانچ سو روپے ساقط کرائے ہیں تو یہاں صراحۃً اجل ہی کے عوض میں روپے ہوئے۔ وھو حرام و در مسئلہ اولیٰ ثمن سب کا سب مبیعہ کے بدلے میں ہے۔ اجل فقط لازدیاد ثمن ہے۔ وہیہا فرق بعض لوگوں کو بوجہ عدم امتیاز فرق مذکورہ صورت مسئولہ

میں حرمت کا شبہ ہوتا ہے اس میں اس کو زائل کر دیا گیا لیکن ازدیاد علی الثمن المثل اگر فاحش ہو تو حالت اضطرار میں مفسد بیع ہے۔ **شامی ج ۵ ص ۵۹ مطلب بیع المضطر و شراوہ فاسد هو ان یضطر الرجل الی طعام او شراب او لباس او غیرها ولا یبیع البائع الا باکثر من ثمنها بکثیر و کذالک فی الشراء منه** الخ اور حالت اختیار میں مکروہ خلاف مروت ہے۔ وہ حد جس سے آگے غبن فاحش ہوتا ہے صاحب ہدایہ اور دوسرے فقہاء نے بیان کی ہے۔ فی العروض دہ نیم وفی الحیوانات دویازدہ **وفی العقار دہ دور ازدہ (هدایه کتاب الوکاله)** یہ یاد رہے کہ ثمن موجل چونکہ عرف میں حال سے زیادہ ہوتا ہے تو اس میں ازدیاد فاحش اپنے اعتبار سے ہوگا اور ثمن حال میں اپنے اعتبار سے۔ لہٰذا ممکن ہے کہ ایک نرخ نقد میں تو غبن فاحش ہو اور موجل میں وہ فاحش نہ ہو۔ تو نقد میں نرخ سے کراہت ہوگی اور موجل میں نہ ہوگی۔ (۲) یہ عقد فاسد موجب اثم ہے۔ قرض بھی حرام ہے **کل قرض جر نفعاً فهو حرام الحدیث** کہ اجارہ ارض بھی فاسدہ ہے۔ **وتفسد الاجارة بالشروط المخالفة لمقتضی العقد فکل ما افسد البیع یفسدها** (درمختار ص ۴۶ ج ۶) غرض دونوں عقد حرام ہیں۔ **نهی النبی صلی اللہ علیه وسلم عن صفقة فی صفقة** واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جب بیع فاسد پر ۴۰ سال گزر گئے اور متعاقدین فوت ہو گئے تو ورثا کا دعویٰ نہیں سنا جائے گا

﴿س﴾

چہ میفر مایند علماء کرام اندریں صورت کہ مسماۃ ہندہ تمام جائیداد خود از قسم زمینات ونخیلات وغیرہ ہمراہ دختر خود مسماۃ زینب بیع نمود وثمن مبیعہ بحضر الناس ازاں مشتریہ حصول گردانیدہ ومبیعہ بہ تحویل آن نمود دریں اثناء چہل سال گذشت بائعہ ومشتریہ ہر دو وفات یافتند حالاً وارثان ہندہ یعنی عصبہ دعویٰ میکنند واظہار کہ ہندہ مستوفیہ جائیداد خود راہ ہمراہ دختر خود زینب بیع نمودہ مگر بیع فاسد وشروط نافعہ لاحد از بائعہ ومشتریہ دران صاحب عقد واقع شدہ است وگواہان نیز اثبات شروط فاسدہ۔ درصلب العقد میداریم آیا دریں صورت بعد از موت بائعہ ومشتریہ دعوائے وارثان بائعہ باثبات شروط فاسدہ قابل قبول اند یانہ بصورت اول استرداد مبیعہ عائد گردد یا قیمت مبیعہ۔

السائل دوست محمد مجگوری بولستانی ریاست مکران

﴿ج﴾

اگر چہ در بیع فاسد رد کردنی واجب است وموت بائع ومشتری ہم مانع از رد نیست ورثاء ہر دو ہم او تو اند شرعاً ایشان را ہم حق استرداد ثابت است۔ قال صاحب الدر المختار فی البیع الفاسد ولا یبطل حق الفسخ بموت احدهما فخلفه

الوارث و بہ یفتی لکن بوجہ انکہ چہل سال گزشتہ و دریں زمانہ اگر بیع واقعی فاسد بودے خود یکی از متعاقدین ان را فسخ کر دے یا وارثان بعد از موت ایشان اعتراض کردے بعد از زمانہ طویل این چنین دعاوی قابل سماع نیست لہٰذا دعوای فساد بیع بسبب وجود شرط فاسد پس از چندین مدت ہرگز قابل قبول نیست قال العلامۃ الشامی می کتاب الدعویٰ ج۵ ص ۴۲۲ نقلاً عن المبسوط اذا ترک الدعویٰ ثلثا وثلاثین سنۃ ولم یکن مانع من الدعویٰ ثم ادعی لا تسمع دعواہ لان ترک الدعویٰ مع التمکن یدل علی عدم الحق ظاھراً الخ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

لب سڑک زمین پر قبضہ کر کے مکان تعمیر کرنا

جس سے لوگوں کے روشن دان اور کھڑکیاں بند ہوتی ہوں جائز نہیں ہے

﴿س﴾

گزارش ہے کہ جو شخص کوئی راستہ کی جائیداد خرید کر یا جبراً وہاں مکان بناتا ہے اور ہمسائیوں کے دروازے و کھڑکیاں وروشندان بند کرتا ہے اور عام راستہ تنگ کر دیتا ہے یا ختم کر دیتا ہے اس کے لیے علماء دین کیا فرماتے ہیں کہ دروازوں کے نشانات باقاعدہ موجود ہیں۔ مگر غریب لوگ خاموش ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ قبضہ کرنے والا زبردست ہے۔

نوٹ: درودیوار بند کرنے والی عورت مسلمات روشن آرا۔

﴿ج﴾

کسی کی مالکانہ زمین پر قبضہ کرنا یا دروازے اور کھڑکیاں بند کرنا شرعاً حرام ہے اور سخت گناہ ہے۔ لہٰذا جس شخص نے ناجائز قبضہ کیا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ قبضہ چھوڑ دے اور زمین مالک کو واپس کر دے۔ اگر وہ شخص خود ناجائز قبضہ نہیں چھوڑتا تو حصول حق کے لیے عدالت سے رجوع کرنا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۱ ربیع الثانی ۱۳۹۴ھ

گندم یا کپاس کو بونے سے پہلے فروخت کرنا

اگر ادھار کی وجہ سے قیمت بڑھ جاتی ہے تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں کہ

(۱) ایک جنس ابھی تک بوئی ہے یا بوئی ہی نہیں مثلاً کپاس یا گندم اس کی بیع کرنی جائز ہے یا نہیں۔ یعنی اب

کپاس بوئی ہے اور اس کو بیس روپیہ کے نرخ سے لینا یا دینا جائز ہے یا نہیں۔

(۲) جنس فی الحال آٹھ روپیہ فی من فروخت ہوئی ہے اور اس جنس کو تین چار ماہ کے ادھار پر دس یا بارہ روپیہ پر دینا جائز ہے یا ناجائز مثلاً گندم آٹھ روپیہ من فی الحال فروخت ہوتی ہے پوہ تک ادھار بارہ روپیہ فی من دینا کیسا ہے اور جو شخص ایسے معاملات میں ضامن ہو کر جنس لے یا دلائے اس کو کس الفاظ سے پکارا جائے اور جو شخص پیش امام ہو اس کے پیچھے نماز کا کیا حال ہے۔

(۳) مرد کے لیے چاندی، سونا کا زیور ولباس پہننا کیسا ہے یعنی لباس میں بٹن مع زنجیر کے پہننا جائز ہے یا ناجائز ہے۔ اگر جائز ہے تو کتنا وزن جائز ہے۔ بینوا تو جروا

سائل عبدالعزیز

﴿ج﴾

(۱) اگر بیع سلم کر لیا تو جائز ہے۔ جس کے مختصر شروط یہ ہیں کہ بیع کرتے وقت فروخت شدہ چیز کی جنس، نوع، اوصاف ووزن یا کیل معلوم کرائے جائیں۔ نیز تاریخ متعین کر دی جائے کہ فلاں تاریخ کو مثلاً جنوری کی پہلی کو اور ثمن کی مقدار معلوم اور متعین کر کے اسی مجلس عقد میں ادا کر دیا جائے۔ اگر رقم متعین کر کے اسی مجلس بیع میں ادا نہ کی اور وہاں سے چلے گئے تو بھی سلم صحیح نہ ہوگا۔ نیز یہ بھی شرط ہے کہ وہ چیز وقت بیع سے لے کر میعاد گزرنے تک ہر وقت بازار میں ملتی رہے۔ علی ہذا القیاس اس کی بہت سی شرائط ہیں جس کو بجالانے کے بعد بیع صحیح ہے اور اگر شروط پوری نہ کیں تو بیع صحیح نہیں۔ علماء سے اس کی شروط کی تحقیق کر کے خوب علم میں لائے جائیں۔

(۲) یہ جائز ہے ادھار سے چیز کی قیمت بڑھتی ہے۔ اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔ لان الثمن یزداد لاجل الاجل نقد سودے سے تو ادھار کا مہنگا ہونا جائز ہے لیکن عرف میں ادھار سودا ایک خاص مقدار پر مروج ہو اور وہ شخص کسی شخص کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر زیادہ شرح پر دیتا ہو تو یہ مکروہ تحریمی ہوگا۔ جب عقد جائز ہو تو اس میں ضامن بننا بھی جائز ہے اور امامت بھی صحیح ہے۔

(۳) بٹن سونے چاندی کے جائز ہیں زنجیر نہیں۔ ولا باس باز ار الذهب و الفضة (درمختار)

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

بازار کے نرخ سے بہت زیادہ مہنگا بیچنا مکروہ تحریمی ہے

بیع سلم میں جب جنس، صنف، وصف وغیرہ معلوم ہوں تو جائز ہے

﴿س﴾

مکرم محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم گزارش ہے کہ چند مسئلے درپیش آ گئے ہیں۔

(۱) دکان کے لیے کوئی چیز ایک روپیہ بازار سے لائے یا بیس روپیہ یا پانچ روپیہ یا سو روپیہ میں چیز بازار سے

خریدی ہے۔ تو اس کا نفع لینا ایک روپیہ سیر پر یا دو روپیہ لے سکتا ہے یا تین چار یا پانچ روپیہ لے سکتا ہے۔ ایک روپیہ سیر کے سات آٹھ روپیہ لے سکتا ہے یعنی فروخت کر سکتا ہے یا نہیں۔ اتنا نفع لینا جائز ہے یا نہیں۔

ایک شخص سودہ کرتا ہے کہ مجھے پانچ سو یا ایک ہزار روپیہ دے دو تو میں تمہیں آنے والی فصل بارہ یا بیس روپیہ من تجھ کو دے دوں گا خواہ تجارت کرتا ہے یا اپنی ضرورت کے لیے بیاہ شادی کرنے کے لیے اس کا بھاؤ طے کرتا ہے۔ یہ جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

سائل شیخ نور محمد سدھو پور ضلع لاہور
۱۳ ربیع الثانی ۱۳۷۱

﴿ج﴾

(۱) غبن فاحش یعنی بازار کے نرخ سے بہت گراں فروخت کرنا جائز تو ہے لیکن مکروہ تحریمی ہے۔ خلاف مروت ہے اس سے احتراز چاہیے۔

(۲) یہ بیع سلم ہے جو جائز ہے لیکن اس میں بہت شروط ہیں جنس معلوم۔ نوع معلوم، صفت معلوم، قدر معلوم، اجل معلوم، ثمن معلوم، مکان ایفاء معلوم اس کی تفصیل مقامی کسی عالم سے حاصل کریں۔ اس تحریر میں آپ کو اس کے شروط کا پورا علم نہیں ہو سکتا ہے۔

درج ذیل صورت میں بیع نافذ ہے اور بائع کو بٹائی کے حق کا مطالبہ کرنا جائز نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے عمرو کو کچھ اراضی فروخت کی اور عمرو نے یعنی مشتری نے کچھ رقم بھی ادا کر دی اور باقی رقم پر اتفاق ہوا کہ جب مرضی ہو دے دینا۔ اب بائع یعنی زید اس اراضی کی بٹائی کرتا رہا۔ عمرو یعنی مشتری کی رضامندی کے ساتھ اور بٹائی کا حصہ بھی دیتا رہا۔ اب بائع منکر ہو گیا ہے کہ مجھے بٹائی کا حصہ واپس کرو۔ کیا اس صورت میں بائع کو بٹائی کا حصہ واپس ہو سکتا ہے کہ نہیں۔ بیع قائم ہو گئی کہ نہیں۔

مولوی خلیل احمد

﴿ج﴾

بیع شرعاً نافذ ہے اور زید کو بٹائی کے حصہ کے مطالبہ کا حق شرعاً حاصل نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۶ صفر ۱۳۹۴ھ
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲۹ صفر ۱۳۹۴ھ

آزاد عورت کی بیع ناجائز اور اس کے عوض رقم حاصل کرنا حرام ہے
فروخت شدہ لڑکی کی شادی میں شرکت کرنے والوں کا حکم
لڑکی کو خریدنے والے کی دعوت ولیمہ میں شرکت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ (۱) ایک شخص اپنی لڑکی کو اس کی شادی کرنے کے لیے فروخت کر دیتا ہے۔ تو ایسے والد کے متعلق دینی احکام یعنی قرآن مجید کے مطابق آپ کا کیا خیال ہے۔

(۲) اس فروخت شدہ لڑکی کی شادی میں شمولیت کرنے والے اشخاص کو اس گھر کا کھانا یا پانی پینا جائز ہے یا نہیں۔

(۳) جو شخص لڑکی کو خرید کر اپنے لڑکے سے شادی کرتا ہے اس کے گھر کا ولیمہ کھانا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

نجم الحسن ملتان

﴿ج﴾

(۱) حرعورت کی بیع ناجائز اور اس کے عوض میں رقم حاصل کرنا حرام ہے۔ قال فی الشامية ۵۰۵ ج ۴ وشرط المعقود عليه ستة كونه موجوداً مالا متقوما مملوكا فی نفسه وكون الملك للبائع فيما يبيعه لنفسه وكونه مقدور التسليم فلم ينعقد بيع المعدوم وما له خطر العدم كالحمل واللبن فی الضرع والثمر قبل ظهوره وهذا العبد فاذا هو جارية ولابيع الحر والمدبر وام الولد والمكاتب ومعتق البعض وقال النبی صلی الله عليه وسلم قال الله تعالی ثلاثة انا خصمهم يوم القيامة رجل اعطی بی ثم غدر ورجل باع حرا فاكل ثمنه ورجل استاجرا جيرا فاستو فی منه ولم يعط احمر رواہ البخاری مشکوۃ ص ۲۵۸۔

پس صورت مسئولہ میں یہ شخص سخت گناہگار اور فاسق ہے اور اس رقم کا رد علی المالک واجب ہے۔

(۲) اگر اس حرام رقم سے کھانا تیار کیا گیا ہے تو اس کا کھانا درست نہیں۔

(۳) جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۰ ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ

قربانی کے لیے خریدی گئی گائے اگر بائع کے ہاں مرگئی تو نقصان کس کا ہوگا

﴿س﴾

قربانی کے لیے گائے خریدی لیکن مشتری کو قبضہ دینے سے پہلے گائے بائع کے ہاں مرگئی تو اس کا تاوان کس کے ذمہ ہے۔ مالک قیمت کا مطالبہ کرتا ہے۔

محمد سرور ضلع جھنگ

﴿ج﴾

واضح رہے کہ خرید لینے کے بعد اگر مبیع چیز قبضہ میں لانے سے بیشتر بائع کے ہاں ہلاک ہوئی تو اس کا تاوان بذمہ بائع ہوتا ہے۔ پس اگر اس شخص نے رقم کا کچھ حصہ وصول کرلیا ہے اور مشتری کو قبضہ دینے سے پہلے گائے بائع کے ہاں ہلاک ہوئی تو بائع پر لازم ہے کہ وہ وصول کردہ رقم مشتری کو واپس کردے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۷ ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ

ماں اپنے بیٹوں کی موجودگی میں اپنی زمین فروخت کرسکتی ہے جبکہ بیٹے ناراض ہوں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے متعلق کہ زید، عمرو، بکر کی والدہ جس کی عمر تقریباً ۸۵/۸۰ سال ہے دماغی توازن بھی برقرار نہیں ہے اور وہ اپنے ایک داماد پر اپنی بیٹی کے مشورہ سے اپنی غیر منقولہ جائیداد کو فروخت کرنا چاہتی ہے۔ حالانکہ ان کے بیٹے زید، عمرو، بکر وغیرہ جائیداد فروخت کرنے پر سخت ناراض ہیں۔ تو کیا ان کی والدہ عمر کی اس حد میں بیٹوں کی اجازت کے بغیر اپنی جائیداد اپنے داماد پر فروخت کرسکتی ہے یا نہ؟ نیز والدہ جو جائیداد فروخت کرنا چاہتی ہے وہ باضابطہ تقسیم شدہ بھی نہیں ہے۔ تو کیا ایسی صورت میں وہ غیر منقسم شدہ جائیداد کو فروخت کرسکتی ہے یا نہیں؟ بغیر اجازت بیٹوں کے آخری عمر میں۔ بینوا توجروا

گل امیر خان ولد عبداللہ خان کچا کھوہ ضلع ملتان

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جو مبیع (زمین) میراث سے ملک میں آئی ہے جس میں انفساخ کا احتمال ہی نہیں اس کی بیع بلاقبض وافراز جائز ہے۔ **کما فی الهداية ص ۷۷ ج ۳ يجوز بيع العقار قبل القبض** مجلّہ میں ہے۔ **بيع حصة شائعة معلومة كالثلث والنصف والعشر من عقار مملوك قبل الافراز صحيح** (مادہ ۲۱۴)

سائل کی زبانی معلوم ہوا کہ عورت کا دماغی توازن جنون کی حد تک خراب نہیں یعنی اتنی بوڑھی نہیں کہ ان کے تصرفات کا اعتبار نہ کیا جائے۔ پس ایسی صورت میں بیع جائز ہے۔ البتہ اگر یہ مبیع ایسے شخص کے قبض میں ہے کہ نہ بائع اس سے بدون نالش کے لے سکتا ہے اور نہ مشتری بدون نالش کے لے سکتا ہے۔ تو بوجہ غیر مقدور التسلیم ہونے کے بیع جائز نہ ہوگی۔ علی الاختلاف بین کو نہ فاسداً او باطلاً کما فی الدرالمختار و ردالمحتار (کذا فی امداد الفتاویٰ ص ۳۴ ج ۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۴ ربیع الثانی ۱۳۹۴ھ
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۱۵ ربیع الثانی ۱۳۹۴ھ

شیعہ کے ساتھ خرید وفروخت جائز ہے لیکن اُن کے اعتقادات سے نفرت ہونی چاہیے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دریں صورت مسئولہ میں کہ ایک کنواں جو کہ مقابلے شیعہ کے خرید کیا گیا جس میں بہت شرکاء شریک ہیں تو ایک شریک نے اپنا حصہ شیعہ سے تبادلہ کر لیا۔ تبادلہ بھی اس طرح ہوا کہ شیعہ سے ناقص اور وگنی زمین لی گئی جو کہ بالکل خالی میدان قابل کاشت نہیں ہے۔ اہل سنت کے فرد نے آباد ومعمور زمین دی ہے جس میں آموں کے درخت بھی ہیں تو اہل سنت والجماعت کے فرد نے جو زمین دی ہے اس کو کچھ فائدہ اس زمین سے حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ اس سے دور ہے جو زمین اہل سنت والجماعت نے شیعہ سے لی ہے۔ وہ بالکل قریب ہے۔ آباد زمین سے زمین تبادلہ کرنے سے اہل سنت والجماعت کے فرد سے بائیکاٹ شرعاً جائز ہو سکتا ہے یا نہ اور جو کوئی اس سے تعلق رکھے اس سے بھی بائیکاٹ ہونا چاہیے یا نہ۔ نیز ایک اہل سنت والجماعت کا فرد تبادلہ کرنے والا اہل شیعہ سے بالکل دلی محبت اور اُلفت قلبی نہیں رکھتا بلکہ اس کو فاسق اور بدعتی جانتا ہے۔ بینوا توجروا

غلام سرور پاغڈ موضع رکن ہٹی چاہ پاندیوالہ تحصیل وڈاکخانہ شجاع آباد ضلع ملتان

﴿ج﴾

بیع وشراء شیعہ کے ساتھ جائز ہے۔ ایسے بھی دیگر معاملات ان سے کرنا صحیح ہیں۔ البتہ ان کے اعتقادات اور بدعات سے نفرت کرنی چاہیے۔ البتہ اگر شیعہ ایسے عقائد رکھتا ہو جس سے کفر وارتداد لازم آتا ہو تو اس سے بیع وشرائط کرنا جائز نہیں لیکن علے العموم فرقہ شیعہ پر حکم ارتداد نہیں لگایا جا سکتا البتہ فاسق ومبتدع ضرور ہیں۔ لہٰذا شخص مذکور پر اس خرید وفروخت وتبادلہ اراضی کی وجہ سے بائیکاٹ کرنا صحیح نہیں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۵ ذوالحجہ ۱۳۷۲ھ

اگر مبیع کو اشارہ سے متعین کیا جائے تو بیع جائز ہے

جو مال ٹرک بھر کر بیچا جاتا ہو وہ ٹرک لوڈ کرنے سے پہلے بیچنا جائز نہیں ہے

جو مال گانٹھوں کے ذریعہ فروخت ہوتا ہو اس کی طرف اشارہ کرنا کافی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) اس علاقہ کا رواج یہ ہے کہ جنگل کی لکڑی اونٹ پر لاد کر لائی جاتی ہے اور اس لکڑی کے لحاظ سے اس کی قیمت ادا کی جاتی ہے۔ مثلاً کسی اونٹ کے ۵ روپے کسی کے دو روپے دیے جاتے ہیں۔ اس طرح اس کو نہ کیلی کہا جاتا ہے نہ موزونی نہ اس کے وزن کرنے کا کوئی طریقہ مروج ہے بلکہ اونٹ کے رو سے یہی سودا لگایا جاتا ہے۔ اس طرح یہ ایک سٹہ کی صورت ہوتی ہے یا نہ۔

(۲) اس طرح جنگل کی مزری (پٹھہ) جس سے چٹائیاں بنائی جاتی ہیں۔ کاٹ کر باندھ کر دیتے ہیں۔ چونکہ جنگل میں کوئی موجود نہیں کہ ہر جگہ اس مزری کا وزن کیا جا سکے۔ اس وجہ سے زید کا یہ حساب لگایا جاتا ہے کہ ۸۰۰ روپے میں سالم ٹرک دے دیا جاتا ہے اور اس میں یہ شرط لگائی جاتی ہے کہ ٹرک کو کس طرح لوڈ کرنا ہے۔ باڈی کے برابر یا باڈی کے کچھ اوپر دونگ رکھنے کی اجازت ہوگی یعنی اس مزری کا پیمانہ ٹرک کو مقرر کیا جاتا ہے۔ مگر اس میں یہ یقین نہیں ہوتا کہ کون سی باڈی کا ٹرک ہو۔ اب مزری کے اوپر فرق ہے۔ کوئی سڑک ۶۰۰ روپے اور کوئی ۸۰۰ روپے تک ہوتا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا اس طرح مزری یا لکڑی کا فروخت کرنا جائز ہے یا ناجائز۔ کئی لوگ اس کو جائز کہتے ہیں اور کوئی ناجائز۔ یہ بھی واضح ہونا چاہیے کہ مزری کے لحاظ سے ٹرک کا وزن ۲۰ یا ۹۰ یا ۶۰ من ہوتا ہے۔ اب اس صورت میں جو افراد عدم جواز کا فیصلہ آپ پر چھوڑ دیا جاتا ہے اس فیصلہ کو مکمل باوضاحت تحریر فرمادیں۔

(۳) اسی طرح اس ٹرک کے وزن کے یا اس کے لحاظ سے کہ مزری کا سودا بھی لگایا جاتا ہے مثلاً ٹرک ۱۰۰ گانٹھیں اٹھاتا ہے یا ۱۲۰ اس لحاظ سے کہ گانٹوں کا اندازہ کر کے دینے اور لینے والے رضامندی سے سودا لگا لیتے ہیں۔ کیا یہ بھی جائز ہے یا نہ؟ بینوا توجروا

ذکاء اللہ متعلم مدرسہ قاسم العلوم ملتان

﴿ج﴾

(۱) صحت بیع کے لیے مبیع کا معلوم ہونا شرط ہے۔ خواہ بیان تقدیر سے ہو یا اشارہ سے۔ صورت مسئولہ میں چونکہ تعیین اشارہ سے ہوتی ہے اس لیے یہ بیع جائز ہے۔

(۲) ٹرک بھرنے سے پہلے تو یہ سودا جائز نہیں۔ البتہ ٹرک بھرنے کے بعد یوں بیع کرنا کہ اس ٹرک میں جتنی مزری ہے وہ مثال کے طور پر آٹھ سو روپیہ میں فروخت کرتا ہوں۔ خریدنے والا خرید لے تو یہ جائز ہے۔ اس لیے کہ اس طرح اشارہ سے مال مبیع کی تعیین ہو جاتی ہے۔ بہرحال ٹرک بھرنے سے قبل ناجائز اور ٹرک بھرنے کے بعد اس کی بیع جائز ہے۔

(۳) جو گانٹھیں سامنے موجود ہوں اس کی طرف اشارہ کر کے بیع کرنا جائز ہے۔ الحاصل تولنا ضروری نہیں لیکن جتنی چیز کی بیع کی جاتی ہے اس کا سامنے موجود ہونا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۸ جمادی الاخری ۱۳۹۲ھ

جانور کی آدھی رقم ادا کر کے آدھا حصہ پر پالنے کے لیے دوسرے کو دینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرع متین دریں مسئلہ کہ زید نے عمر کو ایک سالہ بچھڑا دیا۔ جس کی قیمت اس وقت مبلغ دس روپے تھی۔ عمر نصف قیمت ادا کرتا ہے۔ پھر عمر اُسے پالتا رہا جب بچھڑا جوان ہو گیا تو ایک سال اُس نے اس سے کام لیا۔ ہل کنویں وغیرہ پر چلایا۔ اُس کے بعد شراکت ختم کرتے ہیں۔ قیمت کر کے نصف ایک لے لیتا ہے بچھڑا دوسرا لے لیتا ہے۔ حق وتربیت زید عمر کو نہیں دیتا نیز کبھی یوں ہوتا ہے کہ بغیر قیمت کے حق تربیت پر دیا جاتا ہے اور باقی کارروائی حسب مذکور کی جاتی ہے۔

نوٹ: اس تربیت کے عوض ایک سال کام ٹھہرایا جاتا ہے اور اگر مادہ ہو تو ایک سال دودھ پیا جاتا ہے۔

احقر رشید احمد شجاع آبادی

﴿ج﴾

شامی میں یہ مسئلہ لکھ کر اُس کا حکم لکھا ہے کہ ایسی صورت میں جانور مالک کے لیے رہتا ہے اور پرورش کنندہ کو اجرت اس کی محنت کی اور خرچ گھاس وغیرہ کا دینا چاہیے۔ پس صورت مسئولہ میں مادہ گاؤ زید کی ملک ہے اور جو کچھ شرط مابین زید وعمر کے قرار پائی ہے وہ باطل ولغو ہے۔ عمر کو اجرت مثل اور خرچ گھاس وغیرہ کا ملنا چاہیے۔ اب جواز کی یہ صورت ہو سکتی ہے کہ مادہ گاؤ زید دیوے اور عمرو جس قدر پر راضی اور خوش ہو جائے اُس کو دے دیا جائے مگر اس پہلے معاملہ کو کالعدم کیا جائے کہ وہ معاملہ ناجائز تھا۔ اس کے موافق عمل کرنا جائز نہیں۔ مادہ گاؤ زید کو مل جانی چاہیے اور عمرو کو حق محنت کچھ دے کر راضی کیا جائے۔

عبدالرحمٰن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کچا پھل فروخت کرنے کے بعد جب بائع نے درختوں پر رہنے کی اجازت دے دی تو پھل حلال ہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ میں اپنے آم کے باغ کا پھل جس میں صلاحیت پیدا ہو چکی ہے اور وہ مشتری استعمال کر سکتا ہے بعوض معدود ثمن فروخت کر دیا ہے۔ عرف عام کے تحت بوقت فروخت میں یہ جانتا تھا کہ مشتری جب باغ کا پھل توڑنا چاہے بزور توڑ سکتا ہے اور مشتری بھی عرف عام کے تحت یہ سمجھ رہا تھا کہ باغ کا پھل وہ جب چاہے برداشت کر سکے گا۔ صدیوں سے اس پر عمل درآمد ہو رہا ہے۔ یہ سوال بطور مخاصمہ کبھی نہیں اُٹھا کہ بائع نے مشتری پر دباؤ ڈالا ہو کہ پھل فوراً توڑے تاکہ اس میں سودا کرنے کے بعد کوئی رس شامل نہ ہو۔

نوٹ: پھل اگر بائع درخت پر نہ رہنے دے تو سودا نہیں ہوتا۔ کیونکہ پھل اب تک کچا ہے۔ عرف میں بائع کے ذمہ یہ سمجھا جاتا ہے کہ پھل کے پکنے تک نہیں تڑوا سکتا ہے۔

مولانا نصر اللہ تحصیل صادق آباد ضلع رحیم یار خان

﴿ج﴾

پھل نکل آنے کے بعد اگر قابل انتفاع ہو تو بیع جائز ہے اور بعد صحت بیع کے بائع نے مشتری کو پھل کے درخت پر رہنے دینے کی اجازت دے دی۔ صراحۃً یا دلالۃً تو پھل حلال رہے گا اور یہ صورت جائز ہے۔

وقیل قائلہ محمد لا یفسد اذا تناہت الثمرۃ للتعارف فکان شرطاً یقتضیہ العقد و بہ یفتیٰ الی قولہ۔ لانہ لو شراھا مطلقاً و ترکھا باذن البائع طاب لہ الزیادۃ الخ الدر المختار ص ۵۵۶ ج ۴ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۶ھ

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۶ھ

گندم، چنے اور کپاس وغیرہ پکنے سے ایک ماہ قبل فروخت کرنا درست ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین صورت مسئلہ میں کہ ایک مہینہ فصل آنے سے پہلے سودا کرنا جائز ہے یا نہیں۔ مثلاً گندم، چنے، کپاس وغیرہ اجناس کا نرخ فی من مقرر کر کے فصل آنے سے ایک ماہ پہلے رقم دے دی اور فصل اترنے پر جنس لے لی۔ بینوا توجروا

دین محمد دکاندار روڈ و سلطان تحصیل شورکوٹ ضلع جھنگ

﴿ج﴾

مذکورہ بیع کو بیع سلم کہتے ہیں۔ یہ جائز ہے۔ قرآن وحدیث سے ثابت ہے قوله تعالىٰ اذا تداينتم بدين الى اجل مسمى فاكتبوه وقوله عليه السلام من اسلم منكم فليسلم فى كيل معلوم و وزن معلوم الى اجل معلوم اور وزنی وکیلی اشیاء میں اور کپڑوں وغیرہ میں چند شروط کے ساتھ جائز ہے۔

(۱) کہ بیع کی ہوئی چیز کی جنس معلوم ہو کہ گندم ہے یا جو یا کپاس کپڑا وغیرہ کی بیع کر رہا ہوں۔

(۲) صفت بھی معلوم ہو کہ گندم فلانی قسم کی اچھی یا ردی کپڑا فلاں قسم کا موٹا یا نرم اچھا یا ردی تا کہ پھر جھگڑے کی نوبت نہ آئے۔

(۳) اور مقدار بھی معلوم کہ اتنے من چینی یا اتنے ٹوپہ گندم یا اتنے گز کپڑا۔

(۴) مدت بھی معلوم ہو کہ اتنے عرصہ تک کم از کم ایک مہینہ مدت ہو۔

(۵) رقم یا رقم کی جگہ خریدنے والا جو چیز فی الحال دیتا ہے اس کو بیچنے والا بیع کی مجلس میں قبض کرے۔

(۶) اور جگہ دینے کی بھی معلوم ہو۔ یعنی ان باتوں کا طے کرنا بیع کے وقت ضروری ہے جو کہ بائع ومشتری کے درمیان کسی وقت جھگڑے کا سبب بنیں۔ ساتھ ساتھ بیچنے والے کے کاشت کیے ہوئے غلہ وغیرہ کی شرط نہ ہو اور بیع کے وقت سے لے کر ادا کرنے تک بیع شدہ چیز منڈی یا بازار وغیرہ سے ملتی ہو۔ لہٰذا اس قسم کی بیع میں ان باتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۳ ربیع الاول ۱۳۸۱ھ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

نقد دینے والوں کے لیے ایک اور ادھار والوں کے لیے دوسری قیمت رکھنا جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک تاجر اپنے مال کو فروخت کرنے میں نرخ مقرر کرتا ہے۔ نقد قیمت ادا کرنے والے کو کم قیمت پر فروخت کرتا ہے اور اُدھار والے گاہک کو زیادہ قیمت پر فروخت کرتا ہے۔ یہ خرید وفروخت شرعاً جائز ہے یا ناجائز۔ شرعی مسئلہ کو مع دلیل کے ارقام فرمادیں۔

مولانا محمد یٰسین قاسم العلوم ملتان

﴿ج﴾

اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ وقت بیع کے ثمن کی تعیین نہیں کی بلکہ مشتری سے تردید کے ساتھ کہا کہ اس

کی قیمت اگر اسی وقت دو گے تو ایک روپیہ لوں گا ورنہ ڈیڑھ روپیہ لوں گا تو یہ بوجہ جہالت ثمن کے جائز نہیں۔ قال فی العالمگیریۃ ص ۱۳۶ ج ۳ رجل باع علی انه بالنقد بکذا وبالنسئیة بکذا او الی شهر بکذا والی شهرین بکذا لم یجز کذا فی الخلاصة۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اول مشتری سے طے کرلیا ہو کہ نقد لیتے ہو یا اُدھار۔ اگر اس نے نقد لینے کو کہا تو ایک روپیہ قیمت مقرر کی۔ اگر اُدھار لینے کو کہا تو ڈیڑھ روپیہ قیمت مقرر کی یہ جائز ہے۔ دلیل جواز پر صاحب ہدایہ کا قول ہے۔ باب المرابحہ ص ۷۶ ج ۳ میں ہے۔ الا تری انه یزاد فی الثمن لاجل الاجل وقال فی البحر من باب المرابحه لان للاجل شبها بالبیع الا تری انه یزاد فی الثمن لاجل الاجل "ثم قال بعد اسطر" الاجل فی نفسه لیس بمال ولا یقابله شیء حقیقة اذا لم یشترط زیادة الثمن بمقابلته قصداً ویزاد فی الثمن لاجله اذا ذکر الا جل بمقابلة زیادة الثمن قصداً فاعتبر مالاً فی المرابحة احترازاً عن شبهة الخیانة ولم یعتبر مالاً فی حق الرجوع عملاً بالحقیقة اه البحر الرائق ص ۱۱۵ ج ۶۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۲ شوال ۱۳۹۷ھ

جب زمین ایک شخص پر فروخت کردی تو دوسری جگہ فروخت کرنا گناہ ہے وہ پہلے مالک کی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی اور اس کے بھتیجے دونوں نے مل کر زمین خریدی۔ کچھ عرصہ کے بعد بھتیجے نے اپنے چچے سے کہا کہ میں اپنا حصہ بیچنا چاہتا ہوں تو چچے نے کہا کہ میں لیتا ہوں چچے نے زمین لے لی اور زمین کی قیمت بھتیجے کو دے دی۔ اس دوران چچا بیمار ہوا اور فوت ہو گیا زمین کے انتقال کرانے سے قبل پھر بھتیجے نے اپنے چچے کے لڑکوں کو کہا کہ تمہارے باپ نے مجھ سے زمین خریدی تھی اس کا انتقال مجھ سے کرالو لیکن متوفی کے لڑکے ٹال مٹول کرتے رہے۔ کچھ مدت کے بعد بھتیجے نے بغیر اجازت کے چچے کے لڑکوں کی زمین کو دوسروں کو بیچ دی۔ اب متوفی کے لڑکے کہتے ہیں کہ یا ہمیں اپنی زمین دو یا اس کی قیمت ہمیں دو لیکن وہ انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں پہلی والی رقم دیتا ہوں۔ بینوا توجروا

عبدالرزاق متعلم مدرسہ قاسم العلوم ملتان

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں برتقدیر صحت واقعہ یہ بیع تام ہو گئی ہے۔ اس آدمی کو اپنے چچے کے لڑکے کی اجازت کے بغیر

یہ زمین فروخت کرنا جائز نہیں اس لیے متوفی کے لڑکوں کا دعویٰ درست ہے۔ پوری قیمت ان کو دے دے ورنہ گنہگار ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۲ رجب ۱۳۹۷ھ

اگر باپ نے بیٹوں میں تقسیم کے وقت ایک بیٹے کے ذمہ کچھ رقم مقرر کردی کہ دوسرے بھائی کو دینی ہے کیا وہ موجودہ قیمت کا مطالبہ کرسکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ خالد موصی نے اپنی جائیداد اپنی زندگی میں اپنے پسران زید وعمرو کے درمیان تقسیم کر کے قابض و مالک قرار دے دیا۔ اس کی کمی بیشی کے معاملہ میں مکان کی زیادتی کی رقم نقد متعین کر کے زید کے ذمہ واجب الادا قرار دے دی کہ وہ زیادہ حصہ کی نقد رقم اپنے بھائی عمرو کو باخذ رسید نقد ادا کرے گا۔ چونکہ عمرو کے ذمہ کچھ نقد رقم از روئے وصیت خالد موصی کے ذمہ واجب الادا تھی اس لیے زید مذکور نے عمرو مذکور کو نقد رقم مذکورہ بالا ادا نہیں کی لیکن عمرو رقم مذکورہ کو جو از روئے وصیت اس کے ذمہ واجب الادا ہے غیر واجب الادا گردانتے ہوئے مکان کی زیادتی مذکور کی نقد قیمت بقایا جو خالد موصی نے اپنی زندگی میں مقرر کردی تھی سے انحراف کرتے ہوئے مکان کی زیادتی مذکورہ کی موجود وقت کی قیمت کا مطالبہ کرتا ہے۔ قانون شریعت کی رو سے واضح فرمایا جائے کہ عمرو مکان کی زیادتی کی رقم موجودہ وقت کے مطابق مطالبہ کرسکتا ہے یا نہیں۔ جبکہ زیادتی مذکور کی نقد رقم خالد موصی نے اپنی زندگی میں تحریری طور پر مقرر کر کے ہر دو پسران کے دستخط لے لیے تھے۔

قاضی عبدالسلام ولد قاضی غلام قادر پاک گیٹ ملتان

﴿ج﴾

بر تقدیر صدق سوال عمرو کو موجودہ حالت کے مطابق سابقہ طے شدہ پر اضافہ قیمت کرنے کا حق نہیں ہے۔ کیونکہ ان کے والد نے دونوں میں بات طے کر کے دونوں کے دستخط کرا لیے۔ لہٰذا وہی قیمت زید پر واجب رہی۔ اس پر اضافہ کرنا درست نہیں۔ کما فی الفقہ

محمد غلام سرور قادری خادم الافتاء مدرسہ انوار العلوم ملتان
یکم ستمبر ۱۹۷۱ء
الجواب صحیح واللہ اعلم بالصواب مشتاق احمد عفی عنہ صدر مدرس مدرسہ انوار العلوم ملتان
الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ خیر المدارس ملتان
۱۳ رجب ۱۳۹۱ھ

زید جب اپنی رضامندی سے سابقہ مقررہ رقم دے دینے کو تیار ہے تو عمرو بھی سابقہ مقررہ کی ہوئی رقم لینے کا حقدار ہے لیکن زیادتی کا مطالبہ کرنا یا موجودہ وقت کے حساب سے نرخ لگانے کا مطالبہ شرعاً باطل اور بے اصل ہے۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۶ ر رجب ۱۳۹۱ھ

اگر متنازعہ فیہ زمین میں درخت ہوں تو زمین جس کے قبضے میں آئے گی درخت اسی کے ہوں گے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ دو شخصوں کے مابین کیلہ کے بارے میں تنازع چل رہا ہے۔ ایک کا حصہ جو کہ مہاجر ہے چھ کنال گیارہ مرلہ ہے اور مقامی شخص کا حصہ ایک کنال نو مرلہ ہے۔ تو گویا کہ مہاجر زائد حصہ کا مالک ہے۔ مقامی کم حصہ کا مالک ہے۔ جانب شمال میں مقامی شخص کا کچھ اور رقبہ بھی ہے۔ ہکذا جانب جنوب میں مہاجر کا رقبہ ہے۔ پرانے بندوبست میں دونوں حصص کا نشان ظاہر دکھلایا گیا تھا اور نئے بندوبست میں نشاندہی کر کے رخ نقطوں تک کا قبضہ دکھلایا گیا ہے۔ مقامی شخص جو ۴ حصہ کا مالک ہے اپنا حق تصور کر کے قابض ہے۔ اس کیلہ میں دو عدد درخت آم لگے ہوئے ہیں جو کہ زائد حصہ والا یعنی مہاجر کی زمین میں نصب شدہ ہیں۔ حالانکہ قدیم بندوبست و نئے بندوبست کے مطابق آم کے درخت چند کرم دور ہیں۔ قبضہ کے نشان بھی چند کرم دور ہیں۔ درخت آم مہاجر و مقامی کسی کے کاشت نہیں ہیں۔ اب جبری طور پر دست تطاول سے مقامی شخص توڑ لیتا ہے۔ حالانکہ آم کے درخت مہاجر کی طرف ہیں۔ درخت آم کا مالک کون ہو سکتا ہے۔ زائد زمین میں جس پر مقامی نے ناجائز قبضہ بھی رکھا ہے۔ یعنی ایک کنال نو مرلہ کے علاوہ جس پر قبضہ کر رکھا ہے اس کا کیا حکم ہے۔ شرعی فیصلہ صادر فرما دیں تاکہ نزاع ختم ہو۔

ہر ایک کا قبضہ کافی عرصہ سے ہے۔ البتہ مہاجر کا قبضہ بیس برس ہے۔ قبل ازیں ہندو تھے قلعہ بندی کو بھی تقریباً چالیس سال گزر چکے ہیں۔ مہاجر کا حصہ اپنے کنویں کے بالکل قریب ہے۔ متنازعہ فیہ قطعہ مقامی کے کنویں سے کافی دور ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

اگر آم کے درخت کے کاشت کرنے والا نامعلوم ہے تو فیصلہ یہ ہوگا کہ جس کی زمین ہے اس درخت کا بھی شرعاً وہی مالک ہوگا۔ اگر زمین بلانزاع مہاجر کی ہے تو اس کی زمین کے درخت کا بھی وہی مالک ہوگا اور اگر زمین میں نزاع ہے تو اس کا تصفیہ کیا جائے جس کی زمین میں آ جائے وہی درخت کا مالک ہوگا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۷ ربیع الثانی ۱۳۸۷ھ

ایک بھائی کی زمین دوسرے نے بغیر اس کی اجازت کے فروخت کی ہو کیا ۱۶ سال بعد اس کا دعویٰ چل سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ پانچ بھائیوں کی مشترکہ غیر منقولہ ملکیت ہے۔ ان میں سے دو بڑے بھائیوں نے تمام پانچوں بھائیوں کا حصہ جبراً فروخت کر لیا ہو۔ پندرہ سولہ سال کے بعد مشتری اور بائع دونوں وفات پا گئے ہیں۔ پانچ بھائیوں میں صرف ایک بھائی زندہ رہ گیا ہے جو فروخت کرنے والوں میں شریک نہ تھا اور مشتری کی اولاد زندہ ہو تو ایک آدمی کا دعویٰ ۱۵ یا ۱۶ سال گزرنے کے بعد مشتری کی اولاد کے خلاف شریعت کی رو سے چل سکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

اگر واقعی ان سے پوچھے بغیر اس نے فروخت کر دیا ہے تو یہ بیع صحیح نہیں ہے اور وہ اب بھی اپنے حق کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ اس کا دعویٰ صحیح ہے۔ واللہ اعلم

عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۹ ربیع الثانی ۱۳۸۷ھ

بیع نہ ہونے کی صورت میں بیعانہ کی رقم واپس کرنا واجب اور مسجد و مدرسہ میں خرچنا گناہ ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص زمین کا سودا کرتا ہے۔ جب رقم طے ہو جاتی ہے تو وہ شخص کچھ رقم بطور بیعانہ دے دیتا ہے اور زبانی بات چیت کے علاوہ تحریر بھی ہو جاتی ہے کہ بقایا رقم فلاں تاریخ کو دے کر زمین کی رجسٹری کرالوں گا۔ اس کے علاوہ وعدہ کو دیکھنے میں بھی کافی نقصان ہوا۔ کسی غیر جانبدار نے اسے بہکایا کہ یہ زمین تمہیں نہیں دیں گے۔ وہ آدمی جس نے رقم لا کر سودا اپنے نام کرانا تھا تاریخ مقررہ پر بغیر بات کیے بغیر اطلاع یا اُس سے بقایا رقم اکٹھی نہیں ہو سکی اس نے فوراً پولیس میں پرچہ دے دیا کہ فلاں بندے نے میرے ساتھ چار سو بیس کی ہے۔ پولیس سے استدعا کرنے لگا کہ مجھے میری رقم دلوائی جائے۔ حالانکہ وہ خود اپنے عہد و پیمان پر قائم نہیں رہا اور اس نے بہت دھوکہ دیا کہ بجائے رقم لا کر سودا اپنے نام کراتا بلکہ جس کے ساتھ وعدہ خلافی ہوئی تھی پولیس میں بھی وہی پکڑا گیا۔ چار پانچ روز بعد ضمانت ہوگئی اب یہ کہتا ہے کہ وہ جھوٹا ہے اور وہ اپنی بات پر قائم نہیں رہا۔ آیا کہ شرعاً یہ رقم مجھے

دے دینی چاہیے یا نہیں یا میں اس رقم کو خود کھا سکتا ہوں یا کسی کی مدد کر سکتا ہوں یا یہ رقم کسی مسجد یا دینی مدرسہ یا کسی کام پر لگا سکتا ہوں یا نہیں۔ بینوا توجروا

حافظ نور حسین چوک چونگی خانیوال روڈ ملتان

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں برتقدیر صحت واقعہ شخص مذکور پر لازم ہے کہ جو رقم بطور بیعانہ لے لی گئی ہے وہ مشتری کو واپس کرے۔ اس رقم سے مشتری کی اجازت اور رضامندی کے بغیر کسی دوسرے آدمی کی امداد کرنا یا مسجد و مدرسہ یا کسی اور کام میں صرف کرنا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ

جب مشتری کے نام خریدی گئی زمین سے کچھ زیادہ رجسٹر ہو اور بائع اس کی قیمت لینے پر راضی تھا تو ورثا زمین واپس نہیں لے سکتے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دریں مسئلہ کہ مسمی زید یعنی مشتری نے مسمی عمرو یعنی بائع سے دو کنال چند مرلے زمین خریدی بثمن دو سو روپے۔ اس کے بعد مشتری نے خریدی ہوئی زمین پر اور مٹی ڈلوادی اور مکان تیار کرنے کا ارادہ کر لیا لیکن زمین کا انتقال سرکاری طور پر نہ ہوا تھا۔ کچھ مدت کے بعد زمین کا انتقال سرکاری ہو گیا لیکن اس وقت عام قیمت زمین کی دو سو روپے بیگہ کے حساب سے تھی۔

تحصیلدار صاحب نے جب زمین دیکھی تو کہا کہ زمین اتنی قیمت کی متحمل نہیں ہے۔ اس وقت اس زمین کے قریب کی زمین ایک سو روپے بیگہ بک چکی تھی تو اس تحصیلدار صاحب نے مشتری کی زمین جو کہ دو کنال چند مرلے تھی اسی نے دو بیگہ مشتری کے نام انتقال کر دی۔ اس وقت مشتری اور بائع دونوں موجود تھے۔ اس کے بعد مشتری نے بائع سے کہا کہ جو زائد زمین مجھے مل گئی ہے اس کی قیمت مجھ سے لے لو یا جو زمین میں نے آپ سے خریدی ہے اور جو خرچہ اس پر کیا ہے وہ مجھے دے دو اور اپنی زمین واپس لے لو۔ تو بائع نے کہا کہ میں اپنی زائد زمین لوں گا قیمت نہیں لیتا۔ تو کچھ مدت کے بعد بائع رضامند ہو گیا زائد زمین کی قیمت لینے پر اور کچھ رقم مشتری سے لے بھی آیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد بائع نے کہا کہ جو رقم لے آیا ہوں وہ بھی واپس نہیں کرتا اور زائد زمین بھی واپس لوں گا تو یہ جھگڑا مشتری اور بائع کی زندگی میں رہا۔ حتیٰ کہ دونوں فوت ہو گئے۔ اب ان دونوں کے ورثاء میں وہی جھگڑا ہے تو آیا شرعاً مشتری کے ورثاء اس زائد زمین کو واپس کریں یا جو اس وقت زمین کی قیمت تھی وہ دے دیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ بائع جب زائد زمین کی قیمت لینے پر رضامند ہوگیا اور کچھ رقم اس سلسلہ میں وہ وصول بھی کر چکا ہے تو وہ زائد زمین بیع ہوگئی لہٰذا اب بائع کے ورثاء صرف وہی قیمت لینے کے حقدار ہیں جو اس وقت زمین کی بنتی تھی۔ زمین واپس لینے کے حقدار نہیں ہیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
یکم شعبان ۱۳۹۸ھ

جانور کسی کو پرورش پر دینے کے لیے ضروری ہے کہ پرورش کنندہ کو جانور میں شریک کیا جائے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جانور پالنے کے لیے نصف پر دینے کا صحیح طریقہ کیا ہے۔

انصاف حزن سٹور عبدالوہاب ونادر خان اردو بازار چوک

﴿ج﴾

پرورش پر جانور دینے کی جائز صورت یہ ہے کہ جانور کا ایک حصہ مثلاً ربع اس پرورش کرنے والے پر فروخت کر دے۔ جانور مشترکہ ہو جائے گا۔ پالنے والا تبرعاً اس کی پرورش کر رہا ہے۔ فروخت کرنے کے بعد قیمت جس تناسب سے رضامندی سے تقسیم کریں یعنی اگر نصف نصف تقسیم کرے تو یہ جائز ہے مروجہ صورت درست نہیں۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۷ ذوالحجہ ۱۳۹۸ھ

فروخت شدہ زمین کے درختوں کے متعلق فیصلہ

﴿س﴾

بیان حافظ منظور احمد صاحب سرگانہ

یہ تمام رقبہ حاجی دوست محمد صاحب کا اور محمد اسلم صاحب سرگانہ مرحوم کا اشتمال سے قبل میرا تھا۔ اشتمال کے عملہ نے جبراً ہم سے یہ رقبہ حاجی دوست محمد اور محمد اسلم کو دے دیا۔ حالانکہ میں کہتا رہا کہ یہ رقبہ میرے رقبہ کا ملحق ہے لیکن اشتمال کے عملہ نے میری کوئی نہ سنی اور یہ رقبہ حاجی صاحب اور محمد اسلم کو دے دیا۔ پھر گیارہ سال بعد محمد اسلم نے یہ رقبہ میری زوجہ کو دے دیا جو کہ ان کی حقیقی بہن ہے۔ بعد میں محمد اسلم کو جب ہمارا جھگڑا معلوم ہوا تو اس نے یہ کہا کہ تم دونوں یہ کہہ کر خانقاہ شریف میں بھیج دو تو میں نے تو ان کا کہنا مان لیا اور اب بھی مانتا ہوں لیکن حاجی صاحب نے کہا کہ پیمائش

کر لو جس کی زمین ہو گی کیکر اس کا چنانچہ میں اور منظور حسین سرگانہ اور سکندر حیات سرگانہ پیائش کے لیے گئے تو پیائش میں ان کی پیائش کے مطابق کیکر سے دو فٹ آگے حاجی صاحب کی زمین نکلی۔ میں نے انکار کر دیا کہ یہ کیکر سابقہ استعمال سے قبل میں میرا تھا لیکن میں نے نہیں کاٹا کہ یہ زمین محمد اسلم کو ملی تھی۔ اس کے گھر میری ہمشیرہ تھی تو میں نے ہمشیرہ اور بھانجوں کی وجہ سے نہیں کاٹا۔ پھر محمد اسلم نے پانچ سال قبل یہ زمین میری زوجہ کو دے دی۔ تو یہ کیکر اشتمال سے قبل بھی میرا تھا اب بھی میری زوجہ کی زمین میں ہے۔ لہٰذا یہ کیکر میرا ہے۔ فقط منظور احمد

بیان الحاج دوست محمد صاحب سرگانہ سکنہ باگڑ سرگانہ

تقریباً سولہ سال ہو گئے ہیں۔ اشتمال میں جو ۱۹۶۲ء تک تھا مجھے رقبہ ملا تھا جس کے ساتھ ملحقہ رقبہ محمد اسلم سرگانہ مرحوم کا تھا۔ جس پر کوئی اعتراض نہیں ہوا تھا۔ اشتمال کے اختتام کے گیارہ سال بعد محمد اسلم مرحوم نے یہ رقبہ اپنی ہمشیرہ کو دے دیا جو زوجہ حافظ منظور احمد سرگانہ کا ہے۔ جب اشتمال ہوا تھا تو یہ کیکری معمولی تھی اور سولہ سال بعد کیکر کا دوسرا جزء بھی بہت بڑا کیکر ہو گیا ہے۔ اب منظور احمد سرگانہ کہتا ہے کہ یہ میرا کیکر ہے۔ تو میں نے کہا کہ زمین کی پیائش کر لو پیائش میں بھی کیکر سے دو فٹ آگے میری زمین ہے۔ اشتمال میں جو دفعات متفقہ طور پر منظور ہوئے تھے۔ اس میں دفعہ ۲۳ ہے کہ درختاں معمولی تابع اراضی رہیں گے۔ البتہ قیمتی درختاں و ثمر دار درختاں کا معاوضہ مشورہ ممبراں مشاورتی کمیٹی مقرر ہو کر لین دین ہو گا۔ چنانچہ ہم تمام نے اپنے اپنے بڑے درخت کاٹ لیے تھے۔ یہ کیکری معمولی ہونے کی وجہ سے نہیں کاٹی گئی۔ یہ تابع اراضی رہی۔ لہٰذا یہ میرا کیکر ہے کیکر بھی مجھے ملے اور دو فٹ زمین بھی جو میری ہے وہ بھی مجھے ملے۔ شرعاً فیصلہ کیا جائے۔ فقط دوست محمد سرگانہ

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بشرط صحت بیانات جب دونوں نے اس جبری اشتمال کو تسلیم کر لیا ہے اور زمین کا یہ حصہ جس پر کیکر ہے دوست محمد سرگانہ کو دیا گیا ہے چنانچہ پیائش سے بھی یہی ثابت ہے تو یہ درخت زمین کے تابع ہو کر دوست محمد کی ملکیت ہے اور منظور احمد کا دعویٰ باطل ہے۔ خصوصاً جبکہ اشتمال کے متفقہ دفعہ ۲۳ میں اس کی تصریح بھی ہے۔ قال **فی الهداية ص ۳۰ ج ۳ ومن باع ارضا دخل ما فيها من النخل والشجر وان لم يسمه لانه متصل به للقرار فاشبه البناء۔**

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۷ شوال ۱۳۹۸ھ

اگر لوگوں کے مکانات منہدم کر کے زرعی اراضی میں شامل کر لیا گیا ہے تو اس سے ان کی ملکیت ختم نہیں ہوگی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ۱۸۷۸ء سے پہلے ایک بستی آباد ہے وہاں مکانات وغیرہ تعمیر ہیں۔ زرعی اراضی سے الگ نمبر دیا گیا تھا۔ بعد میں ساتھ والی زرعی اراضی کے مالکان نے تقریباً ایک سال بعد زرعی اراضی میں شامل کرالیا۔ اصل باشندگان کی لاعلمی کی وجہ سے یہ کام ہوا۔ اگر باشندگان آبادی گورنمنٹ کی طرف رجوع کریں تو سابقہ اندراج درست ہو سکتا ہے۔ تو اس اراضی کا جو کہ قدیم بستی چلی آرہی ہے۔ از روئے شریعت اس اراضی کے مالک کون ہیں۔

محمد حسین موتی جامع مسجد چوبارہ روڈ ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

جتنے حصہ پر ان لوگوں نے مکانات تعمیر کیے ہیں وہی حصہ ان آباد کنندگان کی ملکیت ہے۔ زرعی اراضی کے مالکان کا اس تعمیر شدہ حصہ کو اپنے حصہ میں شامل کرنے سے ان کی ملکیت ختم نہیں ہوئی۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جب ایک شخص پر مکان فروخت کر کے بیعانہ لے لیا تو بیع تام ہے کرایہ دار سے خالی کرا کے مشتری کو قبضہ دیا جائے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ احمد بطور وکیل ومختار اپنی زوجہ کا شہر کا مکان جس میں اسلم چھ سات سال سے بطور کرایہ دار بیٹھا ہوا ہے فروخت کرنا چاہتا ہے۔ سب سے پہلے احمد نے اسلم کو وکالتاً واصالتاً کہا اور کہلایا کہ مکان ہذا آٹھ ہزار روپے میں خرید لے اور یہ رقم دوسرے خریدار بھی بخوشی دینا چاہتے ہیں۔ مگر اسلم باوجود کہنے اور کہلانے کے مکان خریدنے سے انکاری رہا اور پندرہ دن تک مکان فارغ کرنے کا وعدہ کیا۔ اب احمد نے اکرم کے ہاتھ بعد اطلاع اسلم اور اُس کے دوست کے آٹھ ہزار روپے میں مکان کا سودا بنایا اور پانچ صد روپے بیعانہ لے کر بوقت دلوانے قبضہ مکان بقایا رقم وصول پانے اور بیع نامہ لکھ دینے کا اقرار پختہ کیا۔

پندرہ دن کے بعد مزید مہلت طلب کی۔ اب اسلم قابض کرایہ دار مکان نے کہا کہ میں قبضہ مکان قطعاً نہیں

چھوڑتا۔ احمد قبضہ مکان حاصل کرنے کے لیے عدالت سے رجوع کرے یا مکان ہذا آٹھ ہزار روپے میں اسلم قابض و متصرف مکان کے ہاتھ فروخت کرکے رقم وصول کرے۔

جس مجبوری کے پیش نظر احمد مکان فروخت کرنا چاہتا تھا بغیر اس کے اور کوئی چارہ کار نہ سمجھا کہ مکان قابض کرایہ دار کے ہاتھ فروخت کردے۔ جب اکرم (خریدار مکان) نے سنا تو اس نے کہا کہ اس مکان کا دس ہزار تک کا خریدار ہوں۔ بشرطیکہ قبضہ دلوایا جائے اور یہ دس ہزار روپے اسلم قابض کے فلاں وکیل کے پاس بطور امانت رکھتا ہوں جس پر ہر دو فریقین کا کلی اعتماد ہے۔ اس پر احمد نے اسلم سے تقاضا کیا کہ یا تو وہ مکان کا قبضہ چھوڑ دے یا پھر مکان کے دس ہزار روپے ادا کرے۔ اسلم اور اس کے وکیل جو کہ اہل علم ہے نے کہا کہ آٹھ ہزار روپے سے زائد رقم احمد فروخت کنندہ کا وصول کرنا حرام اور ناجائز ہے۔

تو کیا اس صورت میں مکان کا بیع اکرم کے نام تام ہو چکی ہے۔ آٹھ ہزار روپے پر یا احمد کے لیے مزید رقم یعنی دس ہزار روپے اس سے لینا جائز ہے یا نہ یا بجائے اکرم کے اسلم سے دس ہزار روپے لے کر مکان فروخت کرنا جائز ہے یا نہ اور اکرم کے ساتھ بیع تام ہونے کی صورت میں اسلم پر مکان کا خالی کرنا ضروری ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ یہ بیع اکرم کے حق میں تام ہوگئی ہے لہٰذا احمد پر لازم ہے کہ اسلم سے یہ مکان خالی کرا کر مشتری اکرم کے قبضہ میں دے دے اور قیمت مکان کی وہی آٹھ ہزار روپیہ ہے دو ہزار روپیہ زائد اگر اکرم اپنی خوشی سے احمد کو دینا چاہے تو اور بات ہے۔ ورنہ اس کو مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کیا کپاس کی بیع پھول ظاہر ہونے سے قبل جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید و عمرو کپاس کی بیع کرتے ہیں۔ قبل از ایک ماہ کپاس کا پھل ظاہر ہونے سے۔ اور زید مشتری اور عمرو بائع ہے زید عمرو کو رقم بھی دے دیتا ہے کیا بیع شرعاً درست ہے یا نہیں۔ دوسرا مسئلہ گندم میں بیع کرتے ہیں۔ زید و عمرو کو قبل از گندم فصل پکنے سے رقم دیتا ہے کیا یہ بیع شرعاً درست ہے یا نہیں اور کتب حنفیہ سے جواب تسلی بخش فرمادیں۔

﴿ج﴾

اگر بطور بیع سلم کے کرلیا جائے تو یہ سودا درست ہے۔ سلم میں مبیع مطلق کپاس یا گندم ہوگی کسی خاص قسم کی تخصیص

نہ ہوگی۔اس میں بھی لے لینے کے وقت مقدار ثمن معلوم ومتعین ہوگی۔ نیز مبیع کی جنس اس کی نوع اس کی صفت اس کا وزن یا کیل نیز تاریخ وصول مبیع سب کو متعین کرنا ہوگا۔ نیز یہ بھی ضروری ہے کہ وقت عقد سے لے کر تاریخ وصول تک بازار میں ملتی ہو خواہ فصل کا وقت نہ بھی آیا ہو۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۴ محرم الحرام ۱۳۷۴ھ

والدہ کو شرعاً یہ حق نہیں کہ مشترکہ زمین سے کسی ایک بیٹے کو محروم کر دے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک ہی والد کے تین بھائی تھے۔ والد فوت ہوگیا تینوں بھائیوں نے کسی اہم ضرورت کے تحت اپنی اراضی فروخت کر دی۔ اس کے بعد ماں سے شفعہ کرایا گیا۔ جس میں کچھ سرمایہ باپ کا تھا اور کچھ تینوں بھائیوں کا۔ آخر کار عدالت عالیہ نے ماں کے حق میں فیصلہ سنایا اور زمین ماں کے نام ہوگئی۔ اب شریعت کے مطابق تینوں بھائیوں میں سے ماں کسی ایک کو اس اراضی سے محروم کر سکتی ہے یا نہیں۔ زمین کے خریداروں کو صلح صفائی کے ساتھ رقم ادا کر دی گئی۔

سرمایہ جو خرچ ہوا وہ ماں تینوں لڑکوں اور ان کے والد کا کل وراثت تھا۔ خریدتے وقت ماں نے وعدہ کیا تھا کہ وہ تینوں کو برابر حصہ بانٹ دے گی۔ صرف قانونی طور پر اس وقت ماں کے نام اراضی کرائی گئی تھی۔

والد کی وفات کے بعد بیوہ کو اپنا حصہ مل چکا تھا اور صرف وہ حصہ لڑکوں نے فروخت کیا جو ان کا اپنا تھا۔

اللہ بخش خان ریاض آباد تحصیل کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال یعنی اگر والدہ اور تینوں بھائیوں نے مشترکہ طور پر اس زمین کو خرید لیا تھا لیکن قانونی کارروائی کے لیے کاغذات میں زمین والدہ کے نام درج کرائی تو ایسی صورت میں یہ زمین والدہ اور تینوں بھائیوں کی مشترکہ ملکیت ہوگی اور والدہ کو شرعاً یہ حق حاصل نہ ہوگا کہ وہ کسی ایک بیٹے کو محروم کر دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

زمین کو فروخت کرنے کے بعد بائع کا دوسری جگہ اجارہ پر دینا ناجائز ہے مشتری ہی کو منتقل کرے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسمی حافظ خان محمد صاحب سکنہ موضع دایہ جو کھانے جو زمین کا رقبہ چاہ ٹولہ والہ میں واقع ہے بعوض ہزار روپیہ قیمت فی بیگھہ کے حساب سے تقریباً سوا پانچ بیگھہ زمین اپنے حقیقی بھائی مسمی ملک محمد

موسیٰ صاحب کے ساتھ زبانی معاہدہ کر کے بائع کر دی اور مبلغ دو ہزار پچاس روپے رقم وصول کر لیا اور زمین کا قبضہ اپنے حقیقی بھائی ملک محمد موسیٰ صاحب کو دے دیا اور مسمی محمد موسیٰ صاحب نے اس زمین پر قبضہ کر کے دو سال اس کی آمدنی بمع باغ کھاتا رہا اور زمین کا سرکاری معاملہ بھی ادا کرتا رہا اور آج تک مذکورہ زمین مشتری کے قبضہ میں ہے اور مشتری کہتا رہا کہ بقایا مبلغ مجھ سے بائع وصولی کرے لیکن وہ انکار کر کے وہی زمین کسی دوسرے شخص کو پانچ سال تک مستاجری کر دی۔ مستاجر اس زمین کی آمدنی محصول ہر سال مشتری سے انگریزی قانون کے لحاظ سے وصول کرتا رہتا ہے اور بائع نے آج تک مشتری کو نہ زمین کا انتقال کر دیا اور نہ رقم واپس کی لیکن کسی کے کہنے پر شریعت مطہرہ کے صحیح فیصلہ کو تسلیم کرنے کے لیے تیار ہو چکا ہے اور کہتا ہے کہ اگر شریعت کی رو سے تو زمین کا حقدار ہے تو مجھے زمین کے انتقال کر دینے سے کوئی انکار نہیں۔ کیا مشتری شریعت مطہرہ کی رو سے زمین کا حقدار ہے یا رقم کا۔ بینوا توجروا

المستفتی محمد یٰسین

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں شرعاً بیع تام ہے۔ مشتری کے ذمہ بقیہ رقم ادا کرنا ضروری ہے۔ باقی استجارہ شرعاً ناجائز ہے۔ اس کو فی الفور ختم کر دیا جائے اور زمین بالکلیہ مشتری کے حوالہ کی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۹ صفر ۱۳۹۱ھ

مسجد کی توسیع کے لیے ہبہ شدہ رقبہ جب مسجد والوں نے قبضہ نہ کیا تو اب فروخت جائز نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید کو ایک عالم دین سمجھتے ہوئے چند افراد نے سفید اراضی کا ٹکڑا جو کہ ان لوگوں کا مشترکہ حصہ تھا اور ایک مسجد کے ساتھ ملحق تھا بغرض آبادی اور خدمت مسجد کے لیے ہبہ کر دیا اور ساتھ ہی سرکاری طور پر رجسٹری یا انتقال بھی کروا دیا لیکن قبضہ نہ دیا۔ بقضائے الٰہی زید فوت ہو گیا اس کے بعد مرحوم کے لڑکے نے اراضی مذکورہ پر کوئی قبضہ نہ کیا اور نہ ہی مسجد کی آبادی اور خدمت کی کوئی صورت بن سکی۔ اس کے بعد زید کی لڑکی نے اس رقبہ کو فروخت کرنا چاہا۔ تو مسجد والوں نے اس کے خاوند کے ساتھ بیع کی بابت گفتگو کی۔ معاملہ اس صورت میں طے پایا کہ اتنی رقم لے لو اور ہمیں قبضہ کروا دو۔ جب رقبہ دینے والوں کو پتہ چلا کہ یہ لوگ رقبہ کی قیمت وصول کرنا چاہتے ہیں تو انہوں نے اس کی زبردست مخالفت کی کہ ہم نے یہ رقبہ فروخت کرنے کے لیے نہیں دیا تھا بلکہ مسجد کی آبادی مقصود تھی۔ اس صورت میں زید کے داماد جن کو اس بابت رقم مطلوبہ بھی دے دی گئی تھی۔ مسجد والوں نے رقم واپس لے لی گویا زمین کا رقبہ کا قبضہ نہ تو زید مرحوم کر سکا اور نہ اس کے لڑکے نے کیا اور نہ ہی اس کی لڑکی قبضہ کر سکی۔ اب ایک عرصہ

تقریباً پچاس سال سے زمین کا یہ رقبہ جو کہ بالکل مسجد کے ساتھ ملحق ہے اور پہلے دن سے غیر آباد اور گندگی وغیرہ کا مرکز بنا ہوا ہے۔ نمازیوں کو از حد تکلیف ہے اور جبکہ ہبہ کرنے والے اس بات پر رضامند ہیں کہ یہ رقبہ مسجد کے لیے ملا لیا جائے۔ عندالشرع مسجد کے ساتھ ملا لینے میں کیا جواز ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

ہبہ بدون قبض صحیح نہیں ہوتا۔ لہٰذا شرعاً زید بوجہ نہ قبضہ کرنے کے مالک اس قطعہ کا نہ بنا اور نہ اس کے وارث مالک بن سکے۔ زمین حسب سابق اپنے مالکوں کی ہے۔ وہ مسجد میں شامل کرنا چاہیں تو ان کو اختیار ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

عقد سلم اور وزن، قیمت وغیرہ سے متعلق متعدد سوال وجواب

﴿س﴾

چند صورتیں بیع وشراء کی ذیل میں درج کی جاتی ہیں از روئے شرع شریف ان کے بارے میں رہنمائی فرما کر عنداللہ ماجور اور عندالناس مشکور ہوں۔

(۱) زید بکر کو گندم دیتا ہے۔ اس شرط پر کہ جب چاہوں گا تو نرخ رکھوں گا۔ رقم بالکل نہیں لیتا۔ اگر لیتا ہے تو کچھ کیا یہ صورت فریقین کے لیے از روئے شرع شریف جائز ہے یا نہیں۔ گویا کسی ایک کے لیے۔

(۲) مندرجہ بالا شق میں گندم لینے والا کہتا ہے کہ اگر ہم نرخ میں متفق نہ ہوئے تو گندم آپ کو دے دوں گا۔ کیا یہ صحیح ہے۔

(۳) زید بکر سے اس شرط پر کچھ رقم لیتا ہے کہ فصل کے موقعہ پر آپ کو گندم دے دوں گا لیکن اس گندم کا نرخ موجود نرخ سے زیادہ مقرر کیا جاتا ہے۔ چونکہ زید کو رقم کی ضرورت ہے جس کی وجہ سے وہ قبل از وقت سودا کر رہا ہے۔ کیا یہ صورت شرعاً درست ہے۔

(۴) زید بکر کو اس شرط پر گندم دیتا ہے کہ رقم میں آپ سے ایک ماہ یا کچھ عرصہ (مقررہ) کے بعد موجودہ نرخ سے کچھ زیادہ لوں گا یہ صورت جائز ہے یا نہیں۔

(۵) زید سے بکر گندم فروخت کرتا ہے اور نرخ پچاس روپے فی من مانگتا ہے جبکہ دوسرے تاجر حضرات اڑتالیس روپے فی من خرید کر رہے ہیں اور گورنمنٹ اکاون روپے فی من خرید کر رہی ہے۔ تو زید کہتا ہے کہ نرخ اپنی مرضی کے مطابق مانگتے ہو اور وزن کرتے وقت چہ میگوئیاں بھی کرتے ہو یعنی زیادہ تول رہے ہو وغیرہ۔ تو بکر کہتا ہے کہ نرخ میری مرضی کا دیں اور وزن اپنی مرضی کا کریں۔ دریں صورت اگر وہ زیادہ وزن کرے بلکہ کافی زیادہ وزن

کرے جو کہ بے ایمانی کی صورت اختیار کی جائے۔ تو شاید زید کو کچھ بچے ورنہ بمع دیگر اخراجات (باردانہ، مزدوری، وزن کرائی، ٹرک لوڈنگ، منشانہ) گورنمنٹ کی خرید سے بھی اس کا خرچ بڑھتا ہے۔ مقرر بجائے نفع کے نقصان ظاہر ہے تو اس صورت میں زید کیا کرے۔

(۶) زید اگر بازار کے مطابق گندم خریدتا ہے تو بمعہ اخراجات گورنمنٹ کی خرید سے اس کی خرید بڑھ جاتی ہے تو بھی بجائے نفع کے خسارہ آتا ہے۔ الا یہ کہ وزن میں بے ایمانی کرے اور اپنے ٹکے پورے کرے اگر ایسا نہ کرے تو یقیناً لوگ دوسرے تاجروں سے معاملہ کریں گے۔ جو زیادہ نرخ دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں اس کا کام نہیں چلے گا۔ اس سلسلے میں زید کس طرح تجارت کرے کہ بے ایمانی نہ ہو اور تجارت بھی فائدہ مند رہے۔

(۷) زید نے تجارتی معاملہ میں چونکہ ملازمین رکھے ہوئے ہیں اجناس کا وزن ملازمین کرتے ہیں جب اجناس اڈے پر آتی ہے تو دوبارہ وزن کیا جاتا ہے۔ دوبارہ تولنے سے وزن کم یا زیادہ ہو جاتا ہے تو کمی کی صورت میں کمی کا حساب بائع سے لینا اور زیادتی کی صورت میں زیادتی کا حساب دینا چاہیے یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

(۱) یہ عقد بیع سلم ہے۔ اس کے جواز کے لیے یہ شرط ہے کہ نرخ متعین اور کل رقم بوقت عقد ادا کی جائے۔ کما فی العالمگیریة ص ۱۷۸ ج ۳ و الرابع بیان قدر راس المال وان کان مشارا الیه السادس ان یکون مقبوضا فی مجلس السلم اور اس صورت مسئولہ میں جبکہ یہ دونوں شرطیں مفقود ہیں یہ بیع جائز نہیں۔

(۲) اس کے کہنے سے بھی جائز نہیں ہوتی۔

(۳) اگر تاریخ مقرر ہے اور کل رقم پر قبضہ کیا جائے اور نرخ وغیرہ متعین ہو تو موجودہ نرخ سے زیادہ سودا طے ہو گیا ہو تب بھی شرعاً جائز ہے۔

(۴) رقم پر بوقت عقد قبضہ ضروری ہے ورنہ یہ موجب فساد عقد ہے۔

(۵) وزن میں زیادتی کرنا خیانت ہے۔ جو وزن طے ہو گیا ہو اس کے مطابق وصول کیا کرے ورنہ گنہگار رہو گا۔

(۶) وزن میں زیادتی کرنے کی شرع اجازت نہیں دیتی۔ اگر بے ایمانی کرے گا تو گنہگار ہو گا۔

(۷) کمی کی صورت میں بائع کا کل سے رجوع کرنا درست ہے اس طرح زیادتی کی صورت میں بائع کو زیادتی کا حساب دینا پڑے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

خریدار کی مجبوری سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اُدھار کی صورت میں بہت زیادہ قیمت لینا جائز نہیں ہے

﴿س﴾

بخدمت جناب مولانا مفتی محمود صاحب دام اقبالہ جناب عالی! السلام علیکم کے بعد عرض ہے کہ علماء دین کیا فرماتے ہیں کہ آج کا نرخ بیس روپے غلہ گندم کا ہے۔ بیج کے لیے سرمایہ دار لوگ ۲۴ یا ۲۵ یا ۲۷ یا ۳۰ روپے فی من ماہ ہاڑ تک دیتے رہتے ہیں۔ آیا سود میں شامل ہے یا نہیں۔ اس لیے کہ سود کا لینے اور دینے اور گواہ اور لکھنے والا ایک ہی ہوتا ہے اور ۲۰ روپے پر کتنا منافع جائز ہے۔ فقط والسلام

شیخ سعد اللہ بقلم خود

﴿ج﴾

ادھار کی وجہ سے شرعاً نرخ بڑھانا اس صورت میں جبکہ خریدنے والا مجبور ہے اور بائع اس کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر گراں قیمت پر فروخت کر رہا ہے ناجائز ہے۔ البتہ اگر خریدنے والا مجبور نہیں اور گرانی بھی فاحش نہیں تو جائز ہے۔ دلیل جواز صاحب ہدایہ کا قول باب المرابحۃ ص ۶۷ ج ۳ الا یری انہ یزاد فی الثمن لاجل الاجل بحر الرائق باب المرابحۃ ص ۱۱۵ ج ۶ لان للاجل شبھا با لبیع الا تری انہ یزاد فی الثمن لاجل الا جل ثم قال بعد اسطر الاجل فی نفسہ لیس بمال ولا یقابلہ شی من الثمن حقیقۃ اذا لم یشرط زیادۃالثمن بمقابلتہ قصداً ویزاد فی الثمن لاجلہ اذا ذکر الاجل بمقابلۃ زیادۃ الثمن قصدا فاعتبر ما لا فی المرابحۃ احترازاً عن شبھۃ الخیانۃ ولم یعتبر ولا فی حق الرجوع عملا بالحقیقۃ الخ

لہٰذا کل دین جر نفعا فھو ربا کے تحت ہو کر سود اور حرام نہیں ہوگی۔ البتہ اس قسم کی بیع خلاف مروت ضرور ہے واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

آزاد لڑکی کا فروخت کرنا اور لڑکے والوں سے گھی گوشت آٹا وغیرہ کا مطالبہ کرنا حرام ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ:

(۱) ہمارے دیار میں لڑکیاں فروخت ہوتی ہیں۔ زوج سے لڑکی کا والد روپیہ آٹا گھی اور گوشت لے کر پکاتا ہے تو کیا اس کا کھانا جائز ہے یا نہ۔

(۲) زمین بونے پر دیتے ہیں اس کے عوض میں روپیہ وصول کرتے ہیں یہ جائز ہے یا نہ۔

(۳) ہمارے شہر میں روٹی پکاتے ہیں اور دم کے لیے اجو خیل شیخوں کے لیے خصوصی روٹی پکا کرنا مقرر کرتے ہیں۔ تو کیا شرعاً یہ جائز ہے یا نہ؟

مولوی بہرام الدین ضلع ڈیرہ اسماعیل خان

﴿ج﴾

(۱) آزاد عورت کی خرید و فروخت شرعاً حرام ہے۔ لڑکی کے والد کے لیے یہ رقم لینا ناجائز اور حرام ہے۔ اسی طرح لڑکی والوں کا لڑکے والوں سے گھی آٹا گوشت کھلانے کے لیے وصول کرنا جائز نہیں ہے۔

(۲) زمین کاشت پر مزارعت کے طریقہ کے مطابق دینا ہے۔ البتہ اگر مالک زمین پیداوار میں سے بھی حصہ لیتا ہے اور کاشتکار سے رقم بھی لیتا ہے تو مالک کے لیے یہ رقم لینا جائز نہیں ہے۔

(۳) یہ بھی ایک رسم ہے شرعاً اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۰ صفر ۱۴۰۰ھ

کیا ریشم فروخت کرنا جائز ہے

﴿س﴾

ہم منگل ریشمی (خالص ریشم کا عمامہ یعنی پٹکہ) کا کام بہت عرصہ سے کرتے ہیں۔ یہ خالص ریشمی مال صوبہ سرحد کے مسلمان مرد استعمال کرتے ہیں۔ آیا اس کا کاروبار کرنا یا اس کی کمائی سے فائدہ اٹھانا از روئے شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے حلال ہے یا نہیں۔ اس قسم کا ریشمی عمامہ پہن کر مسلمان مرد نماز بھی ادا کرتے ہیں۔

المستفتی عبدالغفور اندرون دہلی گیٹ ملتان

﴿ج﴾

ریشمی کپڑے کا بنانا اور فروخت کرنا جائز ہے لیکن جو عمامہ ریشمی فقط مرد ہی کے استعمال کے لیے مخصوص ہوتا ہے تو جب مردوں کے لیے ریشمی عمامہ کا استعمال قطعی حرام ہے اس لیے ایسے عمامہ کا فروخت کرنا ایسے لوگوں پر جو اس کو استعمال کرتے ہیں جائز نہیں۔

ویکرہ ان یبیع المکعب المفضض من الرجال اذا علم انه یشتری لیلبس (قاضی خان ص ۲۸۱ ج ۲)۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

کسان فصل بونے سے قبل بیع سلم کے ساتھ فروخت کر سکتا ہے، کسی سے مکئی لے کر گندم کی فصل سے گندم دینا ناجائز ہے، بھینس کا گھی تیار ہونے سے قبل فروخت کرنا، اگر کسان بیع سلم کی صورت میں دکاندار کو مال دینے میں ناکام ہو جاتا ہے، تو دکاندار سے وصول شدہ رقم واپس لے گا یا موجودہ قیمت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ امور کے متعلق کہ

(۱) ایک دکاندار کسی کسان سے کپاس یعنی پھٹی ۱۶ روپے یا ۲۰ روپے من کے حساب سے بھاؤ طے کرتا ہے۔ یعنی کسان دکاندار سے سالم رقم لے کر وعدہ کرتا ہے کہ اس سالم رقم کی پھٹی مندرجہ بالا نرخ کے ساتھ فصل اترنے پر ادا کروں گا۔ اول تو کسان نے فی الحال کپاس کاشت بھی نہیں کی اور اگر کی ہے تو فصل اترنے میں دو ماہ یا تین ماہ دیر ہے۔ یہ لین دین شرعاً جائز ہے یا ناجائز کس طریقہ سے جائز ہے۔

(۲) اجناس از قسم نخود گندم کی کاشت بھی ہو چکی ہے۔ مگر فصل پکنے اور اترنے کو دو تین ماہ دیر ہے۔ اس وقت کسان کو رقم کی سخت ضرورت ہے۔ اگر دکاندار اپنی رقم ۱۰ روپے من کے حساب سے ۲۰۰ روپے کسان کو دے کر ۲۰ من جنس فصل اترنے پر لینے کا وعدہ لے لیتا ہے شرعاً جائز ہے یا ناجائز کس طریقہ سے جائز ہے۔

(۳) ایک شخص کسی دوسرے شخص سے گندم کی فصل اُترنے سے پہلے دو من جوار لیتا ہے اور وعدہ کر بیٹھتا ہے کہ گندم کی فصل اترنے پر دو من جوار کے عوض دو من گندم ادا کروں گا۔ جائز ہے یا ناجائز۔ کس طریقہ سے جائز ہے۔

(۴) ایک غریب آدمی کسی دکاندار کے پاس جاتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے رقم کی اشد ضرورت ہے میرے پاس میری بھینس کا گھی ہے جو ہفتے میں دو یا تین سیر ہو جاتا ہے۔ مجھے اس وقت ۱۰۰ روپے دے دیجیے میں آپ کو گھی دیتا رہوں گا۔ دکاندار کے ساتھ چار روپے فی سیر کا نرخ مقرر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جب تک میرے ۱۰۰ روپے ادا نہ ہوں گے نرخ ۴ روپے بدستور قائم رہے گا۔ جبکہ رقم لینے کے وقت گھی کا نرخ ۵ روپے فی سیر ہے مندرجہ بالا لین دین شرعاً جائز ہے یا نہیں۔

(۵) ایک زمیندار ایک دکاندار کو ۵۰ من پھٹی ۲۵ روپے فی من کے حساب سے دینے کا وعدہ کرتا ہے اور ۵۰ من پھٹی کی رقم سالم ۱۲۵۰ روپے لے لیتا ہے۔ اس وقت پھٹی اتر رہی ہے۔ زمیندار ۴۰ من پھٹی اکٹھی کر کے دکاندار کے حوالے کر دیتا ہے اور ۱۰ من پھٹی کے اندر ناکام رہ جاتا ہے۔ اس صورت میں بازار کا نرخ ۲۵ روپے سے بڑھ کر ۳۰ روپے ہو جاتا ہے۔ اب دکاندار بقایا ۱۰ من کی رقم واپس لیتا ہے۔ فرمائیے وہ کس نرخ سے ۱۰ من پھٹی کی رقم زمیندار سے وصول کرے۔

السائل عبدالغفور ڈیروی متعلم مدرسہ قاسم العلوم کچہری روڈ ملتان شہر

﴿ج﴾

لین دین مذکور جائز ہے۔ مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ یہ کہ

(الف) کل رقم جتنی بھی ہو سے سودا کرتا ہے اسے بیان کر دیا جائے مثلاً ۲ روپے فی من کے حساب سے ۶ من کے کل ۱۲۰ روپے میں نے دینا ہے۔

(ب) یہ کہ کپاس کی نوع کا ذکر کر دیا جائے مثلاً بارانی ہے یا نہری ہے۔ وغیرہ وغیرہ

(ج) یہ کہ عمدہ ہے، درمیانہ ہے یا ردی ہے۔

(د) کہ کپاس کی مقدار بیان کی جائے کہ کتنے من دینی ہے۔

(ر) کپاس ادا کرنے کی جگہ متعین کی جائے کہ فلاں شہر یا فلاں بستی میں ادا کرنا ہے تا کہ پھر جھگڑا پیدا نہ ہو۔

(ز) یہ کہ کپاس رد کرنے کی مدت کم از کم ایک مہینہ مقرر کی جائے۔ اس سے کم مدت کے بیان کرنے سے سودا صحیح نہیں ہے کہ زیادہ کی کوئی حد نہیں۔ ہاں اس مدت کو معلوم و متعین کر لینا ضروری ہے۔

(س) یہ کہ کپاس عقد کرنے کے وقت سے لے کر مدت پوری ہونے تک اس ساری مدت سے بازاروں اور منڈیوں سے مفقود نہ ہو۔ وہاں ملتی ہو۔

(ش) یہ کہ وہ رقم ساری کی ساری عقد کرنے کی مجلس میں ادا کی جائے۔ مجلس کے بعد ادا کرنے کی صورت میں یہ عقد صحیح نہیں ہے۔

(۲) یہ بھی جائز ہے۔ مندرجہ بالا شرائط کے ساتھ۔

(۳) یہ صورت ناجائز ہے اور ربوا نسیہ ہے ربوا کی دو علتوں جنس اور قدر میں سے ایک علت اتفاق فی القدر موجود ہے۔ لہٰذا اس کے مابین بیع و تجارت کی و بیشی کے ساتھ جائز ہے۔ ادھار سے جائز نہیں۔ **کما قال فی البدائع واما ربا النساء و فروعه والاختلاف فيه فالاصل فيه ماروىٰ عن ابراهيم النخعي انه قال اسلم ما يكال في مايوزن و اسلم ما يوزن في ما يكال ولا تسلم ما يكال فيما يكال ولا ما يوزن فيما يوزن واذا اختلف النوعان مما يكال او يوزن فلا باس به اثنان بواحد يداً بيدًا ولا خير فيه نسيئةً ولا من شرح هذه الجملة ۱۸۵** الخ مزید تفصیل اس کے متعلق یہ ہے کہ اگر جوار کے متعلق لوگوں کا عرف صرف پیانے کا ہے یہ پیانے اور وزن دونوں سے لینے کا ہے تو گندم کے ساتھ اس جوار کا مندرجہ بالا قسم کا معاملہ بالاتفاق ربوا ہے اور ناجائز ہے اور اگر جواز کے اندر لوگوں کا عرف صرف وزن ہی کا ہے تو اس صورت میں مندرجہ بالا معاملہ امام اعظم اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک جائز ہے۔ **کماتشهد به العبارات الفقيه**۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) یہ صورت بھی صحیح ہے لیکن سلم کی تمام شرائط کا لحاظ یہاں پر بھی رکھنا ضروری ہے۔ لہٰذا میری بھینس کا گھی کی قید لگانا صحیح نہیں ہے۔ صرف اتنا کہہ دینا ضروری ہے کہ بھینس کا گھی دوں گا۔ پھر جس بھینس کا گھی بھی لائے دکاندار کو جب باقی شرائط کے مطابق ہو اعتراض کا حق نہیں پہنچے گا۔ باقی یہ شرط کہ ہفتہ میں دو تین سیر گھی آ جاتا ہے۔ یہ شرط کافی نہیں ہے بلکہ کم از کم ابتدائی مدت اقساط کے شروع ہونے کی ایک مہینہ ہو اور پھر ہر ایک قسط کی ادائیگی کی مقدار اور ہر قسط کی ادائیگی کی تاریخ متعین کر لینی ضروری ہے۔ مثلاً یہ کہ آج سے ایک مہینہ بعد مثلاً ۱۲ جولائی کو ۲ سیر ۲ کو ۳ سیر وغیرہ وغیرہ ادا کروں گا اور بیع سلم بالاقساط صحیح ہے۔ کما قال فی الدر المختار ص ۲۱۴ ج ۵ (واجل واقله) فی السلم (شهر) به یفتی وفی الحاوی لا باس بالسلم فی نوع واحد ان یکون معلول بعضه فی وقت وبعضه فی وقت آخر۔

(۵) ۱۰ من پھٹی کے ادا کرنے سے ناکامی کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس کی زمین سے کم فصل برآمد ہو جائے۔ دوسری صورت یہ کہ نہ تو اس کے پاس ۱۰ من پھٹی مزید ہے اور نہ بازاروں اور دکانوں میں مزید پھٹی فروخت کے لیے موجود ہے اور یہ ناکامیاں مدت سلم کے پورے ہونے کے بعد ہیں۔ تو پہلی صورت میں تو زمیندار کے ذمہ لازم ہے کہ اس قسم کی پھٹی بازار سے خرید کر کے دکاندار کے حوالہ کر دے صرف اس کے پاس موجود نہ ہو انقطاع شمار نہیں ہوتا اور دوسری صورت میں دکاندار کو اختیار ہے کہ یا تو انتظار کرے کہ وہ جنس بازار میں آ جائے اور اس وقت زمیندار سے وصولی کا مطالبہ کرے اور یا اتنی مقدار میں عقد سلم فسخ کر کے اپنی رقم ۲۵ روپے فی من کے حساب سے وصول کرے۔ کما قال فی الدر المختار ص ۲۱۲ ج ۵ ولو انقطع بعد الاستحقاق خیر رب السلم بین انتظار وجوده والفسخ واخذ راس ماله واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معاون مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۸ محرم الحرام ۱۳۸۴ھ

اگر حسب وعدہ مشتری نے بقایہ رقم نہ دی اور بائع نے زمین دوسری جگہ فروخت کر دی تو مشتری اول کو رقم لوٹانا لازم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین بدلائل مبین کہ ایک شخص نے زمین فروخت کی۔ مشتری نے کچھ رقم بطور پیشگی دے کر بقایا ادا کرنے کا وعدہ کیا لیکن مشتری نے عہد کے مطابق رقم ادا نہ کی اور بائع نے وہ زمین دوسرے آدمی کے پاس فروخت کر دی۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا بائع پر مشتری اول کو وصول کردہ پیشگی واپس کر دینا ضروری ہے یا نہیں جبکہ دستور واپس نہ کرنا ہے۔

محمد عبدالکریم خطیب جامع مسجد تحصیل خانپور ضلع رحیم یار خان

﴿ج﴾

بائع پر پیشگی لیا ہوا روپیہ مشتری کو واپس کرنا لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر فریقین کی طرف سے سودا ٹوٹ جائے تو ایک فریق نے جو کچھ رقم لی ہوگی اُس کا لوٹانا لازم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید اور بکر نے سودا اس طور پر کیا تھا کہ بکر کو ۲ کنال کے عوض زید نے تین ایکڑ اراضی مبلغ ۵۰۰ روپے نقد اور ۱۵ ہزار پختہ اینٹ دینا تھی۔

جو اراضی ۲ کنال بکر نے دینا تھی۔ وہ سکنی تھی اس کے ساتھ گلی دینے کا اقرار ہوا تھا۔ زید نے مبلغ ۵۰۰ روپے نقد بکر کو دے دیے۔ ابھی اراضی کا انتقال ایک دوسرے کے نام نہیں ہوا تھا کہ بکر نے زید کو چیلنج دے دیا کہ گلی نہیں ملے گی۔ اس پر زید تمام سودا سے انکاری ہو گیا۔ ویسے بھی زید کو اس سودے میں بڑا خسارہ تھا۔ دوسرا گلی دینے کا انکار اس پر۔ زید سودا کرنے سے قطعی طور انکاری ہو گیا اور بکر نے اداشدہ رقم مبلغ -/۵۰۰ روپے کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ بکر نے رقم ہذا واپس کرنے سے انکار کر دیا۔ لہٰذا اب زید سودا سے پھر سکتا ہے یا نہ۔

اگر جبراً پھر جائے تو شرعاً کیا حکم ہے۔ زید سودا سے جبراً پھر جائے تو بکر مبلغ -/۵۰۰ روپے ہضم کر سکتا ہے یا نہیں۔ بکر رقم واپس نہ کرے تو شرعاً کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

ایم لعل خان گورمانی ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جب ایک دفعہ ایجاب وقبول کے ساتھ صحیح بیع ہو جائے تو اس صورت میں کسی ایک کو سودا سے پھرنے کا اختیار نہیں رہتا۔ ہاں اگر بیع میں عیب نکل آئے جس کا علم خریدار کو خریدتے وقت نہیں تھا اور نہ اس سے ہر عیب سے برائت کا کہا تھا یا خریدار بیع کو دیکھ نہ چکا ہو اور بن دیکھے خرید چکا ہو تو ان دو صورتوں میں خریدار سودا توڑ سکتا ہے۔ مگر عیب کی صورت میں فریق ثانی کی رضامندی سے یا حکم حاکم سے سودا توڑا جائے گا ورنہ نہ دیکھنے کی صورت میں صرف خریدار کے کہنے سے سودا ٹوٹ جائے گا۔ صورت مسئولہ میں اگر ایک دوسرے کی زمین دونوں دیکھ چکے ہوں اور پھر سودا کیا ہو تو ایسی صورت میں کسی ایک کو دوسرے کی رضامندی کے بغیر سودا توڑنے کا اختیار نہیں۔ لہٰذا اگر دونوں رضامندی کے ساتھ بیع توڑیں تو بکر کے ذمہ لازم ہے کہ زید کو مبلغ ۵۰۰ روپے واپس کر دے۔ اس رقم کو وہ ہضم نہیں کر سکتا ہے اور اگر دونوں فریق رضامندی کے ساتھ سودا نہ توڑیں تو سودا باقی رہے گا اور بکر کے ذمہ لازم ہوگا کہ وہ حسب

وعدہ زید کو ۲ کنال اراضی مذکور مع گلی کے دے اور زید کے ذمہ لازم ہوگا کہ وہ بکر کو تین ایکڑ اراضی مذکورہ اور پندرہ ہزار پختہ اینٹ دے۔ اس سے خلاف ورزی کی صورت میں دوسرا فریق اپنا حق طلب کرنے کے لیے عدالتی چارہ جوئی کرے۔ **کما فی الهداية ص ۲۵ ج۳ واذا حصل الایجاب والقبول لزم البیع ولاخیار لواحد منهما الامن عیب او عدم رؤیة۔** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۸ شوال ۱۳۸۷ھ

جب دو شخصوں نے ایک دوسرے کے ساتھ زمینیں تبدیل کیں اور قبضہ لیا دیا تو بیع تام ہے اگرچہ سرکاری انتقال نہ ہوا ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے بکر سے شہر کی زمین سکنی مکانوں کے لیے باہر کی مزروعہ زمین سے تبادلہ کیا جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

زید نے جو زمین سکنی مکانوں کے لیے بکر سے لی وہ ایک کنال انیس مرلے تھی۔ جو بکر کو زمین دی گئی وہ شہر سے باہر تھی اور کم قیمت تھی۔ اس لیے ہزار روپے نقد اس صورت میں ادا کیا کہ پانچ صد روپیہ نقد اور پندرہ ہزار پختہ اینٹ۔ زمین بائیس کنال۔ یعنی اس طرح سمجھئے کہ زید نے ایک کنال انیس مرلے بکر سے لے لی اور بکر کو بائیس کنال زمین پانچ صد روپے نقد پندرہ ہزار پختہ اینٹ دے دی۔ یہ سودا ہو جانے کے بعد ایک دوسرے کو قبضہ دے دیا گیا اور اپنی اپنی متبادلہ زمینوں پر ہر شخص نے تصرف شروع کر دیا۔ زید نے مکانوں کے لیے تحلہ وغیرہ مارا اور چھ ماہ تک سوائے تعمیر مکان کے اس زمین پر ہر قسم کا تصرف کیا۔ مگر انتقال قانونی یعنی سرکاری نہیں ہوا تھا۔ نقد پانچ صد روپیہ زید نے بکر کو ادا کیا لیکن پندرہ ہزار اینٹ دینے کا وعدہ کیا یا بنیادوں والی اینٹ اکھیڑ لینے کا حق دیا۔ یعنی بکر جس وقت چاہے اکھیڑ لے باوجود ان تصرفات اور ادائیگی نقد کے زید نے چھ ماہ بعد تبادلہ اراضی سے انکار کر دیا۔ کیا یہ تبادلہ شرعاً پختہ ہے اور زید کی تملیک صحیح ہے اور زید پر تبادلہ کی ادائیگی شرعاً واجب ہے یا نہ۔

نوٹ: نیز یہ بھی ارشاد فرمادیں کہ زید زبان سے تو کہتا ہے کہ شریعت کا کہنا بسر و چشم مگر یہ تبادلہ زمین نہیں کروں گا۔ کیا اس کا زبان سے اقرار اور دل سے انکار صاف ظاہر ہے۔ کیا زید پر کوئی شرعی زد آسکتی ہے یا نہ۔

یعنی زید کے حسب منشا شریعت کا فیصلہ ہو تو مانتا ہے اور شریعت کا حکم زید کے منشا کے خلاف ہو تو انکاری ہے۔

عبدالملک خطیب جامع مسجد کوٹ سلطان تحصیل لیہ ضلع مظفرگڑھ

﴿ج﴾

جب ایک دفعہ ایجاب وقبول کے ساتھ صحیح معاملہ بیع کا کیا گیا اور اس میں کوئی شرط خیار وغیرہ نہیں رکھی گئی تو بیع لازم ہے اور تبادلہ شرعاً پختہ ہے۔ بغیر رضامندی فریقین کے یہ فسخ نہیں ہو سکتا ہے۔ **کما قال فی الهداية ص ۲۵ ج۳ واذا حصل الایجاب والقبول لزم البیع ولاخیار لواحد منهما الامن عیب او عدم رویة۔** ہاں اگر بکر زید کے ساتھ اس بیع کا اقالہ (فسخ) کر دے اور زید کی اس بیع پر ندامت کی وجہ سے بکر بھی بیع کے فسخ پر رضامند ہو جائے تو بکر کو بڑا ثواب مل جائے گا لیکن بکر کو فسخ کرنے کے لیے شرعاً مجبور نہیں کیا جا سکتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے **من اقال نادما بیعة اقال الله عثراته یوم القیامه او کما قال۔** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اس وقت میری کچی فصل گندم کی خرید لو، ہاڑ میں جتنی گندم ہو جائے آپ کی ہو گی کیا یہ جائز ہے اگر کوئی کہے کہ ”آپ کو گندم کی بیع اس شرط پر دوں گا کہ آپ کی آدھی فصل میری ہو گی“ تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ

(۱) سبز گندم کو پکنے سے تین چار ماہ قبل بیچ دینا جائز ہے کہ نہیں۔ ایک شخص کو رقم کی اشد ضرورت ہے۔ جا کر کسی کو کہتا ہے کہ میری سبز گندم ہے۔ لہٰذا تم یہ گندم مجھ سے لے کر ہاڑ میں جتنا بھی غلہ نکلے وہ تیرا ہے۔ کیا اس طرح کی بیع جائز ہے کہ نہیں۔

(۲) نیز اگر ایک شخص کے پاس بیج بونے کے لیے دانہ نہیں کسی دوسرے سے گندم قرض لیتا ہے وہ قرض دہندہ یہ شرط لگاتا ہے کہ جب فصل کٹے گی اس زمین کا آدھا غلہ میرا ہو گا اور آدھا تیرا ہو گا اور زمین کا مالک بھی مجبوری کی وجہ سے دانہ لے کر تخم ریزی کرتا ہے اور فصل پکنے کے بعد اس زمین سے جتنا بھی دانا ہوتا ہے آدھا زمین والا اور آدھا بیج دینے والا شخص لے جاتا ہے کیا اس طرح جائز ہے کہ نہیں۔

عبداللہ بلوچستانی متعلم مدرسہ قاسم العلوم ملتان

﴿ج﴾

(۱) یہ بیع درست ہے لیکن اگر یہ شرط لگائے گا کہ فصل پکنے تک یہ زمین پر بلاعوض رہے گی تو درست نہیں۔
(۲) یہ صورت درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۸ محرم ۱۳۹۰ھ

خیار عیب کی وجہ سے مبیعہ اس وقت واپس کی جاسکتی ہے جبکہ مشتری نے مبیعہ میں تصرف نہ کیا ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بائع نے مبیعہ مشتری کے ہاتھ فروخت کر دی اور مشتری اس مبیعہ کو لے کر گھر چلا گیا لیکن بیع کرتے وقت مبیعہ میں کوئی عیب نہیں دیکھا گیا۔ بعدہ عیب پایا گیا کیا اس صورت میں مشتری کو اختیار ہے کہ مبیعہ واپس کر سکتا ہے یا نہیں اور بائع کا رضامند ہونا شرط ہے یا نہیں۔ اگر ثمن موجل ہو تو پھر بھی مشتری کو خیار حاصل ہے یا نہیں۔ لہٰذا مسئلہ ہذا مفصل و مدلل بیان فرما دیں۔

واحد بخش ملتان چھاؤنی

﴿ج﴾

اگر مبیعہ خریدتے وقت مشتری کو عیب کا بالکل علم نہ تھا بعد میں علم ہوا اور بعد میں عیب کے ظاہر ہونے پر مشتری نے رضامندی بھی ظاہر نہ کی ہو اور بائع نے عیوب سے براءت کا اعلان بھی نہ کیا ہو اور اس مبیعہ میں مشتری نے کسی قسم کا تصرف بھی نہ کیا ہو تو ایسی صورت میں مبیعہ کا خیار عیب کی وجہ سے واپس کرنا جائز ہے اور بائع کو لینا ضروری ہے۔
کذا فی الهدایة۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۵ صفر ۱۳۹۰ھ

مشترک زمین میں سے وہ حصہ اپنے نام کرانا جس میں درخت ہو درخت ایک شریک کے ہو سکتے ہیں یا مشترک ہوں گے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے زمین خریدی۔ چالیس سال سے زائد عرصہ ہو چکا ہے اس میں آموں کے پیڑ تھے جو بائع نے لگائے تھے۔ زمین مبیعہ میں سے ایک ایکڑ مشترک تھا جس میں ۲۹ مرلے پر بائع کا قبضہ تھا۔ اس مقبوضہ مرلوں میں بھی آموں کے پیڑ تھے اور لائن بھی موجود تھی۔ لائن کے اندر آموں کے پیڑ تھے۔ اب دوسرے شریک نے محکمہ قلعہ بندی والوں سے ساز باز کر کے لائن کی سیرا آئی ایس کرائی کہ آموں کے دو پیڑ اس کی طرف آ گئے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ سیرائی لائن کی وجہ سے ہماری زمین جو اس کی آ گئی ہے۔ اس میں آموں کے دو پیڑ ہیں شرعاً وہ آم کس کے بنتے ہیں۔ اگرچہ زمین کے عوض زمین آ گئی لیکن آم کس کے ہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

اس سلسلہ میں محکمہ قلعہ بندی کا جو طریقہ ہے یعنی اگر وہ زمین کے ساتھ درخت بھی دے جاتے ہیں اور درختوں کا علیحدہ حساب نہیں ہوتا تو پھر جس کو زمین ملی ہے درخت بھی ان کی ملکیت ہوگی اور اگر وہ درختوں کا علیحدہ حساب لگاتے ہیں تو پھر اس کی ملکیت نہیں ہوگی۔ شرعاً یہی مسئلہ ہے اس بارے میں کہ زمین دیتے وقت اگر درختوں کا استثناء نہ کیا جائے تو درخت بھی زمین کے ساتھ لینے والے کی ملکیت ہو جاتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح مفتی محمد عفا اللہ عنہ
۱۹ محرم ۱۳۸۹ھ

اگر بیع سلم کی تمام شرطیں نہ پائی جائیں تو بیع فاسد ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں کہ ایک شخص نے آج ۶۹/۲/۲۳ کو ایک ہزار روپیہ اس شرط پر دیا کہ میں گندم نکلتے وقت ۱۰ روپے من کے حساب سے گندم وصول کروں گا کیا یہ سودا جائز ہے یا سودی کاروبار کہلائے گا۔

﴿ج﴾

یہ بیع سلم ہے جنس نوع و وصف غلہ بتلا دینا اور وقت ادائیگی اور مقام ادائیگی معین کرنا ضروری ہے۔ مثلاً یہ کہ گندم فلاں قسم کے اس نرخ سے فلاں وقت فلاں جگہ لوں گا۔ مسئولہ صورت میں شرائط سلم (قسم گندم تعیین وقت اور جگہ وغیرہ) مفقود ہیں۔ لہٰذا یہ بیع صحیح نہیں ہوئی۔ نیز صرف یہ کہنا کہ گندم نکلتے وصول کروں گا صحیح نہیں بلکہ دن، تاریخ، مہینہ، مقرر کر دینا ضروری ہے۔ بہر حال صورۃ مسئولہ میں یہ بیع فاسد ہے۔ اس کو فسخ کر کے دوبارہ شروط سلم کے مطابق سودا کیا جائے قال فی شرح التنویر . وشرطه بیان جنس و نوع وصفة وقدر و اجل واقله شهر ص ۲۱۴ ج ۵ الخ

نیز یہ بھی ملحوظ رہے کہ بیع کرنے اور بیع وصول کرنے میں کم سے کم ایک مہینہ کی مدت ضروری ہے۔ فقط والسلام

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۵ ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ

عقد سلم مکمل کرنے کے بعد اگر بوقت باغ پکنے کے پھلوں کو بیماری لگ گئی تو مشتری رقم کا مطالبہ کر سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک تاجر نے باغ آموں کا بعوض مبلغ پانچ صد روپیہ خرید کیا جو کہ شرعاً

بھی بیع جائز تھی۔ یعنی بوقت قریب پختہ ہونے کے اور مبلغ چالیس روپیہ پیشگی دے دی۔ بعدہ تین بوٹے آموں کا پھل توڑ لیا پھر آموں کو بیماری لگ گئی جس کی وجہ سے مشتری نے کہا کہ میں یہ باغ نہیں لیتا۔ میرے مبلغات واپس کریں آیا بموجب شرع محمدی مشتری اپنے مبلغات دیے ہوئے کا حقدار ہے یا نہیں۔ بینوا بنقل الکتاب و توجروا بیوم الحساب

عبدالستار

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بشرط صحت سوال بیع جائز اور تام ہے اور بیع تام ہونے کے بعد مشتری کے ہاں اگر کوئی عیب ظاہر ہو جائے تو اس عیب کی وجہ سے بیع میں کوئی نقصان نہیں آتا۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں مشتری اپنے مبلغات واپس لینے کا حقدار نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۵ ذیقعدہ ۱۳۸۹ھ

اگر مشترک زمین ایک شخص نے فروخت کر دی تو اس میں دوسروں کی رضامندی ضروری ہے

﴿س﴾

ا، ب، ج تینوں بھائی ہیں اور تینوں کی زمین مشترکہ ہے۔ اب ان میں سے کوئی ایک ساری زمین فروخت کر دیتا ہے کیا شرعاً یہ بیع دوسرے دو بھائیوں کے بارے میں نافذ ہوگی۔ حالانکہ بائع کے پاس کوئی مختار نامہ یا اجازت نامہ نہیں۔

﴿ج﴾

بقیہ دو بھائیوں کے حصہ کی بیع ان کی اجازت پر موقوف ہے۔ اگر انہوں نے اجازت دی تو بیع تام ہو جائے گی۔ اگر انکار کر دیا تو بیع ختم ہو جائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۰ صفر ۱۳۹۱ھ

شارع عام کو بند کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک راستہ ہے جو کہ تمام بستی والوں کے لیے شارع عام ہے اور پانی وغیرہ کے نکلنے کا بھی وہی راستہ ہے اور مسجد میں نماز کے لیے جانے کا بھی وہی راستہ ہے اور بچوں کا مدرسہ اور مسجد میں جانے کا بھی وہی راستہ ہے یعنی مشترک گزرگاہ ہے تو اب ایک آدمی اس راستہ کو بند کرنا چاہتا ہے اور خواہ مخواہ جھگڑا کرتا

ہے حالانکہ وہ راستہ اس کی اپنی ملکیت بھی نہیں ہے۔ تو شریعت بیضاء میں اس کا حکم کیا ہے کیونکہ وہ شخص کہتا ہے کہ مجھے فتویٰ لا کر دکھاؤ پھر میں تسلیم کروں گا تو اس مسئلہ کو دلائل سے مزین فرما کر مشکور فرمائیں۔

محمد بخش ڈیروی

﴿ج﴾

واضح رہے کہ عام راستہ کسی کی مملوک نہیں بلکہ حق عامہ ہے۔ لہٰذا اگر راہ گیروں کو اسے تنگی ہو اور محلہ کے اکثر لوگ اس کو بند کرنے کی اجازت بھی نہیں دیتے تو شخص مذکور کا اس راستہ کو بند کرنا اور اپنی ملکیت قرار دینا شرعاً جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۴ جمادی الثانیہ ۱۳۸۹ھ

بیع سلم سود ہے یا جائز تجارت ہے

﴿س﴾

علماء دین کیا فرماتے ہیں کہ بیع سلم سود ہے یا پاک تجارت ہے۔

گل شیر مظفر گڑھ کوٹ ادو

﴿ج﴾

فصل کٹنے سے پہلے یا کٹنے کے بعد کسی کو مثلاً دو روپیہ دیے اور یوں کہا کہ دو مہینے یا تین مہینے کے بعد فلانے مہینے میں فلاں تاریخ میں ہم تم کو ان دس روپے کی گندم لیں گے اور نرخ اس وقت طے کر لیا کہ روپیہ کے پندرہ سیر یا روپیہ کے بیس سیر یا مثلاً اتنے روپیہ کے حساب سے لیں گے تو یہ بیع درست ہے جس مہینے کا وعدہ ہوا ہے اس مہینے میں اس کو اس بھاؤ گندم دینا پڑے گی چاہے بازار میں گراں بکیں چاہے سستے، بازار کے بھاؤ کا کچھ اعتبار نہیں ہے اور اس کو بیع سلم کہتے ہیں اور یہ شرعاً جائز اور پاک تجارت ہے لیکن اس کے جائز ہونے کی کئی شرطیں ہیں ان کو خوب غور سے سمجھو۔ اول شرط یہ ہے کہ گندم وغیرہ کی کیفیت خوب صاف صاف اسی طرح بتلا دے کہ لیتے وقت دونوں میں جھگڑا نہ پڑے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ نرخ بھی اسی وقت طے کرے کہ پندرہ روپیہ یا بیس روپیہ من کے حساب سے لیں گے۔ تیسری شرط یہ ہے کہ جتنے روپیہ کا کہنا ہو اسی وقت بتلا دو کہ ہم دس روپیہ یا بیس روپیہ کے لیں گے۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ اسی وقت اس جگہ پر رہتے رہتے سب روپیہ دے دیوے۔ اگر معاملہ کرنے کے بعد الگ ہو کر پھر روپیہ دیوے تو سب معاملہ باطل ہو گیا۔ اب پھر سے کرنا چاہیے۔ پانچویں شرط یہ ہے کہ اپنے لینے کی مدت سے کم سے کم ایک مہینہ مقرر کرے کہ ایک مہینہ کے بعد فلانی تاریخ کو ہم گندم لیں گے۔ مہینے سے کم مدت مقرر کرنا صحیح نہیں اور زیادہ چاہے جتنا مقرر کرے جائز ہے لیکن دن، تاریخ، مہینہ سب مقرر کرے تاکہ جھگڑا نہ پڑے۔ چھٹی شرط یہ ہے کہ یہ بھی مقرر کرے

کہ فلانی جگہ وہ گندم دینا یعنی اس شہر میں یا کسی دوسرے شہر میں جہاں لینا ہو وہاں پہنچانے کے لیے کہہ دے یا یوں کہہ دے کہ ہمارے گھر پہنچا دینا غرضیکہ جو منظور ہو صاف بتلا دے۔ البتہ اگر کوئی ہلکی چیز ہو جس کو لانے اور لے جانے میں کچھ مزدوری نہیں لگی تو لینے کی جگہ بتلانا ضروری نہیں۔ جہاں چاہے اس کو دے دے۔ ساتویں شرط یہ ہے کہ جس وقت معاملہ کیا ہے اس وقت سے لے کر لینے اور وصول پانے کے زمانہ تک وہ چیز بازار میں ملتی رہے نایاب نہ ہو۔ اگر ان شرطوں کے موافق کیا تو بیع سلم درست ہے ورنہ نہیں۔ **السلم جائز في المكيلات والموزونات والمعدودات التي لا تتفاوت كالجوز والبيض والمزروعات. ولايجوز السلم في الحيوان الخ وقال بعد ذلک ولا يصح السلم الامؤجلا ولا يجوز الا باجل معلوم. قال المحشي ادناه شهر على الاصح وعليه الفتوىٰ ولا يجوز السلم بمكيال رجل بعينه ولا في طعام قرية بعينها ولا يصح السلم عند ابي حنيفة رحمه الله الا بسبع شرائط تذكر في العقد جنس معلوم ونوع معلوم وصفة معلومة ومقدار معلوم واجل معلوم ومعرفة مقدار رأس المال اذا كان مما يتعلق العقد على مقداره كالمكيل والموزون والمعدود وتسمية المكان الذي يوفيه اذا كان به حمل ومؤنة (قدوري) ولا يصح السلم حتي يقبض رأس المال قبل ان يفارقه (قدوري ص ٧٦) ومن شرائط السلم ان يكون موجودا من وقت العقد الي وقت محل الاجل بلا انقطاع في البين والانقطاع ان لا يوجد في السوق الذي يباع فيه في ذالک المصر ولا يعتبر الوجود في البيوت** (قاضی خان ص ۱۱۵ ج ۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفر لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۹ھ

جس نے اپنی زمین سمجھ کر درخت لگائے اور بعد میں معلوم ہوا کہ زمین کسی اور کی ہے تو درختوں کا کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک زمین کو اپنی ملکیت سمجھتے ہوئے اس میں کچھ درخت بوئے۔ بعد تحقیق کے یہ زمین کسی اور کی ثابت ہوئی اب یہ درخت کس کی ملکیت ہوں گے۔

حاجی محمد متعلم مدرسہ ہذا

﴿ج﴾

یہ درخت بونے والے کی ملکیت ہیں۔ اب یا تو صاحب ارض پر برضا فروخت کر دے یا اُن کو وہاں سے نکال کر

اپنے استعمال میں لائے۔ بہر حال درخت اس کے مملوک ہیں لیکن اس زمین پر اس کے لیے ٹھہرانا اب جائز نہیں۔ واللہ اعلم
مفتی محمود عفا اللہ عنہ
مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲ محرم الحرام ۱۳۷۲ھ

جب عین کی بیع ایجاب وقبول کے ساتھ مکمل ہو جائے تو بیع لازم ہے اگر چہ مشتری نے قبضہ نہ لیا ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے بکر کا ایک سو روپیہ نقد عرصہ دراز تقریباً ایک سال سے دینا تھا اور وعدہ گزشتہ ہاڑ کی پندرہ تاریخ کا تھا۔ مگر بکر زید سے اپنا قرضہ کا مطالبہ کرتا رہا آخیر کار جیٹھ کی آخری تاریخوں میں زید نے کہا کہ میرے پاس نقد نہیں ہے۔ کوئی جانور مثلاً بھیڑ بکری لے لو تو بکر نے کہا کہ مجھے ایک بیل کی کسی دوسرے کے لیے ضرورت ہے مجھے دے دو۔ تو زید نے جواب دیا کہ ایک بیل میں فروخت نہیں کرتا جوڑا بیلوں کا لے لو تو بکر نے جواب میں کہا کہ میں سوچ کر بتاؤں گا۔ اس کے ایک روز بعد بکر نے کہا کہ میں ایک بیل لے سکتا ہوں دوسرا نہیں لے سکتا تو زید نے ایک بیل اپنے ذریعہ سے خالد کو دیا اور بکر کو بلا کر دوسرے بیل کی جو بکر نے لینا تھا تین سو بیس روپے قیمت پر بیع ہوئی اور رقم نقد ادا کرنے کا وعدہ ہوا مگر دو تین دن کے بعد بکر نے کہا کہ جس کے لیے میں بیل خرید کر رہا تھا وہ نہیں لیتا اب میرا سو روپیہ دے دو اور بیل اپنے پاس رکھو اور زید نے بکر سے بقایا دو سو بیس روپے کا مطالبہ کیا تو بکر نے جواب دیا کہ پچھلا ایک سو روپے بھی تیرے پاس اور بیل بھی تیرے پاس اور دو سو بیس روپے بھی تجھے دے دوں تو پہلے مجھے بیل کا قبضہ میرے ہاتھ میں دے۔ تب میں رقم بقایا ادا کروں گا۔ ان کا یہی جھگڑا ہے بکر کہتا ہے کہ جس چیز کا عین موجود ہو اس کا قبضہ شرط ہے۔ ملکیت تب ثابت ہوگی جب قبضہ ہوگا اور قبضہ کے بعد بقایا بھی ادا کروں گا اور زید کہتا ہے کہ میں بیل کا قبضہ نہیں دیتا تاکہ مجھے بقایا ادا نہ کرو گے اور پچھلے سو روپے میں میرا بیل اپنے قبضہ میں رکھ لو گے۔ مختصراً عرض ہے کہ شرعاً زید سچا ہے یا بکر۔ عین کے لیے قبضہ شرط ہے یا نہ جس طرح بکر کہتا ہے نیز زید کہتا ہے کہ بغیر قبضہ کے بیع وشراء کی مجلس ختم ہونے پر ملکیت بکر کی ہے کوئی قبضہ نہیں ان کے جھگڑا کا مفصل جواب عنایت فرمائیں۔
احمد خان عرف بوٹا ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

اگر اس بیل کی بیع باقاعدہ ایجاب وقبول کے ساتھ ہو گئی تھی تب یہ بیع نافذ ہو گی اور مجرد ایجاب وقبول کے ساتھ ہی بکر مشتری اس بیل کا مالک ہو گیا ہے۔ قبضہ کرنا کوئی شرط نہیں۔ اب اگر چہ وہ شخص جس کے لیے بکر بیل خرید رہا تھا

بِل نہ لے تب بھی بیع مکمل ہے اور بکر کو لینا پڑے گا۔ بکر کو نزاع مذکور کی صورت میں دو سو بیس روپے بقایا پہلے دینے ہوں گے اور زید کو بعد میں کہا جائے گا کہ بِل حوالہ کر دو۔ کما قال فی الھدایۃ ص ۲۵ ج ۳ واذا حصل الایجاب والقبول لزم البیع ولاخیار لواحد منھما الامن عیب او عدم رؤیۃ وفیھا ایضاً ص ۱۳۳ ج ۳ ومن باع سلعۃ بثمن قیل للمشتری ادفع الثمن اولا وفیھا ایضاً ص ۹۱ ج ۳ ثم الاجازۃ اجازۃ نقد لا اجازۃ عقد حتی یکون العرض الثمن مملوکا للفضولی وعلیہ مثل المبیع ان کان مثلیا او قیمتہ ان لم یکن مثلیا لانہ شراء من وجہ والشراء لا یتوقف علی الاجازۃ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۱ ربیع الاول ۱۳۸۷ھ

اپنی زمین کی گندم یا لوگوں سے خرید کر پھر لوگوں کو نہ بیچنا اور زیادہ نفع کی نیت سے گھر میں رکھنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید بغرض تجارت غلہ ہائے گندم وغیرہ دیگر اجناس خرید کر گھر رکھتا ہے تاکہ موقعہ بموقعہ فروخت کر کے منافع حاصل کروں۔ کیا یہ احتکار ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

اقول وباللہ التوفیق۔ آدمیوں کی روزی یا جانوروں کی روزی مثلاً گھاس وغیرہ کو بند کرنا اور نہ بیچنا یہ احتکار نہیں ہے۔ اگر عوام لوگ خواہ شہر والے یا قریہ والے تنگی وقحط میں مبتلا ہیں اور اس کا احتکار عوام کو نقصان دے تو یہ فعل اس کا احتکار ہے اور شرعاً ممنوع ہے۔ اگر مضر نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔ اگر کسی آدمی نے اپنی زراعت کا غلہ بند کر دیا ہے یا کسی دوسرے شہر یا قریہ سے اناج خرید کر گھر رکھ دیا ہے اور بوقت ضرورت نفع پر فروخت کرتا ہے۔ یہ احتکار نہیں ہے بلکہ جائز ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

عبدالرحمٰن عفی عنہ

اپنی زمین کی پیداوار کو نہ دینا اور دوسرے دور دراز سے خرید کیے ہوئے غلہ کو نہ دینا احتکار نہیں۔ اسی شہر سے خرید کر کے ضرورت کے وقت بازاری نرخ پر نہ دینا احتکار ہے اور شرعاً ناجائز ہے اور مستحق وعید ہے۔ واللہ اعلم

محمد عبدالشکور عفی عنہ

﴿ھوالمصوب﴾

اپنی زمین کی پیداوار ضرورت کے وقت عوام کو نہ دینا اور دوسرے شہروں سے خریدا ہوا غلہ روک لینا احتکار نہیں ہے۔

مختصر یہ شخص اس وعید کا مستحق نہیں ہے جو حدیث میں محتکر کے لیے مذکور ہے۔ حدیث شریف میں محتکر کے لیے جو وعید آئی ہے اس سے مراد وہ شخص ہے جو اپنے شہر یا بستی کا غلہ لے اور روک لے اور ضرورت کے وقت عوام کی تکلیف اور گرانی کا سبب بنے لیکن مناسب یہ ہے کہ ضرورت کے وقت اپنے غلے کو اور دوسرے شہر سے خریدے ہوئے غلے کو بھی نہ روکے بعد میں بھی عوام کی ضروریات کے لیے عام کر دے اس میں بڑا ثواب ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۰ ربیع الاوّل ۱۳۸۷ھ

ایک سودے میں دوسرے سودے کی شرط لگانا ناجائز ہے، ایک شخص اگر کسی کو رقم قرض دیتا ہے کہ میں تمہاری فصل سے چوتھا حصہ لیتا رہوں گا یہ سود ہے، کاشت کار سے رقم لے کر اُس کو زمین بٹائی پر دینا جائز نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل میں کہ

(۱) ایک شخص غلہ گندم یا چھولے کہ نرخ مقررہ فی بوری ۴۵ روپیہ ہے، وہ لوگوں کو ۶۰ روپیہ مقرر کر کے دیتا ہے کہتا ہے کہ میں ماہ ہاڑ میں لوں گا جو بھاؤ اس وقت ہو گا۔

(۲) یا ۶۰ روپے بوری دیتا ہے اور کہتا ہے کہ ہاڑ میں چھولے ۳۵ روپیہ فی بوری کے لوں گا۔

(۳) ایک شخص ایک آدمی کو پانچ صد روپیہ دیتا ہے اس شرط پر کہ قطعہ اراضی کاشت خود کریں۔ میں تم سے چہارم حصہ لیتا رہوں گا۔ جب تک میرا پانچ صد روپیہ ادا نہ کرے گا۔

(۴) ایک آدمی چار صد روپیہ دیتا ہے۔ اس کی ۸ قطعہ اراضی لے لیتا ہے اور تا ادائے چار صد روپیہ تک نصف حصہ بٹائی اراضی والے کو دیتا رہتا ہے۔ برائے مہربانی ان ہر چار صورتوں کا دینے لینے والے کے لیے جو حکم شرعی ہو تحریر فرما کر اجر عنداللہ حاصل کریں تاکہ حلت وحرمت ایسے عمل کا مسلمانوں کو پتہ ہو جائے۔ ایسا عمل بہت لوگوں نے جاری کر دیا ہے۔

مولوی غلام محمد چک نمبر B۴۲ تحصیل خوشاب ضلع سرگودھا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ (۱،۲) اس طرح کرنا ناجائز ہے۔ کیونکہ اس میں ایک سودا کرنے میں دوسرے سودے کی شرط لگائی ہے۔ ہاں اس طرح جائز ہے کہ ۶۰ روپے فی بوری کے حساب سے غلہ اس وقت دے دے اور ہاڑ میں ۶۰

روپے فی بوری کے حساب سے نقد لینے کا مستحق بنے اور اگر ہاڑ میں وہ مقروض شخص اس کو اس نقد کے عوض میں کوئی جنس دینا چاہے تو دونوں کی رضامندی سے جس قیمت پر سودا ہو جائے جائز ہے۔ پہلے سے اس نقد کے عوض میں جنس لینے کا سودا کرنا خواہ اس کی قیمت پہلے سے طے کریں یا اس وقت کے بھاؤ پر چھوڑیں ناجائز ہے۔ **لانه صفقة فی صفقة وقد نهی عنه.**

(۳) یہ صریح ربوا ہے۔ اپنی اس رقم کے عوض اتنی رقم ہی لے سکتا ہے اس سے زائد کچھ لینا جائز نہیں ہے۔

(۴) اس طرح مزارعت (بٹائی) پر زمین دینی کہ کاشتکار مبلغ پانچ صد روپے مالک زمین کو بطور قرضہ دے گا اور جب تک وہ قرضہ واپس نہ کرے گا اس وقت تک یہ زمین اس کے پاس بٹائی پر رہے گی یہ بھی ناجائز ہے۔ **کما قال فی الشامیة ص ۲۴۷ ج۵ (قوله لانهما اجارة) فیکونان معاوضة مال بمال فیفسد ان بالشرط الفاسد ولا یجوز تعلیقهما بالشرط کما لو قال زارعتک ارضی او ساقیتک کرمی علی ان تقرضنی الفا او ان قدم زید و تمامه فی البحر قال الرملی وبه یعلم فساد ما یقع فی بلادنا من المزارعة بشرط مؤنة العامل علی رب الارض سواء کانت من الدراهم او من الطعام** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۳ محرم ۱۳۸۸ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۵ صفر ۱۳۸۸ھ

باغ میں سے دو یا تین پودے مستثنیٰ کر کے فروخت کرنا جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی ملکیتی باغیچہ نفر کے ثمر آم کے درختوں پر آویزاں حالت میں بقیمت مبلغ پانچ صد روپے فروخت کیا ہے۔ مگر بیع کرنے سے پہلے زید نے مشتری سے یہ طے کیا ہے کہ مجھے اپنے باغیچہ سے پانچ من پختہ یا غیر پختہ آم کھانے کے لیے دینے ہوں گے۔ یعنی پانچ صد روپے بھی دینے ہوں گے اور آم پانچ من الگ دینے ہوں گے۔ نیز یہ بھی معلوم رہے کہ بیع طے ہونے سے پہلے پانچ من آم طے مابین بائع اور مشتری ہوئے ہیں اور بعد میں قیمت باغیچہ پانچ صد روپے طے ہوئی ہے۔ اب اس صورت مندرجہ بالا میں دریافت طلب یہ امر ہے کہ بائع کے لیے ایسی شرط پر بیع کرنا جائز ہے یا نہیں اور پھر یہ پانچ من آم مشتری سے لینا اور بائع کے لیے کھانا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا تو جروا

فیض رسول

﴿ج﴾

سب سے اچھی صورت جس میں شبہ نہ ہو آپ کے اس سودا میں یہ ہو سکتی ہے کہ باغیچہ میں ایک یا دو پودے درخت آم کے مستثنیٰ کرلیں جن کا پھل پانچ من ہو جائے یا تھوڑا سا کم و بیش بن جائے۔ یہ صورت بلاشبہ جائز ہے۔ یعنی تمام باغ میں دو تین پودے مستثنیٰ کر کے باقی باغ کو پانچ صد روپیہ میں فروخت کردیں۔ فقط واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ

بیع سلم شرط فاسد سے فاسد ہو جاتی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نہایت مفلس آدمی ہے لہٰذا زید بکر کے پاس سے گندم خرید لے لیتا ہے۔ بکر زید کو ایک من گندم اس شرط پر دیتا ہے کہ اب اس گندم کی قیمت ۱۸ روپیہ ہے لہٰذا یہ رقم آپ کے ذمہ ہوئی اور پھر ساڑھی میں میں پھر آپ سے نو روپیہ کے حساب سے دو من گندم لوں گا۔ زید بوجہ مجبوری ادا نہ ہونے رقم نقد کے اس شرط کو قبول کرلیتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ بیع صحیح ہے یا نہیں اور سلم بنتی ہے یا نہیں۔ بینوا تو جروا

حبیب اللہ بمقام لنگر سرائے تحصیل و ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

یہ بیع فاسد ہے۔ اس میں شرط لگانی جائز نہیں ہے۔ البتہ یہ جائز ہے کہ ایک شخص اپنی گندم اٹھارہ روپیہ من کے حساب سے فروخت کرے اس سے آگے مزید اضافہ صحیح نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

اگر مشتری بقایا رقم کی ادائیگی اور مال لینے کے لیے وقت مقررہ پر نہ پہنچے تو بائع کے لیے مال دوسری جگہ فروخت کرنا جائز نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ زید نے عمر کو مبلغ چالیس روپیہ دے دیے اور کہا کہ تو مجھے چالیس من کپاس بحساب ۲۵ روپے فی من دے تو عمر نے کہا کہ چالیس من کپاس بحساب پچیس روپے فی من دے دوں گا مگر آٹھویں دن آکر کپاس تلوالیں اور بقایا قیمت دے دے۔ مگر زید نویں دن مال تلوانے آیا عمرو نے کہا کہ آپ وعدہ پر نہیں آئے لہٰذا میں نے وہ مال چالیس من کپاس بیچ دی ہے۔ تیرا کوئی حق نہیں ہے اب زید کہتا ہے کہ میں نے عمر سے چالیس من

کپاس لینی ہے۔عمر کہتا ہے کہ مجھے دینی نہیں۔تو آیا شرعاً عمر سے چالیس من کپاس لینے کا حقدار ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں عمرو کا اس کپاس کو (اگر وہ متعین تھی) فروخت کرنا جائز نہیں تھا۔لہٰذا زید کا حق ہے کہ عمر سے کپاس وصول کرے۔فقط واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کٹی یا بچھڑی کی دوسری بار حاملہ ہونے تک پرورش کر کے پھر اُس کی قیمت لگانا

﴿س﴾

زید نے ایک کٹی یا بچھڑی جو کہ سال یا سوا سال کی ہے۔بکر کو اس شرط پر بلا قیمت دی ہے کہ اسے پال جب جوان ہو کر حاملہ ہوگی اور وضع حمل کے بعد دودھ وغیرہ بکر پیتا رہے گا اور اس کی خدمت وغیرہ کرتا رہے گا۔اس کے بعد جب دوسری دفعہ حاملہ ہو وضع حمل کے قریب ہو تو بکر اس کی قیمت ادا کرے گا۔زید کو اس میں اختیار ہے کہ آدھی قیمت بھینس یا گائے کی ادا کر کے مالک بن جائے یا مقرر شدہ قیمت آدمی لے لے اور بھینس یا گائے کے ساتھ زید کا کوئی تعلق نہ ہو اور بھینس وغیرہ کا پہلی دفعہ بچھڑا اس طرح اس کی قیمت کرنے کا اختیار بکر کو ہوگا اور رضامندی زید کو چاہیے اس کی مرضی آدھی قیمت رقم لے لے یا آدھی رقم ادا کر کے اس کا مالک بن جائے۔اسے ہماری زبان میں پال سانجھ کہتے ہیں۔

محمد افضل قریشی مقام مخدوم رشید ڈاک خانہ خاص ضلع ملتان

﴿ج﴾

اس قسم کا معاملہ شرعاً ناجائز ہے۔واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۸ھ

بیع سلم میں اگر کچھ گندم رب السلم کو دے دی اور کچھ اس کی رضامندی سے فروخت کر دی تو یہ جائز نہیں ہے نہ اقالہ ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کے ساتھ ۵۰ من گندم کی بیع سلم کی۔وقت پورا ہونے کے بعد ۱۵ من گندم تو حوالہ کر دی اور بقایا گندم کے متعلق کہا کہ وہ آپ کی گندم میں نے فروخت کر دی۔لہٰذا اس کی موجودہ بازاری رقم کے حساب سے اس کی رقم مجھ سے لے لیں۔چنانچہ رب السلم بھی اس پر رضامند ہو گیا تو کیا

ایسا کرنا درست ہے اور بصورت ناجائز ہونے کے کیا وہ رب السلم بقایا ۳۵ من گندم کا مطالبہ کر سکتا ہے یا کیا وہ معاملہ ان کا اقالہ شمار ہوگا اور صرف اپنی بقایا رقم رأس المال ہی اس کو ملے گی۔

محمد یٰسین حسن آگاہی ملتان

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ صورت مسئولہ میں صلح مذکور نا جائز ہے اور یہ اقالہ اور فسخ شمار نہ ہوگا۔ رب السلم بقایا ۳۵ من گندم کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ کما قال فی العالمگیریة ص ۱۹۶ ج ۳ سئل علی بن احمد عن رب السلم اذا اشتری المسلم فیه من المسلم الیه قبل القبض باکثر من رأس المال او برأس المال هل یکون ذلک اقالة للسلم فقال لا یصح الشراء ولا یکون اقالة کذا فی التتار خانیه. باع رب السلم المسلم فیه من المسلم الیه باکثر من رأس المال اوبرأس المال لا یصح ولایکون اقالة کذا فی القنیة وفیها ایضاً واذا کان السلم حنطة وراس المال مائة درهم فصالحه علی ان یرد علیه مائتی درهم او مائة وخمسین کان باطلا فاما اذا قال صالحتک من المسلم علی مائة من رأس المال کان جائزا وکذا اذا قال علی خمسین من رأس المال لان الصلح علی رأس المال فی باب السلم اقالة وبعد هذا اختلف المشائخ رحمهم الله تعالیٰ فی قوله صالحتک من السلم علی خمسین درهما من رأس المال انه هل یصیر اقالة فی جمیع السلم او فی نصف السلم وان قال صالحتک من السلم علی مائتی درهم من رأس المال لا یجوز یرید بقوله لا یجوز انه لا تثبت الزیادة وتقع الاقالة بقدر رأس المال هکذا ذکر شیخ الاسلام فی شرحه واشار شمس الائمة السرخسی فی شرحه انه تبطل الاقالة فی هذا الوجه اصلا کذا فی الذخیرة فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۳ صفر ۱۳۸۷ھ

اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ وہ شخص بازار سے ۳۵ من گندم خرید کر اس کو گندم سپرد کر دے۔ موجودہ قیمت کی رقم اس کو نہ دے۔ اس کی گندم ۳۵ من دے دے تو معاملہ درست ہے۔

والجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر کسی شخص نے زمین فروخت کر دی اور بعد میں معلوم ہوا کہ کچھ زمین اس کے بھائی کے نام ہے وہ نہیں دینا چاہتا تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں صورت مسئولہ میں کہ زید نے بکر سے زمین خریدی۔ بیس ایکڑ (۲۰ کلہ) ایک

کنال خرچ بذمہ زید تھا۔ مگر جب لکھ پڑھ چلائی اور رپورٹ پٹواری سے طلب کی تو بکر کے نام صرف پندرہ کھیت دو کنال نکلی۔ کنال کم پانچ ایکڑ رقبہ خالد کے نام نکلا تو دوسری لکھ پڑھ خالد کے نام چلائی دوبارہ بکر کی جانب سے سوا پندرہ ایکڑ کی چلائی یعنی دو مثلیں بننے سے خرچ دوگنا ہوا جو کہ زید کی عدم موجودگی میں دوسری مثل بنی۔ بعد میں بکر کے حقیقی بھائی اور بہن نے مخالف درخواستیں گزار کر لکھ پڑھ نامنظور کرادی کہ زمین ہماری مشترکہ ہے جو کہ بکر کے نام پر تھی جو خالد کے نام کی مثل اس کے خلاف بکر خود اور اس کا بھائی اور بہن مخالفت کر کے زمین خود لینا چاہتے ہیں۔ حالانکہ زید سے خالد نے اور خالد نے بکر سے تمام رقم وصول کر لی ہے۔ زید کا مطالبہ ہے کہ دوسری مثل کا خرچ بکر ادا کرے۔ علاوہ ازیں بکر کی مثل چونکہ اس کے حقیقی بھائی کے مخالفت سے نامنظور ہے اس وقت بکر کو بھی اس کی امداد ملتی ہے۔ زمین واپس لینا چاہتا ہے۔ لہٰذا بکر کے ذمہ دونوں مثلوں کا خرچ شرعاً آتا ہے یا کہ ایک مثل کا آتا ہے۔ جب کہ زید کو معلوم تھا کہ سب زمین بکر کے نام ہے۔ اس نے خرچ دینا منظور کیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ تقریباً چوتھائی رقبہ خالد کے نام ہے تو مجبوراً دو مثلیں چلانی پڑیں۔ چونکہ زید نے بکر کو بطور پیشگی پانچ ہزار روپیہ دے دیا تھا۔ خالد والی زمین کنال کم پانچ ایکڑ کی رقم مبلغ چار ہزار روپیہ لے چکا ہے۔ کیا یہ خرچ بکر پر آئے گا یا کہ نہیں۔ پہلے دونوں مثلوں کے خلاف بکر کا حقیقی بھائی اور بہن مخالف درخواستیں گزارتے تھے کہ یہ زمین ہماری مشترکہ ہے۔ لہٰذا بکر کی مثل نامنظور کرادی۔

اب خالد والی مثل کے خلاف بکر اور اس کا بھائی اور بہن مخالف کوشش کر رہے ہیں کہ زمین ہماری ہے اور بکر جو تمام زرِ ثمن اس زمین کا لے چکا ہے اب رقم کا بھی انکار اور زمین واپس لینے پر آمادہ ہے۔ کیا دونوں مثلوں کا خرچ یا ایک مثل کا خرچ بکر کے ذمہ لازم آئے گا۔ کیا زید اپنی زمین لینے کی خاطر دعویٰ دائر کر سکتا ہے یا کہ نہیں اور خرچ کلہم بکر پر ہوگا یا نہیں۔ چونکہ بکر رقم بھی ہضم کرنا چاہتا ہے اور زمین بھی واپس لینا چاہتا ہے کیا زید خرچ کی وصولی کسی صورت میں کرنے کا مجاز ہے یا نہ۔

السائل مولانا محمود عبداللہ مورد سندھ ضلع نواب شاہ

﴿ج﴾

زمین مشتری کی ہو چکی ہے۔ مشتری اس کا قطعی مالک ہے۔ قبضہ بھی بقول مستفتی کے مشتری کو مل چکا ہے۔ اب اگر وہ واپس کرنا چاہے تو جتنی رقم چاہے لے سکتا ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر کچہری روڈ
۱۵ ربیع الاول ۱۳۷۸ھ

جب ایک شخص نے اپنی زمین کسی کو فروخت کردی تو بیٹے کا اس کو دوسری جگہ بیچنا یا زمین سے تبدیل کرنا جائز نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص مثلاً زید نے عمر سے کچھ رقبہ خرید کیا اور اس رقبہ میں ایک کمرہ بھی بنالیا لیکن جب صحن کی چار دیواری بنانے لگا تو ایک ہمسایہ نے رکاوٹ ڈال دی کہ راستہ ۱۲ فٹ کا چھوڑا جائے۔ اس پر عمر نے کہا کہ فی الحال آپ چار دیواری نہ ڈالیں۔ جب راستہ کا فیصلہ ہو جائے گا پھر ڈال لینا۔ بعد ازاں عمر نے مشتری سے کہا کہ آپ کچھ رقم زائد دے دیں میں آپ کو ملحق رقبہ دیتا ہوں۔ چنانچہ مشتری نے قبول کیا اور زائد رقم دے دی۔ بیع نامہ بھی لکھ دی گئی لیکن موقعہ پر قبضہ اسی راستہ کے جھگڑے کی وجہ سے مؤخر کر دیا کہ جب راستہ کا فیصلہ ہو جائے گا آپ کو قبضہ دے دیا جائے گا۔ چنانچہ تقریباً دو سال تک معاملہ رکا رہا۔ بعد ازاں بائع کے لڑکے نے بائع کے مشورہ سے وہی رقبہ کسی دوسرے آدمی کو تبادلہ میں دے دیا اور موقعہ پر قبضہ بھی دے دیا۔ اب جبکہ مشتری اول نے مطالبہ کیا کہ یہ رقبہ تو میرا ہے۔ تو بائع کہتا ہے کہ آپ دعویٰ دیوانی کر کے وہ رقبہ چھڑا لیں۔ ہمارا اس سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ حالانکہ بائع ایک دیندار آدمی بھی ہے اس سے قبل کوئی دھوکہ وغیرہ بھی نہیں کیا۔

کیا اس رقبہ کا زید کو قبضہ دلانا عمر کے ذمہ واجب ہے یا نہیں۔ اگر اس رقبہ کا قبضہ عمر نہ دے تو کیا عند اللہ ماخوذ ہوگا یا نہ۔ کیا کل قیامت کے دن اللہ کے دربار میں جواب دینا ہوگا یا نہیں۔ اگر یہ شخص آپس کے پرانے اختلافات کو مدنظر رکھتے ہوئے اتفاق نہ کرے تو سائل بذریعہ عدالت اپنا حق یا کسی اور شکل میں اپنا حق وصول کرے۔ کیا ایسا کرنے والا شخص شریعت محمدیہ میں مجرم ہے یا نہیں۔

محمد نواز بستی بازار لوہاری گیٹ ملتان

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بشرط صحت سوال عمر نے اپنی مملوکہ زمین کا جو حصہ زید کو فروخت کر دیا ہے وہ شرعاً زید کی ملکیت ہے۔ عمر پر لازم ہے کہ وہ فروخت شدہ حصہ کا قبضہ زید کو دے دے۔ زید پر فروخت کردہ زمین کا کسی اور جگہ بیع کرنا ناجائز اور حرام ہے اور بیع صحیح نہیں۔ زید کے لیے بذریعہ عدالت اپنا حق وصول کرنا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۰ صفر ۱۳۹۸ھ

قسطوں پر کوئی چیز بازار کے ریٹ سے مہنگی بیچنا جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ پاکستان میں بعض تجارتی ادارے اور افراد مشین اور بسیں وغیرہ خرید کر کے اس صورت میں فروخت کرتے ہیں کہ ان کی قیمت کی ادائیگی بالاقساط ہوگی۔ اس صورت میں فروخت کنندہ کو بازار کی قیمت سے چند روپے زیادہ مل جاتے ہیں۔ کیا ایسا کاروبار شرعاً درست ہوگا۔

﴿ج﴾

بازاری قیمت سے زیادہ نرخ پر فروخت کرنا جائز ہے۔ بشرطیکہ ساری قیمت قسط وار ادائیگی اور تمام اقساط معلوم ہو۔ نیز ہر قسم کی مدت معلوم ہونی ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۸ صفر ۱۳۸۷ھ

محض اس وجہ سے کہ جانور کا رنگ ڈھنگ علاقہ کے جانوروں سے نہیں ملتا جانور کو مشکوک قرار نہیں دیا جاسکتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مشتری نے بائع سے ایک جانور خریدا مثلاً بیل بعد میں مشہور ہوا عوام الناس کے ذریعہ کہ یہ جانور بائع نے کہیں سے چوری کیا ہے۔ کیونکہ اس جانور کا رنگ ڈھنگ علاقہ سے نہیں ملتا۔ مثلاً خرید وفروخت میدانی علاقہ میں ہوئی ہے۔ مذکورہ جانور پہاڑی علاقہ کا ہے لیکن وقت بیع بائع نے قسم اٹھائی تھی کہ جانور میرا ذاتی ہے اب درکار یہ ہے کہ بائع کی جانب جانور یقینی ہے۔

آیا اس جانور کو منافع پر یا عید قربانی پر فروخت کیا جاسکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

السائل اللہ بخش متعلم مدرسہ ہذا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محض اس بنا پر تو جانور کے مسروقہ ہونے کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا ہے اور نہ اس کے منافع حاصل کرنے یا عید قربانی پر فروخت کرنے سے شرعاً روکا جاسکتا ہے۔ جب تک کہ اس کے مسروقہ ہونے کا شرعی ثبوت بہم نہ پہنچ جائے۔ ہاں اگر مشتری کو خود بھی شبہ گزرتا ہو تو احتیاط اس میں ہے کہ اس جانور کے متعلق تحقیق کر لے اور

حسب اطمینان عمل کرلے اور مشکوک ہونے کی حالت میں قربانی میں استعمال نہ کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۷ شوال ۱۳۸۶ھ

پھلوں کا باغ فروخت کر کے اپنے لیے کچھ مقدار میں پھل مختص کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ اگر باغ میں پھل درختوں پر خام موجود ہیں ان پھلوں کو فروخت کرتے وقت بائع مشتری سے یہ شرط کرے کہ اتنے وزن کے پھل میں اپنے لیے مخصوص کرتا ہوں اور بقیہ پھل بیچتا ہوں اور مشتری یہ شرط منظور کرلے تو شرعاً یہ بیع درست ہے یا نہ۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

میوہ جات کے فروخت کرنے کی چند صورتیں ہیں۔ ابھی ثمرات کا ظہور نہیں ہوا۔ یہ بیع بالاتفاق ناجائز ہے۔ اما قبل الظهور فلا يصح اتفاقاً (درمختار ص ۵۵۵ ج ۴)۔ ظاہر ہو چکا ہے لیکن کھانے کے قابل نہیں۔ اس میں تفصیل ہے اگر آدمی کے کھانے کا نہیں لیکن مال مویشی کے کھانے کا ہے تو بیع جائز ہے۔ وان كان بحيث ينتفع به ولو علفاً للدواب فالبيع جائز اور اگر مویشی کے کھانے کا بھی نہیں۔ اس میں اختلاف ہے۔ وان كان بحال لا ينتفع به في الاكل ولا في علف الدواب فيه خلاف بين المشائخ قيل لا يجوز ونسبه قاضي خان لعامة مشائخنا. والصحيح انه يجوز لانه مال منتفع به في ثاني الحال ان لم يكن منتفعًا به في الحال الخ الشامی ص ۵۵۵ ج ۴ لہٰذا اگرچہ صحیح حکم جواز ہے۔ کہیں اگر اختلاف مشائخ سے بچ کر بیع نہ کرے تو احتیاط اولیٰ ہے۔

بعض ثمرات خارج ہیں بعض نہیں۔ ولو برز بعضها دون بعض لا يصح في ظاهر المذهب وصححه السرخسي وافتى الحلواني بالجواز درمختار ایضاً۔ شامی نے لکھا ہے قلت لكن لا يخفى تحقق الضرورة في زماننا لا سيما في مثل دمشق الشام كثيرة الاشجار الخ جس سے معلوم ہوتا ہے اگر ضرورت کے مواقع میں عوام الناس کو جواز کا فتویٰ دیا جاسکتا ہے۔ اگرچہ احتیاط نہ کرنے میں ہے۔ کچھ وزن اپنے لیے مخصوص کرنا مختلف فیہ ہے۔ شامی نے اس کی تفصیل کی ہے۔ لہٰذا اس سے بھی اجتناب کیا جائے اولیٰ یہ ہے کہ کچھ درخت مالک اپنے لیے مخصوص کرے خاص وزن نہیں۔ یہ صورت بالاتفاق جائز ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

المجیب معیب محمد شفیع عفا اللہ عنہ
۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۱ھ

حکومت کے لیے کسی کی زمین ناجائز قبضہ کر کے سکیم میں فروخت کرنا جائز نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید ایک آدمی ہے۔ کئی سال تک اپنی کمائی سے کچھ رقم پس انداز کر کے کچھ زمین کا ٹکڑا اپنے اور اپنے بچوں کے سر چھپانے کے لیے لیا۔ ابھی تک مکان بنانے کی نوبت نہیں آئی تھی کہ حکومت وقت نے ایک اسکیم کالونی کے تحت جبراً زید کا قطعہ لے لیا اور قیمت خرید کی قیمت سے بھی ادا نہیں کرتی۔ بلکہ بے حد کم کر دیتی ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ وہ اپنی سکیم میں زید کو وہ نہ زمین دیتی ہے بلکہ کم قیمت پر خرید کر کے کئی فی صد زیادہ قیمت پر فروخت کر دیتی ہے۔ زید کی اس میں نہ رضامندی ہے نہ خواہش وہ اس سلسلہ میں کئی درخواستیں دے چکا ہے۔ یہاں تک کہا کہ وہ اپنی اسکیم کے تحت مجھے دے دیں تا کہ حسب خواہش محکمہ اُسے بنائے گا۔ وہ اس پر رضامند نہیں ہے۔ کیا کسی کی زمین پر جبراً قبضہ کرنا اور اس کی قیمت خرید بھی پوری نہ دینا از روئے شرع شریف درست ہے یا نہیں۔

حفیظ الرحمن چشتی محلہ حافظ جمال ملتان

﴿ج﴾

ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ حکومت پر لازم ہے کہ زید سے اس زمین کو کل قیمت پر خرید کرے۔ زبردستی قبضہ کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔ ففی الدر المختار ص ۵۰۶ ج ۴ فالایجاب ہو ما یذکر اولاً من کلام احد المتعاقدین والقبول ما یذکر ثانیا من الآخر سواء کان بعت او اشتریت الدال علی التراضی قید به اقتداء بالآیة وبیانا للبیع الشرعی ولذا لم یلزم بیع المکره الخ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی قاسم العلوم ملتان

۱۱ ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ

کیا اُدھار کی وجہ سے دوگنی قیمت وصول کرنا جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اُدھار کی وجہ سے قیمت زیادہ کرنا جائز ہے یا نہ۔ ایک شخص کپڑا اُدھار دیتا ہے اور نفع دوگنا وصول کرتا ہے یہ سود ہے یا نہیں۔

عبدالوہاب دار الصحت مین بازار وہاڑی

﴿ج﴾

اُدھار کی وجہ سے قیمت میں زیادتی کرنا جائز اور معروف ہے۔ کما فی الهدایة ص ۶۷ ج ۳ الا تری انه

یزاد فی الثمن لاجل الاجل۔ مگر یہ ضروری ہے کہ اول اس کی تحقیق کر لی جائے کہ قیمت نقد ملے گی یا اُدھار اور جب معلوم ہو جائے کہ یہ شخص اُدھار لے گا تو قیمت بہ نسبت نقد کے زیادہ بڑھا دے تو یہ جائز ہے لیکن بہت زیادتی کرنا ثمن میں اجل کی وجہ سے خلاف مروت ہے اور مذموم ہے۔

حررہ محمد انور شاہ غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۷ ربیع الاول ۱۳۹۸ھ

جب ایک شخص نے زمین دوسرے شخص کو فروخت کر دی تو چاہے وہ آباد کرے یا بنجر چھوڑے لیکن مشتری ہی مالک ہو گا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ حافظ لال حسین صاحب نے اپنے بھتیجے حق نواز خان سے دو کنال زمین در دو صد روپیہ اور دو کنال در تین صد روپیہ خرید لی اور اس کو ایک ہزار روپیہ ادا کر دیا۔ تین سال تک اس زمین پر حافظ صاحب قابض تھے اور کاشت کرتا رہا۔ بعد میں وہ زمین دریا کی خرابی کی وجہ سے بنجر ہو گئی اور حافظ صاحب نے کاشت کرنا چھوڑ دیا۔ اب پھر حافظ صاحب نے اس کو آباد کرنے کا ارادہ کیا تو حق نواز خان نے اُس کو آباد کرنے سے روک دیا۔ تو کیا اس صورت میں حافظ صاحب اس زمین کا مالک ہے اور مطالبہ کر سکتا ہے یا وہ اپنی رقم کا مطالبہ کرے اور زمین کا مالک حق نواز ہے۔

حافظ لال حسین تحصیل لیہ ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں برتقدیر صحت واقعہ یہ بیع تام ہو گئی ہے۔ حافظ لال صاحب کو اب صرف زمین ملے گی۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۸ ربیع الاوّل ۱۳۹۸ھ

گندم اُدھار دے کر اس کے عوض گندم لینا، ایک من گندم ادھار دے کر اس کے عوض ڈیڑھ من چنے لینا، ٹیوب ویل اور ٹریکٹر وغیرہ کی زکوۃ کیسے ادا کی جائے گی، ۱۲/۱۳ سال کا لڑکا بیوی کو طلاق دے اور امامت کر سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) ایک شخص کہتا ہے کہ مجھے ایک من گندم دے دو ایک دو ماہ کے بعد میں تجھے گندم کی گندم دے دوں گا۔ دیگر

مجھے چار من گندم دے دو جب کٹے گی تو میں تجھے چار من گندم ڈھیری پر دے دوں گا یا آج مجھے دو من گندم دے دو اور ایک ماہ کے بعد میں تجھے ڈیڑھ من چنے دے دوں گا۔ کیا یہ سود تو نہیں ہوگا۔ اگر یہ سود ہے تو اس کا جائز طریقہ کیا ہے۔

(۲) ٹیوب ویل اور گندم پیسنے کی مشین اور ٹریکٹر وغیرہ کی زکوۃ کس طرح ادا ہوتی ہے۔

(۳) نابالغ بچہ تقریباً ۱۲-۱۳ برس کا جس میں کوئی علامت بالغ ہونے کی نہ ہو کیا وہ اپنی منکوحہ کو طلاق دے سکتا ہے یا کہ نہیں۔ اگر مجبوری کی بنا پر دینی ہو تو کس طرح دے سکتا ہے اور نماز میں امامت کر سکتا ہے کہ نہیں۔

ثناء اللہ منشی والا تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان

﴿ج﴾

(۱) قاعدہ یہ ہے کہ جو دو چیزیں متحد القدر والجنس ہوں ان کے مبادلہ میں دو امر واجب ہیں ایک یہ دونوں وزن یا پیمانے میں برابر سرابر ہوں۔ دوسرے یہ کہ دونوں دست بدست ہوں اور جو چیزیں متحد القدر غیر متحد الجنس ہوں یا متحد الجنس غیر متحد القدر ہوں ان دونوں قسموں کا حکم ایک ہے۔ وہ یہ کہ ان میں کمی بیشی تو جائز ہے ادھار جائز نہیں اس قاعدے سے معلوم ہوا کہ بصورت تبادلہ اور بیع کے یہ تینوں صورتیں ناجائز ہیں۔

البتہ اگر ادلا بدلا مقصود نہ ہو بلکہ اپنے پاس گندم موجود نہ ہونے کی وجہ سے گندم ادھار لے کر کام نکال لیا جائے اور جب گندم آ جائے تو ادھار ادا کرے تو یہ صورت اُدھار کی درست ہے۔ مگر اس کا حکم یہ ہے کہ جیسی چیز اُدھار لی ہے ویسی ہی اور اتنی ہی ادا کر دی جائے۔

قال فی التنویر ص ۱۶۱ ج ۵ فی فصل فی القرض وصح فی مثلی لا غیر. وفی الشامیة (قوله فی المثلی کالمکیل والموزون الخ)

(۲) ان آلات کی قیمت میں زکوۃ واجب نہیں۔

(۳) نابالغ کی طلاق واقع نہیں ہوتی بلوغ تک انتظار کریں۔ نابالغ کی امامت بھی درست نہیں۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۷ جمادی الاخری ۱۳۹۷ھ

ملاوٹ نہ کرنے والے سے بائیکاٹ کرنا بہت بڑا گناہ ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اگر زید خداوند کریم کے خوف سے ڈرتے ہوئے صرافی کا کاروبار (بغیر ٹانکہ زیورات کی تیاری) کرتا ہے۔اس کے صرافہ برادری نے اس کے اس امر پر قرآن حکیم پر ہاتھ رکھ کر اس شخص زید کا بائیکاٹ کیا ہے۔جس میں اس شخص زید کا بیٹا بکر بھی شامل ہے۔اس برادری کا کہنا ہے کہ اس شخص زید نے ہمیں لوگوں کی نظر میں گرادیا ہے لیکن زید کا صرف خدا تعالیٰ پر توکل ہے۔اب شریعت کی رو سے بکر پر کیا حد عائد ہوتی ہے۔ اپنے ارشادات سے مشرف فرمادیں۔

﴿ج﴾

صحیح مسلم شریف کی ایک حدیث ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس نے دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں۔ اسی طرح ابن ماجہ کی ایک حدیث ہے کہ اگر کسی عیب دار چیز کو بدون عیب ظاہر کیے فروخت کیا تو یہ ہمیشہ خدا کے غضب میں رہتا ہے اور اس پر فرشتے لعنت بھیجتے ہیں۔بخاری شریف میں ہے جو جھوٹی قسم کھا کر مال فروخت کرتا ہے قیامت میں اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر بھر کر بھی نہ دیکھے گا۔اس قسم کی بہت سی حدیثوں میں دھوکہ کی مذمت اور اس پر سخت وعید کا ذکر موجود ہے۔

الحاصل جن لوگوں نے زید کے ساتھ محض اس وجہ سے بائیکاٹ کیا ہے کہ زید صرافی کے کاروبار میں دھوکہ کیوں نہیں کرتا اور اس میں ملاوٹ کیوں ظاہر کرتا۔سخت گنہگار ہیں ان سب پر توبہ لازم ہے۔اگر انہوں نے بائیکاٹ کرنے پر حلف کیا ہے تو حلف کا ختم کرنا اور اس کا کفارہ ادا کرنا سب پر واجب ہے۔زید کے ساتھ اس وجہ سے بائیکاٹ کرنا یا بول چال بند کرنا جائز نہیں۔بہت سی حدیثوں میں تین دن سے زیادہ کسی مسلمان بھائی کو چھوڑنے پر سخت وعید آئی ہے۔چنانچہ طبرانی کی ایک روایت ہے کہ جس نے تین دن سے زیادہ کسی مسلمان بھائی کو چھوڑے رکھا اور اس سے صفائی نہیں کی تو وہ آگ میں ہے مگر یہ کہ خدا اس پر رحم کرے۔بہر حال یہ لوگ سخت گنہگار ہیں۔سب کو بائیکاٹ ختم کر کے زید کو راضی کرنا لازمی ہے۔ہدایہ میں ہے کہ **و من حلف علی معصیة مثل ان لا یصلی او لا یکلم اباہ او لیقتلن فلانا ینبغی ان یحنث نفسه ویکفر عن یمینه لقوله علیه السلام من حلف علی یمین ورای غیرھا خیراً منھا فلیات بالذی ھو خیر ثم لیکفر عن یمینه ھدایه ص ۴۶۲ ج ۲ ھدایه** کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جس نے کسی گناہ کے کام کرنے کی قسم اٹھائی مثلاً یہ کہا کہ نماز نہیں پڑھوں گا یا اپنے باپ سے نہیں بولوں

گا یا فلانے کو قتل کروں گا تو اس پر واجب ہے کہ قسم کو توڑ دے اور قسم کا کفارہ ادا کرے۔ اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس نے ناحق قسم اٹھالی پھر اس کو حق بات بھی ظاہر ہوئی تو حق بات پر عمل کرے اور قسم کا کفارہ ادا کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۶ ذی الحجہ ۱۳۹۱ھ

بیع فاسد کی صورت میں مال واپس کیا جائے یا موجودہ قیمت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ آج سے تقریباً ۲۵ سال پہلے کا واقعہ ہے کہ ایک آدمی نے کسی اور آدمی سے ۳۰ من کپاس لی تھی اور اس کا کوئی بھاؤ مقرر نہیں کیا۔ کپاس لینے والا آدمی اس سال انتقال کر گیا۔ اب اس کی والدہ وہ قرضہ لینے کے لیے تیار ہے۔ اس وقت کا بھاؤ ۳۰ روپے فی من تھا لیکن اب ۱۲۰ روپے ہے۔ کیا وہ اب کپاس دے دے یا اس کا پہلے والا بھاؤ ادا کر دے۔ بینوا توجروا

حافظ اللہ بخش فاروقی فیروز پور روڈ شجاع آباد ضلع ملتان

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بغیر بھاؤ طے کیے کپاس کی بیع کرنا بیع فاسد ہے۔ جس میں رد واجب ہوتا ہے۔ اب وہ کپاس تو بعینہ موجود نہیں اور کپاس مثلیات میں سے ہے۔ اس لیے تیس من کپاس واپس کرنا لازم ہے یا تیس من کپاس کی موجودہ قیمت کی ادائیگی لازم ہے۔ اگر لینے والا قیمت پر راضی ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۸ محرم ۱۳۹۶ھ

نیز رضامندی سے وارث جتنا معاف کرنا چاہیں کر سکتے ہیں۔

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ہندوؤں کا متروکہ مکان جس نے خریدا اسی کا ہے ناجائز قابضین کا اس میں مسجد بنانا حرام ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ من مسمی سلطان خان ولد نبی بخش نے متروکہ مکان اہل ہنود نمبری ۸ مسلم/۳۳۸۵ بیرون بوہڑ گیٹ محلہ فرید آباد ملتان شہر بالعوض مبلغ -/۷۵۰۰ روپیہ نیلام عام میں خرید کر قیمت محکمہ

سیٹلمنٹ کو ادا کر دی اور جملہ کاغذات از قسم PTO اور RTD حاصل کر لیے ہیں۔ ناجائز قابضین مسمیان مظمن، امیر بخش، فتو وغیرہ کی طرف سے اس مکان سے متعلق مقدمہ چل رہا ہے اور اب پاکستان کے سب سے بڑے افسر خان مقرب خان سیٹلمنٹ کمشنر نے فیصلہ میرے حق میں کر کے ظفر احمد گیلانی ڈپٹی سیٹلمنٹ کمشنر ملتان کے ہاں کیس ریمانڈ کر دیا ہے۔ نقل فیصلہ برائے ملاحظہ ہمراہ ہے۔ مکان مذکورہ میں میری اجازت کے بغیر مسجد تعمیر کی جا رہی ہے۔ کیا ناجائز قابضین کا یہ فعل از رُوئے شرع شریف تعمیر جائز ہے یا ناجائز ہے۔ نیز اس مسجد میں نماز پڑھنا اور چندہ برائے تعمیر دینا کیسا ہے۔ رہنمائی فرمائی جائے۔

مستفتی سلطان خان

﴿ج﴾

صحت وقف کے شرائط میں سے واقف کا مالک ہونا بھی ہے اور یہاں معدوم ہے۔ لہٰذا بشرط صحت سوال اس زمین کا تعمیر مسجد کے لیے وقف کرنا یا اس زمین پر مسجد بنانا جائز نہیں بلکہ کوئی تصرف استعمال بھی بدون مالک کی خوشی کے درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۱ھ

باغات کو پھل ظاہر ہونے سے قبل فروخت کرنا جائز نہیں ہے

باغات کو مستاجری پر دینا جائز نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) ایک شخص تاجر ہے اور تجارت میں باغات پھلوں سے قبل پتوں کے خریدتا ہے۔ یہ خرید وفروخت کیسی ہے۔ نیز اگر پھول ظاہر ہو جائیں تو ان کی کتنی حد ہے۔ چھوٹے چھوٹے پھلوں سے بیع ہو جائے گی یا نہیں یا بالکل پک جانے کے قریب ہوں۔

(۲) باغات کو مستاجری پر پانچ چھ سال کے لیے لینا اور اُس کی حفاظت کے اخراجات تاجر اپنے ذمہ لے لیتا ہے۔ یہ کیسا ہے۔ پھلوں سے قبل والے مسئلے واضح فرما دیں۔

محمد عاشق خان کوٹلہ ملتان شہر

﴿ج﴾

وفی الدرالمختار اما قبل الظهور فلا یصح اتفاقاً۔ روایت بالا سے معلوم ہوا کہ پھلوں کو ظاہر ہونے سے قبل فروخت کرنا بالاتفاق ناجائز ہے اور پھل نکل آنے کے بعد اس کی بیع جائز ہے۔ جبکہ پھل قابل انتفاع ہوں اور اگر پھل تھوڑا تھوڑا آتا ہو تو بعض کے ظاہر ہونے سے بیع درست ہوگی۔ امداد الفتاویٰ ص ۹۹ تا ۱۰۲ ج ۳۔

(۲) باغات کی مستاجری جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفراللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۹ صفر ۱۳۹۸ھ

کپاس کی کچی فصل فروخت کر کے رقم وصول کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مثلاً زید نے بکر کو مبلغ پانچ صدروپیہ دیا اور چھٹی لینی کرلی یعنی کپاس آج کل کپاس بالکل کچی ہے۔ جب اترے گی اس وقت کپاس زید بکر سے لے گا اور نرخ آج ہی طے کر دیا کہ مثلاً بیس روپیہ فی من۔ اترنے کو ایک ماہ رہتا ہے اور رقم مذکورہ آج لے لی۔ کیا یہ تجارت جائز ہے کہ نہ۔ آج بکر کو رقم کی ضرورت ہے اس لیے مجبوراً آج نرخ طے کر رہا ہے۔ اگر آج کپاس کی قیمت طے نہیں کرتا تو ادھار رقم کوئی نہیں دیتا۔ ایسی بیع شرعاً فاسد ہے یا کہ نہیں۔

المستفتی بندہ غلام سرور امام مسجد سیدانوالہ ضلع ملتان

﴿ج﴾

یہ بیع سلم ہے۔ اگر مبیع معلوم ہو ثمن معلوم ہو وزن صفۃً معلوم ہو یعنی اس قسم کی کپاس اتنی اتنے روپے کی فلاں مقام پر دینی ہوگی اور سودا پختہ ہو جائے ابھی ایجاب قبول ہو جائے تو یہ جائز ہے۔ تمام کتب فقہ میں کتاب السلم میں مذکور ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۷ صفر ۱۳۷۸ھ

اگر مالک دکان نے کرایہ دار کو دکان بیچ دی اگرچہ فی الفور رجسٹری نہ ہوئی ہو بیع تام ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے بکر سے دو دکانیں کرایہ پر لی ہوئی ہیں زید بکر کا قریبی رشتہ دار

بھی ہے۔ دکانوں کا کرایہ موجودہ شرح کے مطابق باقاعدگی سے ادا کر رہا ہے۔ خانگی جھگڑا کی بنا پر بکر نے زید کو دکانیں خالی کرنے کو کہا جس پر زید نے دیگر وسائل نہ ہونے اور معاشی بدحالی کا شکار ہونے کے اندیشہ کے سبب معذرت چاہی جسے بکر نے قبول نہ کیا۔ لہٰذا ہر دو فریقین کا تنازعہ بدستور رہا۔ دریں اثنا زید و بکر کے قریبی رشتہ دار کی مداخلت پر مصالحت ہونا شروع ہوگئی۔ زید و بکر کے رشتہ دار جن کا نام حاجی اللہ دتہ ہے نے بکر کی موجودگی میں زید کو اپنے ہاں طلب کیا اور کہا کہ میں آپ کے درمیان مصالحت کرنا چاہتا ہوں۔ بقول بکر نے آپ یعنی زید کے لیے دو صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ آپ کرایہ میں اضافہ کر دیں اور دو سال کا ایڈوانس کرایہ دے دیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ آپ ایک دکان خرید کر لیں اور دوسری دو سال کے اندر خالی کر دیں۔ جس صورت کو آپ چاہیں قبول کر سکتے ہیں جس پر زید نے مؤخر الصورت قبول کر لی اور مکان کی بیع ہونا شروع ہوگئی۔ بکر مالک دکان نے بیس ہزار روپے نقد دکان کی قیمت مانگی جس پر زید نے پندرہ ہزار روپے نقد اور پانچ ہزار روپیہ، ایک ہزار روپیہ ماہوار قسط کے طور پر ادا کرنے کا کہا جس کو بکر مالک دکان نے قبول کر لیا اور طے پایا کہ فلاں تاریخ کو آپ رقم دے کر دکان کی رجسٹری کرا لیں۔ حاجی اللہ دتہ صاحب نے بیع مزید پختہ کرنے کے لیے دوبارہ بکر سے پوچھا کہ کیا آپ رضامند ہیں۔ تو بکر نے جواب دیا مجھے منظور ہے۔ یہ رقم اکٹھی کر کے مقررہ تاریخ پر زید بکر کے پاس گیا حسب وعدہ رقم لینے اور دکان رجسٹری کرنے کو کہا تو بکر بیع سے منحرف ہوگیا۔ جس پر زید سخت برہم ہوا کہ آپ کی طرف سے بیع طے ہونے کے بعد آپ کے رضامند ہونے کے بعد آپ کو بیع ختم کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ اس پر بکر نے مسجد میں بیٹھ کر کہا کہ میں عہد کرتا ہوں کہ اگر آئندہ میں دکانیں فروخت کروں گا تو پہلے آپ کو ترجیح دوں گا۔ بصورت دیگر آپ دکان پر بیٹھے ہیں اور کرایہ ادا کرتے رہیں دکانیں خالی نہیں کراؤں گا۔ جس کو زید نے منظور نہ کیا اور اس بات کو رد کر دیا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ بیع طے ہونے کے بعد بکر مالک دکان فروخت کرنے کا پابند ہے یا نہیں۔

رحیم بخش ملتان شہر

صورت مسئولہ میں بشرط صحت سوال اگر زبانی طور پر بکر اور زید ایجاب وقبول کے ساتھ قیمت طے کر کے بیع کر چکے ہیں اور رقم کی ادائیگی اور رجسٹری کے لیے دوسری تاریخ مقرر کر دی تو یہ بیع تام ہے اور بکر اس کا پابند ہے اور زید کی رضامندی کے بغیر بکر اس بیع کے فسخ کرنے کا مجاز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۷ صفر ۱۳۹۷ھ

ڈائجسٹ ناول وغیرہ جو جاندار کی تصویروں پر مشتمل ہو فروخت کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا کام کتب کاپیاں وغیرہ فروخت کرنے کا ہے۔ سکول کی کتب کاپیوں کے علاوہ ناول کہانیاں وغیرہ کی کتابیں بھی بیچتے ہیں جیسے جاسوسی ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، خواتین ڈائجسٹ، نیٹرنگ ڈائجسٹ وغیرہ مختلف رسالے ناول اور کتابوں کے نام ہیں ان میں عورتوں مردوں کی تصاویر بھی ہوتی ہیں۔ جدید روشنی مضامین بھی ہوتے ہیں۔ یہ کتابیں رسالے ہمارے کاروبار میں مکمل طور پر شامل ہیں۔ مزید التماس ہے کہ ان میں عشق معشوقی کی بائبل قصے کہانیاں جو کہ بناوٹی اور جھوٹی ہوتی ہیں۔ ایسی کتابوں اور رسالوں اور چارٹ اشتہاروں کا فروخت کرنا عندالشرع کیا ہے۔ اس کی خرید وفروخت سے جو آمدنی ہوگی حلال ہوگی یا نہیں۔

ہم چونکہ جلد سازی کا کام کرتے ہیں بنکوں کے کھاتے فائلیں مختلف اسٹیشنری بھی لاتے ہیں۔ بنکوں کو یہ سامان بھیجنا اور کھاتوں وغیرہ کی جلد بندی کر کے آمدنی حاصل کرنا کیسا ہے۔

﴿ج﴾

خلاف شرع مضامین کا پڑھنا تشہیر کرنا جائز نہیں۔ اس طرح ان کی خرید وفروخت کرنا بھی درست نہیں۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ نائب مفتی قاسم العلوم ملتان

۴ ذوالقعدہ ۱۳۹۸ھ

مشترکہ زمین سے تقسیم سے قبل اپنا حصہ فروخت کرنا بیع فاسد ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسمی محمد حیات نے مسمات امیر بی بی سے تقسیم سے پہلے حصہ زمین خرید لی اور اب وہ اس حصے کی تقسیم کا مطالبہ کرتا ہے۔ تو کیا اس کا یہ مطالبہ درست ہے۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں برتقدیر صحت واقعہ جب یہ جائیداد ورثاء کے مابین تقسیم نہیں ہوئی تو خریدار نے جو رقبہ جس وارث سے خرید کیا ہے وہ بوجہ نہ معلوم ہونے کے متبائعین کے مابین مفضی الی النزاع ہے۔ اس لیے شرعاً یہ بیع فاسد ہے۔ جس کا فسخ کرنا لازم ہے۔ کمافی الدر ص ۵۴۴ ج ۴ وفسد بیع عشرة اذرع من مائة ذراع من دار وفی الرد. قلت و وجه کون الموضع مجهولاً انه لم یبین انه من مقدم الدار او من مؤخرها

وجوا نبها تتفاوت قيمة فكان المعقود عليه مجهولاً جهالة مفضية الى النزاع فيفسد كبيع بيت من بيوت الدار كذافى الكافى۔

لہٰذا مدعا علیہ محمد حیات کا مطالبہ شرعاً درست نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی قاسم العلوم ملتان
۲ محرم ۱۳۹۹ھ

نصف نصف پر جانور پرورش کے لیے دینے کی متعدد صورتیں اور اُن سے متعلق شرعی ضابطہ

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے ہاں مال مویشی نصف حصہ پر دینے کا رواج ہے۔ جس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوتی ہیں۔

(۱) جب گائے بھینس یا بھیڑ کا بچہ دودھ پینے سے فارغ ہوتا ہے تو مالک کسی دوسرے آدمی کو بلا قیمت اس شرط پر دے دیتا ہے کہ آپ پرورش کریں۔ میں اس کی آمدنی سے نصف لوں گا اور نصف آپ کی خدمت کے عوض میں دوں گا۔ کیا یہ صورت شرعاً جائز ہے اور یہ اشتراک نسل درنسل جاری رہتا ہے۔

(۲) جب بچہ دودھ پینے سے فارغ ہوتا ہے تو وہ دوسرے آدمی کو پرورش کے لیے اس شرط پر دیا جاتا ہے کہ اس کی موجودہ قیمت کا نصف بھی پرورش کرنے والا ادا کرے گا۔

(۳) ایک تیار گائے یا بھیڑ دو آدمی نصف نصف حصہ مشترک خرید لیتے ہیں۔ پھر یہ گائے ضرورتمند کے پاس رہتی ہے۔ دودھ خدمت کے عوض استعمال کرتا ہے اور اُس کی افزائش نسل ہے جو آمدنی ہوتی ہے وہ دوسرا فریق نصف لیا کرتا ہے اور یہ عمل بھی آگے بڑھتا رہتا ہے۔ یعنی جب اُس گائے سے دوسری گائے تیار ہو جاتی ہے یا بیل اُس وقت بھی وہ تقسیم نہیں کرتے بلکہ اس کو آگے بڑھاتے ہیں اور جب مویشی کافی تعداد میں ہو جاتے ہیں اور رکھنے والا جواب دے دیتا ہے تو پھر تقسیم کرتے ہیں اور تقسیم پرورش کرنے والا کرتا ہے اور دوسرا فریق اپنی مرضی کے مطابق حصہ چن لیتا ہے۔ کیا شرعاً اس میں جواز ہے یا نہیں۔

(۴) بنک میں رکھی ہوئی رقم پر سود لگتا ہے۔ اس کا شرعاً کیا حکم ہے۔ وصول کیا جائے یا نہ اور وصول کرنے پر کسی غریب کو دیا جائے یا جلا دیا جائے۔ بینوا توجروا

غلام حسین چوکیدار مڈل سکول کوٹلہ حاجی شاہ تحصیل لیہ ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

(۱) یہ صورت جائز نہیں ہے۔

(۲) اس بچے کی قیمت لگائی جائے اور نصف قیمت مالک وصول کرے۔ پھر وہ بچہ ان دونوں میں مشترکہ ہوگا۔ بڑے ہونے کے بعد وہ دونوں اس میں شریک ہوں گے اور اسکی قیمت نصف نصف وصول کریں گے۔

(۳) یہ صورت بھی درست ہے لیکن تقسیم کرتے وقت تیسرا آدمی (مال مویشی کے بارے میں تجربہ کار ہو) ان جانوروں کی تقسیم کرے۔

(۴) وہ رقم کسی غریب ومسکین کو بغیر نیت ثواب کے دے دے اور ضرورت شدیدہ کے بغیر بنک میں رقم نہیں رکھنی چاہیے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

بائع نے جب مبیعہ کی ایک تہائی قیمت وصول کی تو بیع تام ہے اب مبیعہ کو قبضہ کیے رکھنا گناہ ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے عمرو کے ساتھ بیع کی اور زید نے آٹھ ہزار روپیہ بھی دے دیا۔ اس حالت میں کہ اس چیز کی قیمت پچپن ہزار روپیہ تھی۔ پھر عمر نے اس کو بطور کرائے کے زید کے حوالہ کیا جو ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار بھی لیتا رہا۔ ایک سال کے بعد اس نے وہ چیز بھی اپنے قبضے میں لے لی اور رقم بھی واپس نہیں کرتا۔ کیا یہ رقم عمر کے لیے حلال ہے یا نہیں۔ نیز یہ بتائیں کہ یہ بیع جائز ہے اور زید اپنی رقم وصول کرسکتا ہے یا نہیں۔

شمع خان سکنہ شجاع آباد ضلع ملتان

﴿ج﴾

عمر پر لازم ہے کہ رقم زید کو واپس کردے۔ عمر کے لیے بیع فسخ ہونے کی صورت میں رقم استعمال کرنا حرام ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۱ صفر ۱۳۹۹ھ

جب دو شخصوں نے آپس میں زمینوں کا تبادلہ کیا اور کئی سال تک کاشت کرتے رہے لیکن قانونی کارروائی نہیں کرائی تو بیع تام ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ تین شخصوں نے آپس میں باہمی زمین کا تبادلہ کیا جن کی تفصیل مندرجہ

ذیل ہے۔ امام بخش ولد لعل خان نے اپنی زمین اور دوصد روپیہ غلام حیدر خان ولد احمد یار خان کو دی اور غلام حیدر مذکور نے حافظ لال حسین کو اپنی زمین امام بخش مذکور والی زمین کے معاوضہ میں دے دی اور حافظ لال حسین نے اپنی زمین غلام حیدر مذکور کی زمین کے معاوضہ میں جو حافظ لال حسین کو دی گئی امام بخش مذکور کو دے دی اور یہ تینوں فریق پانچ یا چھ سال اس تبادلے کی بنا پر قبضہ ایک دوسرے کو دے کر کاشت کرتے رہے۔ مگر انتقال قانونی نہ ہوسکا۔ تو آپس کے خانگی تنازعہ کی بنا پر غلام حیدر مذکور نے حافظ لال حسین کو زمین کاشت کرنے سے روک دیا۔ تو کیا شرعاً وہ تبادلہ مذکورہ سے پھر سکتا ہے یا تبادلہ شرعاً پختہ ہے اور امام بخش و حافظ لال حسین نے غلام حیدر مذکور کو شریعت پر فیصلہ کرنے کی دعوت دی۔ تو مولوی عبدالمالک صاحب نے چند معززین کے سامنے یہ فیصلہ سنایا کہ یہ تبادلہ شرعاً درست ہے اور پختہ ہے۔ کیونکہ قبضہ اور تملیک شرعاً ہو چکا ہے اور انتقال ایک قانونی چیز ہے وہ ہو یا نہ ہو اس سے تبادلہ میں کوئی فرق نہیں آتا۔

حافظ لال حسین تحصیل لیہ ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ یہ تبادلہ شرعاً درست ہوا ہے۔ اس لیے غلام حیدر مذکور کا حافظ لال حسین کو کاشت کرنے سے روکنا شرعاً جائز نہیں ہے اور مولانا صاحب نے جو فیصلہ کیا ہے وہ بھی صحیح ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۸ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ

آم جب چٹنی بنانے کے قابل ہوں تو فروخت جائز ہے

اگر پھلوں کا باغ مالک نے فروخت کر دیا تو عشر خریدار کے ذمہ ہوگا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) اگر آم کا پھل اس قدر موٹا ہو جائے کہ طوطا اس کو کھانے لگ جائے اور لوگ اس کی چٹنی بنا کر کھانے لگ جائیں تو کیا شرعی طریقہ سے مالک باغ اس باغ کو فروخت کر سکتا ہے یا نہیں۔

(۲) اگر ثمر باغ آم شرعی طریقہ سے فروخت کیا جائے تو عشر خریدار کے ذمہ ہوگا یا مالک کے ذمہ۔

ملک محمد حسین تلیری مظفر گڑھ

﴿ج﴾

(۱) یہ بیع درست ہے۔

(۲) خریدار کے ذمہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ

جب تین بھائیوں نے اپنی زمین کسی کو بیچ دی تو سرکاری کاغذ نہ بننے کے باوجود مشتری اس زمین کا مالک ہوگا

﴿س﴾

منکہ امیر شاہ ولد میاں لطف اللہ شاہ صاحب، حسن شاہ اور رمضان شاہ پسران عبدالحمید شاہ قوم قریشی ہاشمی ساکنان موضع ٹھٹھہ تحصیل خانیوال ضلع ملتان بقائمی ہوش وحواس خمسہ برضائے خود بلا جبر غیر کے اقرار کرتے ہیں اور باوضو درخانہ خدا بیٹھ کر قرآن پاک پر ہاتھ رکھ کر اور اللہ کی قسم کھا کر حسب ذیل تحریر کر دیتے ہیں کہ

(۱) (لما چاپی سکیم کے تحت الاٹ ۳ مربعہ ۱۹) الاٹ ۱۱ مربعہ ۲۰ الاٹ ۱۴ مربعہ ۲۵ جو مورخہ ۱۰/۱۰ اکتوبر ۵۹ ہمیں الاٹ ہوئی ہیں۔ ہم خدا کو حاضر کر کے تحریر کر دیتے ہیں کہ یہ تینوں الاٹیں اللہ کے فضل وکرم سے سید احمد شاہ ولد مخدوم بہاؤالدین شاہ صاحب کی ان تھک کوششوں سے حاصل ہوئی ہیں۔ ہر قسم کے اخراجات سید احمد شاہ مذکور نے ان تینوں الاٹوں کے متعلق پہلے بھی از گرہ خود کیے ہیں اور آئندہ بھی تمام اخراجات وہ از گرہ خود ادا کریں گے۔ ہم نے پائی بھر خرچ نہ پہلے خود ادا کیا اور نہ آئندہ پائی بھر خرچ ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ ان حالات کے پیش نظر الاٹ ۱۰/۱۱/۱۴ کے مذکور صحیح مالک سید احمد شاہ مذکور ہیں، فی الحال مذکورہ بالا الاٹس ہمارے پاس بطور امانت ہیں۔ جتنی جلدی قانونی اجازت ہمیں مل گئی ہم مذکورہ الاٹیں سید احمد شاہ کے نام یا ان کے بیٹوں کے نام منتقل کرنے میں کوئی عذر نہ کریں گے۔ عذر یا ٹال مٹول کی صورت میں دنیا میں مخلوق خدا کے سامنے اور آخرت میں خالق حقیقی کے سامنے جواب دہ ہوں گے۔

(۲) ہم نے آج جو مختار نامہ اور اقرار نامہ تحریر کر دیا ہے ہم خدا کو حاضر کر کے تحریر کر دیتے ہیں کہ یہ مختار نامہ اور ابرار نامہ ہمیشہ کے لیے ہے۔ ہم سید احمد شاہ مختار مذکور کو ہمیشہ کے لیے مختار رکھتے۔ مختار نامہ واپس لینے کی کوئی درخواست افسران بالا کو نہیں دیتے ورنہ آخرت میں خدا کے سامنے جوابدہ ہوں گے۔

(۳) سید احمد شاہ مذکور الاٹ ہائے مذکورہ واپس کرنے کے لیے دیے ہیں۔ افسران بالا کے سامنے دیگر کسی قسم کے بیان کے دلانے کے لیے بلائیں گے ہم بلا چون وچرا الاٹیں واپس کرنے کے تمام بیان خود اس کے حق میں دیں گے ورنہ دنیا میں مخلوق خدا کے سامنے اور آخرت میں خدا کے سامنے جوابدہ ہوں گے۔

(۴) ہم خدا کو حاضر کر کے اقرار کر دیتے ہیں کہ فصل جلد ہر قسم کی پیداوار کی رسیدات اور الاٹوں پر کثیر اخراجات کی رسید کے سید احمد شاہ مذکور کو دیتے رہیں گے۔ کوئی اقرار نہ کریں گے ورنہ خدا کے سامنے آخرت میں جواب دہ ہوں گے۔

(۵) ہم مسجد میں بیٹھ کر قرآن پاک پر ہاتھ رکھ کر اور اللہ کی قسم کھا کر تحریر کر دیتے ہیں کہ ہم الاٹوں کے واپس کرنے تک ساری عمر بھر میں دوسرے لوگوں کے بہانے میں نہیں آئیں گے اور سید احمد شاہ مذکور کے خلاف ذرہ بھر نہیں ہوں گے۔ نہ دوسرے لوگوں کے بہانے سید احمد شاہ کے برخلاف کوئی درخواست کریں گے اور نہ ہی افسران بالا اور پبلک کے سامنے کسی قسم کی کوئی شکایت کریں گے۔ کیونکہ الاٹوں کے صحیح مالک سید احمد شاہ مذکور ان کا یہ احسان ہے کہ جتنی زمین کے اخراجات ہم ان کو ۳۰ نومبر ۱۹۵۰ء تک ادا کر دیں گے۔ اتنی زمین وہ ہمارے نام منتقل کر دیں گے۔ ہماری اولاد عمر بھر بلکہ آخرت تک ان کے شکر گزار رہوں گے اور ان کا یہ احسان نہیں بھولیں گے۔

نشان انگوٹھا حسن شاہ ولد حمید شاہ　　دستخط میاں لطف اللہ شاہ　　نشان انگوٹھا رمضان شاہ ولد عبدالحمید شاہ

﴿ج﴾

بموجب اقرار نامہ حلفیہ منسلکہ ہذا چونکہ امیر شاہ، حسن شاہ، رمضان شاہ نے سید احمد شاہ کو الاٹ ۱۳؍۱۱؍۱۴ کا صحیح مالک قرار دیا ہے اور خود ان الاٹوں کی ملکیت سے دستبردار ہو گئے ہیں اور یہ اقرار کرنے کے بعد سے لے کر آج تک سید احمد شاہ اس زمین کے اندر بطور ذاتی مالک کے اخراجات کر چکا ہے۔ لہٰذا وہی اس زمین کا شرعاً مالک شمار ہوگا۔ اقرار نامہ حلفیہ میں درج ذیل الفاظ ہر قسم کے اخراجات سید احمد شاہ مذکور نے ان تینوں الاٹوں کے متعلق پہلے بھی از گرہ خود ادا کیے ہیں اور نہ آئندہ خرچ ادا کرنے کا وعدہ ہے۔ ان حالات کے پیش نظر الاٹ ۱۰؍۱۱؍۱۴ مذکورہ کے صحیح مالک سید احمد شاہ مذکور ہیں۔ فی الحال مذکورہ الاٹمیں ہمارے پاس امانت ہے جتنی جلدی کوئی اجازت ہمیں مل گئی ہم مذکورہ بالا الاٹمیں سید احمد شاہ کے نام یا ان کے بیٹوں کے نام منتقل کر دیں الخ تو یا وہ سید احمد شاہ کو ہبہ کر کے اس کو مالک بنا چکے ہیں۔ قانونی مجبوری کے تحت فقط کا شرعاً انتقال نہیں کر سکے ہیں۔ لہٰذا شرعاً سید احمد شاہ ان الاٹوں کا مالک شمار ہوگا اور اگر یہ زمین ان کو دینی چاہے تو اس کی مرضی ہے۔ جتنی قیمت دے، دے سکتا ہے اور اگر ان کو نہ دے تو شرعاً اس کو مجبور نہیں کیا جا سکتا ہے۔ بہر حال اب بیع وغیرہ فریقین کی رضامندی سے کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

زندہ جانور کا گوشت یا کھال فروخت کرنا جائز نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں کہ ایک بیل ہے یا ایک بھینس یا بکری ہے زید کہتا ہے کہ یہ جو بیل ہے اس میں مجھے دس سیر گوشت دو یا کہتا ہے کہ یہ بیل کی کھال مجھے دے دے کھڑے کی یا گوشت دے دو کھڑے کا دس

سیر۔ کیا شریعت فرماتی ہے بائع اور مشتری کے متعلق۔ ان کی بیع صحیح ہے۔ اور اگر کوئی اس بیع کے علاوہ گوشت خرید ے تو کیا جائز ہے۔

﴿ج﴾

یہ بیع فاسد ہے۔ اس کو فسخ کرنا ہر ایک پر واجب ہے۔ بعد ذبح کرنے کے ہر ایک اس کے گوشت وکھال کو خرید سکتا ہے۔ پہلی بیع کو فسخ کر کے بعد ذبح کے وہی شخص بھی دوبارہ صحیح بیع کر سکتا ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۶ ذی الحجہ ۱۳۷۴ھ

بیٹے کی موجودگی میں جب باپ نے زمین فروخت کی تو بیٹا شفعہ نہیں کر سکتا، اگر والد نے اپنی لڑکی کا نکاح کسی لڑکے سے کر دیا، اور بعد میں لڑکا بدچلن معلوم ہوا تو گلو خلاصی کی کیا صورت ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) عبدالرحمٰن، عبدالحق دونوں حقیقی بھائی ہیں۔ عبدالحق نے اپنا کچھ رقبہ زرعی کھاتہ مشترکہ کھوٹ مشترکہ اپنے بھائی عبدالرحمٰن کو فروخت کر دیا ہے۔ بروقت فروختگی بائع عبدالحق کا بیٹا حقیقی بھی حاضر تھا اور فروختگی کا سودا وغیرہ ہر دو باپ بیٹا نے طے کیا اور کلھم رقم وصول پائی۔

اب بائع کا بیٹا شفعہ کرتا ہے۔ جبکہ وہ کھوٹ دار اور مالک اراضی بھی نہیں ہے اور مشتری کہ بائع کا حقیقی بھائی اور کھوٹ دار مشترک کھاتہ ہے۔

(۲) مشتری کے خرید کردہ رقبہ کی پیداوار پر جبراً قبضہ کرنا چاہتا ہے بھائی اور اس کا لڑکا۔ کیا یہ درست ہے۔

(۳) عبدالرحمٰن اور عبدالحق عقیدہ اہل حدیث کے مسلک پر ہیں۔ عبدالرحمٰن نے اپنی دختر نابالغہ کا عقد عبدالحق کے لڑکے سے کم عمری نابالغی میں کر دیا تھا۔ مگر اب جبکہ لڑکا بھی بالغ ہوا ہے تو سخت بدچلن آوارہ اور نشہ کرتا ہے لڑکی بھی بالغ ہو چکی ہے جو دیندار علم دین سے واقف ہے اس آوارہ بدچلن خاوند کو نامنظور کرتی ہے۔ اس لیے لڑکی کی گلو خلاصی کا کیا طریقہ شرعی ہو سکتا ہے۔

عبدالرحمٰن ولد عبدالحی قوم جٹ تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان

﴿ج﴾

(۱) صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ بائع کے بیٹے کے لیے شفعہ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

(۲) جائز نہیں۔

(۳) نکاح ہو گیا ہے طلاق یا خلع کے بغیر عورت کے لیے اس کے نکاح سے آزاد ہونے کی دوسری صورت نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۵ جمادی الاخری ۱۳۹۵ھ

آزاد عورت کو فروخت کرنا باطل ہے، اگر کسی نے داماد کی دس سالہ خدمت مہر مقرر کر دی تو کیا حکم ہے منگنی سے نکاح منعقد نہیں ہوتا صرف وعدہ نکاح ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ

(۱) حرہ عورت کی بیع کسی صورت میں شرعاً جائز ہے یا نہ۔ اگر جائز نہیں ہے تو کیا غیب آدمی کسی صورت میں اپنی لڑکی کے عوض اپنے داماد سے پیسے لے سکتا ہے یا نہ۔ کیا اگر حق مہر مثلاً ایک ہزار باندھ کر اپنی لڑکی کا مال لے سکتا ہے یا نہ۔ خوشی برضا تو اور بات ہے لیکن بلا رضا اپنی لڑکی کے لیوے تو کیا جبکہ انت و مالک لا بیک حدیث موجود ہے۔ والد منکوحہ گناہ گار ہو گا یا نہ۔

(۲) کیا داماد سے مثلاً دس سال کی مدت مقرر کرانا کہ میں تجھے اپنی لڑکی نکاح میں دے دیتا ہوں مگر بعوض دس سال کے جائز ہے کہ نہ۔ اگر مدت مذکورہ مقررہ جائز ہے تو پھر اس مدت کے عوض میں مثلاً فی ماہ پچاس روپے حساب سے پوری رقم لے سکتا ہے یا نہ۔ یعنی جبکہ جانبین کی رضا موجود ہو۔

(۳) بعض لوگوں میں خصوصاً دامانیوں میں یہ رواج ہے کہ چھوٹی سی لڑکی کی منگنی دے دیتے ہیں یعنی بڑی مجلس میں منگنی ہو جاتی ہے یعنی وعدہ نکاح ہو جاتا ہے پھر جس وقت لڑکی جوان ہو جاتی ہے پھر لڑکی والے سسرال کے گھر میں لڑکی کو لے جاتے ہیں اور وہیں جا کر نکاح لڑکی کا دیتے ہیں۔ اسی رواج کے ماتحت ایک لڑکی کو ماں باپ نے لڑکی کے سسرال کے پاس چھ ماہ تک رہنے دیا ہے اور نکاح اس مدت میں نہیں ہوا لیکن لڑکا اور لڑکی ایک ہی گھر میں رہے ہیں۔ مگر لڑکی کے ساتھ مجامعت وغیرہ نہیں ہوئی پھر لڑکے نے ایک دوسری عورت کے ساتھ نکاح کر لیا ہے اور اُس لڑکی نے واپس اپنے ماں باپ کے گھر میں آ کر دوسری جگہ نکاح کر لیا ہے کیا یہ نکاح ثانی درست ہے یا کہ پہلی منگنی والا نکاح۔

(۴) کیا یہ جو رواج ہے کہ بڑی مجلس میں لڑکی کو لڑکے کے ساتھ منسوب کر دیتے ہیں۔ لڑکی والا اور لڑکے والا چپ چاپ رہتے ہیں۔ صرف مجلس اسی غرض کے لیے منعقد ہو جاتی ہے تا کہ نسبت کی تشہیر ہو جائے مگر ایجاب قبول نہیں

ہوتا اور بعضے آدمی یوں بھی کہہ دیتے ہیں کہ میں اپنی لڑکی فلاں فلاں کو دے چکا ہوں اور لڑکے دل میں تو راضی ہوتے ہیں مگر قبول کا لفظ یعنی قبلت نہیں کہتے تو کیا اگرچہ بھری مجلس میں اس طرح منگنی کی جائے نکاح ہو جاتا ہے یا نہ دونوں صورتوں کا واضح جواب دینا یا اگر یہ کہ میں اپنی لڑکی فلاں فلاں کے نکاح میں دے دوں گا تو کیا یہ ان الفاظ سے نکاح ہوا۔

﴿ج﴾

(۱) بیع حرہ باطل ہے اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ مہر فقط لڑکی کا حق ہے جس کا باپ کو لینا بغیر بچی کی رغبت و رضا کے جائز نہیں۔ حدیث انت و مالک لابیک مطلق نہیں بلکہ موضع حاجت سے مقید ہے۔ اس لیے کہ بالاجماع باپ کو بیٹے کے مال میں وارث قرار دیا گیا۔ نص قرآن میں ہے **ولا بویه لکل واحد منهما السدس**۔ اگر بیٹے کا مال باپ کی ملکیت ہو تو باپ کو بیٹے کے مال میں سدس کا وارث بنانے کے کیا معنی۔ پھر تو ابتداء سے سارا مال اس کا ہوتا ہے تو مقصد حدیث یہ ہے کہ عندالحاجت باپ بیٹے کے مال سے اپنی حاجت کے مطابق مثلاً باپ فقیر ہے بیٹا غنی ہے تو باپ اپنا نفقہ اولاد سے لینے کا حقدار ہے اس میں تمام اولاد مذکر و مونث برابر کے شریک ہوں گے۔ باپ سب سے برابر لے گا درمختار ص ۶۲۱ ج ۳ میں ہے **وتجب علے موسر ولو صغیر ایسا رالفطرة علے الارجح النفقة لاصوله الفقراء بالسویة** الخ لہٰذا صورت مسئولہ میں بھی اگر واقعی باپ فقیر مستحق ہے اور لڑکی غنیہ ہے تو لڑکی اور نیز دوسری اولاد سے برابر برابر اپنی نفقہ کی مقدار لے سکتا ہے۔

(۲) صورت مذکورہ میں نکاح تو صحیح ہے لیکن دس سال کی خدمت اس نے کر لی تو لڑکی کا والد اس زوج کو اس خدمت کی اجرت زمانہ کے اعتبار سے دے گا جس کو اجر مثل کہتے ہیں اور زوج لڑکی کو مہر مثل ادا کرے گا۔ **ولو فعل الزوج ماسمي ینبغی ان یجب له اجر المثل علے ولیها کما لو قالوا فیما لو قال له اعمل معی فی کرمی لا زوجک بنتی فعمل ولم بزوجه له اجر المثل** شامی ص ۱۰۷ ج ۳ تا طہ اور منگنی فقط وعدہ نکاح ہے نکاح نہیں۔ **قال فی شرح الطحاوی لو قال هل اعطیتنیها فقال اعطیت ان کان المجلس للوعد فوعد وان کان للنکاح فنکاح** (شامی ص ۱۱ ج ۳) نیز شامی میں ہے **فان کان الحال یدل علے النکاح من احضار شهود و تسمیة المهر معجلاً وموجلا ونحو ذلک ینصرف الی النکاح وان لم یکن الحال دلیلا علی النکاح فان نوی النکاح الی ان قال فان قامت القرینة علی عدمه لا ینعقد** ص ۱۷ ج ۳۔ عبارات بالا سے معلوم ہوا کہ جس مقام میں عرف منگنی کا ہو اور اس کو وعدہ نکاح سمجھا جاتا ہو اور ایسے قرائن و علامات موجود نہ ہوں جس سے اس کو ایجاب و قبول برائے نکاح سمجھا جائے تو یہ فقط وعدہ نکاح ہے نکاح نہیں اور جہاں یہ عرف نہ ہو بلکہ ابتداہی سے نکاح کا انعقاد ہوتا ہے منگنی کا طریقہ رائج نہ ہو یا کوئی قرینہ دال ہو کہ یہ نکاح ہو رہا ہے مہر کا

ذکر یا دوسرے ایسے علامات ہوں تو نکاح ہوگا۔ اب عورت مذکورہ کا فیصلہ بھی اسی کے ماتحت کرلیا جائے۔ اگر دلالت حال منگنی کے لیے مرجح ہے تو نکاح اول صحیح نہ تھا۔ ثانی نکاح صحیح ہے اور اگر ایسے علامات وقرائن تھے جو نکاح کے لیے مثبت ہوئی تو نکاح ثانی درست نہیں اول صحیح ہے۔ خود سوچ لیا جائے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

مشتری اگرچہ بروقت خریدی ہوئی لکڑیاں نہ اٹھا سکے لیکن ملکیت اسی کی ہے بائع منع نہیں کرسکتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے بکر کے پاس ۹ عدد درخت شیشم بعوض مبلغ چونتیس صد ۳۴۰۰ روپیہ فروخت کردیے اور رقم پیشگی سالم ۳۴۰۰ روپیہ وصول کرلیا اور ایک تحریر لکھوالی کہ ایک تو میرے آم کے درخت جن کے اردگرد شیشم کے درخت تھے ٹوٹنے نہ پائیں دوسرے درخت ۱۵ جنوری ۱۹۶۹ء تک کاٹ کرلے۔ جاؤ تمام درخت شیشم کاٹ کر پاند وغیرہ اونٹوں پر لے گیا اور منڈھ شیشم چھوڑ گیا۔ وہ جاکر سخت بیمار ہوگیا اور بجائے ۱۵ جنوری کے ۱۸ جنوری کو چھ عدد ریڑھے ساتھ بیل والے لے کر آیا۔ مگر زید نے لکڑیاں نہ اُٹھانے دیں۔ وہ کہتا رہا کہ میں مجبور تھا۔ کیونکہ بیمار ہوگیا تھا۔ دوسرا کوئی جیب کی چیز نہ تھی۔ انسانی مجبوری کی وجہ سے دو یوم میں لیٹ ہوگیا تو مجھے معافی دے۔ مگر زید نے کسی کی منت سماجی نہ مانا رقم ۳۴۰۰ سو بھی اسی کے پاس اور لکڑی بھی کٹی کٹائی اس کے پاس فتویٰ دیں کہ لکڑی بکر لے جاسکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

لکڑی بکر کی ملکیت ہے اور اس کو لے جانے کا حق حاصل ہے۔ زید کو روکنا جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ہندوؤں کی متروکہ زمینیں عشری ہیں یا نہیں یہ فیصلہ الاٹ منٹ کی حیثیت پر مبنی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ہندوؤں کی زمین جو مہاجر مسلمانوں کو الاٹ ہوتی ہیں ان میں عشر ہے یا نہیں۔ بعض علمائے معتمدین نے وجوب عشر کا قول کیا ہے اور فرماتے ہیں کہ ہندوؤں کی زمین پر حکومت پاکستان کا استیلاء ہے لیکن استیلاء کے مستحق ہونے پر مندرجہ ذیل خدشات ہیں اس لیے جناب مدلل فرما کر بحوالہ کتب تحریر فرمائیں کہ اگر استیلاء مستحق ہے تو وہ کیونکر ہوسکتا ہے اور خدشات مذکورہ کا کیا جواب ہے۔ لارڈ لورڈ چین اور مسٹر محمد علی

جناح میں معاہدہ ہوا تھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر دو حکومتوں کا متروکہ املاک پر قبضہ منتظمانہ ہوگا اور مبادلہ جائیداد کے سلسلہ میں ان کی حیثیت وکیل اور مختار کی ہوگی۔ چنانچہ اب تک ہر دو حکومتیں اس معاہدہ پر عمل پیرا ہیں۔ جن کے شواہد حسب ذیل ہیں۔ تارکین کے جائیداد کے تبادلہ اور انتظام کے لیے ہر دو حکومتوں نے کسٹوڈین اور محکمہ بحالیات قائم کیا۔ ہر دونوں محکمے پاکستان میں ہندوؤں کے وکیل اور ہندوستان میں مسلمانوں کے وکیل ہیں۔ چنانچہ شروع پاکستان سے متروکہ جائیداد کی آمدنی کے حسابات ہر دو حکومتوں میں تارکین وطن کے حسابات میں درج ہو رہے ہیں۔ ہر دو حکومتوں نے متروکہ املاک کی قیمتیں لگا کر کمی اور زیادتی قیمت کا آپس میں ادا کرنے کا معاہدہ کیا ہوا ہے۔ لیاقت نہرو معاہدہ میں طے ہوا تھا کہ اگر مسلمان ہندوستان یا ہنود پاکستان واپس آئیں تو اپنی اپنی جائیدادوں پر بدستور سابق قابض ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ جو لوگ واپس ہوئے ہیں ان کو جائیدادیں واپس دی گئیں۔ ہندو مسلمان کو براہ راست آپس میں تبادلہ کرنے کا اختیار تھا۔ بلکہ حکومت پاکستان نے تو اول ہی فرمایا تھا کہ تارکین آپس میں خود جائیدادوں کا تبادلہ کرلیں لیکن تارکین نے اپنی مشکلات کی وجہ سے عمل نہیں کیا۔ ہر مہاجر کو حکومت ہند سے کاغذات منگوانے کے بعد سابقہ اراضی کی مقدار اس کی حیثیت پیداوار کے مطابق بعد التصدیق زمین دی جاتی ہے اور غیر مستحق کو اصلاً نہیں دیتے۔ ان امور سے دو باتیں مستفاد ہوئیں۔ (۱) مسلمانوں کو ہندوؤں کی زمینیں بعوض ملتی ہے جس کی صورت بیع و شراء کی ہے اور ظاہر ہے کہ ہندوؤں کی بیع خیر ہونے کی صورت میں عشر نہیں ہے۔

(۲) حکومت درمیان میں صرف وکیل ہے اور ہندوؤں کی ملکیت براہ راست اس سے منتقل ہو کر مسلمانوں کو پہنچتی ہے۔ درمیان میں حکومت کو ملکیت حاصل نہیں ہوتی۔ پھر استیلاء کی صورت کیونکر بنے گی اور اگر بالفرض حکومت کی ملکیت درمیان میں تسلیم بھی کی جائے تو وہ بعوض مسلمانوں کی جائیداد کے ہوگی اور استیلاء میں ملکیت بلاعوض ہوتی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ استیلاء حکومت کے لوازمات سے ہے تو یہ بھی بوجوہ مرقومہ قابل تامل ہے۔ امداد الفتاویٰ جلد ثانی ۵۲ میں ہے۔ ہندوستان کی زمین بحالت موجودہ خراجی ہے یا عشری۔ جب گورنمنٹ برطانیہ نے بعد غدر سلطنت کی باگ اپنے قبضہ لی تھی تو اس وقت اعلان عام کیا تھا کہ تمام اراضی ضبط کرلی گئی کسی کا حق نہیں ہے۔

﴿ج﴾

واقعی مستفتی نے جو استیلاء کے تحقق پر شبہ ظاہر کر کے عدم تحقق استیلاء پر دلائل دیے ہیں بالکل درست ہیں۔ حکومت پاکستان نے کسٹوڈین کا محکمہ قائم کر کے املاک متروکہ کی حفاظت کا انتظام کرلیا ہے۔ آج تک کاغذات سرکاری میں ان کی جائیدادان ہی کے نام درج ہے اور حکومت علی الاعلان اب تک ان ہی کو مالک سمجھ رہی ہے۔ یہ بات شک و شبہ سے بالا ہے تو اس صورت میں استیلاء یقیناً یقیناً متحقق نہیں ہے اور ان کے املاک ان ہی کے مملوک ہیں۔ اب دیکھنا

یہ ہے کہ الاٹ ہو جانے کے بعد مہاجرین متروکہ املاک کے مالک شرعاً ہو جاتے ہیں یا نہیں۔ تو اس کے متعلق الاٹ منٹ کی حیثیت پر غور کرنا ہوگا۔ اب اگر الاٹمنٹ مستقل ہو اور حکومت متروکہ جائیداد کا مستقل فیصلہ کر دے پھر تو دونوں حکومتوں کے وکیل عمومی ہونے کی وجہ سے مہاجر زمین متروکہ کا مالک بالعوض ہو جائے گا اور وہ بمنزلہ مشتری کے ہوگا اور کتب فقہ میں مسطور ہے کہ جو مسلمان کافر کی زمین خرید لے اس پر عشر واجب نہیں ہوتا اور اگر الاٹ منٹ عارضی ہو تو اس صورت میں تو مہاجرین کا مالک ہونا ہی محل تامل ہے۔ البتہ بوجہ عموم بلوی جواز انتفاع کا حکم تو دیا جا سکتا ہے لیکن وجوب عشر تو کسی صورت میں نہ ہوگا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ عربیہ قاسم العلوم ملتان
۱۱ جمادی الاولی ۱۳۷۹ھ

تراضی طرفین سے فسخ بیع جائز ہے اور مشتری کے لیے رقم پاس رکھنا جائز نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص مسمی زید نے ایک خربوزوں کی واڑی چودہ صدر روپیہ میں بکر کو فروخت کی ہے اور ۴۰۰ روپیہ بکر نے پیشگی دیا ہے۔ باقی رقم قسط پر ادا کرنے کا وعدہ کیا اور بکر نے پھل بھی کچھ توڑا ہے۔ توڑنے کے بعد کچھ پھل گھر لے گیا۔ کچھ چھوڑ گیا۔ اب بکر نے بے دل ہو کر پھل واپس کر دیا اور بیع فسخ کرنا چاہتا ہے اور زید کہتا ہے کہ مبلغ ۴۰۰ صدر روپیہ میں واپس نہیں کرتا لیکن بیع فسخ کر لو۔ یہ جائز ہے یا نہیں، بیع فسخ ہو سکتی ہے یا نہیں۔ کیا زید یعنی بائع مبلغ چار صدر روپیہ اپنے پاس رکھ سکتا ہے یا نہیں یا بکر مشتری کو ہی واپس کر دے۔ بینوا توجروا

صدیقیہ کلاتھ ہاؤس خان بیلہ ضلع رحیم یار خان

﴿ج﴾

بتراضی طرفین بیع کا فسخ کرنا یعنی اقالہ کرنا جائز ہے لیکن زید نے جتنی رقم کر لی ہے۔ سب کا واپس کرنا لازم ہے۔ چار صدر روپیہ زید کے لیے رکھنا جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کم قیمت غلے کو مہنگے غلے میں ملا کر فروخت کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے علاقہ میں چاول کا فصل تین قسم کا ہوتا ہے۔
(۱) کنگنی نمبر (۲) ۶ (۳) اور ان کے نرخوں میں بھی فرق ہے۔ جو ۶ مساوی ہے اس کا نرخ کنگنی اور ۸ نمبر کے

نرخ سے تین چار روپیہ فی من زیادہ ہے۔ یہاں کے بیوپاری (تجارت کرنے والے) تینوں اجناس کو اکٹھا کر کے ۶ کے نام پر ل والوں کو فروخت کرتے ہیں۔ کیا کم نرخ والا غلہ زیادہ نرخ والے غلے سے ملا کر اُس کو بیچنا جائز ہے یا نہیں۔

حافظ سعید احمد مدرس مدرسہ عربیہ انوار العلوم

﴿ج﴾

اگر خریدار کو پہلے سے یہ بتلایا جائے کہ تینوں قسم کے اجناس ملے ہوئے ہیں پھر جو قیمت طے ہو جائے جائز ہے لیکن اگر اس کو یہ بتایا دیا جائے کہ نمبر ۶ ہے اور آپ اس میں نمبر ۱ اور نمبر ۸ بھی ملا دیں تو یہ دھوکہ ہے اور نا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۵ھ

جب مالک مکان نے مکان بیچ دیا لیکن خالی نہیں کیا تو مکان مشتری کا شمار ہوگا بائع کا کرایہ کا مطالبہ کرنا ظلم و تعدی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے بکر سے ایک دلال کی معرفت ایک مکان خریدا۔ تقریباً تین چار ... قبضہ مکان بکر مالک مکان کے پاس رہا۔ جبکہ اس نے مشتری سے مکان کی کل قیمت کے تہائی حصہ وصول بھی کر لیا اور مکان کا قبضہ مشتری کو نہیں دیا۔ جب مشتری قبضہ کے لیے آیا تو مالک مکان نے کہا کہ وہ جب سے مکان کے فروخت کی بات چیت ہوئی اُس دن سے مکان کا کرایہ بھی وصول کرے گا۔ کیونکہ میں نے مکان خالی کر دیا تھا اور دلال کو کرایہ کے بارے میں بتا دیا تھا۔ دوسری جانب زید کا کہنا ہے کہ دلال نے ہمیں اس بارے میں بالکل کچھ نہیں بتایا تھا اور نہ ہی مکان ہمارے حوالے کیا گیا تھا۔ بلکہ مکان مالک مکان بکر کے پاس رہا۔ اس صورت میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے۔ آیا مالک مکان کرایہ لینے کا مجاز ہے یا نہ۔ بینوا توجروا

المستفتی غلام محمد ملتان

﴿ج﴾

جب بکر نے مکان فروخت کر دیا ہے اس وقت سے یہ مکان زید کی ملکیت شمار ہوگا اور بکر کرایہ کا مستحق نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲ ربیع الاول ۱۳۹۵ھ

اگر کسی نے کوئی مال بیچ دیا اور مشتری کو قبضہ دینے سے قبل ریٹ بڑھ گیا تو اب کس ریٹ کا اعتبار ہوگا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص مسمی سرفراز نے اللہ داد سے ۲ بوری گوارہ کا سودا (بیع) بحساب -/۱۵۲ روپے فی بوری کیا اور مال دینے کے لیے بیوپاری سے پلہ دار لے گیا لیکن مال نہیں دیا۔ پندرہ یوم کے بعد جب اُسے بلایا گیا تو گوارہ کا بھاؤ -/۲۳۰ روپیہ فی بوری ہوگیا تھا۔ اب سرفراز مذکورہ یہ کہتا ہے کہ اگر شرعاً یہ بیع لازم ہے اور مجھے سابقہ نرخ پر دینا لازم آتا ہے تو مجھے شریعت کا فیصلہ منظور ہے۔ لہٰذا جواب طلب امر یہ ہے کہ بائع مذکور کو گوارہ کا سابقہ نرخ پر دینا لازم ہے یا نہ۔

نوٹ: معلوم ہوتا ہے کہ بائع نرخ بڑھ جانے کی وجہ سے انکاری ہوگیا ہے۔

اہل اسلام نواں کوٹ

﴿ج﴾

اگر بیع کے وقت سرفراز کے پاس گوارہ موجود تھا اور بحساب -/۱۵۲ روپے فی بوری کے دونوں نے ایجاب وقبول کے ساتھ بیع کرلیا ہے تو یہ بیع تام ہے اور بوقت بیع طے شدہ نرخ -/۱۵۲ روپے فی بوری کے حساب سے سرفراز کے ذمہ گوارہ دینا لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۸ صفر ۱۳۹۵ھ

کیا حاکم وقت ملکی یا قومی مفاد کے لیے کسی کا ذاتی حق ضبط کرسکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ کسی آدمی کی ذاتی ملکیت بغیر اس کی مرضی کے حاکم وقت یا کوئی اور شخص چھینے یا ضبط کرلے۔ کیا قومی یا ملکی مفاد کے لیے حاکم وقت اپنے کسی شہری کی ذاتی ملکیت ضبط کرسکتا ہے یا نہیں۔ اگر ایسا کرسکتا ہے تو اس کے معاوضہ کے بارے میں کیا ہوگا۔

غلام عباس نادر عباس اندرون بوہڑ گیٹ ملتان

﴿ج﴾

قومی مفادات کے لیے حاکم وقت کا کسی شخص کی ذاتی ملکیت کو حاصل کرنا درست ہے لیکن اس کی قیمت پوری کی پوری ادا کی جائے۔ حدیث پاک میں ہے لا یحل مال امرئ الا بطیب نفس منه مشکوٰۃ ص ۲۵۵۔ تمام

فقہاء بیع مضطر کو فاسد قرار دیتے ہیں۔ بیع المضطر و شراء ہ فاسد الدر المختار ص ۵۹ ج ۵۔ لہٰذا اگر حاکم وقت پورا معاوضہ ادا کر کے کسی شخص کی ذاتی ملکیت کو قومی مفاد کے لیے حاصل کرے تو جواز کا فتویٰ دیا جائے گا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی قاسم العلوم ملتان

ایک شخص کو سوت کپڑا بنانے کی شرط پر دیا جاتا ہے لیکن وہ مہنگے داموں بازار میں فروخت کرتا ہے کیا یہ بلیک مارکیٹنگ ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کو سوت کا کوٹا کنٹرول ریٹ پر بایں شرط ملتا ہے کہ وہ اپنی کھڈیوں پر کپڑا بنے مگر وہ شخص سوت لے کر کپڑا بننے کی بجائے بازار میں مہنگے بھاؤ پر فروخت کر دیتا ہے۔ دیکھنے سننے والے کہتے ہیں کہ شخص مذکور کا ایسا کرنا جرم ہے گناہ ہے اور بلیک مارکیٹ ہے مگر وہ شخص مذکور کہتا ہے کہ میرا ایسا کرنا ٹھیک ہے جائز ہے اور بلیک مارکیٹ نہیں کیونکہ وہ اب خرید کرنے کے بعد میری ملکیت میں ہے جس بھاؤ پر چاہوں بیچ سکتا ہوں۔ اب حل طلب مسئلہ یہ ہے کہ شخص مذکور کا یہ فعل کیسا ہے جرم ہے یا نہیں۔ بلیک مارکیٹ کی تعریف کیا ہے کیا بلیک مارکیٹ میں حصہ لینے والے شرعاً مجرم ہیں۔ ملکیت میں آ جانے کے بعد کیا احکام تبدیل ہو جاتے ہیں۔ جس شرط پر سوت ملا تھا وہ پوری نہیں کی۔ حکومت کے مقرر کردہ نرخوں سے بڑھ کر چوری چھپے بیچنا جرم ہے یا نہیں حکومت کی ایسے احکامات میں اطاعت فرض ہے یا نہیں۔ دلائل کتاب وسنت کی روشنی میں جوابات دے کر مشکور فرمائیں۔

﴿ج﴾

جب تک کسی چیز کی قیمت مناسب ہو اور بازار میں عام مل سکتی ہو اس وقت تک حکومت کو اس پر نرخ مقرر کرنا جائز نہیں۔ **لقوله عليه السلام ان الله هو المسعر القابض الباسط الرازق الحديث رواه الترمذى و ابو داود وغيرها مشكوٰة ۲۵۱**۔ لیکن قحط ہو اور اشیاء کی قیمتیں حد سے بڑھ گئی ہوں تو حکومت نرخ پر کنٹرول کر سکتی ہے۔ درمختار ج ۶ ص ۴۰۰ میں ہے۔ **الا اذا تعدى الارباب عن القيمة تعديا فاحشاً فيسعر اهل الراى وقال مالك على الوالى التسعير عام الغلاء** ایسے وقت میں حکومت کی جانب سے نرخ مقرر ہو جاتے ہیں اس سے زیادتی کرنا صحیح نہیں اور حاکم اس کو مناسب سزا دے سکتا ہے لیکن یہ حکم سیاست پر ہے۔ اگر کسی نے خلاف ورزی کی تو بھی اس کی بیع مفید ملک ہوگی اور وہ رقم اس کے لیے حلال ہوگی۔ رقم میں کوئی حرمت نہیں۔ البتہ یہ فعل اس کا قابل مواخذہ ہوگا۔ اس وجہ سے امامت سے علیحدگی کا حکم نہیں دیا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲ جمادی الاخری ۱۳۷۵ھ

قبضہ دینے سے قبل اگر مبیعہ ہلاک ہو جائے تو مشتری رقم واپس لے سکتا ہے

﴿س﴾

مسئلہ سے با قیمت کھڈی ۶۵ روپیہ مسمی ابراہیم نے دیے۔ یہ قصہ یوں ہے کہ جو کھڈی پر تان مادہ اور جانے کے بعد کھڈی زید نے کا وعدہ تھا جس وقت تانا آ کر گیا تو اس کو کہہ دیا کہ کھڈی اٹھا لے جاؤ کہ تان اتر گیا ہے۔ پاکستان بنے کی بھی خبر زیادہ پھیل گئی تو اسے کھڈی نہ اٹھائی وہ کھڈی اور باقی امام الدین کی کھڈیاں سب وہاں رہ گئی تو یہ شخص پاکستان میں آ گئے۔ اب مسمی ابراہیم کھڈی کی قیمت واپس مانگتا ہے۔ کیا مسمی مذکور کو کھڈی کی قیمت دی جائے یا نہ۔

امام الدین مہاجر

﴿ج﴾

شامی ص ۵۶۰ ج ۴ میں ہے **لو هلک المبیع بفعل البائع او بفعل المبیع او بامر سماوی بطل البیع و یرجع بالثمن لو مقبوضا** درمختار ص ۵۶۱ ج ۴ میں ہے **ثم التسلیم یکون تخلیة علی وجه یتمکن من القبض بلا مانع ولا حائل وشرط فی الاجناس شرط ثالثاً وهو ان یقول خلیت بینک وبین المبیع فلو لم یقله او کان بعیداً لم یصر قابضاً والناس عنه غافلون** الخ معلوم ہوا کہ کھڈی کا قبض نہیں ہوا اور قبض سے پہلے ہلاک ہونے سے مشتری بائع سے روپیہ واپس لے سکتا ہے۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جب مشتری بیمار اونٹ کا علاج کرتا رہا تو رضا بالعیب ہے لہٰذا بائع سے قیمت کا مطالبہ نہیں کر سکتا

﴿س﴾

زید نے عمرو کے ساتھ اپنے اونٹ کا تبادلہ کیا اور دو صد روپے زائد بھی دیے اور شرط یہ بھی رکھی کہ کیا اونٹ فلاں وجہ کے بغیر باقی وجوہات سے بیمار نہیں ہے اگر ہو تو میں ذمہ دار ہوں۔ اب وہ اونٹ دوسری بیماری سے بیمار ثابت ہوا ہے۔ یعنی باولہ ہو کر نحر کیا گیا ہے۔ حالانکہ اس عیب کی اگر متبادلی کو خبر ہوتی تو دیکھنے تک کا روادار نہ ہوتا چنانچہ اس بیماری کو معمولی بیماری سمجھ کر یا اتفاقی خبر سمجھ کر ذبح کر کے خود بھی کھایا اور اپنے احباب میں تقسیم بھی کیا اور دوست سمجھ کر متبادل (زید) کے گھر بھی بھیجا۔ مگر زید نے اس گوشت شتر بیمار بعلت باولہ پن (دیوانگی) کے نہ خود کھایا اور نہ گھر والوں کو کھانے دیا اور نہ کسی اور دوست کو دینا گوارا کیا بلکہ زیر زمین دفن کر دیا اور متبادل (عمرو کے گواہوں سے ثابت ہو چکا ہے کہ تبادلہ ہر دو شتران سے ایک ہفتہ پہلے کا یہ اونٹ زید والا اسی بیماری سے بیمار تھا۔ چنانچہ ڈاکٹر کو جو دکھایا گیا تو اس نے بھی کہہ دیا کہ یہ باولہ ہے اس کو گولی سے ہلاک کر دیا جائے۔ مگر متبادل نمبر ۲ عمرو یہ سمجھ کر کہ لوگ ایسی باتیں پکارتے ہیں درخور اعتنا نہ لایا اور علاج معالجہ کرتا رہا تا آنکہ اس کو ذبح کیا گیا۔ ذبح اور گوشت کھانے بعد اب عمرو کہتا ہے کہ زید

چونکہ خیار بالعیب کا ذمہ دار تھا اور عیب ثابت ہو گیا ہے تو کیا زید اس کی قیمت کا ذمہ دار ہے کہ نہیں اور کیا اس عمرو کو ذبح کرنے کا حق تھا یا کہ نہیں یا زندہ واپس کرنا چاہیے تھا۔ یہ چیز قابل غور ہے کہ عمرو غلط فہمی کا شکار ہوا ہے۔

نیز زید کہتا ہے کہ اونٹ بعد از تبادلہ بیمار ہوا ہے پہلے نہیں تھا۔ اس کے بینہ لیے جا سکتے ہیں کہ نہیں۔ اگر وہ بینہ لائے تو ترجیح عمرو کے بینہ کو ہے یا کہ زید کے بینہ کو قبل ازیں عمرو نے زید سے حلف بھی لی تھی کہ یہ اونٹ پہلے سے اس بیماری میں مبتلا نہیں تھا بعد میں عمرو نے بینہ سے ثابت کیا کہ یہ پہلے بیمار تھا براہ کرم نہایت غور وخوض سے حل فرمایا جائے۔

حکیم عبدالعزیز قریشی ضلع مظفر گڑھ

۲۶ جمادی الثانیہ ۱۳۷۳ھ

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں مشتری رجوع بالثمن کا حقدار نہیں نہ کل ثمن کا اور نہ قدر نقصان کا۔ مشتری کا اس پر علاج کرنا رضا بالعیب ہے۔ جس عیب کا علم ہو جائے اور پھر اس کا علاج کیا جائے اس کو رضا بالعیب کہا جاتا ہے۔ **واللبس والرکوب والمداواۃ له او به رضا بالعیب الذی ید او به فقط** (درمختار) علامہ شامی لکھتے ہیں **(والمداواۃ له او به) ای انه یشمل ما لو کان المبیع عبداً مثلا فداواہ من عیبه او کان دواء فداوی به نفسه او غیرہ بعد اطلاعه علی عیب منه** ص ۳۳ ج ۵۔ نیز اطلاع بالعیب کے بعد اس کو ذبح کرنے سے بھی رجوع کا حق نہیں رہتا۔ اخروٹ وغیرہ اگر بالکل اندر سے خراب نکلیں تو اس کے متعلق شامی لکھتا ہے کہ اگر توڑنے سے قبل علم بالعیب ہو جائے اور اس کے باوجود توڑ لیا تو رجوع بالعیب نہیں کر سکتا اور اگر توڑنے کے بعد عیب کا علم ہوا تو رجوع کر سکتا ہے۔ **فلو کسرہ بعد العلم بالعیب لا یرد لانه صار راضیاً** شامی ص ۲۵ ج ۵ الخ اس لیے علم بالعیب بعد ذبح کرنے سے رجوع کا حق ساقط ہو جاتا ہے۔ بینہ وحلف تک نوبت ہی نہیں پہنچتی۔ البتہ اگر بائع نے قصداً کتمان عیب کیا ہے تو وہ سخت گنہگار رہے۔ **لقوله علیه السلام من غش فلیس منا۔** واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر کسی کی زمین پر اُس کی اجازت کے بغیر مسجد تعمیر کرا دی گئی ہے تو اُس کو راضی کرنے کی کوشش کی جائے ورنہ زمین فارغ کر دی جائے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں کہ ایک قطعہ مستبعد زمین جس کی بابت یہ معلوم نہیں کہ کس کی ملکیت ہے۔ ارشاد فرماویں اس جگہ پر بغیر اجازت مالک کے مسجد تعمیر کرنا جائز ہے یا ناجائز۔ اگر غلطی سے تعمیر ہو چکی ہے تو اس کے منہدم کرانے میں آپ کی کیا رائے ہے۔

مولوی نور احمد خطیب قدیمی عیدگاہ بھکر ضلع میانوالی

﴿ج﴾

آ ج کل تمام زمینیں مخصوص ہو چکی ہیں۔ان کا کوئی نہ کوئی مالک ضرور ہوتا ہے۔اگر عوام کو معلوم نہ ہو تو پٹواریوں کو ضرور علم ہوتا ہے اوران کے کاغذات میں اندراج مل جاتا ہے۔مسجد بنانے سے پہلے تحقیق کرنی چاہیے کہ اس کا مالک کون ہے۔اب جبکہ مسجد بنا چکے ہو اوراس زمین کا کوئی واقعی مالک نکل آیا ہے تو اسے راضی کرو یعنی مفت اگر زمین نہیں دیتا تو قیمت ادا کرو۔ورنہ اگر مجبور کرے تو مسجد گرا کر زمین فارغ کر دینی ہوگی۔

نیز اگر وہ زمین شاملات میں سے ہے تو اصحاب شاملات سے اجازت لینی ہوگی اور اگر حکومت کی ہے تو حکومت کے ذمہ دار افسران کی اجازت سے مسجد کو قائم رکھا جائے۔فقط واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ ہذا
۷ربیع الاول ۱۳۸۲ھ

کچے پھلوں کی خرید وفروخت جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین اس بارے میں کہ عامۃ الناس میں یہ بات رواج پذیر ہے کہ کچا پھل مثلاً آم، کھجور، انار وغیرہ ودیگر جملہ خام ثمرات کی بیع کس وقت کس حد تک کریں تو جائز ہے۔کب فاسد اور کب باطل ہے۔ بعض اوقات گذرے اپنی بھیڑ بکریوں کے لیے کچی کھجوریں خرید کرتے ہیں وغیرہ اور پھر کاٹ لیتے ہیں۔ان امور پر شرع شریف سے روشنی ڈال کر ثواب دارین حاصل کریں۔بینوا توجروا

مستفتی مولوی اللہ بخش موضع چاہ حاجی والا علی پور

﴿ج﴾

کچے پھلوں کی بیع مثلاً آم، کھجور، انار وغیرہ جملہ خام ثمرات کی جائز ہے۔نیز جانوروں کے لیے کچی کھجوروں وغیرہ کا خریدنا بھی جائز ہے۔شامی ص ۵۵۵ ج ۴ پر ہے۔والصحیح انه یجوز لانه مال منتفع به فی ثانی الحال ان لم یکن منتفع فی الحال الی ان قال وان کان بحیث ینتفع به ولو علفاً للدواب فالبیع جائز باتفاق اهل المذهب اذا باع الثمر بشرط القطع او مطلقا الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ مدرسہ ہذا
۱۵صفر ۱۳۸۲ھ

بائع اگر مشتری سے کچھ رقم وصول کر کے اور بقیہ مبیعہ پر قابض ہو کر خود بیچتا رہے اور نقصان ہو جائے تو اس کا ذمہ دار کون ہوگا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر کے پاس تیرہ سو پچھتر روپے کی سبزی فروخت کی اور مبلغات مذکورہ سے سات سو اٹھارہ روپے بکر سے وصول کر لیے اور چار سو روپے نقد بکر سے مانگے اس نے کہا کہ دو تین دن کے بعد دے دوں گا۔ اس پر زید نے سبزی پر قبضہ کر لیا اور خود بیچنی شروع کر دی لیکن اس بیع میں مبلغات مذکورہ یعنی تیرہ سو پچھتر روپوں میں سے دو سو نوے روپے کم وصول ہوا۔ اس رقم کا زید نے بکر پر دعویٰ کر لیا اور بکر کہتا ہے کہ سات سو اٹھارہ روپے دینے کے بعد جب زید نے قبضہ کیا تھا اس وقت گیارہ سو روپے کا مال موجود تھا۔ تو فرمایئے کہ صورت مذکورہ میں زید دو سو نوے روپے لینے کا حقدار ہے یا نہیں یا بکر کا قول معتبر ہے۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ زید بائع بکر مشتری کے مابین یہ بیع تام ہو گئی تھی۔ لہٰذا زید صرف ۱۳۷۵ روپے لینے کا بکر سے مستحق تھا۔ سبزی کا مالک بکر ہو گیا تھا اور فروخت کرنے کا حق بھی بکر کو تھا لیکن کچھ دنوں کے بعد جب زید نے مبیعہ پر قبضہ کر کے خود بیچنا شروع کیا تو زید شریعت مین غاصب ہو گیا۔ اب جب کہ اسے اس طرح کرنے سے نقصان ہوا تو اس کا وہ خود ذمہ دار ہے اور وہ اس نقصان کی وجہ سے بکر پر کسی قسم کا دعویٰ کرنے کا مستحق نہیں ہے۔ لہٰذا زید بکر سے ۲۹۰ روپے لینے کا حقدار نہیں۔ اس سوال کے مطابق شرعی حکم یہ ہے۔ باقی شرعی لحاظ سے اگر فریقین فیصلہ کریں تو فریقین حاضر ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۸ ذوالحجہ ۱۳۸۱ھ

تبادلہ اراضی کی صورت میں ایک فریق کا مکر جانا اور زیادہ رقم کا مطالبہ کرنا گناہ ہے

﴿س﴾

مندرجہ ذیل سوال کے متعلق شرعی حکم صادر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ دوست محمد وغیرہ کی کچھ اراضی تھل میں تھی اور حاجی صاحب کی کچہ میں۔ دونوں میں قیمت کی تشخیص پر تبادلہ اراضی کا معاہدہ ہوا اور دوست محمد وغیرہ کی اراضی کی قیمت -/۴۲۰۰ روپیہ قرار پائی۔ بالمقابل تبادلہ اراضی کا انتقال درج کرانے کی بجائے حاجی صاحب کی خواہش کے

مطابق دوست محمد وغیرہ نے حاجی صاحب کے نام رجسٹری بیع نامہ لکھ دیا اور حاجی صاحب نے رجسٹری پر اصل تشخیص شدہ قیمت -/۴۲۰۰ کی بجائے دس ہزار چڑھایا اور جب دوست محمد وغیرہ کے نام کچہ والا رقبہ منتقل کرانے کا مرحلہ آیا تو حاجی صاحب مختلف حیلوں بہانوں سے ٹال گئے۔ چنانچہ سال بھر تک اس بارے میں کوئی کارروائی نہ ہو سکی۔ آخرکار مایوس ہو کر دوست محمد وغیرہ نے اپنی نابالغ اولاد سے شفعہ دائر کرا دیا۔ اب حاجی صاحب سخت برہم ہیں اور رجسٹری کے بل بوتے پر دس ہزار وصول کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اب جب کہ حقیقت یہ ہے کہ یہ بیع بیع نہ تھی بلکہ تبادلہ تھا اور یہ دستاویزی کارروائی محض نمائشی تھی۔ دوست محمد وغیرہ نے حاجی صاحب سے ایک پیسہ بھی وصول نہیں کیا۔ بلکہ اصل تشخیص شدہ رقم ۴۲۰۰ روپیہ بھی ہنوز حاجی صاحب کے ذمہ ہی چلا آتا ہے۔ کیونکہ اس رقم کے عوض کچہ والا رقبہ جو لینا تھا اب فرمایئے بروئے شریعت دس ہزار یا کم وبیش وصول کرنے میں حاجی صاحب کہاں تک حق بجانب ہیں؟ نیز یہاں اس نکتے کی بھی وضاحت ضروری ہے کہ یہ جو بیع شدہ میں فی زمانہ چڑھاوے چڑھانے کا دستور ہے بروئے شریعت جائز ہے یا ناجائز؟ بعض لوگ عام تجارت کی طرح اسے بھی ایک طرح کا منافع قرار دیتے ہیں اور بعض کے نزدیک حرام ہے۔ صوفی حاجی صاحب بھی اسے منافع ہی جتلاتے ہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں برتقدیر صحت سوال حاجی صاحب سخت مجرم اور گنہگار ہیں۔ اول تو یہ سودا زمینوں کے تبادلہ کا قرار پایا تھا۔ اس پر قائم نہ رہے اپنے لیے زمین پر قابض ہو کر فریق ثانی کو زمین دینے سے انکاری ہو گئے۔ پھر خریدار پر زائد رقم کے ساتھ منافع کا دعویٰ غلط ہے۔ کیونکہ اس رقم کو حاکم کے روبرو اصل رقم میں شامل کیا جاتا ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ میں نے یہ زمین اس رقم کے عوض خرید کی۔ حالانکہ خرید کم تھی یعنی حاجی صاحب حاکم کے روبرو یہ اقرار کبھی نہیں کریں گے کہ میں نے بیالیس سو میں خرید کی ہے اور اب میں نفع لینا چاہتا ہوں۔ بلکہ جھوٹ بولنا پڑے گا۔ فقط واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

۱۷ محرم ۱۳۸۲ھ

سرکاری زمین کی مجاز اتھارٹی کی اجازت کے بغیر آپس میں بولی لگانا اور قومی خزانہ کو نقصان پہنچانا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس بارے میں کہ مملکت پاکستان کی دستور یہ کے اس متفقہ فیصلہ کے بعد کہ کوئی قانون کتاب وسنت کے خلاف نہیں بنایا جائے گا۔ اس اعلان کے بعد مملکت پاکستان ایک اسلامی ریاست کہی جائے گی۔ مغربی پاکستان کے اکثر اضلاع میں مملکت پاکستان کی زرعی اراضی پائی جاتی ہیں۔ آباد اضلاع مثلاً منٹگمری اور ملتان

کالونی ایریا میں اس قسم کی اراضی کافی تعداد میں پائی جاتی ہیں۔ پاکستان کے قیام سے لے کر اب تک حکومت اپنی ملکیتی اراضی کے کچھ حصے ہر سال نیلام عام میں فروخت کرتی ہے اور کچھ رقبے یک سالہ کاشت پر نیلام کرتی ہے۔ حکومت ہمیشہ ایک کتابچہ شائع کرتی ہے جس میں جو رقبہ نیلام بطور فروخت یا نیلام بطور کاشت دینا مطلوب ہو تفصیل شائع کرتی ہے۔ اراضی کا محل وقوع، مربعہ نمبر، رقبہ ایکڑوں، کنالوں اور مربعوں میں ازاں بعد حکومت بذریعہ اجازت واشتہارات اور بذریعہ عملہ فیلڈ منادی کرتی ہے کہ مورخہ اتنے بمقام فلاں حساب افسر مجاز فلاں نیلام کریں گے۔ افسر مذکور کے بغیر کوئی بھی دوسرا حاکم اس کے نیلام کرنے میں مجاز نہیں ہوتا۔ اب نیلام دو قسم کا ہوتا ہے۔ نیلام خاص۔ اس میں صرف اس چک کے اشخاص حصہ لے سکتے ہیں جس چک میں یہ رقبہ ہو۔ اور نیلام عام میں مملکت کا ہر باشندہ حصہ لے سکتا ہے۔ جو کتابچہ گورنمنٹ نے شائع کیا اس میں فی ایکڑ ایک رقم لکھی جاتی ہے کہ کوئی شخص اس سے کم ٹنڈر یا بولی دینے کا مجاز نہیں۔ تاریخ مقررہ پر نیلام ہوتی ہے اور سب سے زیادہ دینے والے کے نام اراضی مستقل کردی جاتی ہے۔ یہ تفصیل قدرے اس لیے لکھ دی تاکہ صورت مسئلہ واضح ہو جائے۔ کتابچہ میں جو رقم لکھی جاتی ہے اس سے ہر سال کئی گنا پر نیلام ہوتی ہے۔ اب بعض چکوں میں ایک رجحان پیدا ہو چکا ہے مشورہ کیا جاتا ہے کہ گورنمنٹ کے خزانے کو روپیہ کیوں دیا جائے۔ چک میں بیٹھ کر بولی کردی جائے اور جو آدمی سب سے زیادہ بولی دے وہی افسر مجاز کی نیلامی کی تاریخ پر بولی کم قیمت پر ایک رقبہ حاصل کرے باقی کوئی آدمی جو یہاں بولی پا چکا ہے وہاں بولی نہ دے۔ مقرر کردہ شخص کے خلاف کوئی دوسرا بولی نہیں دے سکتا۔ کیونکہ چک کے ذی اثر افراد چک میں بولی دے کر رقبہ نیلام کر چکے ہیں۔ چک کے ذی اثر افراد کی خلاف ورزی سے باہمی رہن سہن کی زندگی میں دشواری ہوتی ہے۔ شخص مذکور بولی کی رقم جس پر وہ اراضی حاصل کر چکا ہے خزانہ میں داخل کر کے باقی رقم تعمیر مسجد کے لیے متولیوں کے حوالے کر دیتا ہے۔ مثلاً گورنمنٹ کے اپنے کتابچے میں لکھ دیا کہ ایک ہزار فی ایکڑ سے کم ہر کوئی بولی دینے کا مجاز نہیں۔ اب چک میں جب اسی رقبہ کی بولی ہوئی وہ ہزار سے تین ہزار فی ایکڑ تک پہنچی اب بولی ختم ہونے پر شخص مذکور کو کہا کہ تم جاؤ اور ایک ہزار ایک سو کی بولی دے دو۔ تمہاری یہ بولی چونکہ افسر کے سامنے زیادہ ہوگی باقی کوئی آدمی تم سے زیادہ بولی نہیں دے گا بقایا رقم یہاں ادا کر دو۔ تاریخ نیلام سے قبل ہی بولی ہو جاتی ہے۔ سودا پختہ ہو جاتا ہے اور بقایا رقم وصول کر لی جاتی ہے۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ کوئی معتبر قسم کا آدمی آخری بولی پر چک کے چودھریوں سے زمین حاصل کر لیتا ہے اور معاملہ اوپر ٹھہرتا ہے۔ رقم تعمیر مسجد سرکاری بولی کی تاریخ گزرنے پر ادا کر دوں گا تو بھروسہ کر لیا جاتا ہے۔ سرکاری نیلام کے دن وہ چک کے طے شدہ پروگرام کے تحت اراضی حاصل کر لیتا ہے اور پھر چک کے چودھری کو بھی من چلا بہا جواب دے دیتا ہے۔ کیونکہ یہ آدمی باضابطہ مقروض نہیں ہوتا۔ کوئی قانون ذریعہ وصول کا ہو نہیں سکتا بلکہ قانون کی آنکھ

میں ڈھول ڈال کر یہ رقم گھڑی جاتی ہے۔اس صورت میں اسلامی ریاست کا خزانہ بھی خالی رہتا ہے اور بے چاری مسجد کے پاس وارنٹ گرفتاری ہوتے ہی نہیں ۔ نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم ۔ مندرجہ ذیل باتوں کی وضاحت مطلوب ہے۔

(۱) آیا اس اسلامی ریاست کے املاک بغیر علم واجازت حکومت یا نمائندہ حکومت کے کسی دیگر فرد یا پارٹی کو نیلام کا اختیار شرعی ہے یا نہیں۔

(۲) آیا اس کارروائی سے خزانہ حکومت کو جو نقصان پہنچایا وہ خیانت ہے یا نہیں اور اس طریق سے حاصل کردہ مال غصب ہے یا نہیں۔

(۳) اس مال سے مسجد کی تعمیر جائز ہے یا نہیں ۔(بعض چکوں میں تعمیر مسجد لاکھ ڈیڑھ لاکھ تک پہنچ چکی ہے)

(۴) مسجد کے علاوہ دیگر امور میں اس مال کا خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں۔

(۵) بغیر تحقیق شرعی کے اس کو جائز قرار دینے یا ناجائز قرار دینے والے اگر بعد تحقیق شرعی اپنے موقف پر قائم رہیں اور حکم شرعی تسلیم نہ کریں اور اعلان عام کے ذریعہ سے توجہ اور رجوع نہ کریں تو ایسے افراد امامت کے مستحق ہیں یا نہیں۔

جواب جلدی دیں اگر جائز ہے تو لوگوں کو کرنے دیا جائے اگر ناجائز ہے تو کم از کم اہل خوف شریعت مطہرہ کا احترام کرتے ہوئے باز رہیں۔

محمد عنایت اللہ قاسمی بورے والا

﴿ج﴾

اہل چک کا اس طرح سرکاری بولی (نیلامی) سے قبل متفق ہو کر بولی دے دینا اور پھر زائد بولی دے دینے والے کو ہی نیلامی کی اجازت دینا اور دوسروں کو منع کرنا اور اس میں اہل اثر رسوخ والوں کا اپنے اثر ورسوخ کو استعمال کرنا اور حکومت کے خزانہ کو نقصان پہنچانا یہ عمل ناجائز ہے۔

اسلامی حکومت اگر نہ بھی ہو تب بھی یہ فعل قبیح وشنیع ہے۔از قسم سازش اور غدار اور دھوکہ ہے اور اس طرح سے جو پیسہ حاصل ہوتا ہے وہ باطل میں داخل ہے۔ مسجدوں کی تعمیر میں لگانے کے لائق نہیں ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۸صفر ۱۳۸۲ھ

کپاس اور گندم کی کچی فصل فروخت کرنا

﴿س﴾

عرض ہے کہ یہاں پر رواجوں میں سے ایک رواج ہے کہ کپاس کے کھیت کے کھیت ابھی ان میں مشکل سے غنچے نکلے ہی ہوتے ہیں ابھی تک پھٹیاں نکلی نہیں ہوتیں کہ ان کو بیچ دیا جاتا ہے یہ درست بیع ہے یا نہیں۔ نیز گندم کا کچا کھیت

برائے گھاس چارہ دے کر ان کے بدلے تیس یا چالیس من فی ایکڑ دانے گندم فصل پختہ ہوتے ہی لیے جاتے ہیں۔ اس قسم کی بیع بھی عام ہے۔اس کو بھی مفصل بیان کریں۔

اللہ بخش چاہ حاجی والا کلر والی تحصیل علی پور

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں مذکورہ بیع کو بیع سلم کہتے ہیں۔ یہ مشروع اور جائز ہے۔ مکیلی وموزونی اشیاء میں نیز ناپ والی اور گنتی والی اشیاء میں مندرجہ ذیل شروط کے ساتھ۔ (۱) بیع شدہ چیز کی کیفیت اور صورت معلوم ہو کہ فلاں قسم اچھی یا درمیانی یا ادنیٰ تا کہ لیتے وقت جھگڑے کی نوبت نہ ہو۔ (۲) نرخ بھی اسی وقت طے کر کے (بائع ومشتری) بازار کے نرخ کا اس میں لحاظ نہ ہو۔ (۳) جتنی رقم کی لینی ہے وہ رقم معلوم ہو (۴) کہ اسی وقت اسی جگہ رہتے رہتے سب رقم دے دیوے۔ اسی مجلس میں نہ دینے سے بیع باطل ہو جاتی ہے (۵) کہ اپنے لینے کی مدت کم از کم ایک مہینہ مقرر کرے کہ ایک مہینہ کے بعد فلانی تاریخ کو ہم کپاس لیں گے۔ مہینے سے کم مدت مقرر کرنا صحیح نہیں۔ زیادہ چاہے جتنی مقرر کرے جائز ہے لیکن دن، تاریخ، مہینہ سب مقرر کر دے (۶) کہ یہ بھی مقرر کرے کہ فلانی جگہ وہ چیز دینا یعنی اس شہر میں اور جہاں لینا ہو وہاں پہنچانے کا کہہ دے۔ البتہ اگر کوئی ہلکی چیز ہو تو لینے کی جگہ بتلانا ضروری نہیں۔ (۷) نیز ان شرطوں کے علاوہ سلم کے صحیح ہونے کے لیے یہ شرط بھی ضروری ہے کہ جس وقت معاملہ کیا ہے اس وقت سے لے کر لینے اور وصول پانے کے زمانے تک وہ چیز بازار میں ملتی رہے۔ نایاب نہ ہو ورنہ بیع باطل ہو جاتی ہے۔ نیز نئی، پرانی اور کسی کھیت کی شرط لگانا بھی صحیح نہیں ہے۔ یہ بیع سلم کی شرائط ہیں ان کے تحت میں اگر پھٹیوں کا سودا کیا جائے تو یہ عقد صحیح ہوگا۔

بندہ احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم
۱۰ محرم ۱۳۸۲ھ

بائع کا مشتری کو ”رقم کا انتظار کرو جس دن رقم آئے گی زمین آپ کے نام منتقل کر دوں گا“ کہنے سے بیع منعقد نہیں ہوتی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ صوفی نور محمد میر ارقبہ مشترکہ چاہ موسیٰ والا موضع ماہڑہ نشیب میں ہے۔ صوفی نور محمد اپنا رقبہ فروخت کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے کئی دفعہ فرمایا کہ رقبہ بنجر قدیم ہے میں اسے فروخت کرنا چاہتا

ہوں۔ایک سال کے قریب صوفی صاحب مذکور نے اپنے رقبہ کو فروخت کرنے کے لیے خریداروں کو کہا اس مشترکہ رقبہ میں میں نے از خود ایک چاہ احداث کیا ہے جس میں صوفی صاحب نے لاگت نہیں دی اور فرمایا کہ میں چاہ میں شریک نہیں ہوں گا۔ایک دن صوفی صاحب نے مجھے فرمایا کہ اس رقبہ پر میرا ۸۵۰ روپیہ خرچ ہو چکا ہے۔اگر تو مجھے ۸۵۰ روپیہ دے دے تو میرے حصہ کا رقبہ اپنے نام انتقال کرالو۔میرے پاس اس وقت رقم موجود نہ تھی۔میں نے عرض کیا کہ میں نے باغیچہ فروخت کیا ہوا ہے جو ساون کی آخیر تک مجھے رقم ملے گی اگر فرمادیں تو اسی روز مبلغ ۸۵۰ دے دوں گا۔چنانچہ صوفی نے فرمایا کہ اچھا جس دن آپ کو رقم مل جائے میں رقبہ سالم منتقل کرادوں گا اور آپ رقم کا انتظار کریں اور وعدہ مستقل کیا کہ مبلغ ۸۵۰ میں سالم رقبہ صوفی صاحب مجھے دیں گے۔رقم باغیچہ جب مجھے مل گئی تو میں صوفی صاحب کے پاس آیا کہ رقبہ میرے نام منتقل کردیں اور رقم لے لیں۔میں چونکہ گورنمنٹ ملازمت پر تھا اسی لیے میں نے ایک درخواست ڈپٹی کمشنر صاحب کی خدمت میں دے دی کہ مبلغ ۸۵۰ روپے میں چھ بیگھہ رقبہ خرید کر رہا ہوں۔ مجھے اجازت دی جائے درخواست دینے کے دو تین دن کے بعد مشورہ عام سے دوستوں نے کہا کہ آپ اگر رقبہ اپنے نام کروالو تو کوئی حرج نہیں ہوگا۔کیونکہ درخواست برائے اجازت دی گئی ہے۔اس پر میں صوفی صاحب کے پاس آیا کہ رقبہ کا انتقال درج کرلو تو صوفی صاحب نے فرمایا کہ میرا ارادہ اب سالم رقبہ کا نہیں اور نہ ہی مجھے اب وہ ضرورت ہے کہ سالم رقبہ فروخت کردوں۔دو بیگھہ رقبہ کا مجھے تین سو روپے دے دو اور یہ رقبہ اپنے نام کرالو۔بقایا کی بیشی کا حساب نہ کرو۔میں چونکہ اس وقت مجبور تھا کیونکہ رقبہ انہوں نے منتقل کرنا تھا اس لیے میں خاموش رہا۔اب صوفی صاحب وہی رقبہ بقایا ماندہ چار بیگھہ کے قریب کے لیے آٹھ سو روپے مانگ رہے ہیں۔میں نے عرض کی کہ صوفی صاحب آپ نے تو میرے ساتھ سودا کیا تھا کہ آٹھ سو پچاس میری لاگت ہے۔وہ مجھے دے دو۔اس وقت میں تو رقم دیتا تھا مگر صوفی صاحب نے مجھے سالم رقبہ نہ دیا اور نہ ہی سالم رقم وصول کی ہے۔دریافت طلب امر یہ ہے کہ صورت مسئولہ میں مشتری کے لیے کس صورت میں بیع اول بحال رہے گی یا عقد جدید کرنا پڑے گا اور بائع کو وعدہ پر پابند رہنا ضروری ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں یہ بیع نہیں ہے بلکہ معاہدہ ہے جیسا کہ خط کشیدہ الفاظ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ آپ رقم کا انتظار کریں جس دن رقم ادا کردیں گے۔اس دن رقبہ کا انتقال کردوں گا اور وعدہ مستقل کرلیا الخ۔لہٰذا اب عقد جدید کرنا پڑے گا اور وعدہ کی پابندی ضروری ہے لیکن اگر نرخ میں کمی بیشی ہوگئی تو اس کے مطابق فریقین قیمت کو گھٹا بڑھا سکتے ہیں۔فقط واللہ اعلم

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲۳ ذوالحجہ ۱۳۸۱ھ

مہاجرین کا اپنا کلیم کے حق کو فروخت کرنا

﴿س﴾

مہاجرین کو جو کتابچہ حکومت کی طرف سے ملا ہوا ہے کہ تم اراضی متروکہ تارکین وطن میں سے اتنی مالیت کی زمین یا مکان حکومت سے لینے کے مستحق ہو جسے کلیم کہتے ہیں اس کا بیچنا اور خریدنا جائز ہے یا نہیں۔ بصورت جواز کمی بیشی پر اس کا فروخت کرنا کیسا ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

عبارت مذکورہ سے جو بات واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ بعض صورتیں اعتیاض عن الحق جائز ہیں۔ اس سے قبل بھی اس مسئلہ پر کئی دفعہ غور کر چکا ہوں لیکن مذکورہ صورت جواز میں حق معلوم سے اعتیاض کو جائز کہا گیا ہے۔ جیسے کہ ناظر وقف وظیفہ نظر سے بالعوض فارغ ہو یا مثلاً عبد میں حق خدمت سے موصیٰ لہ بالخدمۃ عوض حاصل کرے یا فراغ الزعیم من استیمار الی غیر ذلک من الصور سے ظاہر ہے اور یہاں کلیم میں حق تملک مکان سکنی یا زمین زرعی بالکل حق الملک فی غیر المعلوم ہے۔ اس حق کا متعلق بالکل مجہول ہے یا لجہالۃ الفاحشۃ اور اس کو ان حقوق معلومہ پر قیاس کرنا اور ان سے الحاق کرنا بعید معلوم ہوتا ہے اور خود کتابچہ متقوم نہیں ہے اور نہ اس کی بیع جائز ہے۔ کما قلتم اس لیے نہ بصورت بیع اور نہ بہ صورت نزول عن الحق جواز کی کوئی وجہ نظر آتی ہے۔ پھر ساتھ ساتھ یہ کہ شامی نے خود بھی آخر میں کہہ دیا ہے۔ **وبالجملة المسئلة ظنية والنظائر المتشابهة للبحث فيها مجال وان كان الاظهر فيها ما قلنا فالاولىٰ ما قال فى البحر من انه ينبغى الابراء العام بعده انتهىٰ الردالمحتار مع** الدر المختار ص ۵۲۰ ج ۴ غرضیکہ خط کشیدہ جملہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان حقوق معلومہ سے اعتیاض کے جواز کے متعلق بالکل اطمینان نہیں ہے اور کلیم والی صورت میں بوجہ فرق مذکورہ کے تردد اور بڑھ جاتا ہے۔ اس لیے احتیاط اس میں ہے کہ فتویٰ عدم جواز کا دیا جائے اور اکثر حضرات مفتیین بھی عدم جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔ پھر اہل مدارس اسلامیہ اور علماء کرام کو ضرور محتاط رہنا چاہیے ان کا منصب اس قسم کے مشتبہات میں واقع ہونے سے بالا ہے۔ غرضیکہ فتویٰ اور تقویٰ دونوں لحاظ سے احتراز لازم ہے۔ **ومن اتقى الشبهات فقد استبرأ لدينه الحديث** واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

۱۰ شعبان ۱۳۸۱ھ

پٹواری نے اگر غلطی سے کوئی اور زمین مشتری کے نام کردی تو وہ بدستور اصل مالک کی رہے گی

﴿س﴾

اسلامی حکم نامہ

مسمی اللہ بخش وسرفراز وغیرہم سکنہ وھوا مدعی فریق اوّل ۔ اللہ بخش مانگہ خان نمبردار موضع قیصری مدعا علیہ فریق دوم۔ مدعی مذکور نے ایک کھیت ایک قطعہ اراضی مدعا علیہ سے بطور بیع کے لیا تھا۔ جس قطعہ اراضی کو پیش کر کے رقم لی گئی تھی اس کی بجائے پٹواری کی غلطی سے دوسرے نمبر کا کھیت ان کے نام بیع ہوگیا تقریباً سات آٹھ سال تک فریق اول اس کھیت کی جوان کو دکھا کر انتقال ہوا تھا پیداوار کھاتا رہا۔ اس عرصہ مذکور کے بعد کسی دشمن کے اکسانے پر انھوں نے اس کا نمبر لینے کا مطالبہ کیا جو غلطی سے ان کے نام ہوگیا۔ ان پر دو نمبرات کی زمین کی قیمت میں چونکہ فرق ہے اس لیے اب وہ فریق اول اس غلطی شدہ نمبر جو کہ اچھا ہے لینے کا مدعی ہے اور فریق ثانی ان کے اصل حق کو دینے پر راضی ہیں لیکن غلطی شدہ نمبر دینے کے لیے تیار نہیں ۔ اس غلط فاحش پر موضع کا موضع گواہی دینے کے لیے تیار ہے پہلے تو فریق اول نے بھی تسلیم کیا تھا اور غلطی کو درست کر دینے کا وعدہ کیا لیکن دشمنوں کے اُکسانے سے اب وہ اصل چیز کی بجائے غلط شدہ چیز (زمین) کو لینے کا خواہش مند ہے۔ اب از روئے شرع شریف بیان فرمادیں کہ فریق اول کو کونسا قطعہ اراضی ملنا چاہیے۔ آپ اس عبارت کے موافق فتویٰ عنایت فرمائیں۔

محمد رب نواز صابر
۲۴ دسمبر ۱۹۶۱ء

﴿ج﴾

اگر واقعی صورت مسئولہ میں بائع کی فروخت کردہ زمین کی بجائے پٹواری کی غلطی سے اس کی دوسری زمین مشتری کے نام ہوگئی تو نام ہو جانے سے شرعاً مشتری کا حق نہیں بن جاتا۔ بلکہ جس زمین پر بائع اور مشتری کے درمیان عقد بیع ہوا ہے وہی مشتری کا حق ہے۔ غلطی سے مشتری کے نام شدہ زمین جبکہ اس پر عقد بیع نہیں ہوا مشتری کو شرعاً لینے کا حق حاصل نہیں ۔ لہٰذا بائع و مشتری دونوں کا فرض ہے کہ بائع اپنی فروخت کردہ زمین مشتری کے نام کردے اور مشتری غلطی سے اس کے نام شدہ زمین بائع کے نام کردے تا کہ ہر ایک صاحب حق کو اپنا حق پہنچ جائے۔ واللہ اعلم

احمد جان نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اُدھار کی وجہ سے لوگوں سے قیمت زیادہ لینا، گندم نخود وغیرہ میں بیع سلم جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ

(۱) ہمارے ہاں یہ رواج ہے کہ تاجر لوگ جنسی اناج وغیرہ غریب مسکین لوگوں کو گراں نرخ پر دیتے ہیں۔ مگر سہولت یہ دیتے ہیں کہ دو چار مہینے کے بعد غلہ مبیعہ کی قیمت وصول کریں گے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے سودے میں کیا ربوا نہیں آتا۔ جبکہ نقد ونسیہ میں تفاوت واضح پیدا ہو جاتا ہے۔ حسب قواعد فقہیہ نہ سہی از روئے احادیث اس کو ممنوع قرار دیا جا سکتا ہے۔

(۲) یہ بھی ہمارے ہاں کے تاجر کر رہے ہیں کہ گندم نخود جس کی برداشت میں ابھی دو چار ماہ باقی ہے خرید کر رہے ہیں پیشگی رقوم دے رہے ہیں۔ اگر نہایت گری ہوئی قیمت لگا کر اور غریب لوگ رقموں کی ضروریات اور تنگ دستی کی وجہ سے ایسے سودے قبول کر رہے ہیں غلہ کے ایفاء کے لیے ہاڑ کے مہینہ کا تعین تو کر رہے ہیں مگر خاص تاریخ کا تعین نہیں۔ کیا یہ سودا درست ہے یا نہیں۔ علاوہ ازیں یہ شرط بھی ہوتی ہے کہ وقت ایفاء اگر غلہ بائع نہ دے سکا تو مشتری اس وقت کی قیمت وصول کر لے گا۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

(۱) ادھار کی وجہ سے شرعاً نرخ بڑھانا اسی صورت میں جبکہ خریدنے والا مجبور ہے اور بائع اس کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر گراں قیمت فروخت کر رہا ہے جائز نہیں۔ البتہ اگر خریدنے والا مجبور نہیں اور گرانی بھی فاحش نہیں تو جائز ہے یعنی اُدھار کا سودا جتنی مقدار پر مروج ومعروف ہے اتنی مقدار زیادتی وگرانی پر دیتے ہیں۔ تو یہ گرانی وزیادتی فاحش نہیں ہے۔ دلیل جواز صاحب ہدایہ کا قول باب المرابحہ ص ۷۶ ج ۳ الا یریٰ انه یزاد فی الثمن لاجل الاجل بحر الرائق باب المرابحة ص ۱۱۵ ج ۶ لان للاجل شبها بالبیع الاتری انه یزاد فی الثمن ثم قال بعد اسطر الاجل فی نفسه لیس بمال و لا یقابله شیء من الثمن حقیقة اذا لم یشترط زیادة الثمن فی مقابلته قصدا ویزاد فی الثمن لاجله اذا ذکر الاجل بمقابلة زیادة الثمن قصداً فاعتبر مالا فی المرابحة احترازا عن شبهة الخیانة ولم یعتبروا فی حق الرجوع عملاً بالحقیقة الخ۔

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

(۲) مذکورہ بیع کو بیع سلم کہتے ہیں۔ یہ جائز ہے قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ قوله تعالیٰ اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوه الایة وقوله علیه السلام من اسلم منکم فلیسلم فی کیل معلوم ووزن معلوم الی اجل معلوم اور وزنی وکیلی اشیاء میں اور کپڑوں وغیرہ میں جائز ہے۔ چند شروط کے ساتھ:

(۱) بیع کی ہوئی چیز کی جنس ونوع معلوم کرنا کہ گندم ہے یا جو کپاس کپڑا وغیرہ کی بیع کر رہا ہوں۔

(۲) صنعت بھی معلوم ہو کہ گندم فلانی قسم کی اچھی یا بری کپڑا فلاں قسم کا موٹا یا نرم اچھا یا ردی تاکہ پھر جھگڑے کی

نوبت نہ آئے۔

(۳) اور مقدار بھی معلوم ہو کہ اتنے ٹوپے گندم یا اتنے من چینی یا اتنے گز کپڑا۔

(۴) مدت بھی معلوم ہو کہ اتنے عرصہ تک کم از کم ایک مہینہ مہلت ہو۔

(۵) رقم یا قیمت کی جگہ خریدنے والا جو چیز دے دیتا ہے اس کو بیچنے والا بیع کی مجلس میں قبض کر لے۔

(۶) اور جگہ دینے کی بھی معلوم ہو یعنی ان باتوں کا طے کرنا بیع کے وقت ضروری ہے جو کہ بائع ومشتری کے درمیان کسی وقت جھگڑے کا سبب بنے۔

(۷) ساتھ ساتھ بیچنے والے کے کاشت کیے ہوئے غلہ وغیرہ کی شرط نہ ہو۔

(۸) اور بیع کے وقت سے لے کر ادا کرنے تک بیع شدہ چیز منڈی بازار وغیرہ سے ملتی ہو تو اس قسم کی بیع میں ان باتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے کی جائے اور یہ شرط لگانا جائز نہیں کہ اگر وقت ایفاء بائع غلہ نہ دے سکا تو مشتری اس وقت کی قیمت وصول کرے گا بلکہ بائع کو غلہ کا دینا واجب اور مشتری کو لینا واجب ہے۔ اس شرط پر یہ بیع فاسد ہوگی جس کا ختم کرنا لازم ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۶ رجب ۱۳۸۱ھ

اگر مشتری نے کوئی چیز خرید کر تھوڑی سی رقم بائع کو دی ہو اور بیع فسخ ہونے کے بعد بائع وہ رقم واپس نہ کرے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر سے ایک دکان کا مبلغ تین ہزار روپے نقد پر سودا کیا۔ مبلغ پانچ سو روپے نقد پیشگی وصول کی۔ ہفتہ کے بعد پشیمان ہو کر مشتری نے بیع فسخ کر دی۔ مشتری پیشگی واپس طلب کرتا ہے۔ بائع واپس دینے سے انکاری ہے۔ بائع نے پھر وہ دکان ڈیڑھ ہزار خسارہ پر فروخت کر دی۔ اب یہ رقم پیشگی بائع کے لیے عوض نقصان حلال ہے یا حرام واجب الرد ہے یا نہ۔ بینوا توجروا

حقانی دواخانہ ٹانک ضلع ڈیرہ اسماعیل خان حکیم مولوی عبدالحق

﴿ج﴾

مشتری نے جب پشیمان ہو کر بیع فسخ کر دی اور بائع بھی فسخ اور اقالہ پر رضامند ہو گیا حتیٰ کہ اس نے آگے دوسرے شخص کو مکان مذکور فروخت کر دیا تو وہ پانچ سو روپیہ جو پیشگی وصول کر چکا ہے وہ بھی مشتری کو واپس کرے گا۔

اگر چہ نہ واپس کرنے کی شرط بھی لگا چکا ہے۔ بشرطیکہ اس ایک ہفتہ کے دوران میں اس دکان کے اندر کوئی عیب پیدا نہ ہوا ہو۔ اگر عیب پیدا ہو گیا ہو تو بقدر عیب کے بائع مشتری سے رقم لے سکتا ہے۔ اگر اس کم قیمت پر اقالہ کر چکے ہوں۔ عیب مثلاً از قسم گرنے عمارت وغیرہ کے ویسے دکان کی قیمت کی کمی کو عیب نہیں کہا جاتا۔ **قال فی الکنز ص ۲۴۴ وتصح بمثل الثمن الاول وشرط الاکثر والاقل بلا تعیب و جنس آخر لغو فلزمه الثمن الاول**۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۲ رجب ۱۳۸۵ھ

مشترکہ زمین تقسیم کرتے وقت جس کے حصے میں درخت آئیں گے وہ اسی کے ہوں گے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ

(۱) دو شخص سگے بھائی اپنے عم سے زمین خرید کرتے ہیں وہ زمین مبیعہ دوسری جگہ واقع ہے۔ مغالطہ کے طور پر ان دونوں نے ۱۷/۴۰ پر قبضہ کر کے چند درختان مثمرہ وغیر مثمرہ نصب کیے ہیں۔ بعد مدت کے معلوم ہوا کہ مبیعہ زمین ۱۴/۴۰ میں واقع ہے۔ ۱۷/۴۰ کا مالک فوت ہو چکا ہے۔ ورثاء ان دو شخصوں سے زمین کا قبضہ کاغذات مال دکھلا کر بخوشی رضا واپس لیتے ہیں۔ واپس لیتے ہی ورثاء جس وقت تقسیم کرتے ہیں ناجائز مقبوضہ زمین ان دو شخصوں میں سے ایک شخص مسمی حافظ عبدالستار کو حصہ میں آ جاتی ہے۔ تو کیا عند الشرع دوسرے ورثاء بمع اس شریک کے ان درختوں کا مطالبہ کر سکتے ہیں یا نہیں جو کہ اس نے اور اس کے برادر شریک فی البیع نے نصب کیے تھے۔

(۲) جائے سکونہ چار دیواری کے لیے حضرت میاں تاج محمد اپنے دو بیٹوں حافظ عبدالستار، حافظ عبدالرزاق کو دو کنال زمین بیع فرما دیتے ہیں پھر یہ دونوں برادر برضامندی آپس میں تقسیم کر کے حد بندی کر دیتے ہیں۔ تو کیا عند الشرع جس کے حصہ میں درخت ہیں وہی مالک ہے۔ یا درختوں میں دونوں برابر ہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

(۱) مشترکہ زمین کی تقسیم کرتے وقت جس جس شخص کے حصہ میں جو قطعہ زمین آ گیا ہے۔ اس قطعہ زمین پر جو درخت ہوں گے وہ بغیر ذکر کرنے کے اس قطعہ کے مالک کے ہوں گے باقاعدہ تقسیم کرنے کے بعد دوسرے ورثاء کو ان درختوں میں سے حصہ طلب کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا ہے۔ اگر چہ تقسیم کرتے وقت ان درختوں کے متعلق کچھ بھی تذکرہ نہیں آیا تھا۔ **قال فی الفتاوی العالمگیریہ ص ۲۱۵ ج ۵ ویدخل الشجر فی قسمة الاراضی وان لم یذکر والحقوق والمرافق کما تدخل فی بیع الاراضی ولا یدخل الزرع والثمار فی**

قسمة الاراضی وان ذکروا الحقوق الخ

(۲) جب تقسیم کرتے وقت درختوں کے متعلق کچھ بھی ذکر نہیں کیا اور تقسیم کر کے برضا وخوشی حد بندی کر لی ہے تو جس شخص کے قطعہ زمین میں جو درخت ہیں وہ اسی کی مملوک ہیں۔ دوسرے کو ان میں کوئی حق نہیں۔ دلیل اوپر بحوالہ فتاویٰ عالمگیر یہ گزر گئی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۷ جمادی الثانی ۱۳۸۵ھ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جس شخص نے ۱۰ روپے من کے حساب سے روپے دیے ہوں لیکن فصل نہ ملنے کی صورت میں کس قسم کی رقم کا حقدار ہوگا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے موسم فصل سے تین چار ماہ پہلے یہ سودا کیا کہ رقم مجھے ابھی دے دو فصل پر ۱۰ روپے من گندم تم کو دوں گا۔ تاریخ مقرر ہوگئی فصل آنے پر اس نے گندم فروخت کر دی اور اس کو گندم نہ دی اب وہ شخص کہتا ہے کہ گندم میرے پاس نہیں ہے۔ ۱۴ روپے من کے حساب سے نقد رقم لے لو کیا یہ رقم لینا درست ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

سوال سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بیع سلم نہیں کی ہے۔ کیونکہ بیع سلم کی بہت سی شرائط کو ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ لہٰذا شخص مذکور اپنی ہی رقم لینے کا حقدار ہے کم وبیش کا نہیں اور اگر باقاعدہ اس عقد کے اندر شرائط سلم کے ذکر کر دیے تھے اور بیع سلم ہی کر چکے تھے اور اس کی تمام شرائط از قسم بیان جنس ونوع وصفت وقدر واجل (جو کم از کم ایک ماہ ہوتا ہے) وقدر راُس المال جائے ایفاء اور قبض راُس المال قبل از افتراق پائے گئے تھے۔ تب یہ شخص اتنی گندم جتنے کا سودا ہوا تھا کے لینے کا حقدار ہے۔ اگر وہ اپنی گندم فروخت کر چکا ہے تو اتنی گندم اسی قسم کی بازار سے خرید کرے گا اور وہ شخص اتنی گندم کے لینے کا مطالبہ کر سکتا ہے اور اگر اقالہ کر کے رقم ہی لینا چاہتا ہے تو جتنی رقم دے چکا ہے اتنی ہی رقم واپس لے سکے گا۔ زائد لینا ربوا اور ناجائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۱ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر باپ نے ایک بیٹے سے بیع سلم کی اور تبرعاً دوسرے بیٹے کو مسلم فیہ دینے کے لیے کہا اور خود فوت ہو گیا تو مال کس کے ذمہ ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے بیٹے بکر سے بیع سلم کی۔ بکر نے رقم اپنے والد زید کے حوالہ کر دی اور گندم فصلات کے موقعہ پر وصول کرنے کا وقت مقرر رہا۔ زید کو اس کا دوسرا بیٹا خالد ہمیشہ ہر سال دس بارہ من گندم بطور صلہ رحمی وتبرع دیا کرتا تھا۔ اب بکر مشتری اپنے والا زید کو کہتا ہے کہ تیرے اوپر پورا اعتماد نہیں مہربانی کر کے وہ غلہ گندم جو آپ کو میرے پاس دوسرے بھائی خالد سے بطور ہبہ ملا کرتا ہے وہی مجھے دلوادو اور بھائی کے سامنے حوالہ کر دو۔ چنانچہ زید نے اپنے اس بیٹے خالد کو یہی کہہ دیا اور بکر کے سامنے حوالہ کر دیا۔ خالد نے جواباً کہہ دیا کہ اگر نئے سال کی گندم برداشت ہونے تک آپ بھی اور میں بھی زندہ رہا تو وہ غلہ گندم بکر کو دوں گا ورنہ تو ادائیگی نہ کروں گا۔ بعد زید باوجود اس حوالہ کر دینے کے خالد سے قبل از برداشت غلہ گندم کچھ مقدار وصول کرتا رہا۔ ماہ جیٹھ کے آخر میں اس زید کا انتقال ہو گیا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ خالد اب بکر کو گندم دینے کا ذمہ دار ہے یا کہ یہ گندم اس کے باپ متوفی کے ذمہ قرض ہے اور سب ورثاء ادا کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں حوالہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں تعلیق بالشرط ہے اور شرط بھی غیر ملائم للعقد ہے۔ لہٰذا بکر کی وہ مسلم فیہ گندم اس کے باپ زید کے ذمہ قرض ہے۔ اس کے ترکہ میں سے قبل از قیمت وصول کرنے کا حقدار ہے اور بعد از قیمت ترکہ ورثہ سے بقدر حصص جس میں وہ خود بھی شریک ہے واپس لینے کا حق رکھتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۴ صفر ۱۳۸۵ھ

بیوی کے نام زمین کے کاغذ بنانے سے اکیلی بیوی اس زمین کی مالکہ نہیں ہوگی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے ایک ٹکڑا زمین کا خرید کیا۔ رقم اپنی جیب سے ذاتی طور پر ادا کی۔ ٹیکس سے بچنے کے لیے زمین بیوی کے نام کرادی اور یہ ظاہر کیا کہ یہ زمین میری بیوی نے خرید کی ہے۔ اس کا ارادہ یہ تھا کہ بعد میں اپنی بیوی سے اپنے نام منتقل کرالوں گا۔ کچھ عرصہ بعد زید نے دوسری شادی کر لی۔ کاروباری مصروفیات

کی وجہ سے زیدز مین اپنے نام منتقل نہ کرا سکا اور فوت ہو گیا۔ دوسری بیوی سے اولاد بھی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ زمین جو کہ اس کی پہلی بیوی کے نام ہے اور پہلی بیوی سے بھی اولاد ہے۔ اس کا شرعی مالک کون ہے اور اس کے شرعی ورثاء کون کون ہیں۔ جبکہ قانونی طور پر پہلی بیوی زمین کی مالک ہے۔ اس زمین میں دوسری بیوی اور اس کی اولاد کا شرعی حق بنتا ہے یا نہیں۔ جبکہ شرعی طور پر زیدز مین کا مالک تھا۔

عبدالغفار رز دخیر المدارس ملتان

﴿ج﴾

رکن بیع کا ایجاب وقبول ہے۔ جن میں ایجاب وقبول واقع پر ان کے ہی درمیان بیع متحقق ہوئی تو جب ایجاب و قبول زید نے کیا تو ملک اس کی یقیناً ثابت ہوئی۔ اب انتقال ملک بغیر کسی عقد صحیح معتبر تام کے نہیں ہوگا تو صرف اس سے کہ کسی مصلحت سے بیوی کے نام درج کرا دیا۔ زید کی ملک زائل اور بیوی کی ملک ثابت نہیں ہوئی۔ تاوقتیکہ کوئی عقد صحیح معتبر مفید انتقال ملک ثابت نہ ہوا اور نظیر اس کی بیع تلجیہ ہے کہ دو شخص کسی کی وجہ سے بیع ظاہر کریں اور مقصود بیع نہ ہو سو وہ بیع مفید ملک نہیں ہوتی۔ جب باوجود ایجاب وقبول کے بوجہ عدم ثبوت حکم کے ملک نہیں ہوتی تو جس کے ساتھ ایجاب وقبول تک نہیں ہوا اور نہ اس کے ہاتھ بائع کا بیچنے کا مقصد ہے نہ اس کے لیے مشتری کا خریدنے کا مقصد ہے۔ تو اس کی ملک کیونکر ہو سکتی ہے۔

فی الدر المختار وبیع التلجئة وھو ان یظھرا عقدا او ھما لا یرید انه لخوف عدو وھو لیس بیع فی الحقیقة بل کالھزل الخ ص۲۷۳ ج۵

الحاصل صورت مسئولہ میں بشرط صحت سوال یہ مکان زید ہی کی ملکیت ہے اور زوجہ اول کے نام کسی مصلحت کی بنا پر کاغذات میں اندراج سے زید کی ملکیت زائل نہیں ہوتی۔ بس زید کی تمام اولاد چاہے پہلے بیوی سے ہیں یا زوجہ دوم سے شرعی حصص کے مطابق اس مکان کے وارث ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۹ ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ

اگر شوہر نے زمین کی ایک خاص مقدار بیوی کا حق المہر لکھوایا ہو لیکن انتقال کرانے سے قبل انتقال کر گیا ہو تو وہ ترکہ میں شامل نہ ہوگی

﴿س﴾

ایک شخص مسمی محمد حسن ولد حکیم اللہ بخش قوم خواجہ نے مسمات غلام جنت دختر حکیم نبی بخش قوم خواجہ سے عقد نکاح

کیا۔ حق المہر ۲۵ روپے نقد اور ۲۲ کنال ۷ مرلہ اراضی مقرر ہوئی۔ یہ حق المہر ایک سرکاری کاغذ پر اور روبرو گواہان لکھا گیا۔ محمد حسن نے اس تحریر میں یہ وعدہ کیا کہ کاغذات سرکاری میں انتقال بھی کرادوں گا۔ محمد حسن فوت ہو گیا انتقال حق المہر نہ ہو سکا غلطی سے سرکاری کاغذات مال میں انتقال وراثت کا غلام جنت کے نام ہو گیا۔ جس کو عرصہ تقریباً ۲۴ سال ہو گیا ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ اراضی مسمات غلام جنت مملوکہ ہو گی یا مال متروکہ متصور ہو گی۔ متوفی کے باقی ورثاء میں بھی تقسیم ہو گی۔

محمد اعظم سکنہ موضع شجاعت پور شجاع آباد ضلع ملتان

﴿ج﴾

شرعاً یہ اراضی مسماۃ غلام جنت کی مملوکہ ہے۔ متوفی کا مال متروکہ نہیں ہے۔ متوفی کے ورثاء کا شرعاً کوئی حق نہیں ہے۔ البتہ انتقال کی تصحیح ضروری ہے۔ کاغذات مہر میں انتقال وراثت بجائے انتقال حق المہر ہونا ضروری ہے۔ علاوہ ازیں عرصہ تقریباً ۲۴ سال کا ہو گیا ہے۔ متوفی کے ورثاء کا شرعاً دعویٰ قابل سماعت نہیں ہے۔ کما صرح فی کتب الفقہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ غلام فرید نائب مفتی جامعہ اسلامیہ بہاولپور

جو زمین مسمی محمد حسن مذکور نے اپنی بیوی مذکورہ کو حق المہر میں دے دی۔ یہ زمین بیوی کی ملک میں آ گئی ہے۔ اسے ترکہ تصور کرتے ہوئے وارثوں میں تقسیم نہیں کیا جائے گا۔ فقط واللہ اعلم

بشرط صحت واقعہ یہ زمین بیوہ مذکورہ کی ہو گی۔ دوسرے وارثوں کو اس زمین میں حصہ نہیں ملے گا لیکن اگر دوسرے ورثاء اس واقعہ کا انکار کریں تو عورت سے شہادت اور بصورت شہادت نہ ہونے کے باقی ورثاء کو حلف دے کر شرعی ثالث یا حاکم فیصلہ کرنے کا مجاز ہو گا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

لکڑی کو ربڑ سے ناپ کر فروخت کرنا جائز نہیں ہے ناپنے کا آلہ ایسا ہو کہ کمی بیشی نہ ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جنوبی وزیرستان وانا میں کئی سالوں سے عمارتی لکڑی کی پیمائش کے لیے ایک خودساختہ لکڑی کی اکائی مقرر کی گئی ہے جو کہ فٹ کی جگہ اس کے ذریعے پیمائش کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ انچ دنیا میں اور کہیں رائج نہیں ہے اور نہ اس کا کوئی صحیح ماخذ ہے۔ یاد رہے کہ یہ وہ انچ نہیں ہے جو کہ فٹ کا بارہواں حصہ ہوتا ہے بلکہ یہ خودساختہ انچ کی اکائی ہے۔ جس میں حسب ذیل نقائص موجود ہوتے ہیں۔

(۱) بسا اوقات جب بائع ومشتری اس انچ پر عقد کر لیتے ہیں تو پیائش کرتے وقت مقصود علیہ جو کہ انچ ہے بالکل معدوم ہو جاتا ہے۔ حالانکہ لکڑی محبوس موجود ہوتی ہے اور اگر فٹ کی رائج الوقت اکائی پر اس کی صحیح پیائش کی جائے تو اس میں کافی لکڑی نکل آتی ہے اور اگر انچ اس وقت اکائی پر بھی اس کی پیائش کی جائے تو بھی لکڑی موجود ہوتی ہے۔ مگر انہوں نے خود ساختہ انچ سے لکڑی کو ختم کر کے بائع کے ہاتھ خاک پھیرنا۔

(۲) بعض اوقات تو یہ جعلی انچ دو فٹ سے بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔ مثلاً انہوں نے ایک انچ جب فٹ پر پیائش کی ہے تو دو فٹ لکڑی نکل آتی ہے۔ کبھی یہ بناوٹی انچ دو فٹ کے مساوی بھی ہو جاتی ہے اور کبھی فٹ سے کم بھی اور اس طرح اس کا معیار مستقل ہرگز نہیں رہتا۔

(۳) اس مصنوعی انچ کے قوانین حساب میں ایک اس قانون کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ مثلاً ایک لکڑی ہے جس کا طول دس فٹ تین انچ ہے۔ تو چونکہ تین انچ ان کے حساب میں منضبط نہیں ہو سکتے اس لیے یہ مشتری کے ہاتھ مفت اور بلا معاوضہ چلے جاتے ہیں۔ باقی دس فٹوں کی قیمت بائع کو ملے گی۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ نقصان کی بنا پر یہ مبیعہ جو کہ انچ ہے علے خطہ الوجود تو نہ ہوا جس کا عقد باطل ہے۔ نقصان کی بنا پر جب کمی بیشی ہوتی ہے تو کیا یہ عقد فاسد ہے یا نہیں۔ نقصان کی بنا پر کیا اس میں ربا لازم آتا ہے کہ نہیں۔ بینوا توجروا

حاجی لنگر خان دکاندار اندرون کیمپ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان
مولانا نور محمد خطیب جامع مسجد اڈہ مغل خیل

﴿ج﴾

معروض آنکہ سوال کو کما حقہ نہ سمجھنے کی وجہ سے جواب لکھنے میں تاخیر واقع ہوئی۔ معاف فرمادیں سوال تو اب بھی سمجھ میں نہیں آیا ہے لیکن بنا بر وجوہ محتملہ جواب لکھا جاتا ہے۔ لہٰذا گزارش ہے کہ لکڑی کی بیع اگر مجازفۃ کی جائے اس طرح کہ یہ لکڑی مشار الیہ ہو بغیر اعتبار طول وعرض کے ناپنے کے تو یہ بلا شک وشبہ صحیح ہے اور اگر لکڑی مشار الیہ کی بیع ماپ کے اعتبار سے اس طرح کی جائے کہ اس لکڑی کا ایک گز یا فٹ یا انچ یعنی کسی ایسی طول کی اکائی جس کی مقدار معلوم ہو یا کسی ایک معین لاٹھی یا کسی اور طویل چیز کی اکائی جس کی مقدار طول معلوم نہ ہو لیکن وہ معین اور مشار الیہ ہو کمی بیشی قبول نہ کرتا ہو بعوض پانچ روپے کے مثلاً فروخت کرے تو بھی بیع مذکور صحیح ہے کیونکہ اس میں کوئی غرر اور دھوکہ وغیرہ نہیں ہے اور نہ افضاء الی المنازعہ ہے اور اگر کسی ایسی چیز کی اکائی سے بیع ہو جائے جو کمی بیشی کا احتمال رکھے اور اس کا طول ایک جیسا نہ رہے مثلاً ربڑ کی نلی کو معیار مقرر کر دیا جائے جو معمولی کھینچنے سے لمبی ہوتی ہو تو یہ بیع جائز نہیں فاسد ہے۔ کیونکہ اس میں غرر ہے اور مفضی الی المنازعہ ہے۔ کما قال فی الدر المختار مع شرحه ردالمحتار ص ۵۳۸ ج ۴ (و) من المجازفة البيع (باناء وحجر لا يعرف قدره) قيد فيهما وللمشترى الخيار فيها نهر وهذا اذا لم يحتمل) الا ناء (النقصان والحجر (التفتت) فان احتملهما لم يجز كبيعه

قدر ما یملأ هذا البیت ولو قدر مایملأ هذا الطشت جاز سراج امید ہے آپ کے سوال کا جواب اس تفصیل میں آ گیا ہوگا۔ ورنہ دوبارہ وضاحت سے لکھیں ہمیں یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیسے یہ انچ مروج کبھی فٹ کے برابر کبھی اس سے کم اور کبھی زیادہ ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۷ ربیع الثانی ۱۳۸۵ھ

جب کسی شخص نے زمین بیچ کر اس کا انتقال کرایا اور کچھ رقم بھی وصول کی اب بقیہ رقم نہ لینا اور قبضہ نہ دینا ظلم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ۱۹۶۲ء میں جب میں سرکاری ڈیوٹی پر ملتان تھا میری برادری کے ایک فرد چوہدری جہانگیر علی خان ملتان شہر میں رہائش پذیر تھے۔ وہاں ان کی شہری دکنی زمین بھی تھی جو میرے علم سے باہر تھی۔ انہوں نے بذات خود اپنے اور میرے دوستوں اور خواتین کے ذریعہ سے اور میری بیوی کو اپنی رہائش کے لیے ان کی جائیداد شہری میں سے ایک پلاٹ خریدنے کی پرخلوص کوشش کی۔ مگر چونکہ میرے پاس رقم نہ تھی اور میں نے چوہدری صاحب کو صاف طور پر کہا کہ میرے پاس رقم نہیں ہے۔ چوہدری صاحب نے فرمایا آپ پلاٹ خریدنے کا وعدہ کریں میں رقم بعد میں لے لوں گا۔ ہر چند کہ میں نے انکار کیا مگر ایک دن انہوں نے واضح طور پر کہا کہ آپ کی بیوی میری بیٹی ہے اور میری خواہش ہے کہ آپ اپنی بیوی کے نام میری شہری جائیداد سے ایک پلاٹ رجسٹری کروالیں اور رقم بعد میں دے دیں۔ ان کے خلوص کو مدنظر رکھ کر ان کی پیشکش قبول کر لی گئی اور انہوں نے اپنی شہری جائیداد والے پلاٹ میں سے ایک کنال رقبہ کا پلاٹ میری بیوی کے نام رجسٹری کروایا بعد میں پلاٹ انتقال کروا دیا گیا اور رجسٹری والے کاغذ اور نمبر انتقال میرے پاس چوہدری صاحب نے بھیج دیے۔ رجسٹری کے وقت کچھ رقم میں نے نقد ادا کی۔ مگر چوہدری صاحب کے مبلغ ۴۰۰۰ روپے ہمارے ذمہ رہ گئے۔ جس کی اجازت ملی کہ میں کسی وقت چوہدری صاحب کو ادا کروں۔ رجسٹری میں کل رقم وصول پائی درج کی گئی کچھ عرصہ بعد میں ملتان سے اپنی رجمنٹ میں جو سیالکوٹ تھی چلا گیا اور تقریباً ایک سال بعد ۱۹۶۳ء میں میں لاہور تبدیل ہو گیا۔ ایک دن اتوار کو چوہدری صاحب میرے پاس آئے اور فرمایا کہ فوری آج ہی بقایا رقم ۴۰۰۰ روپے ادا کرو میں نے معذرت کی کہ آج اتوار ہے رقم ادا نہیں ہو سکتی۔ آپ مجھے کم از کم ایک دو دن کی مہلت دے دیں۔ میں آپ کی رقم ادا کر دیتا ہوں۔ مگر وہ ناراض ہو کر چلے گئے اور وہ مہلت دینے پر ہرگز آمادہ نہ تھے۔ اس کے بعد میں نے بار ہا رقم ادا کرنے کی کوشش کی۔ مگر چوہدری صاحب نہ تو رقم لیتے تھے اور نہ ہی پلاٹ کا قبضہ دینے کو تیار تھے۔ ہمارے پلاٹ کے کچھ حصہ پر ہندوؤں کے وقت کا

تعمیر شدہ حصہ تھا۔ اس حصہ کو چوہدری صاحب نے ایک پرائیویٹ سکول کو کرایہ پر دیا تھا۔ آخر ۱۹۷۳ء کو ۱۰/۱۱ سال بعد چوہدری صاحب انتقال کر گئے۔ اس کے بعد میں نے چوہدری صاحب کے بیٹوں کو رقم دینا چاہی اور پلاٹ کا قبضہ مانگا مگر انہوں نے بھی چوہدری صاحب والا رویہ رکھا نہ رقم لیتے تھے اور نہ پلاٹ کا قبضہ دیتے تھے۔ اب اس پلاٹ کی شرعی حیثیت کیا ہوگی کس کا ہوگا۔

خادم حسین چک نمبر 8p/۱۰ تحصیل خانیوال ضلع ملتان

﴿ج﴾

اگر یہ بات درست ہے کہ چوہدری جہانگیر علی صاحب نے آپ کی بیوی کے نام شہری جائیداد میں سے ایک کنال رقبہ کا پلاٹ رجسٹری کر دیا ہے اور اس کا انتقال بھی کروالیا گیا ہے اور کچھ رقم نقد ادا بھی کی گئی تو یہ بیع تام ہو گئی ہے۔ چوہدری صاحب اور اس کی فوتیدگی کے بعد اس کے ورثاء صرف رقم لینے کے حقدار ہیں۔ قبضہ فوراً دے دیں اور رقم وصول کریں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد انور شاہ غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲ ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ

مہاجرین کے لیے حق ''کلیم'' فروخت کرنے پر بعض علماء کے شبہات اور حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی فقیہانہ رائے

﴿س﴾

جواب پر مستفتی کی طرف سے کچھ خدشات وشبہات کا اظہار کیا گیا۔ مستفتی کا خط مندرجہ ذیل ہے۔ یہاں دوبارہ ان کے شبہات کا ازالہ جواب میں کیا گیا ہے۔ (نقل خط قاضی عبدالکریم صاحب مہتمم مدرسہ نجم المدارس مشتمل بہ شبہات)

ملتان سے مسئلہ کا جواب بہت دیر سے ملا آپ کی مصروفیات سے ایسا ہی ہوگا مجھے اس کی عدم جواز پر ابھی تک اطمینان نہیں ہوا۔ آپ سے پھر اس مسئلہ پر غور کرنے کی درخواست کروں گا اور امید کرتا ہوں کہ میرے شبہ کو رفع کرنے کی بھی کوشش فرمائیں گے۔ اس وقت تو میں اس پوزیشن میں ہوں کہ پوچھنے والے سے کہہ دیتا ہوں کہ میرے زعم میں اس میں کوئی حرج نہیں البتہ مفتی صاحب قاسم العلوم نے ناجائز کہا ہے۔ کلیم بیچنے والوں کا کہنا ہے کہ مفتی محمد شفیع صاحب سے ہم نے جواز کا فتویٰ حاصل کیا ہوا ہے۔ اگرچہ ان کے اس کہنے پر ہمیں خود بھی اطمینان نہیں۔ البتہ علامہ افغانی مدظلہ کو بھی میں نے آپ کو خط ارسال کرنے کے بعد اپنا جواب ارسال کر دیا۔ ان کا جواب آیا ہے میرے استدلال سے کچھ اختلاف فرمایا ہے لیکن حکم جواز ہی کا لکھا ہے آپ کے اس فرق پر کہ یہاں کلیم کے معاملہ میں جہالت ہے مجھے مندرجہ ذیل شبہ ہے۔

(۱) آپ نے خود تحریر فرمایا ہے کہ متعلق حق میں ہے جسے مافیہ الحق سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اس پر میری گزارش یہ ہے کہ اعتیاض حق سے ہے نہ متعلق حق سے۔

(۲) مافیہ الحق بھی اگرچہ بذاتہ مجہول ہے مگر بنوعہ اور بوصفہ معلوم ہے کیونکہ کلیم (کتاب) کے ذریعے ان کو یہ حق دیا گیا ہے کہ اراضی متروکہ میں سے اتنی مالیت کی زمین جو تمہارے نام پر نیلام کی جائے اس کا تم مجانا لینے کے حقدار ہو۔ جہالۃ اگر مفضی الی النزاع ہو تو باعث خلل ہوتی ہے۔ اس خاص صورت میں جب اعتیاض اس حق ہی سے ہے نہ کہ متعلق حق یعنی زمین سے تو نزاع کا بظاہر کوئی احتمال ہی نہیں۔ اس جہالۃ سے عقد کی خرابی سمجھ میں نہیں آئی اور حق کے متعلق میں اس چیز پر غور کرنے کی درخواست کروں گا کہ وہ یہی ہے (جو میرے زعم میں بالکل معلوم ہے) کہ اراضی متروکہ میں سے اتنی مالیت کی زمین جس کا نیلام تمہارے نام ختم اس کے مجانا بلاعوض لینے کے تم مستحق ہو اور یہ استحقاق انہیں۔ حکومت نے بوجہ محنت مہاجرت وغیرہ دیا ہے اس حق کا مجہول ہونا احقر کی سمجھ میں نہیں آتا۔ شامی کا مشورہ ابراء عام کا اپنے زعم میں یہی سمجھ رہا ہوں کہ معاملہ سے تو اس نے روکا نہیں البتہ ابراء عام کا مشورہ دیا ہے تاکہ عنداللہ کوئی مواخذہ باقی نہ رہے تو زیادہ سے زیادہ عوض لینے والے کے لیے احتیاط یہ ہے کہ وہ نہ لے اور اگر ایسا کرلے تو پھر ابراء عام ہو جائے تو اچھا ہے۔ اہل مدارس وغیرہ کے لیے بھی احتیاط نہ لینے میں بھی اپنی سمجھ میں نہیں آتا اس لیے کہ جب مدرسہ کا کام مثلاً پچاس روپیہ پر ہو سکتا ہے تو پچاس کی جگہ سو روپیہ کو خرچ کرنے کو کس طرح احتیاط کہا جا سکتا ہے اور پھر قوم کا یہ مزید پچاس روپیہ بھی ایسے لوگوں کے ہاتھ میں دے دینا جو اسے کہاں خرچ کریں گے بلکہ ظن غالب یہ ہے کہ غیر شرعی طور پر ہی استعمال کریں گے اس لیے بظاہر تو احتیاط نہ دینے ہی میں معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

اُمید ہے آپ مصروفیات عالیہ کے باوجود جواب سے نوازیں گے۔

ناکارہ عبدالکریم عفا اللہ عنہ

﴿ج﴾

مسئلہ کے متعلق چند باتیں عرض ہیں۔

(۱) میں نے جو لکھا تھا کہ متعلق حق مجہول ہے اس سے مقصد یہی تھا کہ متعلق کی جہالت حق کی جہالت کو مستلزم ہے۔ بالفاظ دیگر جہالت المحل جہالت حق کو مستلزم ہے گویا وجوہ جہالت حق میں سے ایک وجہ معلومیۃ المحل بھی ہے جب تک محل معلوم نہ ہو حق کی جہالت دور نہیں ہو سکتی۔ صاحب درمختار نے عدم صحۃ بیع حق التسبیل کی دلیل جہالۃ محل سے دی ہے اور فرمایا **ولا يصح بيع حق التسبيل وهبته سواء كان على الارض لجهالة محله وقال الشامي تحته (لا يصح بيع حق التسبيل) اى باتفاق المشائخ ص ۸۰ ج ۵**

(۲) صرف اس سے محل حق معلوم نہیں ہو سکتا کہ اس کی قیمت ایک ہزار روپے مثلاً پاکستان بھر میں اسی مالیت کی اراضی زرعی و سکنی ہزاروں ہو سکتی ہیں۔ لہٰذا محض معلوم القیمۃ ہونے سے محل کی تعیین نہیں ہو سکتی اور جہالۃ اب بھی فاحشہ ہی ہے۔ نیز کلیم والے کو یہ بھی حق حاصل ہے کہ وہ منظور شدہ کلیم سے متفرق مکانات یا اراضی مزروعہ وصول کرلے۔

دس ہزار کے کلیم سے صرف دس ہزار کی مالیت کا مکان لینا اس پر لازم نہیں ہے۔ تا کہ اسے معلومیہ محل کی وجہ بنانے کی کوشش کی جائے۔ بلکہ دس ہزار کے کئی مکان کئی ٹکڑے کیف ما اتفق وہ لے سکتا ہے دو مکان پانچ پانچ ہزار کے یا پانچ مکان جو دو دو ہزار کے یا اور متعدد صور محتملہ کی اس میں گنجائش ہے تو کلیم کی قیمت کی تشخیص محل کی معلومیت کی وجہ سے ہرگز نہیں بن سکتی اور جب تک محل معلوم نہ ہو اس وقت تک حق متعلق بہ کی معلومیہ ممکن نہیں۔ کما فی التسبیل کمامر۔

(۳) جہالۃ خواہ مفضی الی النزاع نہ بھی ہو جب صلب عقد میں ہو تو عقد صحیح نہیں ہوتا یعنی اگر جہالۃ احد البدلین میں ہو تو عقد باطل ہوگا۔ یہاں نفس جہالۃ ہی مبطل عقد ہے اس کے لیے فتح القدیر ص ۴۷۴ ج ۵ دیکھیں نقض اجمالی اور اس کا جواب ملاحظہ فرمالیں خصوصاً یہ عبارت (اجیب بان البیع بالرقم تمکنت الجهالة فی صلب العقد وهو جهالة الثمن بسبب الرقم الخ) اور یہ عبارت (فانها تضمنت تسلیم ان الجهالة وان کانت بیدهما ازا لتهما بعد کونها فی صلب التقد وهی ان تکون فی الثمن کالبیع بالرقم وبای ثمن شاء او فی المبیع کبیع عبد من اربعة تمنع جواز البیع الخ نیز فتح القدیر ص ۵۲۱ ج ۵ میں من اشتری ثوبین علی ان یاخذ ایهما شاء بعشرة وهو بالخیار ثلثة ایام فهو جائز وکذا الثلثة فان کانت اربعة اثواب فالبیع فاسد کے تحت بھی یہ ثابت ہو رہا ہے کہ جہالۃ مبیع نے ثوبین وثلثة اثواب وکذلک فی الاربعة فصاعداً اگرچہ مقتضی عدم صحۃ بیع کا ہے لیکن اس کے باوجود ثوبین وثلثۃ اثواب میں قیاس کو ترک کر دیا گیا ہے اور اربعۃ فصاعداً میں جہالۃ اگرچہ غیر مفضی الی المنازعہ ہے لیکن حکم عدم جواز بیع کا ہے تعیین من لہ الخیار کی صورت میں نزاع کا سوال پیدا نہیں ہوتا لیکن پھر بھی موجب عدم جواز ہے بوجہ جہالۃ فی البیع کی گویا جہالۃ غیر مفضیہ الی النزاع فی المبیع کا تقاضا تو مطلقاً عدم جواز ہی کا ہے لیکن اس تقاضا کو دو اور تین میں استحساناً بوجہ تحقیق حاجۃ کے ساقط کر دیا گیا ہے اور اربعۃ فما فوقہا میں جب حاجۃ (جو استحسانی وجہ ہے) مستحق نہیں۔ تو وہی جہالۃ غیر مفضیہ الی النزاع اپنا عمل کر رہی ہے وہو عدم جواز البیع اس لیے کہ جہالۃ صلب عقد میں ہے اور یہاں کلیم کے مسئلہ میں بھی جہالۃ اگرچہ غیر مفضیہ الی النزاع ہے لیکن چونکہ معقود میں ہے اس لیے موجب بطلان عقد ہے۔ نیز اس پر غور کر لیا جائے کہ اعتیاض عن الاعیان (بیع) جس کا جواز اور مشروع ہونا قطعی ہے۔ ثابت بالکتاب والسنۃ والاجماع والقیاس ہے جب اس میں جهالة غیر مفضية الی النزاع کما فی الاربعة فما فوقها مانع جواز ہو جاتی ہے۔ کما اذا باع رجل داراً من الدور الاربع مثلاً اور ثوباً من الاثواب الاربع مع تعیین من له الخیار حیث یکون الجهالة غیر مفضیه الی النزاع تو اعتیاض من الحقوق المجهولة بهذه الجهالة کس طرح جائز ہوگا باوجود یکہ اعتیاض من الحقوق کا جواز متکلم فیہ ہے اور غیر قطعی ہے۔ یاد رہے کہ حقوق میں جہالۃ جہالۃ محل سے آئی ہے اور ہے غیر مفضی الی النزاع۔ غرضیکہ جو جہالۃ اعتیاض العین (بیع) میں موجب فساد و بطلان ہے وہ اعتیاض من الحق میں بطریق اولیٰ موجب بطلان ہوگی۔

(۴) میرے خیال میں کلیم والے مہاجر کو بوجہ محنت مہاجرت یہ حق نہیں دیا گیا بلکہ یہ اس کی متروکہ جائیداد کے

ضائع ہونے کی وجہ سے اس کی قیمت کی تشخیص کر کے وہ حق ان کو دیا جا رہا ہے اور یہ بالکل واقعہ ہے۔ چنانچہ غیر صاحب جائیداد کو کلیم نہیں ملتا اور جن کو ملتا ہے ان کو علیٰ حسب المتفاوت فی الاراضی المتروکة فی الھند متفاوت ہی ملتا ہے۔ کسی کو کم کسی کو زیادہ محنت مہاجرت تو سب کی ایک ہے پھر سب کو یکساں کیوں نہ ملا اور غیر صاحب جائیداد کو کیوں محروم گردانا گیا۔ حکومت بھی سمجھ کر اسے یہ کتابچہ دیتی ہے کہ یہ مشخص رقم اس کی متروکہ جائیداد کا عوض ہے۔ گویا حکومت اپنے کو اس شخص کا مدیون سمجھتی ہے اور اس کا دین ہندوؤں کے متروکہ اموال سے ادا کرتی ہے۔

چنانچہ بعض صورتوں میں یتیموں اور بیوگان کو جنہیں ضروری اخراجات کے لیے رقم کی ضرورت ہوتی ہے نقد رقم بھی دے دیتی ہے۔ کماحقہٗ الان وعام طور پر نہیں اگر یہ حق تملک مجاناً ہوتا تو جن کی زمین نہ ہو اس کو بھی دینا ہوتا اور کلیم والوں کو فروخت کی اجازت نہ ہوتی۔ کلیم فروخت کرنے کی کھلی اجازت بھی اس کی دلیل ہے کہ حکومت اپنے اوپر مخصوص مقدار رقم کا دین واجب سمجھ رہی ہے اور حکومت نے اسے ہندوؤں کے اموال سے ادا کرتا ہے اس لیے وہ جہاں چاہے فروخت کر دے اور اس کا مشتری آ کر متروکہ مال سے وصول کر لے ورنہ حق مجاناً کی صورت میں جب حکومت نے سمجھا کہ اسے مکان کی ضرورت نہیں اس لیے کلیم فروخت کر رہا ہے تو بوجہ عدم ضرورت کے اس لیے حق کو ساقط کرتی ہے۔ الحاصل واضح ہے کہ حکومت اس شخص کا دین اپنے اوپر لازم سمجھ رہی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ عموماً وہ ہندوؤں ہی کے اموال متروکہ سے اس دین کو ادا کرتی ہے اور اس کے بغیر حکومت کے لیے چارہ ہی نہیں جیسے بسا اوقات ایک مقروض نقد قرض ادا کرنے سے قاصر ہوتا ہے اور وہ دائن سے کہتا ہے کہ نقد سے تو میں تیرا دین ادا نہیں کر سکتا اور نہ مجھ میں اس کی طاقت ہے میری ملکیت کے دوسرے عروض سے قیمت لگا کر آپ اپنا دین وصول کر لیں کم و بیش کا باقاعدہ حساب ہوگا دائن بھی مجبوراً اس پر راضی ہو جاتا ہے وہی صورت یہاں معلوم ہوتی ہے اب میرے خیال میں اس وقت اقرب صورت یہی ہے۔

(لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا) کہ کلیم سے فروخت کو حوالہ دین علے الحکومۃ قرار دیا جائے اور حوالہ بمثل الدین ہی جائز ہوگا۔ کم وبیش سے قطعاً جائز نہ ہوگا ایک ہزار دے کر دو ہزار کا کلیم حاصل کر کے حکومت پر دو ہزار سے رجوع کرنا جائز نہ ہوگا۔ البتہ اس کا حیلہ یہ ہو سکتا ہے کہ کلیم والے سے دو ہزار کا کلیم اس طرح حاصل کیا جائے کہ خلاف جنس مثلاً گندم (جس کی قیمت بازار میں ایک ہزار ہو) کلیم والے پر دگنے ثمن سے یعنی دو ہزار میں فروخت کر کے اسے دے دیا جائے اب اس گندم کے بدلہ میں کلیم والے کے ذمہ آپ کے دو ہزار روپے بحق ثمن واجب ہوئے اور اس نے آپ کو کلیم دے کر حکومت پر دو ہزار کے ساتھ حوالہ کر دیا۔ خلاف جنس میں ربوا کی حرمۃ سے بچ جائیں گے لیکن یہ حیلہ پھر بھی علماء اور اہل مدارس کے شایان شان نہ ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب

محمود عفا اللہ عنہ

۱۴ رمضان ۱۳۸۱ھ

کتاب الربوا

ڈیفنس سیونگ سرٹیفکیٹ پر جو منافع ملتا ہے وہ سود ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید کے اوپر ایک سال میں مبلغ پانچ ہزار روپیہ انکم ٹیکس لگتا ہے۔ اگر وہ ڈیفنس سیونگ سرٹیفکیٹ خرید لیتا ہے تو اس پر بجائے پانچ ہزار کے صرف تین ہزار روپیہ انکم ٹیکس آتا ہے۔ یعنی زید کو دو ہزار روپے انکم ٹیکس میں بچتے ہیں اور ڈیفنس سیونگ سرٹیفکیٹ اگر چھ ہزار روپیہ کے خریدے تو دس سال میں یہ رقم مبلغ بارہ ہزار روپیہ ہو جائے گی یعنی چھ ہزار پر دس سال میں چھ ہزار روپیہ منافع ملے گا۔ اس طرح زید کو دو ہزار روپیہ اصل میں بچت ہو جائے گی اور مبلغ چھ سو روپیہ سالانہ ڈیفنس سیونگ سرٹیفکیٹ میں منافع ہوگا۔ لہٰذا از روئے شرع تحریر فرما دیں کہ ڈیفنس سیونگ سرٹیفکیٹ خریدنا کیسا ہے اور یہ کہ ڈیفنس سیونگ سرٹیفکیٹ کے منافع کہاں پر خرچ کیا جائیں۔

﴿ج﴾

ڈیفنس سیونگ سرٹیفکیٹ کی صورت میں جو منافع ملتے ہیں وہ شرعاً سود ہے اور اس کا خریدنا اور منافع لینا درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۷ جمادی الاخری ۱۳۹۵ھ

جن کارخانوں میں بیرون ملک سے سود پر منگائی گئی مشینیں لگی ہوئی ہیں ان کا کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اگر کوئی شخص کارخانہ لگانا چاہتا ہے اور اس کے لیے باہر سے مشینری منگوائے تو مروجہ قانون کے تحت وہ مشینری سودی قرضہ پر یہاں آئے گی۔ اگر کوئی شخص سود سے بچنے کی خاطر نقد رقم ادا کر کے وہ مشینری امپورٹ کرنا چاہے تو قانون میں اس کی گنجائش نہیں۔

نیز مشینری آنے کے بعد اگر کوئی یہ چاہے کہ فوراً یا مقررہ میعاد سے کم مدت میں قرضہ سے چھٹکارا حاصل کر لے تا کہ کم سے کم سود دینا پڑے تو یہ بھی ممکن نہیں۔ بلکہ ضروری ہے کہ اس کی ادائیگی اتنی ہی قسطوں اور مدت میں ہو جس کا معاہدہ باہر کے ملکوں سے ہوا ہے۔ تا کہ پوری مدت کا پورا سود وہ حاصل کریں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ

(۱) ان حالات میں اگر کسی شخص نے کارخانہ قائم کیا تو وہ کارخانہ اور اس کی آمدنی حلال ہے یا حرام اور اس کی آمدنی پر زکوٰۃ اور حج فرض ہے یا نہیں۔

(۲) اگر وہ حرام ہے تو اس کی تطہیر کی کیا شکل ہے۔

(۳) اگر تطہیر کی کوئی شکل نہیں تو شرعاً ایسے کارخانوں کا کیا مصرف ہوگا جن کی مالیت اربوں اور کھربوں روپیہ ہوگی۔ بینوا توجروا

شمس الحسن مسجد خضراء صدر کراچی

﴿ج﴾

میرے خیال میں یہ صورت جائز ہے۔ اگر بالاقساط رقم (ثمن وسود) ادا کر دی جائے تو وہ جو بھی نام رکھیں سموہا ماشئتم ہمارے نزدیک یہ سب اس کا ثمن ہے۔ ثمن معلوم، اجل معلوم فساد کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ نام رکھنے سے سود نہیں بنتا۔ البتہ اگر یہ بھی شرط ہو کہ اگر رقم اقساط کے مطابق نہ ادا کی گئی تو ثمن میں کچھ اور اضافہ ہوگا تو یہ شرط فاسد ہے۔ اس سے عقد فاسد ہو جائے گا۔ اور علماء سے بھی استصواب کر لیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۵ ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ

پگڑی لینے کی شرعی حیثیت کیا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ ہمارے ہاں ٹاؤن کمیٹی کی دکانیں ہیں جو دکاندار کرایہ پر لیا کرتے ہیں۔ زید نے ایک دکان کمیٹی سے کرایہ پر لے رکھی تھی۔ اب زید نے اس دکان میں عمرو کو بٹھا دیا اور عمرو کمیٹی کو زید کے نام سے کرایہ دیتا ہے۔ اس لیے کمیٹی کے کاغذات میں کرایہ دار زید ہے۔ اب زید عمرو کو کہتا ہے کہ چونکہ میں نے دکان کا قبضہ تجھے دیا ہے اس لیے تو مجھے دس ہزار روپیہ دے دے اس طرح کرایہ کی دکان کا قبضہ دوسرے کو دینے والے لوگ مختلف مقدار کی رقم لیا کرتے ہیں اور اس رقم کو پگڑی کا نام دیا جاتا ہے۔ لہٰذا بالوضاحت اور مدلل جواب تحریر فرمادیں کہ یہ پگڑی کی رقم لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ نیز کمیٹی کے کاغذات میں زید کی اجازت کے بغیر دکان عمرو کے نام منتقل بھی ہو سکتی ہے۔

چودھری احمد محمد حسین ایجنسی غلہ منڈی

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں پگڑی کی رقم لینا شرعاً جائز نہیں۔ البتہ حیلہ جواز ہے اور وہ یہ کہ اگر اس دکان میں سابقہ کرایہ دار زید کا کوئی سامان مثلاً کرسیاں الماریاں غرض ایسا کوئی سامان موجود ہو جو شرعاً مبیعہ بن سکتا ہو موجود ہو تو اس کی قیمت بقدر پگڑی لگا کر لینا جائز ہے۔ بشرطیکہ یہ بیع بتراضی طرفین ہو لیکن اگر ایسا کوئی سامان دکان میں موجود نہیں تو صرف قبضہ چھوڑنے پر مثلاً ایک ہزار روپے پگڑی لینا جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۵ محرم الحرام ۱۳۹۱ھ

ڈاکخانہ میں رکھی ہوئی رقم پر جو منافع ملتا ہے اُس کا کیا حکم ہے

﴿س﴾

مسئول اینکہ پاکستان بننے کے تقریباً ۱۰ سال بعد میں نے کچھ رقم ڈاک خانہ میں جمع کروائی تھی جو آج تک جمع ہے لیکن پہلے تو کوئی زائد پیسے وغیرہ نہیں لگائے۔ میرا مقصد ہے کہ میری اصل رقم موجود تھی اور میں رقم نکلوا تا رہا اور جمع کرواتا رہا۔ کوئی زائد رقم نہیں لگائی لیکن اب اس سال ڈاک خانہ والوں نے رقم لگا رکھی ہے یعنی میری رقم پر انہوں نے سود لگایا اور میں نے وہ رقم لینے سے انکار کر دیا۔ اب میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ ازروئے شریعت اس مسئلہ سے مجھے آگاہ کریں کہ کیا میں اپنی رقم ڈاک خانہ میں ہی رہنے دوں۔

اکبر علی انجم بھکر شہر ضلع میانوالی

﴿ج﴾

زائد رقم سود ہے اور سود لینا حرام ہے۔ اس لیے آپ یہ رقم وصول نہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ڈاک خانہ والوں کو متنبہ کر دیں کہ میری رقم پر لگایا ہوا سود فقراء کو بغیر نیت ثواب کے تقسیم کر دیں اور عیسائیوں یا مرزائیوں کے تبلیغی مشن میں نہ دیں اور نہ ہی خود کھائیں۔

والجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲۳ شوال ۱۳۹۳ھ

اگر آدمی کا جائز کام بغیر رشوت دیئے نہ ہوتا ہو تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بعض اوقات ایک جائز کام رکا ہوا ہوتا ہے جو کہ محض دنیاداری کا ہے۔ یہ

کام محض حکام بالا کو رشوت نہ دینے کی وجہ سے رکا ہوا ہے کیا دین و دنیا کے ایسے جائز حقوق حاصل کرنے کے لیے رشوت کا سہارا لیا جا سکتا ہے۔

جمال الدین سول ایئر پورٹ ملتان

﴿ج﴾

وصولی حق کے لیے جب بدون دئے مضرت کا خوف ہو گنجائش ہے لیکن لینے والے کے لیے ہر حال میں حرام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۴ھ

جس نے کسی سے منافع پر نقد رقم لی اور ماہوار مقررہ منافع دیتا رہا تو وہ رقم اصل رقم سے منہا کی جائے گی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ ایک صاحب جائیداد مقروض نقصان زدہ نے انتہائی مجبوری کی حالت میں ایک آدمی سے پانچ ہزار روپیہ نقد -/۱۵۰ روپے ماہوار سود منافع طے کر کے لیا۔ ۶/۵ ماہ تک متواتر -/۱۵۰ روپے ماہوار دیتا رہا۔ بعد میں لینے والے کو احساس ہوا کہ یہ سود منافع مقرر حرام ہے۔ دیگر لوگوں نے بھی سن لیا اور محسوس کیا اس میں ۳/۲ افراد دیگر موجود ہیں گواہ ہیں۔ اب لینے والا شخص بھی بدستور مقروض و مجبور ہے۔ پچھلے ۴/۳ ماہ پہلے اُس نے کہا تھا یہ سود ہے میں نہیں دینا چاہتا۔ آپ رقم واپس کر لیں اور آہستہ آہستہ تھوڑی تھوڑی کر کے لیں۔ -/۹۰۰ روپے، -/۱۵۰ روپے ماہوار حساب کے ساتھ اُس کے پاس پہنچ چکا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مجھے سالم ۵۰۰۰ روپے واپس کیا جائے۔ مقروض دینے والا کہتا ہے کہ ۴۱۰۰ بقایا قسطوں میں لیا جائے۔ اصل رقم دینے والا یہ بھی کہتا ہے کہ اگر سود ہے اور آپ سود سمجھ کر دے رہے ہیں تو میں نہیں لیتا۔ اس کی رہنمائی فرما دیں۔

﴿ج﴾

واضح رہے کہ قرض دینے والے کو قرض سے زیادہ رعایت سے جو نفع حاصل ہو وہ سود ہے۔ کل قرض جر نفعاً فھو ربوا۔ پس صورت مسئولہ میں پانچ ہزار روپیہ کے -/۱۵۰ روپیہ ماہوار کے حساب سے جو نام نہاد منافع مقرر کیے ہیں یہ سود ہے۔ اس کا لینا دینا قطعاً حرام ہے۔ اس طریقہ سے جو نو سو روپیہ اس کو حاصل ہوئے ہیں۔ شرعاً وہ قرضہ سے ساقط شمار ہوں گے اور بقیہ ۴۱۰۰ روپیہ لینے کا وہ مستحق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۶ جمادی الثانیہ ۱۳۹۴ھ

سود لینے والے کا گناہ کم از کم درجہ میں اپنی ماں کے ساتھ بیت اللہ شریف میں ستر مرتبہ زنا کے برابر ہے۔لہٰذا بچنا ضروری ہے۔

والجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۶ جمادی الثانیہ ۱۳۹۳ھ

کیا بنک سے ملنے والی رقم ٹیکس میں خرچ کی جاسکتی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ روپیہ جمع کرنے پر بینک جو سود عوام الناس کو دیتا ہے کیا عوام الناس اس سود کی رقم سے حکومت وقت کے عائد کردہ ٹیکس ادا کر سکتے ہیں۔ کیونکہ بعض اصحاب کا خیال ہے کہ زکوٰۃ کے علاوہ تمام تر ٹیکس غیر اسلامی ہیں۔ چونکہ بنک کا سود بھی غیر اسلامی ہے اس لیے ٹیکس کی ادائیگی سود کی رقم سے کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ درانحالیکہ اس دور میں کارخانہ حکومت تمام تر ٹیکسوں پر چل رہا ہے۔ اگر عوام الناس اس روش پر چل پڑے تو ملازمین کی تنخواہیں اور ملک گیر منصوبہ بندی از قسم دفاعی، رفاعی، فلاحی و تعلیمی وغیرہ حرام مطلق سود کے پیسے سے متصور ہوگی۔
حاجی چوہدری غلام السبطین ڈیرہ غازی خان

﴿ج﴾

بینک میں روپیہ داخل کر کے جو کچھ نام نہاد منافع رقم متعینہ سالانہ وہاں سے روپیہ داخل کنندہ کو ملتا ہے وہ شرعاً سود ہے۔ لینا اس کا جائز نہیں ہے۔ اس رقم کو فقراء و مساکین پر بغیر نیت ثواب کے تقسیم کرنا لازم ہے جبکہ بنک جمع کنندہ کو سود والی رقم وصول ہو جائے۔

بنک سے جو رقم سود کی ملتی ہے اگر یہ رقم گورنمنٹ کے خزانہ سے نہیں تو اس سے انکم ٹیکس ادا کرنا صحیح نہیں ہے۔ اس لیے رد علی المالک اور تصدق علی الفقراء میں سے کوئی صورت نہیں پائی گئی اور اگر سود کی رقم گورنمنٹ کی طرف سے ملتی ہے تو رد علی المالک ہونے کی وجہ سے انکم ٹیکس وغیرہ ٹیکسوں میں یہ رقم دینا جائز ہوگا۔ احسن الفتاویٰ ص ۲۱ ج ۷ فقط واللہ اعلم
بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
یکم جمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ھ

بنکوں میں رکھی ہوئی رقوم سے حکومت کا زکوۃ لینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام مندرجہ ذیل مسائل میں کہ

(۱) موجودہ حکومت نے زکوٰۃ کے نام سے ڈھائی فیصد رقم بنکوں میں جمع شدہ رقوم سے زبردستی وصول کی۔ اس

شخص کی طرف سے جس کی رقم ہے اس کی طرف سے زکوٰۃ ہوتی ہے یا نہیں۔

(۲) بینکوں سے جو سود ملتا ہے کیا اس کو وصول کیا جائے یا نہیں تو اس سے خرچ کرنے کا کیا حکم ہے۔

(۳) ایک شخص کی تین لاکھ روپے مالیت کی ٹرک لاری ہے۔ جسے وہ چلاتا ہے۔ اس پر کاروبار کرتا ہے کماتا ہے اب سال گزرنے پر زکوٰۃ اس ٹرک کی قیمت کی مالیت پر ہوگی یا اس کی آمدنی کی رقم پر ہوگی۔ بینوا توجروا

محمد انور ہیڈ ماسٹر مڈل سکول کوہنگ، بلوچستان

﴿ج﴾

(۱) نہیں اب عنقریب حضرت مفتی صاحب کا فتویٰ شائع ہو جائے گا۔ تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) بنکوں سے سود کی رقم نہ لی جائے اور نہ ہی اس کا استعمال جائز ہے۔ بلکہ اگر سود والی رقم وصول کی گئی ہے تو اس رقم کو فقیروں اور مساکین میں بغیر نیت ثواب تقسیم کیا جائے۔

(۳) ٹرک کی مالیت پر زکوٰۃ نہیں بلکہ زکوٰۃ اس کی آمدنی پر آئے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ مدرسہ قاسم العلوم ملتان

بجلی لگانے والے جو رقم اپنے پاس بطور ضمانت رکھتے ہیں اور سود پر چلاتے ہیں کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان اس مسئلہ میں کہ زید اور عمرو دو بھائی ہیں ان کے گھر میں کچھ عرصہ سے بجلی لگی ہوئی ہے۔ زید اب بھی اکھیڑنے پر آمادہ ہے اور کہتا ہے کہ جو شخص بجلی لگوائے بجلی والے اسے میٹر لگا دیتے ہیں اور اس کے عوض کچھ رقم بطور ضمانت رکھ لیتے ہیں اور اس رقم کو سود پر چلاتے ہیں اور میٹر کا کرایہ ماہواری وصول کرتے ہیں۔ مالک رقم اگر سود لینے سے انکاری ہو جائے کسی اور فنڈ میں مثلاً قادیانی کو بھیج دیتے ہیں اور یہ بات کسی حد تک بعد تحقیق کرنے کے ثابت بھی ہو چکی ہے۔ زید کہتا ہے کہ اس صورت میں کہ وہ شخص سود لینے سے رک رہے تو چونکہ سود کے معاملہ میں شرکت لازم آتی ہے لہٰذا یہ بھی ناجائز ہے اور یہ بات فتاویٰ دیوبند امداد المفتین میں مفصلاً مسطور ہے انتہی کلامہ اور عمرو کہتا ہے کہ بجلی لگوانے سے سودی معاملہ میں کوئی شرکت لازم نہیں آتی۔ اگر ایسا ہوتا تو علماء عصر اس سے پرہیز کرتے۔ حالانکہ تمام مدارس اور مساجد میں علماء نے خود لگوائی ہوئی ہے۔ اب زید اور عمرو نے علماء کے فیصلہ پر اپنا فیصلہ موقوف رکھا ہے۔ مکمل جواب دیں تاکہ دونوں کے شکوک زائل ہو جائیں۔

﴿ج﴾

اگر چہ کسی حد تک یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جو رقوم بطور ضمانت رکھتے ہیں اس میں سودی معاملہ کرتے ہیں اور

سود کے لینے سے اگر مالک انکار کرے تو قادیانی کو بھیج دیتے ہیں۔ اس کے باوجود بھی اگر کوئی ضرورت کے ماتحت بجلی لگوائے تو لگانا جائز ہے۔ البتہ اگر کسی سے یہ بات پوری ہو سکتی ہے کہ اس ضرورت کے باوجود بھی نہ لگوائے اور بچ سکتا ہے تو یہ افضل ہے اور تقویٰ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ ہذا

بینک میں رکھی ہوئی رقم پر ملنے والے سود کو محتاجوں مساکین وغیرہ پر خرچ کیا جا سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک مسلمان اپنے روپوں کے جو کہ بینک میں رکھے ہیں سودی منافع لیکر غریبوں یتیموں محتاجوں طلباء مدارس دینیہ کو خیرات دے سکتا ہے یا نہیں یا پھر سودی منافع بنک والوں کو چھوڑ دے۔ شرعاً لینے کی کوئی صورت جواز ہے یا نہ۔ بینوا توجروا

ضیاء الحق متعلم مدرسہ قاسم العلوم ملتان

﴿ج﴾

شرعاً ہر قسم کا سود لینا حرام ہے۔ لقولہ تعالیٰ احل اللہ البیع و حرم الربوا۔ الآیۃ لہٰذا بنک سے سود لینا بھی جائز نہیں۔ سودی منافع مسلمان کا حق نہیں اس لیے بنک میں چھوڑ دے۔ البتہ اگر کسی نے سود وصول کر لیا ہے تو بغیر نیت ثواب کے کسی مسکین غریب کو دے دے۔ دیتے وقت ثواب اور خیرات کا ارادہ نہ کرے۔ بلکہ ایک نجس چیز کو اپنے آپ سے ہٹانے کے طور پر کسی کو دے دے اور آئندہ کے لیے نہ لیا کریں۔ نیز کسی دینی ادارہ یا مسجد میں دینا بھی جائز نہیں اور آئندہ کے لیے اگر رقم بنک میں رکھنا ہی ہے تو کرنٹ کھاتہ میں جمع کر لے جس میں سود نہیں لگتا۔ سیونگ یعنی سودی کھاتہ میں رقم جمع کرنا چونکہ سودی کاروبار کی اعانت ہے۔ اس لیے یہ بھی جائز نہیں۔ لقولہ تعالیٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان الآیہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک شخص نے بنک سے قرضہ لیا پھر اپنی رقم بنک میں رکھ کر ملنے والے سود کو بنک کے سود میں وضع کیا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے زرعی بینک سے زرعی آلات کے لیے قرض سود پر لیا ہے اور اس کی ادائیگی کی مدت تین سال تک ہے۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ سود سال بسال بڑھے گا۔ اب زید نے ادائیگی کی صورت یہ سوچی ہے۔ کہ سرمایہ وقتاً فوقتاً جو حاصل ہوا سے بنک میں جمع کراتا جاؤں۔ ادائیگی قرض کے علاوہ جو پیسہ جمع ہوگا اس کا سود اس سود میں وضع کرا دوں گا۔ جو بنک کی طرف سے مجھ پر واجب الادا ہے کیا اس کے جواز کی کوئی صورت شرعاً ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

اس ارادے سے بنک میں رقم جمع کرانا درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۳رجب ۱۳۹۰ھ

حفاظت کی نیت سے سیونگ بینک میں رقم جمع کرنا

﴿س﴾

(۱) بغرض حفاظت روپیہ سیونگ بنک میں جمع کرانا جائز ہے یا نہیں۔

(۲) جمع کرانے کی صورت میں جو سود جمع شدہ رقم پر ملے اس کو استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں۔

(۳) اگر سود وصول کر لیا جائے تو اس کا مصرف کیا ہے۔ بینوا توجروا

ماسٹر جان محمد مدرس مڈل سکول تحصیل کبیر والا ضلع ملتان
۲۵ جمادی الاولی ۱۳۷۳ھ

﴿ج﴾

محترم المقام السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا خط اتفاقاً یہاں اس دن پہنچا جبکہ میں چند ایام کے لیے رخصت پر تھا۔ واپسی پر میری ساری ڈاک میرے حوالہ کی گئی۔ آپ کا خط میری ڈاک سے علیحدہ ایک طالب علم نے برائے حفاظت ہی اپنے پاس رکھا تھا لیکن بھول گیا تھا اور کل عشاء کے وقت بہت افسوس کے ساتھ میرے حوالہ کیا آج سویرے ہی اس کا جواب لکھا۔ اس لیے تاخیر کے لیے معذرت خواہ ہوں۔

(۱) بنک میں اگر کوئی ایسی صورت بھی ہو سکے کہ اس رقم پر سود نہ لگے تو بلاشبہ روپے کی حفاظت کے لیے جائز ہے اور اگر یہ شرط ضروری ہے تو بغیر ضرورت شدیدہ اور خاص مجبوری کے ایسا کرنا جائز نہیں۔

(۲،۳) اگر کسی نے داخل کر ہی دیا تو اس سود کو جو اس پر مل رہا ہے وصول کرے۔ ایسا نہ ہو کہ اس سود کے روپے کو ناجائز مصرف پر صرف کر دیں جس سے لے لینا ہی بہتر ہے۔ بعد لینے کے اس کو فقراء پر صرف کرے لیکن اس میں ثواب کی نیت نہ کرے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کسی سے سود پر رقم لینا، گڑ قرض لے کر زیادہ واپس کرنا، گندم قرض لے کر زیادہ واپس کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) زید نے عمر سے کسی حاجت کے لیے تین سو روپیہ مثلاً اس شرط پر قرض لیا کہ چھ ماہ کے بعد مثلاً یہ تین سو روپیہ ادا کروں گا اور دس یا پندرہ روپیہ مثلاً سود بھی دوں گا۔ عمر نے رقم مذکورہ شرط مسطور بالا پر زید کو دی اور عقدان کے درمیان واقع ہو یا دس پیمانہ گندم عمر نے زید سے لیے بریں شرط کہ بوقت وصول اور مدت معین وہی پیمانہ ادا کروں گا اور دو پیمانہ معلوم مثلاً زائد بھی دوں گا یا دس سیر گڑ زید نے عمر سے لیا۔ بایں طور کہ فلاں وقت یہ دس سیر گڑ ادا کروں گا اور تین سیر گڑ مثلاً زائد بھی دوں گا تو عمر نے اشیاء مذکور بشروط مذکورہ زید کو دیے اور یہ عقدان کے درمیان مستحکم ہوئے۔ کیا عمر کو یہ سود لینا اور زید کو یہ سود ادا کرنا جائز ہوگا یا نہیں اور سود لینے اور دینے والے کا حکم شرعی کیا ہے اور یہ عقد صحیح ہے یا نہیں۔

(۲) زید نے کسی حاجت کے لیے سرکاری خانہ یا دیگر کسی بنک سے مثلاً ہزار روپے بشرط ادائی سود لیے۔ یہ روپیہ لینا اور سود دینا جائز ہے یا نہ۔ سود لینے اور دینے والے کے متعلق حکم شرعی کیا ہے۔

ملا شیر محمد

﴿ج﴾

(۱) تینوں صورتوں میں یہ عقد سودی اور فاسد اور ناجائز ہے۔ سود حرام ہے اور سود لینے والا اور دینے والا دونوں گنہگار ہیں۔ **قال اللہ تعالیٰ احل اللہ البیع و حرم الربوا. وایضاً قال اللہ تعالیٰ یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربوا ان کنتم مومنین الآیۃ۔ وعن جابر رضی اللہ عنہ قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکل الربوا وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء** رواہ مسلم مشکوٰۃ ص ۲۴۴

(۲) سرکاری خزانہ یا بنک سے سود پر قرضہ لینے کا بھی یہی حکم ہے۔ واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

یکم جمادی الاخری ۱۳۸۸ھ

بینک اور بعض دیگر اداروں کی ملازمت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی ہے اس کا گزارہ تنگ ہے۔ اسے کوئی دوسری ملازمت یا دھندا نہیں مل رہا ہے۔ مجبور ہو کر بنک کی ملازمت پر تیار ہو گیا ہے۔ برائے کرم اب کوئی ایسی صورت تحریر کریں جس سے بنک کی تنخواہ حلال یا مباح ہو سکے۔ کیونکہ شریعت مطہرہ میں مجبوروں کے لیے بھی کوئی نہ کوئی گنجائش ہو سکتی ہے۔

معرفت غلام رسول تمباکو ڈیلر جیکب آباد

﴿ج﴾

اس قسم کے ایک سوال کے جواب میں مولانا تھانوی رحمہ اللہ امداد الفتاویٰ ص ۱۲۷ ج ۳ پر لکھتے ہیں جن کی آمدنی بالکل حرام خالص ہے۔ جیسے کسبی یا بے فروش یا سود خوار وغیرھم ان کی نوکری کرنا ناجائز ہے اور جو تنخواہ اس میں سے ملتی ہو وہ حلال نہیں اور اسی طرح اپنی چیز اس کے ہاتھ فروخت کر کے اسی مال حرام میں سے قیمت لینا بھی حلال نہیں۔ **قال اللہ تعالیٰ ولا تتبدلوا الخبیث بالطیب**۔ تو اپنی پاکیزہ مزدوری یا پاکیزہ چیز کو اس ناپاک مال سے بدلنا ناجائز ٹھہرا۔ **وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحل ثمن الکلب ولا حلو ان الکاھن ولا مھر البغی** (سنن ابی داؤد ص ۱۳۲ ج۲) **وقال علیہ السلام ان اللہ حرم الخمرو ثمنھا ص ۱۳۷ وعن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالسا عند الرکن قال فرفع بصرہ الی السماء فضحک فقال لعن اللہ الیھود ثلثا ان اللہ تعالیٰ حرم الشحوم فباعوھا واکلوا اثمانھا وان اللہ تعالیٰ اذا حرم علی قوم اکل شیٔ حرم علیہ ثمنہ ص ۱۳۷ . لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکل الربوا و مؤکلہ ص ۱۲۷ وغیرہ ذلک من الاحادیث والآیات** الخ

ان آیات اور احادیث سے بینک کی ملازمت کا عدم جواز معلوم ہوا اور ناجائز اور حرام چیز کے کھانے کی اجازت زیادہ سے زیادہ صورت مخمصہ میں ہوتی ہے۔ جو صورت مسئولہ میں متحقق نہیں۔ باقی اس کے علاوہ جواز کی کوئی صورت نہیں۔ لہٰذا شخص مذکور کو چاہیے کہ وہ اس ملازمت سے بچے۔ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے کوئی اور سبیل نکال لے۔ واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۸ جمادی الاخری ۱۳۸۸ھ

مرتہن زمین سے فائدہ اٹھاتا رہا اور اب اصل رقم پر سود کا مطالبہ بھی کرتا ہے کیا یہ جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہم مسمیان محبت علی، عبد الشکور، عبد المجید پسران منشی قوم راجپوت ساکن موضع دلیر تنوں تحصیل و ضلع ملتان سے اپنی ملکیتی زرعی رقبہ برائے انتقال زبانی عرصہ تقریباً ڈیڑھ سال ہوئے بطور رہن بدست نصیر الدین ولد ملکو کے پاس باقبضہ ہوئی۔ یہ کہ محبت علی وغیرہ نے حسب ضابطہ زر رہن مرتہن کو ادا کر دیا ہے اور مرتہن نے راہن سے زبردستی بطور سود یک صد دس روپے چھین لیے اور مزید سود کا مطالبہ کرتا ہے۔ اس مرتہن نے عرصہ ڈیڑھ سال سے اراضی زرعی کی آمدنی بھی برداشت کی ہے۔

اندریں حالات مرتہن اراضی رہن والی کا قبضہ بغیر سود وصول کیے دینے سے انکاری ہے۔ کیا احکام شرع شریف میں ہمیں مرتہن مذکور کو سود ادا کرنا ہوگا۔ مفصل فتویٰ سے مطلع فرمادیں۔

محبت علی و عبد المجید پسران منشی تحصیل و ضلع ملتان

﴿ج﴾

سود کی حرمت کتاب اللہ کی صریح آیات کے ساتھ ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں احل الله البيع وحرم الربوا کہ بیع حلال اور سود حرام ہے اور حدیث شریف میں سود کے لینے والے اور دینے والے اور گواہوں وغیرہم پر لعنت وارد ہوئی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ھم سواء یعنی وہ سب برابر ہیں گناہ میں۔ لہٰذا اصل رقم سے زائد سود کا مطالبہ کرنا یا لینا شرعاً حرام اور ناجائز ہے اور لینے والا احادیث کی رو سے ملعون ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

یکم شعبان ۱۳۹۱ھ

مضاربت کے لیے دی گئی رقم اگر سودی کاروبار میں لگائی گئی ہو کیا اس کا نفع جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے کسی کو مضاربت پر رقم دی۔ اس نے بجائے مضاربت کے وہ رقم سودی کاروبار میں لگا دی اور کچھ عرصہ میں مالک کو اصل رقم بمع سودی نفع کے واپس کر دی۔ کیا مالک رقم کو یہ نفع لینا جائز ہے یا نہیں۔

نعمت اللہ متعلم مدرسہ قاسم العلوم ملتان

﴿ج﴾

اصل رقم تو لینا جائز ہے لیکن جو نفع سودی کاروبار کی وجہ سے حاصل ہوا ہے اس کا لینا درست نہیں۔ اگر زائد رقم لیتے ہیں تو ان کو بغیر نیت ثواب کے کسی محتاج کو دے دیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۶ صفر ۱۳۹۱ھ

مضاربت پر دی گئی رقم سے بیع سلم کی لیکن مال نہ ملنے کی صورت میں دوگنی رقم وصول کی کیا حکم ہے

﴿س﴾

ایک شخص نے برائے مضاربت رقم دی لیکن مضارب نے جا کر کپاس بھول کر لی۔ بھول کرنے کی صورت ایسی ہوتی ہے کہ کپاس ابھی تک کاشت نہیں کی۔ غریب لوگوں کو پیسوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو بائع اس وقت فی من

کپاس کے مثلاً بیس یا کم وبیش دے دیتے ہیں۔ جب وقت آتا ہے تو وہ اگر کپاس دینے پر قادر نہ ہوں تو اس وقت کے کپاس کے من کے حساب سے رقم لیتے ہیں اور اگر اس وقت رقم دینے پر بھی قادر نہ ہو تو پھر اگلے سال دگنا دینا پڑتا ہے۔ الغرض اگر اس قسم کا منافع مضارب کو اگر مل جائے تو اس کا کیا حکم ہے اور اس قسم کے طریقہ سے تجارت کرنا از روئے شریعت کیسا ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں یہ سود بالکل ناجائز ہے۔ سود بے سخت گناہ ہے۔ صرف اصل رقم واپس لے اور جو زائد لیا ہے وہ واپس کر دے۔ سود کھانا اتنا بڑا گناہ ہے کہ اپنی سگی ماں سے بیت اللہ میں ستر مرتبہ زنا کرنا۔ **کما فی تفسیر ابن کثیر**۔ رب المال کو لازم ہے کہ ایسے مضارب سے الگ ہو جائے اور نفع اس غریب کو واپس کر دے جس سے مضارب نے وصول کیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۵ صفر ۱۳۹۱ھ

جو بینک تین قسم کے کاروبار کرتا ہو کیا اس میں رقم رکھنا اور نفع لینا جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی کو یونائیٹڈ بینک والوں نے کہا ہے کہ ہمارا بینک تین کاروبار کرتا ہے۔ پہلا سود پر قرضہ دیتا ہے اور منافع کماتا ہے دوسرا کاروبار یہ ہے کہ مال باہر کے ملکوں کو بھیج کر اور باہر سے تجارتی مال اندر ملک میں لا کر تاجروں سے منافع کماتا ہے۔ تیسرا کاروبار نجی اور سرکاری جائیداد اور مال کی خرید و فروخت میں کمیشن کا نفع وصول کرتا ہے۔ اگر آپ ہمارے کاروبار نمبر ۱ میں روپیہ لگائیں تو ۶ فیصد منافع ملے گا اور اگر کاروبار نمبر ۲ اور نمبر ۳ میں روپیہ لگائیں تو ۵ فیصد منافع ملے گا۔ اب ایک شخص نے کاروبار نمبر ۲ میں روپیہ لگا دیا ہے۔ کیا اس کی آمدنی جائز ہے۔ وہ مسجد اور دینی کاموں میں لگا سکتا ہے نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

کاروبار نمبر ۲ میں جو رقم لگائی ہے جس پر پانچ فیصد منافع ملے گا یہ سود ہے اور حرام ہے۔ سود کی رقم مسجد یا دیگر دینی کاموں میں لگانا درست نہیں۔ واضح رہے کہ بینک کے اصول تجارت سے قطع نظر یہ پانچ فیصد منافع لینا بھی سود ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

بینک سے سود لے کر ثواب کی نیت سے خرچ کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بینک کا سود بغیر از نیت ثواب کے غریب کو یا دینی ادارہ کو دے سکتے ہیں یا نہیں۔ باقی بینک سے لینا چاہیے کہ نہیں اور اس کا مصرف تحریر فرمادیں۔

ابرار الحق

﴿ج﴾

بینک میں جو سود کی رقم دی جاتی ہے وہ چونکہ حرام ہے اور لینے والے کا حق نہیں۔ اس لیے بینک سے سود کی رقم وصول نہ کرنا چاہیے اور اگر وصول کر لیتے ہیں تو اس کو غرباء میں تقسیم کر دیں لیکن اس میں ثواب کی نیت ہرگز نہ کریں۔ واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۱ شعبان ۱۳۸۸ھ

بچوں کی تصویریں اور تصویروں والے اخبار گھر میں رکھنا اور بینک سے سود لینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) میں نے بچوں سے تصویریں نکلوائی ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان تصویروں کا اور تصویر والے اخباروں کا گھر میں رکھنا جائز ہے یا نہیں۔

(۲) نیز میں نے مجبوراً بینک میں روپیہ جمع کر دیا ہے اور اس روپیہ میں سود ملتا ہے۔ وہ سود کا پیسہ کسی غریب کو دینا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

(۱) شریعت اسلامیہ میں تصویر کھنچنا اور کھنچوانا جدید طریق فوٹو سے ایسا ہی حرام اور ناجائز ہے۔ جیسا کہ دستی تصویر رکھنا۔ فوٹو کے ذریعہ سے تصویر کھنچوانے والا اور کھینچنے والا اس سزا اور وعید کے مستحق ہیں جو احادیث میں مصورین کے لیے وارد ہیں۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے۔ **قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اشد الناس عذابا عندالله المصورون مشكوٰة ص ۳۸۵۔ وعن عائشة رضى الله عنها قالت قدم رسول الله من سفر وقد سترت بقرام لى علىٰ سهوة لى فيه تماثيل فلماراه رسول الله صلى الله عليه وسلم هتكه وقال اشد الناس عذابا يوم القيامة الذين يضاهون**

بخلق الله (بخاری کتاب اللباس) الحاصل ہر قسم کی تصویروں سے حتی الوسع اجتناب کیا جائے۔

(۲) یہ مال حرام ہے۔ جو لوگ فقر و فاقہ سے بہت پریشان ہوں ایسوں کو وہ مال بہ نیت رفع حاجت دینا چاہیے نہ نیت حصول ثواب۔ واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان

آئندہ ضرورت کی وجہ سے بینک کے کرنٹ اکاؤنٹ میں روپے جمع کرائیں جس میں کسی قسم کا سود نہیں دیا جاتا۔ اب بھی اگر سود نہیں لیا تو بینک والوں کو چھوڑ دیں۔ وصول نہ کریں اور اگر وصول کریں تو جواب بالا کے مطابق عمل کریں۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ ہذا

۱۳ رجب ۱۳۸۸ھ

ٹریکٹر اور زرعی آلات سود پر لینا اُدھار کی صورت میں غبن فاحش سے لینا پڑتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مثلاً بکر کا ارادہ ہے کہ آج کل جو ٹریکٹر کمپنیوں کی طرف سے ٹریکٹر اور زرعی کاروبار کی مشین شرح سود کے طریقہ پر دی جا رہی ہیں ان کا حاصل کرنا درست اور جائز ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر ٹریکٹر اور دوسرے زرعی آلات آب پاشی وغیرہ حاصل بھی نہیں ہو سکتے اور ساتھ ساتھ اگر کہیں بے انداز دشواریوں کے بعد حاصل ہو جائیں تو پندرہ ہزار کی مشین اور انجن کہیں بائیس اور تیئس ہزار میں ملتا ہے اور اتنی نقد کی وسعت نہیں بخلاف صورت سود کے یعنی ہر حالت میں حرام کا ارتکاب ہو ہی جاتا ہے۔ وہ خواہ غبن فاحش سے ہو یا سودی قرضہ کی صورت میں اور بغیر اس پالیسی کے استعمال کیے کوئی آدمی بیرونی ممالک سے بھی ایسی اشیاء کو نہیں لا سکتا۔ تو بنا بر صورت اضطرار جائز ہے تو کیا یہ بکر کا خیال درست ہے۔ ایسے ٹریکٹر سے زرعی کاروبار کرنا جائز ہے اور اس ٹریکٹر کی پیداوار حلال متصور ہو گی یا حرام۔

عبدالشکور مدرس مدرسہ عربیہ تعلیم القرآن مکی مسجد

سود لینا بنص قرآنی حرام ہے۔ قال تعالى واحل الله البيع وحرم الربوا الآية۔ اور حدیث شریف میں ہے لعن الله آكل الربوا و موكله وكاتبه وشاهديه وقال هم سواء او كما قال مشکوٰۃ ص ۲۴۴۔ لہٰذا ٹریکٹر خریدنے کی پالیسی کا مجھے تفصیلی علم نہیں ہے۔ ورنہ اس کا کوئی حل لکھ دیتا بہرحال گناہ سے بچنا ضروری ہے اور گناہ سے بچنے میں مالی اور جانی تکلیفیں تو آتی رہتی ہیں۔ جن کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا مرد مومن کی نشانی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

نئے اور پرانے نوٹوں کی خرید وفروخت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) ایک شخص وٹے کا کام کرتا ہے۔ نئے نوٹ کی کاپی ۱۰۰ روپے والی وہ مبلغ ۱۰۲ روپے میں دیتا ہے۔ یعنی ۱۰۰ روپے پر ۲ روپے زائد لیتا ہے۔

(۲) اگر کوئی اس سے بھان ایک سو روپے کا لیتا ہے تو وہ اس پر بھی ۱۰۰ روپے کی بجائے مبلغ ۱۰۲ روپے وصول کرتا ہے۔ اس پر بھی زائد ۲ لیتا ہے۔

(۳) اگر کوئی شخص پھٹا پرانہ یا دھلا ہوا نوٹ لے کر اس کے پاس آتا ہے تو وہ اس سے بھی حسب موقع کاٹ کاٹ لیتا ہے۔ جب کتنا پھٹا نوٹ ہو۔ ویسے ہی ایک نوٹ پر چار آنے یا آٹھ آنے یا اس سے کم وبیش کاٹ لیتا ہے۔ جب اس سے کہا گیا کہ یہ کام تو ناجائز ہے تو اس نے جواب دیا کہ ملتان میں جتنے بھی دارالافتاء ہیں وہ اس معاملے میں بالکل خاموش ہیں۔ کسی مفتی نے بھی اس کام کو ناجائز نہیں کہا ہے۔ برائے مہربانی اس کام کے متعلق شرعی حکم سے مطلع کریں کہ یہ کام جائز ہے یا ناجائز یا ان تینوں میں سے کوئی سا کام جائز بھی ہے یا نہیں۔

محمد اختر صابن فروش چوک اکبر بازار خانیوال

﴿ج﴾

(۱،۲،۳) یہ تینوں صورتیں حرام اور سود ہیں۔ کمی بیشی جائز نہیں اور یہ بہت ہی ظاہر مسئلہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۱ محرم ۱۳۹۰ھ

بیمہ زندگی قمار اور سود ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زندگی کا بیمہ کرانا جائز ہے یا نہیں۔ ایک شخص نے بیمہ کی پالیسی اختیار کی ہوئی ہے اور کئی اقساط ادا کر چکا ہے۔ بیمہ کے ناجائز ہونے کی صورت میں وہ اپنی رقم واپس لینا چاہتا ہے تو اسے ۸۰ فیصد ملتے ہیں اس صورت میں کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بیمہ زندگی شرعاً قمار یا سود ہے جو ناجائز ہے۔ رقم کا واپس کرنا ضروری ہے۔ کمپنی بیمہ پر تمام رقم واپس کرنا ضروری اور واجب ہے۔ ۸۰ فیصد کے علاوہ جو رقم کمپنی ادا نہیں کرتی وہ بھی بیمہ کرنے والے کا حق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۴ ذوالحجہ ۱۳۹۰ھ

کیا سودی رقم سے مقروض اپنا قرضہ ادا کر سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید دولتمند آدمی ہے اور اس کا سرمایہ بینک میں جمع ہے اور بینک والے سود لیتے ہیں۔ مالک زید سرمایہ سود وصول نہیں کرتا ہے۔ بکر ایک غریب آدمی ہے اور مقروضی بے حد ہے اور زید اجازت دیتا ہے کہ جو میرے سرمایہ کا سود بینک والے کھاتے ہیں اس سے تو (بکر) اپنا قرضہ اتار سکتا ہے۔ آیا اس سود سے بکر اپنا قرضہ اتار سکتا ہے۔ بینوا توجروا

سید جمیل الرحمٰن ملتانی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

﴿ج﴾

سود کا وصول کرنا نہ زید کے لیے جائز ہے نہ بکر کو اگرچہ زید کی اجازت بھی ہو تو نہ دے۔ زید کہ چاہیے کہ سود کی مد میں رقم جمع نہ کریں۔ بلکہ کرنٹ کھاتہ یعنی چلتے حساب میں رقم جمع کرائیں جس میں سود نہیں ملتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۴ ذوالحجہ ۱۳۹۰ھ

انعامی بانڈ خریدنے والے کی رقم اگر محفوظ ہو تو کیا پھر ناجائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ انعامی بانڈ کا انعام جو کہ ہر مہینہ کی پندرہ کو نکالا جاتا ہے شریعت کی رو سے جائز ہے یا ناجائز۔ جبکہ انعامی بانڈ خریدنے والے کی رقم ہر حالت میں محفوظ رہتی ہے۔ جب جی چاہے وہ رقم واپس لے سکتا ہے۔

محمد اعظم قیصرانی مسنون آباد
ضلع شیخوپورہ

﴿ج﴾

انعامی بانڈ قمار یا سود ہے جو شرعاً ناجائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۹ ذوالقعدہ ۱۳۹۰ھ

اگر کسی شخص پر امانت داری کا بھروسہ نہ ہو تو کرنٹ اکاؤنٹ میں رقم رکھی جا سکتی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ

(۱) بینک میں بمد امانت روپیہ رکھنا جائز ہے یا نہیں۔

(۲) مدرسوں میں جو زکوٰۃ اور فطرانہ کی رقم آتی ہے اس میں تملیک ضروری ہے یا نہیں اور مہتمم صاحب کی حیثیت مدرسہ میں امین کی ہے یا قاضی کی۔

(۳) مہتمم صاحب مدرسہ کی رقم تاجروں کو بطور قرض دے سکتا ہے یا نہیں یا خود اس رقم سے تجارت کر سکتا ہے یا نہیں۔ جبکہ وہ نفع خود اپنے ذاتی مصارف میں خرچ کرے یا نفع مقرر کرے یا نہ کرے یا ویسے تجارت کے لیے بطور قرض دے یہ ساری صورتیں جائز ہیں یا نہیں۔

﴿ج﴾

(۱) اگر کوئی ایسا امین شخص ملتا ہو جس کے پاس رقم کے ضیاع کا خطرہ نہ ہو تو پھر بینک میں رقم رکھنا جائز نہیں اور اگر کوئی ایسا امین شخص نہیں ہے جس پر پورا پورا بھروسہ کیا جا سکے تو پھر اس صورت کے تحت بینک میں روپیہ رکھنا جائز ہے لیکن اس صورت میں بھی رقم کرنٹ اکاؤنٹ میں جمع کر لیں اس لیے کہ اس میں سود نہیں ملتا۔

(۲) زکوٰۃ اور دیگر صدقات واجبہ میں تملیک ضروری ہے اور مہتمم کی حیثیت امین کی ہے۔

(۳) مجلس انتظامیہ کے مشورہ اور اجازت سے خود بھی مدرسہ کے فنڈ سے قرض لے سکتا ہے اور دوسروں کو بطور قرض دے سکتا ہے لیکن قرض کی صورت میں نفع مقرر کرنا جائز نہیں۔ البتہ اگر کسی کو مضاربت وغیرہ کے طور پر دے تو نفع مقرر کرنا جائز ہے لیکن وہ نفع مدرسہ کی ملکیت ہوگی۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۰ ربیع الاول ۱۳۸۹ھ

آج کل کمیٹی ڈالنے کا جو رائج طریقہ ہے نا جائز ہے

﴿س﴾

جناب مکرم ومحترم محمد انور شاہ صاحب مدظلہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ احوال آنکہ جناب کا نوازش نامہ ملا۔ حالات سے آگاہی ہوئی۔ وضاحت طلب امور درج ذیل ہیں۔

(۱) جب کوئی آدمی کمیٹی ختم کرنا چاہے تو اس کو اس کی جمع کرائی ہوئی رقم اس کو اس وقت ملے گی جب قرعہ میں اس کا نام نکلے گا۔ مثلاً ایک آدمی نے سال کے عرصہ کے لیے کمیٹی میں حصہ رکھا مگر ۶ ماہ کے بعد حالات نے جواب دے دیا تو وہ آدمی جو کمیٹی جمع رکھتا ہے کوئی آدمی پیدا کرے گا یا اپنے پاس سے ۶ ماہ بقایا کی قسط دیتا رہے گا اور جب اس آدمی کے نام قرعہ نکلے گا اس کو اس کی جمع شدہ رقم دے دی جائے گی۔

(۲) جس کے پاس رقم جمع کرائی جاتی ہے وہ اس کا کلی مختار ہے چاہے اس کو استعمال کرے یا ویسے ہی جمع رکھے۔ یہ ہر آدمی کا علیحدہ علیحدہ ضامن ہے۔ نہ وہ کوئی قرض ہوتا ہے ہاں البتہ امانت ہوتی ہے۔ مگر وہ اسی وقت واپس مل سکتی ہے۔ جب قرعہ نکلے گا اس سے پہلے نہیں۔

(۳) ہاں اگر قرعہ اندازی سے قبل وہ رقم ہلاک ہو جائے تو وہ آدمی مکمل طور پر ذمہ دار ہوتا ہے۔ اس میں کسی ممبر کو نقصان نہیں ہوتا۔ وہ سب رقم اس کو قرعہ پر دینی پڑے گی۔ ہاں البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ جس کا نام قرعہ میں نکلا اس نے کچھ مہلت دے دی تو یہ اس کی مرضی پر منحصر ہے۔

حاجی محمد اشرف بورے والا

﴿ج﴾

کمیٹی بصورت مذکورہ ناجائز ہے۔ بدو وجہ ایک تو یہ کہ اس کے اندر قرض کی تاجیل کو لازمی قرار دیا جاتا ہے۔ یعنی اگر کمیٹی کے ارکان میں سے کوئی رکن اپنی جمع کردہ رقم جو کہ قرض ہے۔ مدت معینہ سے قبل وصول کرنا چاہیے تو اس کو حسب اصول کمیٹی مروجہ وہ رقم نہیں دی جایا کرتی۔ حالانکہ شرعاً تاجیل قرض لازم نہیں ہوا کرتی۔ جب بھی قرض واپس کرنا چاہے تو شرعاً وہ واپس لے سکتا ہے۔ اگر چہ اجل متقرر کر بھی چکا ہو تو چونکہ ضوابط کمیٹی مروجہ التزام مالا یلزم شرعاً لازم آرہا ہے اور اس میں تغییر حکم شرع ہے۔ اس لیے کمیٹی جائز نہ ہوگی۔ **کما قال فی تنویر ولزم تاجیل کل دین الا القرض۔**

دوسری یہ کہ کمیٹی مروجہ میں مقرض اس قرض سے نفع مشروط حاصل کرتا ہے اور **کل قرض جر نفعاً حرام۔** فقہاء کا ضابطہ ہے کمیٹی مروجہ میں نفع ظاہر ہے کہ مشروط ہے۔ اگر چہ متردد ہے قرعہ نکلنے کی صورت میں نفع یعنی قرضہ اس

کو مل جاتا ہے اور نہ نکلنے کی صورت میں نفع نہیں ملتا ہے۔ بہرحال مشروط ضرور ہے۔ اگرچہ ملنا متردد ہے اور جو نفع قرضہ میں ہو مشروط ہو یا متعارف ہو وہ ناجائز ہوا کرتا ہے۔ لہٰذا یہ عقد بھی ناجائز شمار ہوگا۔ کما قال فی الدر المختار مع شرحه ردالمحتار ص۱۶۶ ج۵ وفی الخلاصة القرض بالشرط حرام والشرط لغو بان يقرض على ان يكتب به الى بلد كذا ليو فى دينه وفى الاشباه كل قرض جر نفعا حرام فكره للمرتهن سكنى المرهونة باذن الراهن. وفى الدر ايضاً مع شرحه ردالمحتار ص ۶۳ ج۲ وقالوا يجبر اجر المثل على المقرض لان المستقرض انما اسكنه فى داره عوضا عن منفعة القرض لا مجانا وكذا لواخذ المقرض من المستقرض حمارا ليستعمله الى ان يرد عليه الدراهم اه۔ وهذه كثيرة الوقوع۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

بینک سے لی ہوئی قرض رقم سے تجارت کرنا جائز نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اگر زید نے حکومت پاکستان کی املاک علاوہ کے کسی اور بینک یا کہ جس بینک میں حکومت پاکستان کا حصہ ہو سے رقم بطور تجارت عرصہ ایک سال کے لئے لی ہو اور زید اس رقم سے تجارت کر کے اپنے لیے ذریعہ معاش حاصل کرے۔ کیا یہ رقم لینا اور اس سے تجارت کر کے منافع بینک کو دینا جائز ہے یا ناجائز۔
صوفی نذیر احمد صدر بازار چھاؤنی ملتان

﴿ج﴾

بینک سے سود پر قرض لینا حرام ہے اور حرام مال سے تجارت کرنا حرام ہے اور حرام مال سے حاصل کی ہوئی کمائی بھی حرام ہے۔ کذا فی الشامی باب الغصب۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۰ محرم ۱۳۹۰ھ

پراویڈنٹ فنڈ کی رقم سود نہیں ہے

محترم المقام جناب محمد ابراہیم صاحب! دام مجدکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج بخیر

آپ نے پراویڈنٹ فنڈ کے سود کے بارے میں پوچھا ہے جواباً عرض ہے کہ پراویڈنٹ فنڈ کی صورت میں حکومت

وضع شدہ رقم تنخواہ کے ساتھ اسی قدر یا جس قدر ہو جوملا کر دیتی ہے شرعاً اس کا لینا جائز ہے۔ شرعاً یہ سود شمار نہیں ہوتا۔ حکومت چاہے اس کا نام جو بھی رکھے اور اس کا استعمال تمام دینی امور میں جائز ہے۔

ملاحظہ ہو فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جدید ص ۳۳۱ ج ۶ و امداد الفتاویٰ ج ۱۴۸۳ھ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۰ ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ

کیا رقم منی آرڈر کرانا واقعی سود میں داخل ہے، بینک میں رقم رکھ کر سود لینے یا نہ لینے میں کچھ فرق ہے انعامی بانڈوں کی خرید وفروخت اور انعام وصول کرنا، رشوت خور شخص کا ہدیہ قبول کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں مندرجہ ذیل مسائل میں کہ

(۱) فتاویٰ رشیدیہ میں یہ لکھا ہے کہ منی آرڈر بھیجنا درست نہیں ہے۔ خواہ اس میں کچھ رقم دی جائے یا نہ دی جائے۔ دوسرے سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ منی آرڈر کرنا سود میں داخل ہے۔ جو شخص کسی کے پاس روپیہ بھیجنا چاہے بطور بیمہ کے یا نوٹ خرید کر بھیج سکتا ہے اور کتابیں جو منگائی جاتی ہیں اس میں حیلہ ہو سکتا ہے۔ اس شے کی اجرت محصول ویلیو پے ایبل کا خیال کیا جائے اور منی آرڈر میں خیال حیلہ کا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ عین شی نہیں پہنچتی۔

(۲) بینک میں روپیہ داخل کرنا جیسا کہ بعض علماء کہتے ہیں درست نہیں۔ یہ عدم جواز عام ہے۔ خواہ سود لے یا نہ لے دونوں صورتوں میں نادرست ہے۔ در صورت ثانی عبداللہ صاحب لاہوری وغیرہ علماء رجم غفیر نے اگر چہ اس کو جائز رکھا ہے مگر واقع میں یہ بھی اعانت علی المعصیت ہونے کی وجہ سے نادرست ہے۔ (از مسائل باب سود)

(۳) انعامی بانڈ خریدنا اور ان پر انعام حاصل کرنا درست ہے یا نادرست۔

(۴) اگر کوئی شخص باوجود اس علم کے کہ وہ رشوت خور ہے کسی کو کچھ ہبہ کرے تو اس سے وہ چیز بطور ہبہ لینا درست ہے یا نہیں۔ جبکہ یہ معلوم کرنا نہ ہو کہ جو وہ ہبہ کر رہا ہے اس کی ذاتی ہے یا رشوت کی چیز ہے۔

آج کل جبکہ ہر خاص وعام منی آرڈر بھیجتا اور بنکوں میں روپیہ رکھتا ہے انعامی بانڈوں کی فروخت عام ہے اور ایسے رشوت خور شخصوں سے ہبہ لیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ ہمارے مدارس کا حساب بھی بینکوں میں ہے تو علماء و مفتیان کیا فتویٰ دیتے ہیں۔

احمد سعید صاحب مقام احمد پور سیال ضلع جھنگ

﴿ج﴾

(۱) مولانا اشرف علی صاحب تھانوی امداد الفتاویٰ میں منی آرڈر سے روپیہ بھیجنے کے جواز کے بارے میں لکھتے

ہیں کہ منی آرڈر مرکب ہے دو معاملوں سے ایک قرض جو اصل رقم سے متعلق ہے دوسرے اجارہ جو فارم کے لکھنے اور روانہ کرنے پر بنام فیس کے دی جاتی ہے اور یہ دونوں معاملہ جائز ہیں۔ پس دونوں کا مجموعہ بھی جائز ہے اور چونکہ اس میں ابتلائے عام ہے۔ اس لیے یہ تاویل کر کے جواز کا فتویٰ مناسب ہے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۱۴۵ ج ۳)

(۲) بینک میں سود کے کھاتہ میں رقم جمع کرنا واقعی اعانت علی المعصیۃ ہے اور درست نہیں چاہے سود لے یا نہ۔ پس بصورت مجبوری کرنٹ یعنی چالو حساب میں رقم جمع کرنا جائز ہے جس میں سود نہیں ملتا اور ہمارے مدارس اسلامیہ کا حساب اس کرنٹ کھاتہ میں جمع ہوتا ہے جس میں سودی لین دین نہیں ہوتا۔

(۳) انعامی بانڈ خریدنا اور اس پر انعام حاصل کرنا درست نہیں۔

(۴) اگر حرام مال جدا ممتاز نہ ہو یعنی حرام وحلال مخلوط ہو اور حلال مال زیادہ ہو تو اس سے ہبہ، ہدیہ یا دعوت قبول کرنا جائز ہے اور اگر حرام مال زیادہ ہے یا دونوں برابر ہیں یا حرام مال جدا ممتاز ہے تو اُسے قبول کرنا جائز نہیں۔ قال فی الھندیۃ اھدی الی رجل شیئا او اضافہ ان کان غالب مالہ من الحلال فلا باس الا ان یعلم بانہ حرام فان کان الغالب ھو الحرام ینبغی ان لا یقبل الھدیۃ ولا یاکل الطعام الا ان یخبرہ بانہ حلال ورثہ او استقرضہ من رجل کذا فی الینا بیع وایضا فیھا آکل الربوا وکاسب الحرام اھدی الیہ او اضافہ وغالب مالہ حرام لا یقبل ولا یاکل مالم یخبرہ ان ذلک المال اصلہ حلالہ ورثہ او استقرضہ وان کان غالب مالہ حلالا لا باس بقبول ھدیۃ والاکل منہ کذا فی الملتقط. کتاب الکراھیۃ ص ۳۴۲ ج ۵۔ وفی الاشباہ فی القاعدۃ الثانیہ من النوع الثانی اذا جتمع عند احد مال حرام وحلال فالعبرۃ للغالب مالم یتبین (الاشباہ والنظائر ص ۱۴۷ ج ۱) کذا فی احسن الفتاویٰ ص ۱۰۳ ج ۸۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۴ ربیع الاول ۱۳۹۰ھ

جی پی فنڈ کے جواز اور اُس پر وجوب زکوٰۃ سے متعلق فتویٰ

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ مسائل میں کہ

(۱) ایک صاحب کو ریٹائرمنٹ کے بعد جی پی فنڈ کی رقم ملی ہے جس میں اس کی اپنی جمع کردہ کے علاوہ تقریباً گیارہ سو روپے سود کے ہیں۔ کیا وہ اس زائد رقم کو اپنے مصرف میں لاسکتا ہے یا نہیں۔ اگر اپنے مصرف میں نہیں لاسکتا

تو اس کے خرچ کرنے کا طریقہ بتا دیا جائے تا کہ وہ بری الذمہ ہو جائے۔

(۲) اسی جی پی فنڈ کی رقم کی زکوۃ اس نے پہلے نہیں دی۔ کیونکہ رقم گورنمنٹ کے پاس تھی۔ اب جب رقم وصول کر چکا تو اس کی زکوۃ کیسے دے گا۔ اب جب سال گزر جائے یا سالہائے سابقہ کی بھی زکوۃ دینی پڑے گی۔ بینوا تو جروا

مہتمم مدرسہ دار العلوم سرحد پشاور بیرون آسیا گیٹ پشاور شہر

﴿ج﴾

(۱) جی پی فنڈ کی صورت میں جو رقم ملتی ہے یعنی تنخواہ کا کوئی جزء وضع کرا دینا اور پھر یکمشت وصول کر لینا اگر چہ اس کے ساتھ سود کے نام سے کچھ رقم ملے یہ سب جائز ہے اور سود نہیں ہے۔ اس لیے کہ تنخواہ کا جو جز وصول نہیں ہوا وہ اس ملازم کی ملک میں داخل نہیں ہوا پس وہ رقم زائد اس کی مملوک شی سے منتفع ہونے پر نہیں دی گئی۔ بلکہ تبرع ابتدائی ہے۔ گو گورنمنٹ اس کو اپنی اصطلاح میں سود کہے۔ کذا فی امداد الفتاویٰ ص ۱۴۹ ج ۳ وفتاویٰ دار العلوم جدید ص ۳۳۱ ج ۷

(۲) اس جی پی فنڈ کی صورت میں جو رقم ہوتی ہے اس کی زکوۃ گزشتہ برسوں کی واجب نہیں ہوتی۔ آئندہ کو بعد وصول کے جب سال بھر نصاب پر گزر جائے گا اس وقت زکوۃ دینا لازم ہوگا۔ وعند قبض مائتین مع حولان الحول بعده ای بعد القبض من دین ضعیف وهو بدل غیر مال کمهر ودیة وبدل کتابة۔ الدر المختار مع شرحه ردالمحتار باب زکوٰة المال ص ۳۰۶ ج ۲۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
یکم محرم الحرام ۱۳۹۰ھ

سودی رقم سے خریدے ہوئے جانور کا گوشت خریدنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ ایک آدمی کسی سے سود پر روپیہ لے کر پھر اسی رقم پر بھینس گائے وغیرہ خرید کر ذبح کرنے کے بعد پھر لوگوں پر اسی جانور کا گوشت فروخت کر رہا ہے اور جو لوگ اس آدمی سے گوشت خرید کرتے ہیں وہ دو قسم کے ہیں ایک یہ ہے کہ ان کو پتہ ہے کہ یہ سودی رقم پر لیا ہوا گوشت ہے۔ دوسرا یہ کہ ان کو پتہ نہیں کہ یہ سودی رقم پر لیا ہوا گوشت ہے اور دونوں صورتوں میں گوشت کو پھر کھاتے ہیں۔ آپ سے ان دونوں صورتوں کا حکم مطلوب ہے۔ آیا دونوں صورتوں میں گوشت کھانا حلال ہے۔ خریدنے والوں کے لئے یا کہ دونوں صورتوں میں حرام ہے یا ایک صورت میں حلال ہے اگر ایک صورت میں حلال ہے تو پھر تعیین فرما دیں۔

محمد شعیب برادری کمرہ نمبر ۲ دار العلوم عیدگاہ کبیر والا ضلع ملتان

﴿ج﴾

حرام مال اگر نقد ہے تو اس میں کرخی کا قول ہے کہ اگر بوقت اشتراء اس خاص رقم کی طرف اشارہ کیا ہو اور پھر ادا بھی اس سے کیا ہو تو خرید کردہ اشیاء حرام ہوں گی۔ اگر بوقت اشتراء اس حرام رقم کی طرف اشارہ نہ کیا یا اشارہ کیا مگر ثمن اس سے ادا نہیں کیا بلکہ دوسری رقم سے ادا کیا تو اس حالت میں خریدی ہوئی اشیاء میں کوئی کراہت نہیں۔ موجودہ زمانہ میں عام طور پر اشتراء مطلقاً ہوتا ہے۔ کسی خاص رقم کی طرف اشارہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر اشارہ اور رقم کی طرف کیا مگر ادا اس سے کیا تو کرخی کے نزدیک اس میں بھی کراہت نہیں۔ بعض نے کرخی کے خلاف بھی تصحیح کی ہے اور ترجیح بھی اسی کی معلوم ہوتی ہے کہ ہر حال میں حرام مال سے حاصل کردہ اشیاء حرام ہیں۔ خواہ اشارہ کیا ہو یا نہ اور اسی میں احتیاط بھی ہے۔ **وان کانا مما لا یتعین فعلی اربعة اوجه فان اشار الیها ونقدها فکذلک یتصدق وان اشار الیها ونقد غیرها او اشار الی غیرها ونقدها او اطلق ولم یشر و نقد ها لا یتصدق فی الصور الثلاث عند الکرخیؒ۔ قیل و به یفتی والمختار انه لا یحل مطلقا کذا فی الملتقی ولو بعد الضمان هو الصحیح کما فی فتاوی النوازل واختار بعضهم الفتوی علی قول الکرخی فی زماننا لکثرة الحرام وهذا کله علی قولهما وعند ابی یوسف لا یتصدق شیء منه کما لو اختلف الجنس ذکره الزیلعی فلیحفظ۔ وفی الشامیة تحت (قوله قیل وبه یفتی) قاله فی الذخیرة وغیرها کما فی القهستانی (الی ان قال) قال مشائخنا لایطیب قبل ان یضمن وکذا بعد بعد الضمان بکل حال وهو المختار لا طلاق الجواب فی الجامعین والمضاربة الخ وایضا فی الشامیة ولا یخفی انهما (ای قوله الکرخی وخلافه) قولان مصححان وایضاً فیها عن الحموی عن صدر الاسلام ان الصحیح لایحل له الاکل ولا الوطی لان فی السبب نوع خبث اه فلیتامل** (شامی ص ۱۹۰ ج ۶)

الحاصل باوجود علم کے اس گوشت کا استعمال درست نہیں۔ اگر لاعلمی میں کھالیا تو گناہگار نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۹ ربیع الاول ۱۳۹۱ھ

اگر کوئی شخص لوگوں کو گندم چھولے وغیرہ مہنگے دام بیچتا ہے اور کہے کہ دو ماہ بعد رائج بھاؤ پر لوں گا کیا حکم ہے، اس شرط پر قرضہ دینا کہ واپسی پر تیری زمین کی آمدن کا چوتھا حصہ لیتا رہوں گا کسی کو اس شرط پر قرض دینا کہ واپسی تک زمین کی آمدن کا کچھ حصہ بھی لوں گا اور رقم کی واپسی پر اضافہ بھی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ

(۱) ایک شخص غلہ گندم یا چھولے نرخ مقررہ فی بوری ۴۵ روپیہ ہے۔ وہ لوگوں کو ۶۰ روپیہ مقرر کر کے دیتا ہے کہتا ہے کہ میں ماہ ہاڑ میں لوں گا جو بھاؤ اسی وقت ہو گا

(۲) یا ۶۰ روپیہ بوری دیتا ہے اور کہتا ہے کہ ہاڑ میں چھولے ۳۵ روپیہ فی بوری کے بھاؤ لوں گا۔

(۳) ایک شخص ایک آدمی کو پانچ صد روپیہ دیتا ہے اس شرط پر کہ قطعہ اراضی کاشت خود کریں۔ میں تم سے چہارم حصہ لیتا رہوں گا۔ جب تک میرا پانچ صد روپیہ ادا نہ کرے گا۔

(۴) مثلاً ایک آدمی چار صد روپیہ دیتا ہے۔ اس کی ۸ قطعہ اراضی لے لیتا ہے اور تا ادائے چار صد روپیہ تک نصف حصہ بٹائی اراضی والے کو دیتا رہتا ہے۔ برائے مہربانی ان ہر چار صورتوں کا دینے لینے والے کے لیے جو حکم شرعی ہو تحریر فرما کر اجر عنداللہ حاصل کریں تا کہ حلت وحرمت کا پتہ چل جائے۔ یہ عمل بہت لوگوں نے جاری کر دیا ہے۔

مولوی غلام محمد چک D-B/۴۳ تحصیل خوشاب سرگودھا

﴿ج﴾

(۱،۲) اس طرح کرنا ناجائز ہے۔ کیونکہ اس میں ایک سودا کرنے میں دوسرے سودے کی شرط لگائی ہے۔ ہاں اس طرح جائز ہے کہ ۶۰ روپے فی بوری کے حساب سے غلہ اس وقت دے دے اور ہاڑ میں ۶۰ روپے فی بوری کے حساب سے نقد لینے کا مستحق بنے اور اگر ہاڑ میں وہ مقروض شخص اس کو اس نقد کے عوض میں کوئی جنس دینا چاہے تو دونوں کی رضامندی سے جس قیمت پر اس کا سودا ہو جائے جائز ہے۔ پہلے سے اس نقد کے عوض میں جنس لینے کا سودا کرنا خواہ اس کی قیمت پہلے سے طے کریں یا اس وقت کے بھاؤ پر چھوڑیں ناجائز ہے۔ لانه صفقة في صفقة وقد نهي عنه۔

(۳) یہ صریح ربوا ہے۔ اپنی اس رقم کے عوض اتنی رقم ہی لے سکتا ہے اس سے زائد کچھ لینا ناجائز ہے۔

(۴) اس طرح مزارعت (بٹائی) پر زمین دینی کہ کاشتکار مبلغ پانچ صد روپے مالک زمین کو بطور قرضہ دے گا اور جب تک وہ قرضہ واپس نہ کرے گا اس وقت تک یہ زمین اس کے پاس بٹائی پر رہے گی یہ بھی ناجائز ہے۔ کما قال في الشامية ص ۲۴۷ ج ۵ (قوله لانهما اجارة) فيكونان معاوضة مال بمال فيفسد ان بالشرط الفاسد ولا يجوز تعليقهما بالشرط كما لو قال زارعتك ارضي او ساقيتك كرمي على ان تقرضني الفا او ان قدم زيد و تمامه في البحر قال الرملي وبه يعلم فساد ما يقع في بلادنا من المزارعة بشرط مؤنة العامل على رب الارض سواء كانت من الدراهم او من الطعام۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۵ صفر ۱۳۸۸ھ

بیمہ زندگی کی شرعی حیثیت اور حاصل ہونے والی رقم مسجد پر خرچ کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ میں نے مبلغ دس ہزار روپے کا بیمہ حبیب انشورنس کمپنی میں اس غرض سے کروایا تھا کہ یہ رقم میرے والی دس ہزار روپے میرے بچوں کی شادی میں کپڑے زیور وغیرہ میں خرچ کروں گا اور جو منافع ملے گا وہ سالم رقم بچوں کی شادی کی خوشی کے موقعہ پر مسجد میں دے دوں گا۔

(۱) کیا منافع والی رقم میں سے مسجد میں دے سکتا ہوں۔

(۲) شریعت کے مطابق بیمہ سے ملی ہوئی منافع والی رقم کون کون سی جگہ لگا سکتے ہیں۔

(۳) شریعت کے مطابق کیا زندگی کا بیمہ کروانا ٹھیک ہے۔

عبدالسلام عارف اینڈ کو کمیشن ایجنٹس غلہ منڈی شجاع آباد ضلع ملتان

﴿ج﴾

بیمہ زندگی شرعاً ناجائز اور حرام ہے۔ بدو وجہ ایک تو سود ہے دوسری قمار (جوا) یا رشوت ہے۔ سود تو اس لیے کہ جو رقم یہ شخص بیمہ کمپنی کے پاس جمع کراتا ہے مقررہ مدت کے ختم ہو جانے کے بعد اس کو اپنا اصل مال مع سود کے ملتا ہے اور قمار یا رشوت اس لیے ہے کہ مقررہ مدت سے پہلے مر جانے کی صورت میں مقررہ رقم اس اصل مال سے بہت زیادہ اس کے وارثوں کو ملا کرتی ہے اور اس قسم کا عقد جوا ہے یا رشوت ہے۔ سود اور قمار اور رشوت تینوں شریعت میں حرام ہیں لہٰذا یہ کاروبار بیمہ زندگی ناجائز ہے۔

فتاویٰ دار العلوم امدادیہ ص ۷۰ ج ۲ میں ہے۔ زندگی کا بیمہ کرنا شرعاً دو وجہ سے ناجائز ہے۔ اول تو اس میں قمار ہے دوسری سود اور امداد الفتاویٰ ص ۱۶۱ ج ۳ پر ہے۔ اسی طرح جان بیمہ صورۃ رشوت ہے۔ لان المال فیہ عوض من غیر متقوم وھو النفس اور حقیقۃ سود ہے لعین مامر فی المال انتھٰی۔

بیمہ زندگی سے جو منافع حاصل ہوتے ہیں اس کو کسی مسجد یا دینی ادارہ میں صرف کرنا جائز نہیں۔ حرام مال ثواب کی نیت سے کسی کو دینا سخت گناہ ہے۔ بیمہ زندگی ختم کرنا ضروری ہے اور منافع لینا جائز نہیں۔ اگر منافع وصول کر لیے ہیں تو بیمہ کمپنی کو واپس کر دے۔ اگر بیمہ کمپنی واپس نہ لے اور اس میں واپسی کا کوئی مدنہ ہو تو بغیر نیت ثواب کسی مسکین کو دے دیں لیکن مسجد یا کسی دینی ادارہ میں صرف نہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۸ جمادی الاخری ۱۳۹۱ھ

گورنمنٹ کی زمین قسطوں پر خرید نا سود نہیں ہے

﴿س﴾

ایک شخص سرکاری زمین حاصل کرنا چاہتا ہے۔ گورنمنٹ جو زمین دیتی ہے اس کی قیمت اقساط میں وصول کرے گی اور سود بھی لے گی۔ یہ سود گورنمنٹ کی طرف سے ضروری قرار دیا گیا ہے۔ کیا اضطراراً اور مجبوراً ایسا سود دینا معاف ہوگا یا حرام۔

دوسری صورت یہ ہے کہ درخواست دینے پر سود کی رقم کو ہرجانہ کے طور پر وصول کرلیا جاتا ہے۔ کیا یہ صورت جائز ہے۔ کیا علماء نے اپنے حق کے لیے رشوت اور اس قسم کے جبری سود کو جائز قرار دیا ہے۔

حافظ محمد شفیع لوہاری گیٹ ملتان

﴿ج﴾

اگر صورت یہ ہے کہ سود کی رقم پہلے سے طے ہے کہ اتنی ہوگی تو اس رقم کو اس زمین کی قیمت میں شمار کرلیا جائے اور اصل رقم مع سودی رقم مجموعہ کو ہی زمین کا بدل قرار دیا جائے یہ شرعاً سود نہیں ہوگا۔ بلکہ اسے صرف عرف میں سود کے نام سے پکارتے ہیں لیکن اگر سودی رقم کم وبیش ہوتی رہتی ہے تو پھر یہ سودا جائز نہیں ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۶ ربیع الاول ۱۳۹۱ھ

جس کاروبار میں سودی رقم لگائی گئی ہو اُس میں زکوٰۃ ہے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ یہاں ایک دینی مکتب ہے۔ اس میں ایک مسئلہ پیش ہوا کہ ایک شخص کے پاس ہزاروں بلکہ لاکھوں روپیہ کی رقم ہے۔ اس میں سے بعض رقم کی مشینری خرید کرلی۔ (وہ مشینری جو دیگر مصنوعات تیار کرے) اور بعض رقم کے ساتھ وہ مشینری نصب کرنے کے لیے بلڈنگ تیار کرلی اور ملکیتی رقم ختم ہوگئی اور اب وہ بینک سے قرض بلکہ سودی رقم لے کر خام مال خرید کر اس سے مصنوعات تیار کرکے فروخت کرتا ہے۔ اس شخص پر زکوٰۃ کا کیا حکم ہے۔ یہاں سے یہ جواب دیا گیا ہے کہ بلڈنگ اور مشینری پر جو رقم خرچ ہوچکی ہے۔ اب اس پر زکوٰۃ واجب نہیں البتہ سال گزرنے کے بعد خام مال اور تیار شدہ مصنوعات کی قیمت لگا کر اگر نقد رقم بھی ہو تو وہ بھی ملا کر بینک کا قرضہ منہا کرکے جو باقی بچے اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی کیا یہ جواب جناب کی رائے کے مطابق ہے یا نہیں۔ اگر مطابق ہے تو اس پر مہر ثبت فرمادیں اور اگر نہیں تو جو صحیح جواب ہو تحریر فرمادیں۔ بینوا توجروا

عبدالرحمٰن مدرس مدرسہ عربیہ اسلامیہ منڈی بورے والا ضلع ملتان

﴿ج﴾

جو خام مال یا تیار شدہ مصنوعات تجارتی ہوں سال گزرنے کے بعد ان کی قیمت سے بینک کا اصل قرضہ بلا سود منہا کر کے نیز دیگر قرضے اگر اس کے ذمہ واجب الاداہوں ان سب کو منہا کر کے جو باقی بچے اس پر زکوۃ واجب ہوگی جو جواب آپ کی طرف سے سائل کو دیا گیا ہے وہ درست ہے۔ ویسے تھوڑی سی وضاحت کردی گئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی بدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۸ صفر ۱۳۸۶ھ

سیونگ اکاؤنٹ، زیورات پر قرضہ لینے اور بیمہ زندگی سے متعلق تفصیل

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ

(۱) آج کل ملک میں بینک کاروبار کرتے ہیں۔ مزید جو لوگ بینک میں اپنی رقم سیونگ اکاؤنٹ میں رکھتے ہیں اس پر بینک متعلقہ لوگوں کو مقررہ شرح میں سود دیتے ہیں اس کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ آیا اس معاملہ میں مذہب اسلام حائل ہوتا ہے۔

(۲) بعض لوگ اپنی نجی ضروریات کے پیش نظر زیور، اپنی نجی جائیداد یا اور کوئی قیمتی چیز بینک کے پاس رکھ کر قرضہ حاصل کرتا ہے اور اس پر مقررہ شرح پر سود لیتا ہے۔ اس کاروبار کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ آیا ایسا کاروبار جائز ہے یا نہیں۔

(۳) آج کل ملک میں بیمہ کاروبار عام ہو رہا ہے۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ متعلقہ شخص متعلقہ کمپنی کو ماہانہ، سہ ماہی، ششماہی یا سالانہ کچھ رقم دیتا رہتا ہے۔ اگر متعلقہ شخص اس مدت کے دوران وفات پا جائے تو مقررہ رقم بلا لحاظ اصل ادائیگی کے اس کے بیوی بچوں کو یا اس کے متعلقہ لواحقین کو مل جاتی ہے۔ اگر وہ شخص زندہ رہا اور مقررہ مدت ختم ہوئی تو مقررہ مدت بمع منافع اس کو کمپنی ادا کر دیتی ہے۔ اس کاروبار کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ آیا اس کاروبار میں مذہب اسلام حائل ہوتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

سائل شیخ ذوالفقار علی ٹبی شیر خان ملتان

﴿ج﴾

(۱) سود لینا شرعاً حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کلام پاک میں ارشاد فرماتے ہیں۔ ذلک بانھم قالوا انما البیع

مثل الربوا واحل الله البیع وحرم الربوا یعنی یہ کافر کہتے ہیں کہ سود لینا بھی خرید وفروخت کی طرح ایک نفع ہے۔ لہٰذا جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کا رد فرماتے ہیں کہ بیع اللہ تعالیٰ نے جائز قرار دیا ہے اور سود کو حرام اور اللہ جل مجدہ ایک اور دوسری آیت میں ارشاد فرماتے ہیں فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من الله ورسوله یعنی اگر سودی کاروبار سے باز نہیں آتے ہیں تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمہارے ساتھ اعلان جنگ ہے۔ اس لیے تیار ہو جاؤ ایک حدیث شریف میں وارد ہے عن عبدالله بن مسعود قال لعن رسول الله صلی الله علیه وسلم آکل الربوا و موکله وشاهدیه و کاتبه رواہ ابوداؤد مشکوٰۃ ۲۴۴ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے سود دینے والے اور سودی کاروبار میں گواہ بن جانے والے اور سودی کاروبار کو لکھنے والے پر لعنت بھیجی ہے۔ اسی طرح سودی کاروبار کے متعلق شریعت میں متعدد وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ الذهب بالذهب والفضة بالفضة والحنطة بالحنطة والشعیر بالشعیر والتمر بالتمر والملح بالملح مثلا بمثل یداً بید والفضل ربوا او کما قال مشکوٰۃ ۲۴۲۔ یعنی سونے کا سونے کے ساتھ، چاندی کا چاندی کے ساتھ، گندم کا گندم کے ساتھ، جو کا جو کے ساتھ، کھجور کا کھجور کے ساتھ، نمک کا نمک کے ساتھ یعنی ان چیزوں کو اپنے ہم جنس کے ساتھ تبادلہ کرو جبکہ برابر برابر اور دست بدست ہو اور زیادتی لینا سود ہے۔

(۲) سود دینا بھی حرام اور ناجائز ہے۔ دلائل جواب میں گزر گئے۔

(۳) یہ کاروبار شرعاً ناجائز اور حرام ہے اور بدو وجہ ایک تو سود ہے دوسرے قمار (جوا) یا رشوت ہے۔ سود تو اس لیے کہ جو روپیہ یہ شخص بیمہ کمپنی کے پاس جمع کراتا ہے مقررہ مدت کے ختم ہو جانے کے بعد اس کو اپنا اصل مال مع سود کے ملتا ہے اور قمار یا رشوت اس لیے ہے کہ مقررہ مدت سے پہلے مر جانے کی صورت میں مقررہ رقم اس کے اصل مال سے بہت زیادہ اس کے وارثوں کو ملا کرتا ہے اور اس قسم کا عقد جوا ہے یا رشوت ہے۔ سود اور قمار اور رشوت تینوں شریعت میں حرام ہیں۔ لہٰذا یہ کاروبار ناجائز ہے۔ فتاویٰ دار العلوم (امداد ج) ص ۷۰ ج ۲ پر ہے۔ زندگی کا بیمہ کرانا شرعاً دو وجہ سے ناجائز ہے۔ اول تو اس میں قمار ہے دوسرے سود اور امداد الفتاویٰ ص ۱۶۱ ج ۳ پر ہے۔ اس طرح جان بیمہ صورۃ رشوۃ ہے۔ لان المال فیه عوض من غیر متقوم وهو النفس اور حقیقۃ سود ہے۔ لعین مامر فی المال فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۶ ذی الحجہ ۱۳۸۵ھ

برطانوی پونڈ کو پاکستانی روپے سے خریدنا جائز ہے

کیا غیر مسلموں کے بینک سے سود لینا جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) یہاں انگلینڈ میں پاکستانی گورنمنٹ ایک پونڈ ۱۹ روپے کے حساب سے فروخت کرتی ہے۔ بعض لوگ اپنی ضرورت کی بنا پر یہ ۱۹ روپے کا پونڈ ۲۱ یا ۲۲ روپے میں خرید لیتے ہیں۔ ایسا کرنا حکومت کے قانون میں جرم ہے کیا شریعت میں پونڈ کی یہ بیع وشراء جائز ہے یا نہیں۔

(۲) پاکستانی مسلمان جو برطانیہ میں مقیم ہیں وہ اپنی رقم برطانیہ کے بینک میں جمع کراتے ہیں۔ کیا اس رقم پر اس کافر حکومت سے سود لینا جائز ہے یا نہیں۔ بصورت عدم جواز سودی رقم بنک کو چھوڑ دینا بہتر ہے یا لے کر اپنے ملک میں کسی حاجتمند کی ضرورت میں خرچ کرنا بہتر ہے۔

المستفتی منظور محسن مقیم انگلینڈ

﴿ج﴾

۱۹ روپے کے پونڈ کو کمی بیشی کے ساتھ پاکستانی روپے سے خرید کرنا شرعاً جائز ہے۔ کیونکہ پونڈ سونے کا ہوتا ہے اور روپیہ لوہے یا اسی قسم کی کسی دھات کا ہوتا ہے۔ سونا اس میں بالکل نہیں ہوتا اور اموال ربویہ میں اگر تبادلہ خلاف جنس کے ساتھ ہو تو برابری ضروری نہیں ہے۔ بلکہ کمی بیشی بھی جائز ہے اور اس کی مثال یوں ہوگی کہ اندرون ملک سونے کی قیمت اگر ۱۲۰ روپے فی تولہ مقرر ہو اور اسے شخص ۱۳۰ روپے فی تولہ خرید لے تو ایسا کرنا جائز ہے۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں بھی ۱۹ روپے کی قیمت والے پونڈ کا ۲۱ یا ۲۲ روپے میں خریدنا شرعاً جائز ہوگا اور ربوا (جو حرام قطعی ہے) کے اندر داخل شمار نہ ہوگا۔ کما فی الحدیث فاذا اختلف ھذہ الاصناف فبیعوا کیف شئتم اذا کان یداً بید رواہ مسلم فتاوی دارالعلوم عزیز الفتاوی ص ۲۱۶ پر ہے اور اشرفی کو اگر روپوں سے بدلا یا جائے تو کمی وبیشی کرنا درست ہے۔ قال فی الکنز ص ۲۶۱ فلو تجانسا شرط التماثل والتقابض وان اختلفا جودۃ وصیاغۃ والا شرط التقابض۔

سوال میں اجمال ہے۔ ہم جو بانڈ کی حقیقت سمجھتے ہیں اس کی بنیاد پر جواب دے دیا گیا ہے۔ اگر واقعہ کچھ اور ہو تو دوبارہ مطلع کر دیں۔

(۲) اس رقم پر کافر حکومت سے بھی سود لینا ناجائز ہے۔ سودی کھاتہ میں رقم جمع ہی نہ کرائی جائے۔ جیسا کہ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۸۸ پر ارشاد فرماتے ہیں۔

سوال: ان بلاد میں نصاریٰ کو اپنے روپیہ دے دینا اور اس پر سود لینا جائز ہے یا نہیں۔

جواب: کفار سے بھی سود لینا درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نیز مفتی عزیز الرحمٰن صاحب فتاویٰ دارالعلوم ص ۶۲۱ ج ا پر ارشاد فرماتے ہیں۔ ہندوستان میں کافروں سے سود لینا جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ نے ایک مکتوب میں مکتوبات قاسم العلوم سے اس کی تحقیق فرمائی ہے اور امام صاحب سے جو اس بارہ میں روایت ہے اس کی شرائط کا تحقق اس وقت میں نہیں ہے جیسا کہ یہ بھی اسی مکتوب میں مولانا نے ثابت فرمایا ہے اور ائمہ حنفیہ میں امام ابو یوسف اور ائمہ ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم قطعاً ہر جگہ سود لینا ناجائز فرماتے ہیں۔ ایسی حالت میں جانب احتیاط سود کا نہ لینا ہے۔ جس کی حرمت نصوص قطعیہ سے ثابت ہے اور بینک ہائے مروجہ میں روپیہ داخل کرنا اور سود لینا مناسب نہیں ہے اسی طرح ڈاک خانہ میں روپیہ داخل کر کے سود لینا درست نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر سودی مد میں رقم جمع کرا چکا ہے اور بینک والے اس پر سود دیتے ہیں تو سودی رقم فقراء پر بحیثیت دفع مال خبیث تصدق کر لے۔ بینک والوں کے لیے نہ چھوڑے۔ کیونکہ وہ تو اس سودی رقم کو عیسائیت کی تبلیغ پر خرچ کرتے ہیں یا اور کسی خلاف اسلام مصرف پر صرف کریں گے۔ اگر بینک والے اسے بینک کی ملکیت قرار دیں اور سودی رقم کو کسی مصرف پر صرف نہ کریں اور ایسا ان کے اصول میں صحیح ہے تو رقم رہنے دی جائے۔ واللہ اعلم

والجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۸ رجب ۱۳۸۶ھ

کسی انجمن کا اپنے کارکنوں کی تنخواہوں سے کچھ رقم وضع کرنا اور اس کے ساتھ پاس سے اضافہ کر کے بڑھاپے میں دینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک تبلیغی مجلس کے مبلغین کی خواہش ہے کہ تبلیغی مجلس اپنے مبلغین کے ماہوار مشاہرہ میں سے ہر ماہ ایک آنہ فی روپیہ وضع کرے اور ہر ماہ اتنی ہی رقم اپنے پاس سے بطور امداد عطا فرما کر بطور امانت بصورت پراویڈنٹ فنڈ اپنے پاس جمع کرے تاکہ وہ رقم کسی حادثہ یا ضعف و پیری کے

وقت مبلغ کے کام آ سکے۔ اس بارے میں جواب طلب امر یہ ہے کہ آیا جمع رقوم کی یہ امدادی صورت جائز الاستعمال ہیں یا اس سے استفادہ کرنے میں کسی قسم کی شرعی قباحت لازم آتی ہے یا نہ۔

السائل احقر مبلغ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان ملتان شہر

﴿ج﴾

اگر مجلس فیصلہ کرے تو یہ صورت جائز ہے۔ چونکہ وہ زائد رقم بطور انعام دی جاتی ہے۔ اس لیے اس میں سود کا شبہ نہیں ہے۔ اس زائد رقم کو وضع شدہ رقم کا سود قطعاً قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس لیے کہ وضع شدہ رقم تو اس وقت تک مجلس ہی کی ملک میں رہے گی۔ جب تک کہ مبلغ اسے قبض نہ کرے اور یہاں تو مبلغ نے اسے قبض نہیں کیا تو مبلغ اس کا مالک ہی نہیں بنا اس لیے اس کے جواز میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ البتہ اگر مبلغ پوری تنخواہ قبض کر لیتا اور پھر کچھ واپس جماعت کو قرض دیتا تو پھر اس کے زائد کا وصول کرنا جائز نہیں ہوتا لیکن بصورت موجودہ ایسا نہیں اس لیے جائز ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

وزنی اور کیلی اشیاء کا تبادلہ ایک جانب سے اضافہ کے ساتھ نسیئۃً جائز نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مثلاً زید نے سردی کے موسم میں بکر ایک من گندم اور ایک من نخود کا اس شرط پر دیا کہ گرمی کے موسم میں ایک من گندم لوں گا۔ آیا یہ تبادلہ اور نسیہ (ادھار) شرعاً جائز ہے یا نہ۔ اگر نہیں ہے تو اس کی وجہ کیا ہے۔ بینوا توجروا

سائل فتح محمد عفی عنہ

﴿ج﴾

من گندم اور من نخود کے لفظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں کا وزن معتبر قرار دیا گیا ہے اور وزنی اشیاء کا خواہ وہ ایک جنس سے نہ ہوں تب بھی تبادلہ نسیئۃً جائز نہیں۔ **وان وجد احدهما ای القدر وحده او الجنس حل الفضل وحرم النساء** (درمختار ص ۱۷۲ ج ۵) البتہ اگر گندم ٹوپہ سے ناپ کر لینے کا طے ہوا اور نخود وزن سے ہو تو اس صورت میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول کے مطابق تو پھر بھی یہ معاملہ ناجائز ہوگا۔ ان کے نزدیک موجودہ زمانہ میں گندم بھی وزنی ہے۔ وہ وزنی ہونے میں عرف کا اعتبار کرتے ہیں اور وزنی وزنی سے بیع نسیئۃً حرام ہے۔ درمختار میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول پر لکھا ہے۔ **ورجحه الكمال** (آگے لکھا ہے) **وفي الكافي الفتوى على عادة الناس** درمختار ص ۱۷۸ ج ۵ الخ البتہ امام ابو حنیفہ رحمہا اللہ و امام محمد کے قول کے مطابق چونکہ گندم منصوصاً کیلی ہے اور

عرف کے بدل جانے کے باوجود وہ کیلی رہتا ہے۔ اس لیے اگر نخود وزن سے دیا اور گندم کیل سے لیا تو بوجہ اختلاف وزنی و کیلی ہونے کے یہ معاملہ نسیئۃً بھی جائز ہوگا۔

علامہ شامی رحمہ اللہ نے جلد خامس ص ۱۷۳ میں لکھا ہے۔ **بخلاف المختلف کبیع مکیل بموزون نسیئۃً فھو** جائز الحاصل یہ کہ احتیاط اس صورت میں بھی اس معاملہ کے نہ کرنے میں ہے اور گندم کے وزن کی صورت میں (جیسا کہ سوال میں مذکور ہے) تو یقیناً ناجائز ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

صلح عن المؤجل علی المعجل کے متعلق جامع الفصولین کی عبارت سے شبہ اور اُس کا جواب

﴿س﴾

استبصار

لوقال ابرأتک عن الخمسة عد ان تدفع الخمسة حالة ان کانت العشرة حالة صح الابراء. لانه اداء الخمسة یجب علیه حالا فلایکون ھذا تعلیق الابراء بشرط تعجیل الخمسة ولو مؤجلة بطل الابراء اذا لم یعطه الخمسة جامع الفصولین کذا فی الھامش (ردالمحتار کتاب الصلح ج۵ ص ۶۴۰) اس میں خط کشیدہ عبارت دالّ ہے کہ **صلح عن الموجل علی المعجل جائز** ہے۔ حالانکہ یہ تصریحات فقہاء کے خلاف ہے۔ جیسا کہ خود ردالمحتار میں ہے۔ جزئیہ مذکورہ سے کچھ قبل تحت (قولہ معاوضۃ) اور شرح التنویر و فتح و عنایہ وغیرہ میں مذکور ہے۔

(۲) نیز شامیہ وغیرہ میں یہ امر بھی ثابت ہے کہ لفظ ابراء کی تقدیم کی صورت میں ابراء مقید نہ ہوگا۔ حالانکہ جزئیہ مذکورہ میں **بطل الابراء اذا لم یعطه الخمسة** اس صورت میں بھی تقیید کا مثبت ہے۔ اس کے متعلق دلائل عقلیہ سے یہ درجہ معلوم ہوتا ہے کہ بدایت بالابراء ہو یا بدایت بالاداء بہر حال ابراء مقید ہوگا۔ چنانچہ جزئیہ مذکورہ میں اس کی ضرورت ہے اور فتح القدیر ص ۴۵ ج ۷ کے آخر میں بھی اس فرق پر بحث ذکر کی ہے۔ بہر کیف اس کے متعلق بحوالہ شامی سے نقل فرمادیں گے (یہ تعلیل بھی دال ہے کہ تقدیر لفظ براء کی صورت میں بھی تقیید بقیہ مفید ثابت ہو جائے گی۔ استعمال لفظ تعلیق بمعنی تقیید)۔

مفتی رشید احمد فضل منزل ہیرانی روڈ ٹنڈو آدم

﴿ج﴾

تمہید نمبر (۱) اعتیاض عن الاجل حرام ہے۔ اس وجہ سے صلح عن الدین المؤجل علی البعض المعجل صحیح نہیں۔

(۲) غالباً علامہ شامی بدانیت بالابراء کی صورت میں تقیید کو صحیح سمجھتا ہے۔ وھو الارجح عندی وعندکم اور جزئیہ مذکورہ کو اسی اصل پر مبنی کر کے پیش کرتا ہے۔ گویا جامع الفصولین کی عبارت پیش کر کے درمختار کے قول لعدم صحۃ التقیید فی صورۃ البدایۃ بالابراء پر رد کرتا ہے۔ (شامیہ میں غالباً یہ ذکر نہیں ہے کہ وہ بدایۃ بالابراء کی صورت میں تقیید کو صحیح نہیں مانتا)۔

(۳) صورۃ مذکور میں ابراء کے لیے دو تقاریر ہیں۔ ایک اذا اعطاہ الخمسۃ دوسری اذا لم یعطہ الخمسۃ بر تقدیر اول کو فساد بوجہ ما متفق علیہ اور اظہر ہے۔ خواہ تقیید صحیح ہو یا نہ۔ اس لیے اس تقدیر پر حکم بطلان ابراء کو بوجہ ظہور کے نظر انداز کر دیا۔

(۴) اذا لم یعطہ کی تقدیر پر عدم صحۃ تقیید کے اصل پر ابراء صحیح ہوگا اور صحۃ تقیید پر باطل ہوگا۔ بعد اس تمہید کے اب معلوم ہوتا ہے کہ علامہ شامی کا مطلب عبارت مذکورہ سے یہ ہے کہ اذا لم یعطہ کی تقدیر پر حکم بطل الابراء کا ہوگا۔ کما ہو مقتضی التقیید اذ التقیید صحیح ورنہ بصورت عدم صحۃ تقیید کما ہو المشہور کا مقتضی تو یہ ہوتا کہ صح الابراء گویا منظور نظر لفظ بطل ہے۔ ای بطل الابراء علی ھذا التقدیر (کما ھو مقتضی صحۃ التقیید) ولم یصح (کما ھو ای صحۃ الابراء مقتضی عدم الصحۃ) اگر تقدیر اذا اعطاہ بھی حکم بطلان ہی کا ہوگا۔ بوجہ نمبر ا کے البتہ اگر علامہ شامی اذا لم یعطہ کی جگہ ان لم یعطہ کہتا تو اذا اعطاہ و اذا لم یعطہ دونوں تقادیر کا حکم معلوم ہوتا لیکن بوجہ ظہور الحکم علی تقدیر اذا اعطاہ کما مر اس کو بالکل ترک کر دیا اور فقط اذا لم یعطہ کے حکم کو بیان کیا۔ اذ ھذا التقدیر ھو محط الفرق بین صحۃ التقیید و بین عدم الصحۃ دون تقدیر الاخر۔ جواب سے مطلع فرمائیں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ڈاکخانہ میں رکھی ہوئی رقم کے سود اور زکوٰۃ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ

(۱) ڈاکخانہ یا بینک میں جو رقم جمع کرائی جاتی ہے اس پر منافع لینا سود میں آتا ہے یا نہیں۔

(۲) ڈاک خانہ یا بینک میں جمع شدہ رقم پر سال گزر جانے کے بعد زکوٰۃ واجب ہوتی ہے یا کہ نہیں۔

عبداللطیف لورالائی

﴿ج﴾

(۱) ڈاکخانہ یا بینک میں جو رقم جمع کرائی جاتی ہے اس پر منافع لینا سود ہے۔

(۲) ڈاک خانہ یا بینک میں جمع کردہ رقم پر سال گزر جانے کے بعد زکوٰۃ واجب الاداء ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳۰ ذوالقعدہ ۱۳۸۳ھ

کاروبار کے لیے دی گئی رقم گھریلو ضروریات پر خرچ ہو گئی اب منافع سمیت لوٹانا جائز ہے

کاروبار کے لیے دی گئی رقم جائیداد پر خرچ کی گئی اب اُس کا کرایہ آتا ہے تو اصل رقم پر اضافہ دینا جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) زید بکر کو رقم دیتا ہے کہ اپنے کام میں لگا کر مجھے جو مناسب سمجھے منافع دے دے تمہیں اختیار ہے۔ بکر اس کو اپنے مصرف میں لگاتا ہے۔ مثلاً اپنی گھریلو ضرورت پر خرچ کرتا ہے اور پھر اپنی مختلف آمدنی سے بکر کو اسے کچھ نہ کچھ دیتا ہے اور اس کی اصل رقم واجب الاداء ہے۔ جب زید کو ضرورت ہوگی ادا کر دی جائے گی۔

(۲) یہ کہ زید اپنی رقم کو حفاظت کے طور پر بکر کی ضرورت محسوس کر کے اس کو دیتا ہے تو اپنی ضرورت پوری کر لے اور بکر اس رقم کو اپنی جائیداد پر لگاتا ہے اور اپنی جائیداد کو ہزار روپیہ کی بنا کر اس کا کرایہ منافع کے طور پر جو پاتا ہے اس آمدنی سے زید کی جو رقم مثلاً دوسو روپیہ ہے اس کو منافع دیتا ہے۔ اس میں شرعاً کوئی ناجائز صورت تو نہیں ہے۔

احمد حسین بلی چوچک زئی ملتان

﴿ج﴾

شرعاً یہ دونوں صورتیں بلاشبہ ناجائز ہیں کیونکہ ان دونوں صورتوں میں جو زید بکر کو روپیہ دیتا ہے وہ بکر پر قرض ہے اور واجب الاداء ہے۔ جو بکر اصل رقم قرض پر زید کو زیادتی اور کچھ منافع دے گا وہ نفع زید کو اس قرض و اصل رقم کی وجہ سے بکر سے ملتا ہے اور قرض پر نفع وزیادتی کو حدیث میں حرام در بوا فرمایا ہے۔ **قولہ علیہ السلام کل قرض جر نفعاً فھو حرام** اور بعض روایات میں حرام کی جگہ ربوا کا لفظ آیا ہے۔ جس کا معنی سود ہے۔ لہٰذا ان صورتوں میں اصل رقم پر زیادتی و منافع سود ہے اور سود حرام ہونا نصوص قطعیہ سے ثابت ہے۔ نیز سود کا لینا دینا دونوں حرام ہے۔ فقط واللہ اعلم

احمد عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۶ رمضان المبارک ۱۳۸۳ھ

بینک کو دکان کرایہ پر دینا، بینک کے منیجر کا مسجد پر روپے خرچ کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) بکر اپنی دکان بینک کو کرایہ پر دینا چاہتا ہے اس کا شریعت میں کیا حکم ہے۔

(۲) بکر بینک کا منیجر ہے۔ وہ اپنی تنخواہ میں سے مسجد میں پیسے دے سکتا ہے یا کہ نہیں۔

مولانا بخش رحمت اللہ نواب شاہ (سندھ)

﴿ج﴾

(۱) جائز نہیں۔

(۲) اگر تنخواہ کی رقم سے مسجد میں چندہ دے تو قبول نہیں کرنا چاہیے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

بینک ملازم کے گھر سے کھانا کھانا، جب تک متبادل انتظام نہ ہو بینک ملازمت کی گنجائش ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) بینک کے ملازموں کی تنخواہ والی رقم سے چائے پلائیں یا دعوت کھلائیں یا مساجد و مدارس میں دے دیں تو قبول کی جائے یا نہیں۔

(۲) بینک میں رقم بطور امانت رکھنا جائز ہے یا کہ حرام یا مکروہ۔

(۳) بینک میں ملازمت جائز ہے یا نہیں۔

عبدالحی مدرس مدرسہ عربیہ تفہیم القرآن جامع نواب شاہ صوبہ سندھ

﴿ج﴾

(۱) اگر یہ معلوم ہو کہ تنخواہ کی رقم سے چائے یا دعوت تیار کی گئی ہے تو ہرگز قبول نہ کرے۔

(۲) بوقت ضرورت کرنٹ میں جمع کرنا درست ہے۔

(۳) بچنا بہتر ہے۔ اگر دوسری جگہ جائز ملازمت کوشش کے باوجود نہیں ملی اور جب بھی جائز ملازمت دستیاب ہو تو فوراً بینک کی ملازمت ترک کی جائے گی۔ ایسی صورت میں اگر بینک میں ملازمت اختیار کی گئی ہو تو گنجائش ہے۔ توبہ و استغفار بھی کرتا رہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

جوئے سے کمائی ہوئی رقم بعد از توبہ کار خیر میں خرچ کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسئلہ میں کہ

(۱) ایک آدمی نے جوئے کی کمائی سے روپیہ حاصل کیا ہے۔ اب وہ آدمی جوا کھیلنے سے تائب ہو چکا ہے اور جوئے سے حاصل شدہ رقم کو اپنے مصرف میں نہیں لانا چاہتا اور نہ ہی اُس میں سے کچھ خرچ کیا ہے۔ کیا وہ اس رقم سے مسجد کی تعمیر میں خرچ کر سکتا ہے۔

(۲) کیا وہ اس رقم سے کسی دینی درسگاہ پر بطور امداد خرچ کر سکتا ہے۔

(۳) کیا وہ اس رقم کو کسی رفاہی کام میں لگا سکتا ہے۔

(۴) کیا اس رقم کو مندرجہ بالا کسی مد پر خرچ کرنے سے اسے ثواب ملے گا۔ براہ کرم نوازی جواب سے اطلاع بخشیں تاکہ آپ کے فتویٰ کے مطابق اس رقم کو خرچ کیا جائے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

اس رقم کو مسجد یا دینی اداروں میں خرچ کرنا جائز نہیں بلکہ اس مال حرام کے لیے حکم یہ ہے کہ اگر وہ لوگ جن سے یہ روپیہ اس شخص کو حاصل ہوا ہے بالتعین وبالتخصیص معلوم ہوں تو اس کو واپس کر دینا چاہیے اور اگر وہ لوگ جن سے یہ مال اس شخص کو حاصل ہوا ہے معلوم نہ ہوں تو جو لوگ فقر وفاقہ سے بہت پریشان ہوں ایسوں کو وہ مال اہل حقوق کی طرف سے بنیت رفع حاجت دینا چاہیے نہ بنیت حصول ثواب۔ اس لیے کہ حرام مال کو بنیت ثواب خرچ کرنا عظیم گناہ ہے۔ **والحاصل انه ان علم ارباب الاموال وجب رده عليهم والافان علم عين الحرام لا يحل له ويتصدق به بنية صاحبه** الخ (درمختار) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۲ محرم الحرام ۱۳۸۹ھ

بینک ملازمت سے متعلق ایک مفصل جواب

﴿س﴾

بینک میں ملازمت کرنے کے متعلق خداوند تعالیٰ اور اس کے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا فرمان ہے کیونکہ بینک کا دارومدار خالص سود پر ہوتا ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ مجبوری کی صورت میں ملازمت بینک میں کر لینی

چاہیے مجبوری میں تو حرام کھانا بھی جائز ہے۔ بعض نے یوں فرمایا ہے کہ آپ وہاں جا کر آٹھ دس گھنٹے کام کریں گے۔ اس لیے یہ مزدوری ہے اور نبی علیہ السلام نے بھی ایک دفعہ کافروں کی مزدوری کی ہے اور صحابہ کرام نے بھی کافروں اور یہودیوں کی مزدوری کی ہے۔ اس لیے آپ کے لیے بینک کی ملازمت بالکل جائز ہے لیکن کیونکہ مجھے قدرتی طور پر بینک کی ملازمت کرنے میں تسکین قلب نہیں ملتی کیونکہ رازق وہی میرا مالک ہے۔ اس لیے برائے مہربانی مفصل فتویٰ ارشاد فرمادیں۔

﴿ج﴾

سود کے متعلق اللہ جل شانہ ارشاد فرماتے ہیں **الذین یاکلون الربوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطان من المس وقال ایضا یایھا الذین آمنوا لا تأکلوا الربوا اضعافا مضعفۃ واتقوا اللہ لعلکم تفلحون قال ایضاً قالوا انما البیع مثل الربوا واحل اللہ البیع وحرم الربوا وغیرھا من الآیات** (بقرہ رکوع ۳۸) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے **عن حضرت جابر رضی اللہ عنہ قال لعن رسول اللہ اکل الربوا و موکلہ وشاھدیہ وکاتبہ وقال ھم سواء رواہ مسلم مشکوٰۃ ۲۴۴.**

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم نے سود کھانے والے کھلانے والے اس کے گواہ اور اس کے لکھنے والے پر لعنت بھیجی ہے اور فرمایا کہ وہ سب برابر ہیں۔ سودی کاروبار میں ہر قسم کی معاونت تعاون علے الاثم والعدوان میں داخل ہے۔ جو نص قرآنی کے ساتھ حرام ہے اور اس کے متعلق کئی احادیث کتب احادیث کے اندر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ باقی یہ کہ مجبوری کے وقت میں حرام کھانا بھی جائز ہے تو یہ مجبوری اور ہے اللہ ایسی مجبوری کسی مسلمان پر نہ لائے یہ وہ مجبوری ہے کہ بھوک سے نڈھال ہو کر جان بچانے والی خوراک کی مقدار نہیں ملتی۔ تو صرف ایسی صورت میں مردار حرام کو کھانا جائز ہے۔ وہ بھی اس قدر کہ جان بچ جائے نہ یہ کہ سیر ہو کر کھائے باقی یہ کہ کئی صحابہ اور بزرگوں نے کافروں کی مزدوری کی ہے۔ تو یہ اور چیز ہے۔ کافروں کی مزدوری جو حلال قسم کی ہو وہ جائز ہے اور اگر کافر کے ساتھ مزدور ہو کر وہ اس کے کارخانہ میں شراب بنانے کا کام کرے یا بت تراشی کرے یا کافر کے سینما میں فاحش تصویریں کھینچیں۔ فاحش گانے گائے وغیرہ وغیرہ تو یہ سب معاملات حرام اور ناجائز ہیں۔ تو چونکہ سودی کاروبار میں منشی بننا یا ملازمت کرنا جس سے اس کاروبار میں کسی حصہ کو سرانجام دینا ہے۔ اگرچہ وہ قلم دوات ہی سودی کاروبار کے لکھنے کے لیے پیش کرنے کی ڈیوٹی سرانجام دینا ہے یہ سب حرام ہے۔ اللہ ہم تمام مسلمانوں کو اس سے بچائے۔ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ بہشتی زیور میں رقم طراز ہیں۔ سودی لین دین کا بڑا گناہ ہے۔ قرآن مجید اور حدیث شریف میں اس کی بڑی برائی اور اس سے بچنے سے بڑی تاکید آئی ہے۔ حضرت رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم سود دینے والے اور لینے والے اور بیچ میں پڑ کے سود دلانے والے سودی دست اوپر لکھنے والے گواہ شاہد وغیرہ سب پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا ہے سود دینے والا اور لینے والا گناہ میں دونوں برابر ہیں۔ اس لیے اس سے بچنا چاہیے۔ اللہ جل جلالہ ہی رازق تمام جانداروں کا ہے۔ وہی ذات ہی رزق کا انتظام فرمائیں گے۔ خواہ مخواہ حرام میں پڑ کر اللہ جل مجدہ اور اس کے رسول کے غضب کو مول لینا کوئی دانشمندی نہیں ہے۔ واللہ اعلم

میعاد سے قبل دی جانے والی رقم سے کٹوتی کرنا جائز نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے خشک کھجور بکر سے دوصد بیس روپے میں خریدی اور میعاد ادائیگی تک مقرر ہوئی مگر بکر نے میعاد سے پہلے رقم کا مطالبہ کیا کیونکہ اس کو اشد ضرورت تھی۔ زید نے کہا مجھے کھجور سے گھاٹا آیا ہے میں رقم میعاد پر دوں گا۔ چالیس روپیہ کم لے لو اور میں اب ادا کر دوں گا۔ چنانچہ بکر کو چند احباب نے کہا کہ چالیس روپے کم لے لو تو بکر نے تسلیم کیا اور زید نے ایک سو اسی روپے ادا کر دیے۔ اب بکر بقایا چالیس روپے کا مطالبہ کرتا ہے مگر زید کہتا ہے کہ تیرا کوئی حق نہیں کہ تو نے اپنی رضامندی سے تسلیم کیا تھا۔ کیا اب بکر کا مطالبہ شرعاً صحیح ہے یا نہ اور زید کو ادا کرنا ہے یا نہ۔ مفصلاً تحریر فرمادیں۔ بینوا توجروا

ضلع مظفر گڑھ براستہ کوٹ سلطان بمقام بکری احمد خان عبدالملک گورمانی

﴿ج﴾

بکر کا مطالبہ شرعاً صحیح ہے اور زید کے ذمہ بقایا چالیس روپے مجموعی دوسو بیس روپے ادا کرنے ضروری ہیں۔ ان کے مابین جو صلح ہوئی ہے وہ شرعاً درست نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں اجل کے ساقط کرنے کے مقابلہ میں یعنی وقت مقررہ سے پہلے دینے کے مقابلہ میں بکر نے مبلغ چالیس روپے چھوڑ دیے ہیں۔ یہ اعتیاض عن الاجل ہے اور حرام اور ربوا ہے۔ زید کے ذمہ اس صورت میں پوری رقم کا ادا کرنا ضروری ہے۔ **كما قال في الكنز ص ۳۳۷ (كتاب الصلح) وعلى دنانير مؤجلة او من الف مؤجل او سود على نصف حال او بيض لا. وفي الهداية ص ۲۵۰ ج۳ (كتاب الصلح) ولو كانت له الف مؤجلة فصالحه على خمس مائة حالة لم يجز لان المعجل خير من المؤجل وهو غير مستحق بالعقد فيكون بازاء ما حطه وذالك اعتياض عن الاجل وهو حرام۔** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۵ صفر ۱۳۸۶ھ

کیا اپنی رقم بینک کے ذریعہ گھر بھیجنا جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ حکومت پاکستان کے بینک سودی معاملہ کرتے ہیں۔ تو ایک شخص اپنا سرمایہ بینک کے ذریعہ گھر بھیجنا چاہے تو جائز ہے یا نہیں۔

بندہ کا برخوردار کسی دوسری حکومت میں ملازم ہیں اور وہ اپنا سرمایہ اپنے گھر حکومت پاکستان میں بھیجنا چاہتے ہیں اور رقم بھیجنے کا دوسرا ذریعہ بغیر اکاؤنٹ بینک کے نہیں ہے اور بینک والے اکاؤنٹ بغیر فیس کے دیتے ہیں اور چونکہ یہ سب بینک سودی معاملہ کرتے ہیں تو کیا ایسی شدید ضرورت کی حالت میں بینک والوں کو فیس دے کر اکاؤنٹ حاصل کرنا جائز نہیں۔

مولوی فضل محمود اکبر پوری پشاور

﴿ج﴾

ضرورت کے وقت میں بینک میں کرنٹ اکاؤنٹ کھولنے کی اجازت ہے کہ اس کھاتہ میں سود نہیں لگتا۔ اس سے آپ بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲ ذوالقعدہ ۱۳۹۹ھ

کیا یہ حدیث صحیح ہے کہ ''سود لینا اپنی والدہ سے زنا کے مترادف ہے''

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس حدیث شریف کے بارے میں کہ مشکوۃ شریف باب الربوا ص ۲۴۶ پر مذکور ہے۔

عن ابی هریرة قال قال رسول الله الربوا سبعون جزء. ایسرها ان ینکح الرجل امه۔ ایک واعظ صاحب نے معنی کیا ہے کہ سود کھانے والے کو اتنا گناہ ہوتا ہے جس طرح کہ اپنی حقیقی ماہ سے ستر دفعہ زنا کیا ہو کیا یہ معنی صحیح ہے یا غلط۔ بینوا توجروا

محمد مسعود ڈگر کوٹلی تحصیل بھکر ضلع میانوالی

﴿ج﴾

سود لینے کے گناہ کے ستر حصے ہیں۔ ان میں سے ادنی حصہ اپنی ماں کے ساتھ نکاح یعنی زنا کے برابر ہے۔ یہ اس حدیث شریف کا لفظی مدلول ہے اور اس سے التزاماً یہ بھی ثابت ہوتا ہے جو کہ واعظ صاحب نے بیان فرمایا ہے یعنی گویا کہ سود کھانا اپنی والدہ کے ساتھ ستر مرتبہ زنا کرنا ہے۔ واللہ اعلم

بندہ عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کیا بینک کیشئر کو رشتہ دینا جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص مسلمان بینک میں بطور کیشئر یعنی خزانچی ملازم ہے۔ کیا اس کے عقد میں ایک مسلمان لڑکی جو کہ سودی کاروبار میں ملازمت کو ناپسند کرتی ہو آ سکتی ہے۔

﴿ج﴾

بینک کی اس قسم کی ملازمت شرعاً ناجائز ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے **لعن الله اکل الربوا وموکله وکاتبه وشاهدیه وقال هم سواء** مشکوٰۃ ص ۲۴۴۔ اس شخص کو یہ ملازمت ترک کر دینی ضروری ہے۔ لڑکی جو ایسے شخص کے ساتھ رشتہ کرنا ناپسند کرتی ہے یہ ایک قابل قدر جذبہ ہے۔ لہٰذا ایسی صورت میں اس لڑکے کو اس ناجائز ملازمت کے ترک کر دینے پر آمادہ کیا جائے اور لڑکی کو بصورت عدم ترک ملازمت ہذا اس عقد پر آمادہ کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ ویسے بوجہ مسلمان ہونے کے یہ لڑکی اس کے نکاح میں آ سکتی ہے اور اگر یہ لڑکا اس ملازمت کو ترک کر دے یا ترک کر دینے کا وعدہ کرے جس پر لڑکی اور لڑکی والوں کو اعتماد ہو جائے تب نکاح ہذا کر سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۹ صفر ۱۳۸۷ھ

سودی رقم کو رفاہ عام کے کام میں صرف کرنا جائز نہیں ہے صرف فقراء کو دی جائے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ تین بھائیوں کے پاس ۲۰۰۰ روپے سود کا موجود ہے۔ پکی سڑک سے جتنے رستے گاؤں کی طرف جاتے ہیں وہ سب کچے اور تکلیف دہ ہیں۔ تو کیا سود کے پیسے سے رفاہ عامہ کے فائدہ کے پیش نظر سڑک بنوانا جائز ہے یا نہیں۔ جبکہ وہ تین بھائی بھی اس سڑک سے فائدہ اٹھائیں گے۔ دوسری صورت میں اس کا مصرف کیا ہے۔

غلام سرور

﴿ج﴾

یہ رقم رفاہ عامہ کے کاموں میں خرچ نہ کی جائے بلکہ یہ رقم صرف فقراء و مساکین میں بغیر نیت ثواب خرچ کی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

چند ساتھی پرچی ڈال کر جس کے نام پرچی نکلے پھر اس سے مٹھائی منگواتے ہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ چند احباب آپس میں بیٹھ کر کچھ رقم قرعہ اندازی مثلاً پانچ روپے دس روپے یا پندرہ روپے مقرر کرتے ہیں اور پرچی ڈالی جاتی ہے۔ جس کے نام کی پرچی نکلے اس سے وہ رقم لے کر متفقہ طور پر مٹھائی منگائی جاتی ہے۔ تمام حاضرین مجلس کو تقسیم کی جاتی ہے۔ غرض اس مجلس کی آپس میں دلچسپی اور وقت پاس کرنا ہوتا ہے۔ تو کیا شرعاً یہ طریقہ جائز ہے یا نہیں۔

خواجہ غلام فخر الدین صاحب سجادہ نشین دربار محمودی ڈیرہ غازی خان

﴿ج﴾

اگر طیب خاطر سے ہر ایک اس مقررہ مقدار کی مٹھائی تقسیم کرنے کے لیے تیار ہو اور قرعہ نکلنے کے بعد بھی طیب خاطر سے مٹھائی تقسیم کریں الغرض اول سے آخر تک یہ معاملہ بخوشی کیا جائے کسی قسم کا لزوم اس میں نہ ہو تو یہ جائز ہے۔ اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ بغیر قرعہ اندازی باری باری سے ایک ایک آدمی اپنی حسب طاقت مٹھائی کھلائے۔ اگر کوئی نہ کھلائے تو اس کو مجبور نہ کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کیا بینک ملازم پر حج فرض ہو سکتا ہے

﴿س﴾

اُس بینک کی ملازمت جو سود لینے دینے کا کاروبار کرتا ہے شرع کی رو سے کیسی ہے۔ اُس ملازمت سے حاصل کی ہوئی تنخواہ کیسی ہے۔ اُس بینک کی ملازمت جائز ہے یا ناجائز۔ کیا اُس ملازمت سے حاصل شدہ روپیہ خیرات صدقات اور حج پر صرف ہو سکتا ہے۔

عبدالسلام ٹیچر مسلم ہائی سکول ملتان

﴿ج﴾

بصورت مجبوری ایسے بینک کی ملازمت جو سودی کاروبار کرتا ہے جائز ہے لیکن جب بھی کوئی دوسری ملازمت مل جائے یا کسی اور کاروبار وغیرہ سے گزارہ ہونے لگے اگرچہ وہ قوت لایموت ہی کیوں نہ ہو تو فوراً بینک کی ملازمت سے مستعفی ہو جائے اور ملازمت بینک سے حاصل شدہ روپیہ سے صدقات وخیرات کر سکتا ہے۔ مگر نیت تقرب الی اللہ کی نہ کرے بلکہ دفع وبال کا ارادہ رکھے اور جمع کر کے نہ رکھے۔ حج کے وجوب کا اہل ہی نہ ہو گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ

جس شخص کے پاس کچھ رقم بینک کی ہو کچھ ذاتی ہو کیا اس کے ساتھ مشترک کاروبار جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنی کچھ رقم بہشتی زیور میں لکھی ہوئی جائز صورت کے مطابق جائز نفع حاصل کرنے کے لیے ایک ایسے شخص کے کاروبار میں لگاتا ہے جو اپنا کاروبار کچھ اپنی ذاتی رقم سے اور کچھ بینک سے سودی قرضہ لے کر چلائے ہوئے ہے۔ کیا ان دونوں کے لیے ایسے کاروبار میں سے نفع جائز ہوسکتا ہے یا نہ۔ بینوا توجروا

السائل محمد فاضل مقام جامع مسجد خانیوال غلہ منڈی ضلع ملتان

﴿ج﴾

ایسے کاروبار میں سے اس شخص کے لیے نفع لینا جائز ہے۔ کیونکہ اس دوسرے شخص کی کچھ رقم جسے وہ بینک سے سودی قرضہ کے طور پر لے چکا ہے وہ رقم اس کی مملوک بن گئی ہے۔ کیونکہ قرضہ میں سود کی شرط لگانے سے جو کہ شرط فاسد ہے قرض باطل نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ رقم قرض لینے والے کی ملک بن جاتی ہے۔ اگرچہ اصل سے شرط زائد رقم اس کو دینی اور ان کو لینی ہرگز جائز نہیں ہے۔ بلکہ ایسی شرط باطل ہو جاتی ہے۔ قال فی الکنز وما لا یبطل بالشرط الفاسد القرض الخ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

لیکن اس پر لازم ہے کہ وہ ایسے سودی کاروبار کرنے والے شخص کو اس حرام کاروبار کرنے سے باز رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرے۔ اگر وہ باز نہ آئے تو اس سے معاملہ کا تعلق توڑ دے اور کسی طرح سودی لین دین والے شخص سے تعاون نہ کرے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۵ جمادی الاخری ۱۳۸۵ھ

قرض رقم پر کسی قسم کا منافع لینا سود ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے ایک آدمی بکر کو دو ہزار روپے بطور اُدھار کے دیے تھے اور کہا تھا کہ چودہ من گندم سالانہ اور دس من بھوسہ سالانہ تین سال تک بکر زید کو ادا کرے گا اور دو ہزار رقم بھی واپس کرے گا۔ تو کیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں اور ایسا کرنے والے کے لیے شریعت میں کیا سزا ہے۔ بینوا توجروا

خطیب غلام محمد قریشی ضلع مظفر گڑھ تحصیل کوٹ ادو

﴿ج﴾

قرض کے بدلے منافع حاصل کرنا سود اور حرام ہے۔ بحدیث کل قرض جر منفعة فهو ربا زید پر لازم ہے کہ یہ گندم اور بھوسہ بکر کو واپس کر دے اور توبہ تائب ہو جائے۔ سودی کاروبار کرنے والے پر حدیث میں لعنت وارد ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۵ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ

کسی دار العلوم کو اگر سودی رقم ارسال کر دی جائے تو کس مصرف میں خرچ کرے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ دار العلوم سرحد کو ایک صاحب نے سودی رقم ارسال کی ہے۔ تو کیا یہ رقم دار العلوم کے بیت الخلاؤں پر لگا سکتے ہیں یا کسی اور غریب کو دے سکتے ہیں یا نہیں۔

حافظ شبیر بہادر دار العلوم مدرسہ آسیا پشاور شہر

﴿ج﴾

سود اور ہر قسم کے مال حرام کا حکم یہ ہے کہ مالک پر رد کیا جائے۔ قال فی الهداية ص ۱۲۳ ج ۳ **فيكون سبيله التصدق فی رواية ويرده عليه فی رواية لان الخبث لحقه وهذا اصح۔**

اور اگر مالک معلوم نہ ہو سکے تو مالک کی طرف سے فقراء پر تصدق کیا جائے۔ قال فی الهندية ص ۳۴۹ ج ۵ **والسبيل فی المعاصی ردها وذلک ههنا برد الماخوذ ان تمكن من رده بان عرف صاحبه وبالتصدق به ان لم يعرفه ليصل اليه نفع ماله ان كان لا يصل اليه عين ماله۔** مالک معلوم نہ ہونے کی حالت میں امور خیر میں لگانا جائز نہ ہوگا۔ بلکہ تملیک فقراء لازم ہے۔ صورت مسئولہ میں اگر اصلی مالک بھی معلوم نہیں اور بھیجنے والا بھی لینے سے انکاری ہے تو کسی غریب کو دے دیں۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۶ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ

کسی کو سودی کاروبار کی ترغیب دینا بھی گناہ ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ حکومت پاکستان زمینداران اور مزارعان کو قرضہ پر کھاد اور گندم کا بیج

تقسیم کر رہی ہے۔قرضہ پر سود حکومت وصول کرے گی۔زید ان شرائط پر کھاد اور بیج لے رہا ہے۔بکر نے زید سے کہا کہ تم زیادہ کھاد وغیرہ لے لو۔تم کو ۱۴؍۱۱ روپے کے حساب سے کھاد مل رہی ہے۔میں ۱۲؍۱۱ روپے میں آپ سے خرید لوں گا۔تو کیا بکر کو سود کا گناہ ہوگا یا نہیں۔

﴿ج﴾

اس صورت میں بکر کو اگر چہ سود لینے دینے کا گناہ نہ ہوگا مگر سودی سودا کرنے کی ترغیب کا گناہ ہوگا جو اس سے کم ہے لیکن اس سے بھی بہرحال مسلمان کو احتراز کر لینا ضروری ہے۔کسی کو سودی کاروبار کرنے پر اُکسانا بھی تو گناہ ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۸؍رجب ۱۳۸۷ھ

ڈرافٹ، منی آرڈر اور بیمہ زندگی سے متعلق احکام، نقد اور ادھار رقم میں فرق رکھنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ آج کل جو رقم ارسال کرنے کے مختلف ذرائع رائج ہیں جن کی تفصیل یہ ہے کہ

(۱) بنک ڈرافٹ: اس کے ذریعے ہمیں جتنی رقم ارسال کرنی ہے بینک کو دے دیتے ہیں اور ایک رسید لے لیتے ہیں رقم کے ساتھ چند روپے اُجرت کے دیتے ہیں۔

(۲) منی آرڈر: اس کے ذریعے کافی بڑی رقم نہیں بھیجی جا سکتی اور خرچ بھی ڈرافٹ کے بنسبت کئی گناہ ہے۔

(۳) بیمہ: اس میں لفافے میں نوٹ رکھ کر رقم کی مناسبت سے ٹکٹ لگا کر بھیج دیتے ہیں۔اس طریقہ میں پریشانی بہت زیادہ ہے۔ایک تو یہ کہ رقم زیادہ نہیں بھیج سکتے۔پھر نقد رقم کا معاملہ ہے۔درمیان میں کسی قسم کا گڑبڑ ہو جانا معمولی بات ہے۔مہربانی فرما کر بیمہ کے طریقہ کو چھوڑ کر ڈرافٹ کے بارے میں فرمادیں کہ اس طریقہ کار میں سود بنتا ہے یا نہیں۔اگر بنتا ہے تو اس سے بچنے کا کیا طریقہ ہے۔آیا سود رقم ادھار دے کر اس پر منافع لینے سے بنتا ہے یا رقم بھی دے کر اوراوپر پیسے بھی بطور اجرت دے کر بنتا ہے۔

(۴) ایک دکاندار نقد اور ادھار بیچنے میں فرق رکھتا ہے تو یہ فرق سود ہے یا نہیں۔

عبدالوہاب حاجی عبدالکریم سوت والے ملتان

﴿ج﴾

(۱) ڈرافٹ کے ذریعہ رقم بھیجنے کی گنجائش ہے۔

(۴) اکثر لوگ ادھار سودا لینے کو گراں (مانگا) دیتے ہیں۔ مثلاً نقد دینے والے کو روپیہ کا بیس سیر غلہ دیتے ہیں اور جو شخص ہفتہ دو ہفتہ کے بعد قیمت دے گا اس کو اٹھارہ سیر دیتے ہیں۔ یہ جائز ہے۔ اس کا کچھ مضائقہ نہیں مگر یہ ضرور ہے کہ اول اس کی صفائی کر لی جائے کہ قیمت نقد ملے گی یا ادھار اور اگر ملتوی بیع (مجمل) کر دیا اور بیع کرنے کے ساتھ یہ کہا کہ تم یہ سودا لیے جاتے ہو اگر ابھی قیمت دے جاؤ گے تو ایک روپیہ ورنہ سوا روپیہ یہ البتہ ناجائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۳ھ

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۳ھ

سنہر از یور بنانے کی اجرت کی رقم سونے سے وضع کر سکتا ہے

﴿س﴾

براہ کرم صورت مندرجہ ذیل کے متعلق شرعی حکم صادر فرما کر مشکور ہوں۔

ایک صاحب نے چند سال پیشتر ایک بزرگ سے زیور بنوایا۔ زیور بن گیا۔ کچھ سونا زرگر نے اپنی طرف سے لگایا۔ اس کی قیمت اور اجرت وغیرہ کا سارا حساب کر کے رقم بقایا واجب الوصول کا میزان کر دیا گیا۔ ایک دوسرا زیور بنانے کے لیے زیور والوں نے کچھ سونا دیا اور زیور کا مطالبہ کرتے رہے۔ زرگر کا بیان ہے کہ وہ اپنی بقایا رقم کا مطالبہ کرتا رہا۔ آج دس بارہ سال تک نہ زیور بن سکا اور نہ کوئی باہمی فیصلہ ہو سکا۔ اب فریقین نے مجھے ثالث مان کر معاملہ میرے حوالہ کر دیا ہے۔ براہ کرم یہ فرما دیں کہ شرعاً زیور والوں پر بقایا روپیہ واجب الاداء ہے یا جیسا کہ زرگر مطالبہ کرتا ہے اس کا جو سونا لگا ہوا ہے وہ وضع کر کے باقی سونا مجھ سے لیا جائے اور میرے روپیہ میں سے اس وقت کی سونے کی قیمت نکال کر بقایا روپیہ مجھے دلوایا جائے۔ خلاصہ یہ کہ زرگر اپنی رقم کا حقدار ہے یا اس نے اپنی طرف سے سونا لگایا وہ اپنے سونے کا حقدار ہے؟ اس طویل عرصہ سے زیور والے ضلع جھنگ سے کئی مرتبہ کئی کئی آدمی زرگر صاحب کے پاس آئے اب ان کا یہ بھی مطالبہ ہے کہ ہمیں زرگر صاحب سے مصارف سفر بھی دلوائے جائیں۔ کیا شرعاً وہ خرچہ کے مستحق ہیں یا نہیں۔ واضح ہو کہ ان کا آنا جانا اسی زیور بنوانے کے سلسلہ میں تھا۔

سید انوار الحسن شاہ صاحب بخاری قدیر آباد ملتان شہر

﴿ج﴾

فی الشامیة ص ۲۱۸ ج ۳ فاذا ظفر بمال مدیونه له الاخذ دیانة وبعد سطور والفتویٰ الیوم جواز الاخذ عند القدرة من ای مال کان۔

اگر زرگر نے چند سال قبل جو زیور تیار کیا تھا اور اُس زیور میں اُس نے اپنی طرف سے کچھ سونا لگایا تھا اور اس کی مزدوری بھی شخص مذکور کے ذمہ تا حال واجب الاداء ہے۔ تو اب دوسرے زیور کے لیے زرگر کو جو سونا دیا گیا ہے تو زرگر اُس سونے سے اپنا سونا منہا کرے۔ اس کے بعد شخص مذکور زرگر کو سابقہ زیور کی مزدوری ادا کرے اور اس کے دیے ہوئے سونا سے اپنا بقایا سونا وصول کرے۔

زرگر سے مصارف سفر وصول نہیں کر سکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۶ ربیع الثانی ۱۳۹۸ھ

انعامی بانڈ اور بیمہ پالیسی سے متعلق مفصل جواب

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین انعامی بانڈ اور معمہ اور بیمہ پالیسی میں جو ان سے انعامات ملتے ہیں۔ یہ انعامات لینا جائز ہیں یا نہیں۔ اگر جائز ہیں تو صاف صورت مسئلہ کی بیان فرما دیں۔

محمد شفیع بھلکانی متعلم مدرسہ دار الفیوض ضلع جیکب آباد

﴿ج﴾

(۱) انعامی بانڈ کی صورت میں درحقیقت بہت سے لوگوں سے پروپیگنڈہ کر کے اتنا جمع کرایا جاتا ہے کہ اس روپے کو بینک اپنی مخصوص قسم کی سودی تجارتوں میں لگا کر کافی نفع کماتا ہے اور وہ نفع ان انعامات کے مقابلہ میں کئی گناہ زیادہ ہوتا ہے جو بینک تقسیم کرتا ہے۔ بینک انعامات اور لوگوں کے فائدہ کے لیے نہیں بلکہ اپنے نفع اور تجارتی کاروبار کو وسیع تر کرنے کے لیے سب کچھ کرتا ہے۔ اس لیے دو وجہ سے یہ بانڈ خریدنا جائز نہیں۔

(الف) اس سے بینک کے سودی کاروبار کی ترقی و توسیع میں تعاون ہے جو جائز نہیں۔

(ب) انعامی بانڈ کی رقم کا قرض ایک نفع (انعامی بانڈ کا حصول) کی اُمید پر بینک کو دیا جاتا ہے۔ یہ قرض حسنہ نہیں۔ اپنے نفع کو مدنظر رکھتے ہوئے کسی کو قرضہ دینا ممنوع ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے **کل قرض جر نفعا فهو حرام** اور ظاہر ہے کہ یہاں مقروض کے ساتھ احسان کرنا مقصود نہیں ہوتا۔ بلکہ خود نفع کمانا مقصود ہوتا ہے۔ اس لیے یہ قرض دینا حرام ہوگا۔ واضح رہے کہ انعامی بانڈ خریدنے والا جب کبھی اپنا روپیہ نکلوانا چاہے نکلوا سکتا ہے۔ اس وجہ سے یہ رقم قرض شمار ہوگی۔

(۲) معمہ درحقیقت جوا (قمار) ہے جو ناجائز ہے۔

(۳) بیمہ پالیسی زندگی شرعاً ناجائز اور حرام ہے۔ بدو وجہ ایک تو سود ہے۔ دوسری قمار (جوا) یا رشوت ہے۔ سود تو اس لیے کہ جو روپیہ یہ شخص بیمہ کمپنی کے پاس جمع کراتا ہے مقررہ مدت کے ختم ہو جانے کے بعد اس کو اپنا اصل مال مع سود کے ملتا ہے اور قمار یا رشوت اس لیے ہے کہ مقررہ مدت سے پہلے مرجانے کی صورت میں مقررہ رقم اس کے اصل یا مال سے بہت زیادہ اس کے وارثوں کو ملا کرتا ہے اور اس قسم کا عقد جوا ہے یا رشوت ہے۔ سود اور قمار اور رشوت تینوں شریعت میں حرام ہیں۔ لہٰذا یہ کاروبار بیمہ زندگی وغیرہ ناجائز ہے۔ فتاویٰ دار العلوم امدادیہ ص ۷۰۷ ج ۲ میں ہے۔ زندگی کا بیمہ کرنا شرعاً دو وجہ سے ناجائز ہے۔ اول تو اس میں قمار ہے۔ دوسرے سود اور امداد الفتاویٰ ص ۱۶۱ ج ۳ پر ہے۔ اسی طرح جان بیمہ صورۃ رشوت ہے۔ لان المال فیہ عوض من غیر متقوم وھو النفس اور حقیقۃً سود ہے۔ لعین ما مر فی المال فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۵ ذوالقعدہ ۱۳۸۱ھ

کیا غریب اور مجبور شخص کے لیے سود پر رقوم لے کر کاروبار کرنا جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین اندریں مسئلہ کہ زید ایک غریب مسلمان ہے۔ کاروبار تجارت کا شوق ہے مگر بغیر روپیہ مجبور ہے۔ کیا سودی روپیہ لے کر کاروبار کرسکتا ہے۔ مہربانی فرما کر رہبری فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔
دبیر عفا اللہ عنہ

﴿ج﴾

سود کا لین دین قطعی حرام ہے۔ قرآن کریم کی آیت سے اس کی حرمت کا ثبوت ہے۔ جس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں۔ حصول رزق کے لیے حلال ذرائع بہت ہیں جن کا اختیار کرنا ضروری ہے۔ ایسی ضرورت سے حرام قطعی جائز نہیں ہوسکتا۔ فقط واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

کیا سودی رقم سے خریدے گئے باغ کو ٹھیکہ پر لینا اور پھول فروخت کرنا جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک باغ ہے ایک شخص کا جس کو ایک سود خور خریدتا ہے۔ قطعی اور وہ سود خور مرجاتا ہے۔ اس کا لڑکا اس باغ کا میوہ وغیرہ ٹھیکہ پر دیتا ہے۔ اس کا میوہ ٹھیکہ پر لینا جائز ہے اور اس کا میوہ دیگر

مسلمانوں کے لیے کھانا جائز ہے یا ناجائز۔ اصل سودخور مر گیا ہے اس کا لڑکا سودخور نہیں ہے اور نہ نقدی وغیرہ باپ چھوڑ گیا ہے۔ صرف باغ چھوڑ گیا ہے۔ بینوا توجروا

المستفتی ناکارہ عبدالحق سکنہ چودھواں

﴿ج﴾

واضح رہے کہ سودخوار جتنی رقم سود کی لے چکا ہے وہ اس کے ذمہ سود دینے والوں پر ادا کرنی واجب ہے۔ اگر زندگی میں رد نہیں کر چکا ہے تو اتنی رقم اس کے ترکہ میں سے مستحقین پر ادا کرنی ضروری ہے۔ نیز واضح رہے کہ کوئی شخص اگر غصب یا چوری کے روپیوں سے اگر کوئی چیز خرید لے تو وہ اس خریدی ہوئی چیز کا مالک بن جاتا ہے۔ صورت مسئولہ میں خریدا ہوا باغ متوفی کا مملوک شمار ہوگا اور اس کی فوتیدگی کے بعد وارث اس کے مالک بنیں گے۔ اس میں ان کا تصرف از قسم بیع وغیرہ درست ہوگا اور اس باغ کا پھل کھانا بھی درست ہوگا۔ اگرچہ وارثوں کے ذمہ سود کی مقدار کا مال سود دینے والوں پر رد کرنا واجب ہوگا۔ اگر وہ معلوم ہوں کما قال فی التنویر مع شرحہ الشامی ص ۱۸۹ ج۶ کما لو تصرف فی المغصوب والودیعة وربح فیه اذا کان متعیناً بالاشارة او بالشراء بدراهم الودیعة او الغصب ونقد هاوان اشار الیها ونقد غیرها اوا الی غیر ها او اطلق ونقدها لا وبه یفتی فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اور اگر وہ لوگ معلوم نہ ہوں جن سے سود لیا گیا ہے تو سود کے برابر رقم فقراء پر صدقہ کر دے۔

والجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۰ ربیع الاول ۱۳۸۷ھ

کپڑا اناج وغیرہ سے حاصل شدہ رقم بینک میں رکھنا
کیا زائد کی آمدنی اور سودی رقم میں کچھ فرق ہے
کیا بینک ملازمین، زانیہ، شراب بیچنے اور سٹہ کرنے والوں سے چندہ لینا جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) ایک شخص بینک سے قرض لے کر تجارت کرتا اور غلہ کپڑا وغیرہ بیچ کر روپیہ حاصل کرتا ہے اور حاصل شدہ رقم پر بینک کو سود ادا کرتا ہے۔ اس حالت میں سود ادا کرنے والے کی حیثیت سودی (مجرم) کی بنتی ہے یا نہیں۔ جبکہ قرآن

میں آتا ہے کہ سودی کی حالت اللہ اور رسول سے جنگ کی ہے۔ حدیث میں ہے کہ سودی کی حالت اپنی ماں کے ساتھ ستر دفع زنا کی ہے۔

(۲) ایک عورت عام حیثیت میں زنا کرتی ہے اس کی آمدنی کی حیثیت کیسی ہے۔ جو کہ قرآن میں آتا ہے کہ زانیہ کی آمدنی حرام ہے۔ اگر ان دونوں حالتوں میں دونوں کی سود خور اور زانیہ کی آمدنی حرام ہے تو ان کی آمدن کی شرعی حیثیت میں جرم میں کوئی فرق ہے یا نہیں۔

(۳) اگر کوئی فرق نہیں ہے تو ان دونوں سے مسجد کی تعمیر میں یا دینی مدرسہ کے لیے چندہ لینا جائز ہے یا زکوٰۃ کے فنڈ میں سے دینی مدرسہ کی تعمیری اخراجات کے لیے چندہ لینا جائز ہے یا حرام ہے۔

(۴) اگر دونوں کی حالت یہ ہو کہ ان سے زکوٰۃ چندہ خیرات وغیرہ لے لیا جائے تو جائز ہے۔ تو ان دونوں کو چندہ زکوٰۃ خیرات وغیرہ دینے کا کوئی ثواب اجر ملے گا یا نہیں۔

(۵) اسی طرح شراب، جوا، سٹہ والوں کی آمدن حرام ہو تو ان سے چندہ زکوٰۃ خیرات وغیرہ لینا جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو ان کو چندہ زکوٰۃ وغیرہ دینے کا کوئی ثواب ملے گا یا نہیں۔

(۶) اگر متذکرہ بالا سب سے چندہ زکوٰۃ وغیرہ لینا حرام ہو تو مسجد کی تعمیر یا دینی مدرسہ کے لیے چندہ زکوٰۃ وغیرہ کن حضرات سے لیا جائے۔

سید صاحب علی بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

﴿ج﴾

(۱) ایسا شخص سودی مجرم ہے۔ سود لینے اور دینے والا دونوں مجرم ہیں۔ **کما فی الحدیث قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آکل الربوا و موکلہ (مسلم) وقال تعالیٰ فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ الآیہ۔**

(۲) زانیہ کی آمدن حرام ہے۔ حدیث شریف ہے کہ **نھی عن ثمن الکلب و کسب البغی ولعن اکل الربوا الحدیث رواہ البخاری** (مشکوٰۃ ص ۲۴۱)

دونوں یعنی سود خور اور زانیہ کی آمدن حرام ہیں۔

(۳) سود لینے والے کی وہ رقم جو وہ سود میں لے چکا ہے اسی طرح زانیہ کی وہ آمدن جو وہ زنا کی اجرت میں لے چکی ہے۔ یہ دونوں قسم کی آمدن حرام ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ جس شخص سے یہ سود لے چکا ہے اور زانیہ جس سے یہ رقم لے چکی ہے۔ اگر وہ اشخاص ان کو معلوم ہوں اور وہ اشخاص خود موجود ہوں یا ان کے وارث موجود ہوں تب تو اس رقم کا

ادا کرنا خود اس رقم دینے والے کو اور اس کی فوتیدگی کی صورت میں اس کے وارثوں کو واپس کر دینی ضروری اور لازمی ہے۔ کسی دوسرے مصرف میں از قسم تعمیر مسجد و مدرسہ اور صدقہ بر فقراء وغیرہ میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے اور اگر سود دینے والے اور زانیہ کو زنا کی اجرت میں رقم دینے والے ان کو معلوم نہ ہوں بالکل لا پتہ ہوں تب ایسی صورت میں اس سودی رقم کو اور اس زنا کی اجرت کا فقراء و مساکین پر صدقہ کرنا ضروری ہے۔ ان کو دیتے وقت دل میں یہی نیت کرے کہ میں یہ رقم اصل کی طرف سے صدقہ کر رہا ہوں اور اپنے سے بوجھ ہلکا کر رہا ہوں۔ خود اپنے لیے اس مال حرام میں ثواب کی نیت نہ کرے اور اصل مالکوں کے لا پتہ ہونے کی صورت میں فقراء کے لیے یہ مال حلال ہو جائے گا اور یہ اصل مالکوں کی طرف سے فقراء پر صدقہ شمار ہوگا۔ مسجد اور مدرسہ کی تعمیر میں استعمال کرنا بھی ناجائز ہے۔ محض فقراء و مساکین پر ہی صدقہ کیا جائے۔ **کما فی الدر المختار مع شرحه هامش ردالمحتار ص ۵۵ ج ۲ (و) لالاجل المعاصی (الغناء والنوح والملاهی) ولو اخذ بلا شرط يباح۔ (قوله يباح) كذا فی المحيط وفی المنتقی امرأة نائحة اور صاحبة طبل اومير اكتسبت مالا ردته علی اربابه ان علموا والا تتصدق به وان من غير شرط فهو لها قال الامام الاستاد لا يطيب والمعروف كالمشروط اه قلت وهذا مما يتعين الاخذ به فی زماننا لعلمهم انهم لا يذهبون الا باجر البتة۔**

(۴) اس کی تفصیل جواب نمبر ۳ میں گزر گئی۔

(۵) جوا اور سٹہ کی آمدن حرام ہے اور اس کا حکم سودی رقم کا سا ہے کہ اس کا مالک معلوم ہو تو اس پر رد کیا جائے اور اگر وہ نا معلوم ہو تو فقراء پر ان کی طرف سے صدقہ کیا جائے اور اپنے لیے ثواب کی نیت نہ رکھے۔ باقی شراب (خمر) کو اگر نقدی کے بدلہ فروخت کر چکا ہے تب یہ نقدی کا حکم بھی سود جیسے ہے۔ بشرطیکہ بیچنے والا مسلمان ہو۔ **کما فی الهداية ص ۵۳ ج ۳ واما بيع الخمر والخنزير ان كان قوبل بالدين كالدراهم والدنانير فالبيع باطل وان كان قوبل بعين فالبيع فاسد حتی يملك مايقابله وان كان لا يملك عين الخمر والخنزير۔**

(۶) اس پر حلال طیب مال خرچ کریں اور پاکیزہ اور طیب مال کا چندہ وصول فرما لیا کریں حرام مال سے اجتناب کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۰ ذی قعدہ ۱۳۸۶ھ

سودی کاروبار کرنے والا شخص فوت ہوگیا اس کے لڑکے اُس مال سے حلال تجارکرنا چاہتے ہیں
سودی کاروبار کرنے والا شخص فوت ہوگیا اس کے بچوں کو سہارا دینے کی غرض سے
اس کی بیوہ سے نکاح درست ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) ایک شخص تھا جو سود لیا کرتا تھا۔ اب وہ فوت ہو چکا ہے اور کافی سارا مال متاع چھوڑ گیا ہے۔ اس کے تین بالغ بچے اور ایک بیوہ ہے۔ انہوں نے اعلان کر دیا ہے کہ اب ہم سود نہیں لیں گے اور اس سال کے اندر اندر جو سود کا مال لیا ہے اسے ہم واپس کر دیں گے۔

اب وہ چاہتے ہیں کہ کسی دیندار آدمی کو شریک کر کے کاروبار چلائیں اب وہ کسی دیندار آدمی کی شراکت سے تجارت کرنا چاہتے ہیں۔ کیا ان کی اس رقم سے کوئی دوسرا شخص تجارت کر سکتا ہے۔ کیا ان کے ساتھ شراکت جائز ہے۔ کیا کوئی دوسرا آدمی ان کی رقم سے کاروبار چلا سکتا ہے۔ کیا وہ رقم دوسرے شخص کے لیے جائز ہے۔

(۲) وہ بیوہ مال دار ہے۔ اس کے بچے ہیں۔ وہ چاہتی ہے کہ کوئی مخلص اور دیندار آدمی اس سے نکاح کر لے تا کہ ان کی ذہنیت بدل جائے۔ وہ شخص مال متاع سے کوئی محبت نہیں رکھتا لیکن اسے دوسرے لوگ مجبور کرتے ہیں کہ اس بیوہ سے نکاح کرے تا کہ وہ نیکی کے راستہ پر آ جائے۔ کیا وہ شخص اس بیوہ سے نکاح کر سکتا ہے۔

﴿ج﴾

(۱) واضح رہے کہ سود لینا حرام ہے اور جو رقم سود لی جائے اس کو واپس کر دینا شرعاً ضروری ہے اور اگر اس بات کا پتہ نہ چل سکے کہ کس شخص سے سود لیا تھا تو اس مقدار کی رقم کا اس سود دینے والے کی طرف سے نیت کر کے صدقہ کرنا ضروری ہے۔ صورت مسئولہ میں اس بات کا اندازہ لگایا جائے کہ اس شخص متوفی کے متروکہ میں سے کتنی رقم محض سود کی ہے اور کتنی جائز طریقہ سے حاصل کی گئی ہے۔ جتنی رقم سود کی ہے وہ وارثوں کی ملکیت شمار نہ ہوگی بلکہ جن لوگوں سے یہ رقم لی گئی ہے یہ ان کی ہے اور ان کی بھی عدم موجودگی کی صورت میں ان کے وارثوں کی ہے۔ لہٰذا ان میں سے جس کا پتہ امکانی ذرائع سے چل سکے کہ فلاں شخص سے اتنی رقم سود کی لی گئی تھی تو اتنی رقم اس کو دے دی جائے اور جس کا پتہ نہ چل سکے تو اس کی طرف سے فقراء پر صدقہ کیا جائے۔ لہٰذا یہ مقدار مال کی چونکہ متوفی کی ملکیت نہیں ہے اس لیے یہ مقدار وارثوں کی بھی شمار نہ ہوگی اور اس مال میں شراکت و مضاربت کرنا درست نہ ہوگا اور بقایا حلال مال کی مقدار میں

شراکت ومضاربت کرنا درست ہوگا۔

(۲) اگر وہ چاہے تو اس بیوہ کے ساتھ نکاح کرسکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۱ صفر ۱۳۸۷ھ

کیا کرنٹ اکاؤنٹ سے رقم آسانی سے نہیں نکلوائی جاسکتی تو دوسرے اکاؤنٹ میں رکھنا جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اپنا سرمایہ حفاظت کے لیے کسی بینک میں رکھنا جبکہ اس پر سود لیا جائے جائز ہے یا نہیں لیکن بینک اس سرمایہ کو اپنے استعمال میں لاتا ہے اور سودی کاروبار پر بھی چلاتا ہے۔

بینک کا ایک شعبہ سیف اپوزٹ ہے جس میں اپنی رقم جمع کروا کر اس پر سود نہیں لیا جاتا۔ وہ رقم بینک کے پاس محفوظ رہتی ہے۔ بینک اس کو استعمال نہیں کرتا۔ ویسے ہی محفوظ رہتی ہے۔ مگر اس کے نکلوانے میں دقت یہ ہوتی ہے کہ جن اصحاب کے دستخطوں سے وہ نکلوائی جاسکتی ہے ان کا موقعہ پر ہونا ضروری ہے اور بعض اوقات دستخط کنندگان بیک وقت حاضر نہیں ہوسکتے۔ کیا اس دقت کے پیش نظر پہلی صورت میں بینک کے اندر بغرض حفاظت اپنا سرمایہ رکھنے کی گنجائش ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

امیر الدین مہتمم جامعہ ربانیہ ملتان

﴿ج﴾

بینک میں روپیہ رکھنا جبکہ بینک اس کو سودی کاروبار پر بھی چلائے ناجائز ہے۔ خواہ سود لے یا نہ لے کیونکہ اس میں سودی کاروبار کی اعانت ہوتی ہے۔ وقال تعالیٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان الآیۃ۔

جیسا کہ فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۹۰ پر ہے۔ بینک میں روپیہ داخل کرنا جیسا کہ بعض علماء دار کہتے ہیں درست نہیں ہے اور یہ عدم جواز عام ہے خواہ سود لے یا نہ لے دونوں صورتوں میں نادرست ہے۔ درصورت ثانیہ عبداللہ صاحب لاہوری وغیرہ علماء جم غفیر نے اگرچہ اس کو جائز رکھا ہے مگر واقع میں یہ بھی اعانت علی المعصیۃ ہونے کی وجہ سے نادرست ہے۔ نیز ایک دوسرے استفتاء کے جواب میں صفحہ ہذا پر ارشاد فرماتے ہیں ''بینک میں روپیہ داخل کرنا نادرست ہے۔ خواہ سود لے یا نہ لے۔'' امداد الفتاویٰ لمولانا حکیم الامۃ محمد اشرف علی صاحب علیہ الرحمۃ ص ۱۴۳ ج ۳ پر ہے اور یہ تفصیل اس کے لیے ہے جو روپیہ داخل کر چکا ہے۔ ورنہ اصل میں وہاں داخل کرنا ہی مناسب بلکہ واجب ہے۔ کیونکہ ہر حال میں یہ شخص معاصی میں ان کا معین بنتا ہے۔ احسن الفتاویٰ ص ۵۰۵ میں مولانا رشید احمد صاحب لدھیانوی رقمطراز ہیں۔ روپیہ در بنک جمع کردن (اگرچہ بغرض حفاظت باشد وارادۂ گرفتن سود نباشد) بلاضرورت

شدیدہ روا نیست چرا کہ دریں اعانت سود خواران است۔ واعانت علے المعصیۃ حرام است شخصیکہ اعانت سود خوار کند برو در روایت لعنت آمدہ است (مشکوٰۃ شریف)

نیز در کتاب اللہ ولا تعاونوا علے الاثم والعدوان نص صریح است اسی طرح مسئلہ فتاویٰ دار العلوم (امداد المفتین) ص ۱۶۴ ج ۱ پر مذکور ہے۔

اس معمولی وقت کے پیش نظر تعاون علے الاثم (کار گناہ میں تعاون) کی اجازت قطعاً نہیں دی جا سکتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۲ صفر ۱۳۸۷ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۳ صفر ۱۳۸۷ھ

بہشتی زیور میں مذکورہ مسئلہ درست ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ (ادھار لینے کا بیان) بہشتی زیور ص ۳۳۴ ج ۵۔

(۲) نقد داموں پر ایک روپے کے بیس سیر گیہوں بکتے ہیں مگر کسی کو اُدھار لینے کی وجہ سے ایک روپے کے پندرہ سیر گیہوں دیے تو یہ بیع درست ہے مگر اسی وقت یہ معلوم ہو جانا چاہیے کہ ادھار مول لے گی۔

(۴) یہ حکم اس وقت ہے جبکہ خریدار سے اول پوچھ لیا ہے کہ نقد لو گے یا اُدھار اگر کسی نے نقد کہا تو بیس روپے دیے اور اگر اُدھار کہا تو پندرہ سیر دیے اور اگر معاملہ اس طرح کیا کہ خریدار سے یوں کہا کہ اگر نقد لو گے تو ایک روپے کے بیس سیر ہوں گے اور اگر اُدھار لو گے تو پندرہ سیر ہوں گے یہ جائز نہیں اور ایک بات یہ ہے کہ کپڑا بنانے والے آج کل ایسا کرتے ہیں کہ جو کوئی خریدار مال خریدتا ہے تو مالک کہتا ہے کہ پیسے کب دو گے۔ اگر ادھار لو گے تو دو پیسے فی گز زیادہ ہوگا اور اگر رقم اب دو گے تو دو پیسے فی گز کم دوں گا تو کیا یہ جائز ہے اور کتاب صفائی معاملات میں لکھا ہے کہ بیس سیر کے اٹھارہ سیر گیہوں دے دو یہ جائز ہے۔ مگر لینے والا بعد میں جھگڑا نہ کرے کہ کم کیوں دیا اور اگر کریں کہ گیہوں ۲۰ سیر ہی دے دیں مگر اس میں دو ڈھائی روپیہ زیادہ کر دیں تو یہ ٹھیک ہے یا نہیں۔

ظفر الدین ولد محمد ابراہیم رشید آباد کالونی خانیوال روڈ ملتان

﴿ج﴾

بہشتی زیور کا مسئلہ صحیح ہے۔ فقہاء احناف کے ہاں جائز ہے۔ لہٰذا اگر فریقین کے ہاں یہ معلوم تھا کہ یہ معاملہ اُدھار کا ہے تو قیمت میں زیادتی کرنا جائز تھا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۶ شوال ۱۳۹۷ھ

کیا درج ذیل صورت میں پلاٹوں کا کاروبار درست ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ گورنمنٹ کی طرف سے یہاں پلاٹ فروخت کیے جاتے ہیں۔ قیمت کا چھوٹا حصہ پہلے جمع کرانا پڑتا ہے اور باقی رقم چھ سال میں قسط وار ادا کرنی پڑتی ہے۔ پانچ روپیہ فی سینکڑہ گورنمنٹ سود لگاتی ہے۔ لہٰذا صحیح اندازہ ہو جاتا ہے کہ میں نے سود سمیت کل اتنی رقم گورنمنٹ خزانہ میں جمع کرنی ہے۔ لینے والا اس ساری رقم کو ادھار تصور کر کے دیتا ہے۔ باوجود اس کے کہ اسے علم ہے کہ گورنمنٹ کے کاغذات میں سود لکھا جا رہا ہے۔ کیا اس صورت میں لینا ناجائز ہے یا کسی بے گھر غریب کے لیے کوئی گنجائش نکل سکتی ہے۔

المستفتی محمد یوسف

﴿ج﴾

آپ کی تاویل بالکل صحیح ہے۔ اس تاویل کے ساتھ ان پلاٹوں کی خرید جائز ہے اور یہ سود نہیں ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ

۲۱ ذوالحجہ ۱۳۸۰ھ

اگر کسی شخص نے ۲۵ سال پہلے مزدور کی اُجرت روک لی تھی اب دینا چاہتا ہے تو کس حساب سے دے گا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ آج سے تقریباً پچیس سال کا عرصہ ہو گیا ہے کہ ایک آدمی نے ایک اور آدمی کو اپنے ہاں نوکر رکھا اور مزدوری پیشگی ادا کر دی تھی۔ مزدوری کے دن ختم کرنے کے بعد مالک نے کسی ذرائع سے مزدور کے مبلغ چودہ روپے یہ کہتے ہوئے ضبط کر لیے کہ تم نے مزدوری پوری نہیں کی لیکن ہوتے ہوتے اب یہ بروئے شریعت فیصلہ ہوا کہ مزدور کو ۱۴ روپے واپس ملیں۔ اب مالک تو ۱۴ روپے دینا چاہتا ہے مگر مزدور ۱۴ روپے نہیں چاہتا وہ کہتا ہے کہ میری خواہ مخواہ آج سے ۲۵ سال پہلے رقم ضبط کی گئی یا تو مجھے وہی ۱۴ روپے چاندی والے سکے دیے جائیں یا اس وقت کے گندم کے نرخ سے رقم یا گندم دی جائے۔ لہٰذا گزارش ہے کہ آپ بروئے شریعت محمدی مسئلہ حل فرمائیں کہ ۱۴ روپے آج کے حساب سے لے یا اس کے وقت کے لحاظ سے لے لے۔

قادر بخش گورمانی ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں ملازم کو ۱۴ روپے آج کل پاکستان میں جو سکہ رائج ہے یہی دیے جائیں گے۔ اس لیے کہ آج سے تقریباً ۲۵ سال پہلے جو سکہ رائج تھا وہ بھی اس دھات کا تھا جس دھات کا آج کل پاکستان کا سکہ ہے۔ انگریزوں کے آخری دور میں چاندی کا سکہ ختم ہو چکا تھا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۶ ربیع الاول ۱۳۸۸ھ

کیا مسجد کے لیے جمع شدہ رقم کو بینک میں رکھنا جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہم نے اپنی مسجد کا روپیہ یونائیٹڈ بینک میں جمع کروایا ہوا تھا۔ اب جبکہ ہم کو کچھ رقم لینے کی ضرورت پڑی تو بینک منیجر صاحب نے کہا کہ آپ کی مسجد کی رقم کا سود مبلغ -/۵۸۰ روپے ہو گیا ہے۔ لہٰذا اُس کو آپ نکلوائیں تو ہم نے وہ نکلوایا تو اب اس سود کی رقم کو کہاں خرچ کریں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

اس روپیہ کو مساکین وغرباء میں بغیر نیت ثواب کے تقسیم کریں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۷ ربیع الاول ۱۳۹۷ھ

بارشوں میں منہدم شدہ مکانات کی تعمیر نو کے لیے گورنمنٹ قرضہ بلاسود فراہم کر رہی ہے لیکن کاغذات کا خرچہ لے گی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ حالیہ بارشوں میں جن لوگوں کے مکانات منہدم ہو گئے تھے اُن لوگوں کو حکومت پاکستان قرضہ برائے تعمیر مکان یا مرمت مکان کے لیے دے رہی ہے۔ حکومت نے اُس کے بارے میں واضح اعلان کیا ہے کہ یہ قرضہ بلاسود دیا جائے گا لیکن اب معلوم ہوا ہے کہ حکومت صرف دو فیصد سروس چارج (خرچہ کاغذات وتنخواہ ملازمین وغیرہ) اس قرضہ پر وصول کر رہی ہے۔ آیا یہ دو فیصد سود کی مد میں تو نہیں آتا۔ یہ قرضہ لینے والے اللہ تعالیٰ کے ہاں جوابدہ تو نہیں ہوں گے۔

محمد مسعود خان لنگاہ مخدوم پور

﴿ج﴾

یہ سود نہیں ہے جبکہ حکومت اس کو خرچہ کاغذات اور ملازمین کا نام دے رہی ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر بہنیں خوشی سے اپنا حصہ جائیداد بھائیوں کو دے رہی ہیں تو لڑکوں کے نام رجسٹر کرانا درست ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ میرے تین لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں۔ میں اپنی جدی جائیداد ان کے نام منتقل کرنا چاہتا ہوں۔ میری تینوں لڑکیاں اپنے حصہ کی ملکیت اپنے بھائیوں کو دینا چاہتی ہیں۔ اگر سرکاری کاغذات میں ان کی ملکیت پہلے درج کرائی جائے اور پھر وہ اپنے بھائیوں کو منتقل کر دیں تو اس پر کئی ہزار روپے خرچ آتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ لڑکیوں کا حصہ کاغذات مال میں ان کے نام کرنے سے پہلے اگر وہ بخوشی اپنے حصہ کا مالک اپنے بھائیوں کو بنا دیں اور میں ساری جائیداد صرف اپنے لڑکوں کے نام کر دوں تو شرع محمدی مجھے اس کی اجازت دیتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

اصالت خان سرگانہ سکنہ رستم سرگانہ ضلع جھنگ

﴿ج﴾

زندگی میں جائیداد تقسیم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ لڑکا اور لڑکی کو برابر حصہ دیا جائے۔ پس صورت مسئولہ میں اگر بہنیں بطیب خاطر تمام زمین بھائیوں کے نام منتقل کرنے پر راضی ہیں تو تمام جائیداد لڑکوں کے نام منتقل کر دینا جائز ہے۔ واضح رہے کہ ہر لڑکے کا حصہ الگ کر کے قبضہ دے دینا لازمی ہے ورنہ ہبہ تام نہ ہوگا۔ اگر بعض ورثاء کو ضرر دینا مقصود ہو تو جائز نہیں۔ بہرحال ورثاء کی رضامندی سے جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفر لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۷ رجب ۱۳۹۷ھ

کیا دلال کی اجرت جائز ہے، خریدار دکاندار سے کہے کہ اپنی رقم سے مال خرید کر مجھے دو اور میں اصل رقم پر آپ کو منافع بھی دوں گا کیا جائز ہے، دکاندار سے مال لیا رقم نہ ہونے کی وجہ سے کسی سے رقم لے کر دکاندار کو دینا پھر شرح منافع سمیت لوٹانا، کسی شخص کے لیے تین کمیشن لینا جائز ہے

﴿س﴾

گزارش بخدمت ہے کہ مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات مرحمت فرمادیں۔

(۱) مالک مال دکاندار کو مال برائے فروخت دے کر علی الحساب کچھ فیصد رقم لے کر چلا جاتا ہے۔ اس کے بعد دکاندار اپنی ذمہ داری سے بازار کے بھاؤ سے اُدھار یا نقد پر مال فروخت کر دیتا ہے اس کے بعد حسب دستور مارکیٹ مالک مال اور خریدار مال سے آڑھت لیتا ہے کیا دکاندار کے لیے دونوں یا ایک سے یہ کمیشن یعنی مزدوری فروخت مال لینا شرعاً جائز ہے۔

(۲) خریدار کے پاس رقم نہیں ہے۔ خریدار کسی دکاندار کو کہتا ہے کہ تم اپنی رقم سے مال خرید کر کے مجھے دو۔ دکاندار مال خرید کر کے دیتا ہے اور اصل رقم کے ساتھ طے شدہ منافع بھی لگا کر اصل اور منافع دونوں وصول کرتا ہے تو کیا یہ جائز ہے۔

(۳) ایک شخص کسی دکاندار سے مال خرید کر اپنے قبضہ میں لیتا ہے لیکن رقم نہ ہونے کی وجہ سے وہ دوسرے شخص کو کہتا ہے کہ رقم مجھے دے دو تا کہ میں مالک مال کو دے دوں دس پندرہ دن کے بعد اصل رقم اور فی سیکڑہ کمیشن جیسے اور وپاری سے لیتے ہو یعنی ایک روپیہ دپاری سے اور ایک روپیہ دو آنہ خریدار سے یہ دونوں کمیشن میں آپ کی دوں گا۔ کیا یہ کمیشن لینا جائز ہے۔

(۴) ایک شخص کہتا ہے کہ مجھ سے آٹھ ہزار روپے لے لو اور دس ہزار روپیہ کا مال میرے نام خرید لو، بازار جب چڑھ جائے گا تو اس مال کو میرے مشورہ سے فروخت کرنا۔ میں تمہیں دو کمیشن دوں گا۔ ایک مال خرید کرنے کا ایک فروخت کرنے کا۔ اب یہ دکاندار دو کمیشن تو اس شخص سے لیتا ہے اور ایک کمیشن خریدار سے بھی لیتا ہے تو دکاندار کے لیے یہ تین کمیشن لینا جائز ہے۔

(۵) دکاندار باہر سے مال منگواتا ہے لیکن رقم اس کے پاس نہیں کہ بلٹی چھڑوائے مال دس ہزار روپیہ کا ہے۔ یہ شخص تین ہزار روپیہ بینک والوں کو دیتا ہے۔ وہ سات ہزار روپیہ اپنی طرف سے ملا کر دس ہزار روپیہ دے کر مال ریلوے سے چھڑوا کر اپنے قبضہ میں کر لیتے ہیں بعد ازاں دکاندار بینک والوں کو تھوڑی تھوڑی رقم دیتا رہتا ہے اور تھوڑا تھوڑا مال بھی ان سے لے کر فروخت کرتا رہتا ہے تا کہ کل رقم دے دیتا ہے اور کل مال لے لیتا ہے لیکن اصل رقم کے ساتھ بینک والوں کو آٹھ آنہ فی سیکڑہ ماہوار کمیشن بھی دیتا ہے کیونکہ بینک والوں نے رقم بھی دی ہے اور محافظوں کی تنخواہ بھی دی ہے۔ تو کمیشن دے کر بینک کے ساتھ اس طرح کا کاروبار کرنا جائز ہے یا نہ۔

(۶) آج کل اس طرح سے کاروبار کرنا عام ہو چکا ہے کہ مثلاً ملتان سے کوئی تاجر کراچی کے کسی معروف تاجر کے پاس کچھ رقم ایڈوانس بھیج دیتا ہے۔ مثلاً ہزار روپیہ کا مال منگوانا ہو تو دو صد روپیہ اس کے پاس بھیج دیتا ہے اور مطلوبہ مال کی فہرست اس کو روانہ کر دیتا ہے۔ چنانچہ وہ تاجر مطلوبہ مال بذریعہ ریلوے بھیج دیتا ہے اور بلٹی بینک میں داخل کرا

دیتا ہے۔ ملتان میں بینک کے پاس جب بلٹی پہنچتی ہے وہ دکاندار کو اطلاع دیتا ہے دکاندار مال کی رقم اور بینک کا کمیشن دے کر بلٹی چھڑوا کر ریلوے سے مال لیتا ہے۔ گویا اس طرح سے کاروبار کرنا جائز ہے۔

(۷) ایک وپاری کہتا ہے میرے لیے مال خرید کر کے اصل رقم اور مزدوری اور کمیشن کا بل بنا کر مال ریلوے میں بک کرانے کے بعد بلٹی بینک میں داخل کر کے وہاں سے رقم لے لینا تو اس طرح مال خرید کر کے دینا اور منافع بصورت مذکورہ لینا جائز ہے۔

(۸) صورت مذکورہ بالا میں وپاری کے پاس جب بینک کی طرف سے اطلاع ملتی ہے تو وہ بینک میں جا کر اصل رقم کے ساتھ جو بنک سے مال بھیجنے والے کو دی ہے بینک کا کمیشن بھی فی سیکڑہ کے حساب سے بینک کو دینا پڑتا ہے۔ تو کیا بینک والوں کو یہ کمیشن دے کر اس طرح کا کاروبار کرنا جائز ہے۔

﴿ج﴾

(۱) جائز ہے۔ آڑھتی بائع اور مشتری دونوں کے لیے کام کر رہا ہے۔ اس لیے دونوں سے اجرت لے سکتا ہے۔

(۲) جائز ہے۔ دکاندار کے لیے اصل اور منافع دونوں اب اصل مال کی رقم بن جائے گی اور وہ گویا سب کو اصل ثمن کی حیثیت سے وصول کرے گا۔

(۳) یہ جائز نہیں۔ اُس صورت میں دوسرے شخص سے نقد رقم وصول کی گئی ہے بطور قرض کے اور نقد رقم قرض لے کر زائد ادا کرنا جس شرح سے بھی ہو سود ہے۔ اس لیے حرام ہے۔

(۴) اگر آٹھ ہزار رقم دے کر آڑھتی کو آٹھ ہزار رقم کے مال خریدنے کا حکم دیتا ہے۔ دس ہزار کا نہیں اور پھر مالک مال کے مشورہ سے اس کے لیے فروخت کرتا ہے تو اس صورت میں تین کمیشن لے سکتا ہے لیکن خریدنے والے کو اس کا اختیار ہوگا کہ وہ صرف ایک کمیشن دے کر مال وہاں سے اٹھا لے اور اگر دو ہزار زائد کا مال خرید کر وہ آڑھتی کا مقروض ہو جائے اور اس وجہ سے وہ مجبوراً تینوں کمیشن ادا کرے اور مال اُٹھا لینے کا اسے اختیار نہ ہو تو کل قرض جر نفعاً فهو حرام کے تحت جائز نہیں۔

(۵) اگر بینک والے اپنی رقم کے عوض کمیشن لیتے ہیں تو خالص سود (ربوا) ہے جو قطعی حرام ہے اور اگر وہ بوجہ حفاظت مال اور کرایہ مکان حفظ کمیشن وصول کرتے ہیں تب بھی جائز نہیں۔ بینک والے در حقیقت مرتہن ہیں اور خریدار راہن ہیں اور مال مرہون کی حفاظت زمانہ رہن میں خود مرتہن کے ذمہ واجب ہے۔ درمختار میں ہے اجرة بيت حفظه وحافظه على المرتهن ص ۴۸۷ ج ۵۔

علامہ شامی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اگر راہن ابتداء رہن میں مرتہن کے لیے یہ شرط تسلیم کر لے کہ اس مال کی

حفاظت کی اجرت میں خود برداشت کردوں گا تب بھی راہن پر اجرت حفظ لازم نہیں آتی۔ قال الشامی علی قول الدرالمختار (واعلم انه لا یلزم شی منه لوا شترط علی الراهن) لو شرط الراهن للمرتهن اجرة علی حفظ الرهن لا یستحق شیئاً لان الحفظ واجب علیه ص ۳۸۷ ج ۵ الخ ایضاً لہٰذا حفظ مال اور اجرت مکان کے عوض میں کمیشن خریدار پر لگانا جائز نہیں۔ گویا یہ معاملہ شرعاً صحیح نہیں ہے۔

(۶) غالباً اس صورت میں بینک کمیشن صرف اس وجہ سے وصول کرتا ہے کہ اس نے دکاندار کی طرف سے بقایا رقم ادا کرنی ہے۔ بظاہر دوسری کوئی وجہ نہیں۔ لہٰذا رقم پر کمیشن لانا سود ہے۔ جو ناجائز ہے۔

(۷) آڑھتی کے لیے فی نفسہ جائز ہے۔ وہ اپنی جائز رقم وپاری کے حکم کے مطابق بینک سے وصول کرتا ہے۔ خریدار بعد میں بینک کے ساتھ جو معاملہ کرتا ہے۔ اس کا وہ خود ذمہ دار ہے۔ اس کے جواز وعدم جواز سے آڑھتی کا تعلق نہیں ہے۔ البتہ اگر آڑھتی کو معلوم ہے کہ خریدار کا معاملہ بینک سے ناجائز ہے تو وہ اسے سمجھا کر اپنا قرض ادا کرے اور اقرب الی التقویٰ یہ ہے کہ اس کے ساتھ ایسا کاروبار نہ کرے جس کا نتیجہ اس کے حق میں گناہ کا ہو۔

(۸) سوال نمبرے کے جواب میں بتلایا گیا ہے کہ خریدار کے لیے بینک والوں کو اصل رقم کے ساتھ کمیشن ادا کرنا جائز نہیں سود ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۴ صفر ۱۳۸۲ھ

اگر ایک من گندم اُدھار لی مقررہ میعاد پر مشتری کے پاس رقم نہ ہو اور گندم سستی ہوگئی ہو کیا سوا من لوٹا سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام دریں مسئلہ کہ زید نے بکر کو تین چار من گندم فروخت کی۔ قیمت مقرر ہو گئی محض ثمن کی تاجیل کر دی کہ تین چار مہینہ کے بعد یہی قیمت متعینہ دے دیں۔ جب مدت مقررہ آ گئی تو بکر نے کہا کہ میرے پاس رقم نہیں لہٰذا تم اب کی قیمت پر مجھ سے غلہ لینا حالانکہ اب غلہ کی قیمت ارزان ہو گئی تھی تو خلاصہ یہ کہ اب خرید کے حق میں غلہ دیے ہوئے غلہ سے زیادہ آئے گا تو کیا زید کے لیے جائز ہے کہ برضاء طرفین کے بکر سے رقم کی بجائے قیمت حال پر غلہ لے یا ناجائز ہے۔ لہٰذا مسئلہ مذکورہ کی تفصیل فرما کر عنداللہ ماجور ہو۔

﴿ج﴾

یہ عقد جدید ہے جو بتراضی طرفین جائز ہے لیکن اس میں سودی کاروبار کرنے والوں کے لیے ایک حیلہ کی صورت

نکل سکتی ہے اس لیے بہتر یہ ہے کہ یہ شخص یہ گندم قرض خواہ کے علاوہ کسی اور کے ہاتھ فروخت کر دے اور پھر قرض خواہ کو اپنا قرض اس رقم سے ادا کر دے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۷ صفر ۱۳۸۹ھ

کیا زکوٰۃ کی رقم شیعہ کو دی جا سکتی ہے، سودی رقم کو مسجد کے غسل خانوں پر خرچ کرنا جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زکوٰۃ کی رقم غریب شیعہ کو دی جا سکتی ہے یا نہ۔
بینک سے حاصل شدہ سود کی رقم کہاں خرچ کریں۔ مسجد کے غسل خانوں کی مرمت پر یا کسی اور رفاہ عامہ میں خرچ کی جا سکتی ہے یا کسی غریب کو دی جا سکتی ہے۔ بینوا توجروا

عبدالستار برانچ پوسٹ ماسٹر ضلع ملتان

﴿ج﴾

جو شیعہ امور دین میں سے کسی مسئلہ ضروریہ کا منکر ہو۔ مثلاً تحریف قرآن کا قائل ہو یا صحبت صدیق رضی اللہ عنہ کا منکر ہو یا افک عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول کرتا ہو وغیرہ ذلک ایسے شیعہ کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں اور جس شیعہ کے عقائد درست ہوں ان کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔ سود کی رقم بلا نیت ثواب کے فقیر، مسکین کو دے دیں۔ ثواب کی نیت سے نہ دیں۔ مسجد کے غسل خانوں اور دیگر مفاد عامہ کی اشیاء میں صرف نہ کریں۔ کیونکہ یہ چیزیں اللہ کے لیے وقف ہوتی ہیں اور حرام مال کا وقف کرنا جائز نہیں۔ آئندہ سود نہ لیا کریں۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۸ رجب ۱۳۹۷ھ

بیمہ زندگی ایک خیر خواہانہ فعل اور یتیم بچوں کے لیے سہارا ہے تو پھر نا جائز کیوں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ
(۱) بیمہ کمپنی کا ایک ایجنٹ اپنی کمپنی کی تشکیل کے متعلق یوں کہتا ہے کہ اس کو آپ ایک ایسی انجمن سمجھیں جو اپنے ممبروں سے ماہوار یا سالانہ مقررہ رقومات وصول کر کے جمع شدہ سرمایہ سے کاروبار کرتی ہے اور کاروبار سے جو منافع

حاصل ہوتا ہے وہ ممبر کی مدت بیمہ مکمل ہونے پر اصل جمع شدہ رقم منافع سمیت ادا کر دی جاتی ہے۔

(۲) ممبر کی مدت بیمہ ۵ سال ۱۰ سال ۱۵ سال یا ۲۰ سال ہوتی ہے۔ اگر کوئی ممبر مدت بیمہ ختم ہونے سے پہلے فوت ہو جاتا ہے تو اس کو جمع شدہ رقم کے علاوہ وہ رقم بھی جو اس نے ابھی ادا کرنا تھی سب ادا کر دی جاتی ہے۔ اس ادائیگی کی تہ میں ممبر کی ہمدردی یا اس کے بچوں کی کفالت یا امداد کا خیال ہوتا ہے۔

پہلی صورت میں منافع طے شدہ نہیں ہوتا مگر مدت بیمہ ختم ہونے پر رقومات منافع کے ساتھ ادا کی جاتی ہے۔ معاہدے میں ''نقصان'' کے متعلق کوئی وضاحت نہیں ہے۔ نقصان کے عدم امکان کے متعلق وہ یہ وضاحت کرتے ہیں کہ کمپنی اپنا جمع کردہ سرمایہ متعدد قسم کے کاروباروں میں لگاتی ہے۔ اگر کسی ایک کاروبار میں خسارہ ہو بھی جائے تو دوسرے کاروبار اس کی کمی پورا کرتے ہیں اور مجموعی طور پر کمپنی ہمیشہ منافع میں رہتی ہے۔

دوسری صورت بہت پر کشش ہے ہر شخص کو اپنا اور اپنے بچوں کے مستقبل کا خیال ہوتا ہے۔ بیمہ کمپنی کے کاروبار میں جو وسعت ہو رہی ہے اس کی تہ میں بھی یہی ایک خیال ہے کہ بچوں کو یا بڑھاپے میں خاصی رقم مل جائے گی۔

آپ سے استدعا ہے کہ مندرجہ بالا صورت حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے شرعی احکام سے آگاہ کریں۔ بچوں کے مستقبل کی خاطر ایسی بیمہ کمپنی کا کیوں ممبر نہ بنا جائے۔

ھوالمصوب

بیمہ کمپنی میں اگر اس صورت کے اندر اور ان شرائط کے ساتھ ممبر بنا جائے کہ بیمہ کمپنی اس رقم کو کسی جائز تجارتی کاروبار میں لگائے گی اور اس سے جو منافع حاصل ہوگا۔ وہ ممبروں پر حسب معاہدہ تقسیم کیا جائے گا اور جب کوئی ممبر بیمہ کمپنی کی رکنیت سے علیحدہ ہونا چاہیے تو اس کو علیحدہ کر دیا جائے گا اور خسارہ کی صورت میں بالفرض اگر کبھی مجموعی طور پر بھی ان مشترکہ کاروباروں میں اس کو نقصان آ جائے تمام ممبر اپنے حصوں کے مطابق خسارہ برداشت کریں گے۔ نیز یہ بھی طے شدہ ہو کہ میعاد مقررہ سے قبل کسی رکن کی فوتیدگی کی صورت میں فقط اس کی جمع کردہ رقم بمع منافع تجارت ادا کی جائے گی۔ اس سے زائد رقم نہ دی جائے کیونکہ یہ سود اور ربوا ہے۔ جو بنص قرآنی حرام ہے۔ نیز وہ نفع کسی رکن کو دیا جائے۔ وہ پہلے سے طے شدہ نہ ہو بلکہ اس میں سے اس کو اپنا حصہ حسب معاہدہ دیا جائے۔ زیادہ منافع کاروبار میں آئے تو اس کو زیادہ ملے کم آئے تو کم ملے۔ منافع نہ آئے تو کچھ نفع اس کو نہ ملے تب جا کر ان تمام شرائط کی موجودگی میں بیمہ کمپنی کی رکنیت قبول کرنی درست ہے ورنہ ناجائز اور حرام ہے۔ مروجہ بیمہ کمپنیوں میں چونکہ ان تمام شرائط کا اعتبار نہیں ہوا کرتا ہے۔ اس لیے ان کی رکنیت کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا جاتا ہے۔ قال تعالیٰ واحل اللہ البیع و حرم الربوا الآیہ۔ سود خواری کسی بھی پر کشش مصلحت کی خاطر جائز نہیں قرار دی جا سکتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کچھ لوگوں سے تھوڑی رقم لے کر ان کو مشکل سوال دینا اور حل کرنے والے کو تمام رقم دینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ موجودہ وقت میں جو کہ معمہ جات رومان رسالہ نقاد وغیرہ میں شائع ہو رہے ہیں اور اکثر لوگ اس کارروائی میں پھنسے ہوئے ہیں۔ جن کی شرائط مندرجہ ذیل ہیں۔ بلکہ پرچہ معمہ بمع شرائط وغیرہ ارسال خدمت اقدس ہے۔ لہٰذا اس کے جواز وعدم جواز سے مطلع فرمادیں۔ نیز بحوالہ کتب معتبرہ سے فرمادیں کہ کیا شرع شریف کی رو سے کس حد تک جائز ہے یا ناجائز۔ مفصل مطلع فرمادیں کیونکہ یہاں پر بعض علماء جواز کا فتویٰ دے رہے ہیں۔

دعا گو عبدالشکور قلعہ سیف اللہ بلوچستان

﴿ج﴾

معمہ میں ہر حساب حل فیس کے نام سے جو روپے داخل کرتا ہے جب وہ کثرت مقدار کو پہنچ جاتا ہے تو حل نکالنے والے کو اس جمع شدہ مال میں سے دیا جاتا ہے یہ اتفاقی معاملہ ہے کہ کس کا حل نکل جائے اور یہی بعینہٖ قمار اور میسر ہے۔ جو بنص قرآن وحدیث حرام ہے۔ انما الخمر والمیسر الآیہ کی تفسیر کا مطالعہ فرمالیں اور عقائد کے بارے میں جو وعید احادیث میں وارد ہوتی ہیں ان کو بھی ملاحظہ فرمالیں۔ علامہ شامی ردالمحتار ج ۶ ص ۴۰۳ کتاب الحظر والاباحة میں تحریر فرماتے ہیں **لان القمار من القمر الذی یزداد تارة وینقص اخریٰ وسمی القمار قمارا لان کل واحد من المقامیرین ممن یجوز ان یذهب ماله الی صاحبه ویجوز ان یستفید مال صاحبه وهو حرام بالنص** الخ جوئے کے داؤ میں جو رقم لگائی جاتی ہے اس کو فیس کا نام دے کر اور دوسرے مقابلین کے مال حاصل کرنے کو انعام سے مسمی کر کے شرعی احکام نہیں بدلتے۔ **انما العبرة فی العقود للمعانی** فقہاء کا مسلمہ قاعدہ ہے اس لیے یہ معمہ جات یقیناً قمار میں داخل ہیں اور اس کا حاصل کردہ انعام حرام ہے۔ ہندوستانی پارلیمنٹ میں معمہ جات پر پابندی لگانے کے لیے پچھلے دنوں بحث ہوئی اور اس کو جوئے کے قانون کے تحت بند کرنے پر غور شروع ہے لیکن مسلمان کو اس کا شعور نہیں ہے۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۴ صفر ۱۳۷۵ھ

انعامی بانڈ کو مضاربت کی طرح اشتراکی کاروبار قرار کیوں نہیں دیا جاسکتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ گیارہ روپے کے بونڈ میں یہ دستور ہے کہ پہلی قرعہ اندازی کے ساتھ ہی

ایک روپیہ کا نقصان ہو جاتا ہے اور بونڈ دس روپے کا رہ جاتا ہے۔ دوسری طرف بعض خریداروں کو متعدد انعامات مل جاتے ہیں۔

کیا انعامی بانڈ کو مضاربت کی طرح ایک شراکت قرار نہیں دیا جاسکتا۔

﴿ج﴾

مضاربت کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ زید نے مثلاً عمر کو کچھ روپیہ دے دیا کہ تم اس سے تجارت کرو روپیہ ہمارا محنت تمہاری۔ اس میں جو کچھ منافع ہو اس کو مقررہ حصص کے مطابق باہم تقسیم کرلیا کریں گے۔ اب یہ صورت انعامی بانڈ کی نہیں۔ ایک تو معاہدہ تجارت کا نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس میں ایک روپیہ کا بلاوجہ نقصان ہو جاتا ہے۔ منافع میں تمام شرکاء شریک نہیں ہوتے۔ بہرحال انعامی بانڈ مضاربت کی شکل نہیں۔ یہ ایک ناجائز کاروبار ہے۔ بہت سے لوگوں سے پروپیگنڈہ کر کے روپیہ اتنا جمع کر دیا جاتا ہے کہ اس روپے کو بینک یا متعلقہ کمپنی اپنی مخصوص قسم کی سودی تجارتوں میں لگا کر کافی نفع کما لیتے ہیں اور وہ نفع ان انعامات کے مقابلہ میں کئی گناہ زیادہ ہوتا ہے۔ جو بینک انعامات کی صورت میں تقسیم کرتا ہے۔ یہ انعامات اور لوگوں کے فائدے کے لیے نہیں بلکہ اپنے نفع اور تجارتی کاروبار کو وسیع تر کرنے کے لیے سب کچھ کرتا ہے۔ اس لیے ان دو وجہ سے بھی یہ ٹکٹ خریدنا جائز نہیں۔

(۱) اس سے بینک کے سودی کاروبار کی ترقی و توسیع میں تعاون ہے جو جائز نہیں۔

(۲) اس انعامی بانڈ کا روپیہ قرض ایک نفع (انعامی بانڈ کا حصول) کی اُمید پر بینک کو دیا جاتا ہے۔ یہ قرضہ حسنہ نہیں۔ اپنے نفع کو مدنظر رکھتے ہوئے کسی کو قرض دینا ممنوع ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے **کل قرض جر نفعا فهو حرام (او كما قال)** اور ظاہر ہے کہ یہاں مقروض کے ساتھ احسان کرنا مقصود نہیں ہوتا بلکہ خود نفع کمانا مقصود ہوتا ہے۔ اس لیے یہ قرض دینا حرام ہوگا۔ نیز ۱۱ روپے قرض میں کمی کر کے دس روپے دینا بھی ربوا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفراللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۸ صفر ۱۳۹۸ھ

کسی فیکٹری میں خاص منافع پر کاروبار کے لیے رقم لگانا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص فیکٹری یا ایجنسی اس صورت میں لیتا ہے کہ مال کی خرید و فروخت کی ذمہ دار فیکٹری خود ہوگی اور رقم بھی فیکٹری خود وصول کرے گی اور ایجنسی کی کمیشن مال کی فروخت پر فیصد

مقرر کر لیا ہے۔ تیار شدہ مال کے جل جانے یا چوری ہو جانے میں ایجنسی حصہ دار ہوگی۔ مثلاً بکر کسی گاہک کے ساتھ ایک روپے میں سودا کر کے ایجنسی کے نام ۱۵/۰ یا ۱۵/۶ کا بل کاٹ دیتی ہے۔ ایجنسی اسی گاہک کو ایک روپے کے حساب سے بل کاٹ دیتی ہے۔ کیا اس طرح جائز ہے یا ناجائز۔ ایک شخص کسی فیکٹری میں کچھ رقم اس شرط میں لگا دیتا ہے کہ جو مال اس کا فروخت ہوگا اس پر فیصد کمیشن لگے گا۔ فروخت کے لیے اس کا ملازم ہوگا رقم کی وصولی فیکٹری کے ذمہ ہوگی۔

﴿ج﴾

بظاہر جائز معلوم نہیں ہوتا تفصیلات کا پورا علم نہیں ہے۔ لہٰذا مستفتی تفصیلات بتائیں تاکہ کوئی صورت جواز معلوم ہو سکے۔ فقط واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ

مضاربت پر دی گئی رقم اگر مالک جلدی واپس لینا چاہے اور نہ ملنے کی صورت میں بینک سے قرضہ حاصل کرے تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ زید نے اسلم کو دو لاکھ روپے بطور کاروبار دیے تاکہ ایک سال کے بعد جو نفع یا نقصان ہوگا زید کو اس میں سے حصہ دیا جائے گا۔ تقریباً چار ماہ بعد زید کو اپنی رقم کی ضرورت پڑ جاتی ہے اور وہ اسلم سے رقم کا تقاضا کرتا ہے لیکن کاروباری مجبوری کے تحت اسلم رقم دینے سے قاصر ہے۔ اس صورت حال کے پیش نظر زید اسلم کو مشورہ دیتا ہے کہ فلاں بینک مجھے اس صورت پر دو لاکھ دینے پر رضامند ہیں کہ اسلم اپنی فیکٹری بطور رہن بینک کے نام لکھ دے۔ بینک اس رقم (دو لاکھ) پر جو سود وصول کرے گا اس کا ذمہ دار زید ہوگا اور زید ہی سود ادا کرے گا۔
علاوہ ازیں زید کی سابق رقم جو اسلم کے پاس موجود ہے وہ بحال رہے گی اور سال کے بعد کاروبار میں جو نفع یا نقصان ہوگا زید اپنے سابقہ نفع یا نقصان والی شرط پر قائم رہے گی۔ اب شریعت اسلامیہ میں اسلم اپنی فیکٹری رہن رکھوانے پر سود لینے یا دینے کے گناہ کا مرتکب ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں یہ معاملہ درست نہیں۔ اس لیے کہ رہن رکھنے کے بعد مرہونہ شئ سے منافع حاصل کرنا جائز نہیں ہوتا۔ رہن کے عوض میں سودی قرضہ لینا اور سود ادا کرنا حرام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۶ ربیع الاول ۱۳۹۵ھ

سونا ادھار پر خرید نا جائز نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ آج مثلاً سونے کا حاضر بھاؤ ۶۰۰ روپے فی تولہ ہے۔ ایک سنار ہم سے ۱۰ تولے سونا مانگتا ہے۔ ایک ماہ کے ادھار پر ہم اس سے کہتے ہیں کہ میں تو ۶۴۰ روپے فی تولہ دوں گا۔ وہ کہتا ہے کہ دے دو۔ رقم ایک ماہ میں ادا کر دوں گا۔ ہم اس کو سونا دیتے ہیں تو عرض یہ ہے کہ آج کے بھاؤ سے ہمیں ۱۰ تولے سونے میں ۴۰۰ روپے بچت ہوتی ہے کیا یہ ہمارے لیے جائز ہے یا نہیں۔

محمد یونس جاوید، حاجی عبدالغنی زرگر ضلع ملتان

﴿ج﴾

یہ تو بیع صرف ہے اس میں ادھار جائز نہیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

بیع سابق صحیح نہیں ہے۔ فاسد ہے اس میں جو نفع ہوا ہے خیرات کر دیا جائے۔ فقط واللہ اعلم

والجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۱۲ ربیع الاوّل ۱۳۹۶ھ

بوقت ضرورت نوٹوں کو خرید نا یا فروخت کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ حکومت پہلے نوٹ منسوخ کرتی ہے کہ نوٹ بینک سے تبدیل کروالو۔ کئی لوگ اس میں کاروبار کرتے ہیں۔ بینک سے رقم لے کر دوسروں کو سو روپے کے بدلے ۹۸ روپے بدل کر دیتے ہیں۔ لینے والا بینک کی قطار میں کھڑے ہونے سے بچ جاتا ہے۔ تاکہ وقت ضائع نہ ہو۔ لہٰذا لین دین جائز ہے یا نہیں۔ نیز آگے پیچھے یعنی بازار میں یہی کاروبار ہوتا ہے۔ کسی کو ضرورت ہوتی ہے کہ نئے نوٹ شادی میں ضرورت ہوتے ہیں۔ سو روپے دے کر ایک روپے والے نوٹ ۹۸ میں لے کر کام چلاتے ہیں۔ یہ بھی جائز ہے یا نہیں۔

ایک اور صورت ہے کہ نوٹ بہت پرانا ہو جاتا ہے۔ گل جاتا ہے تو بازار میں پانچ کے بدلے میں چار روپے دس کے بدلے آٹھ نو روپے ملتے ہیں۔ جیسے نوٹ کی حالت ہوتی ہے ویسے اس کی قیمت ملتی ہے۔ اس کے متعلق بھی آگاہ فرمادیں۔ نیز اگر یہ کاروبار ناجائز ہے تو مدرسہ والوں پر لازم ہے کہ اس کو اخبار میں شائع کرائیں تاکہ لوگ اس سے واقف ہو جائیں۔ گناہ سے بچ جائیں ورنہ عند اللہ آپ جواب دہ ہوں گے۔ لوگ خدا کے سامنے یہی کہیں گے کہ ہمیں تو پتہ نہیں تھا۔

﴿ج﴾

مسئولہ صورتوں میں نوٹوں کا یہ کاروبار کمی بیشی کے ساتھ شرعاً جائز نہیں۔ کذا فی امداد الفتاویٰ وغیرہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

زمین دار کا تاجروں سے درج شرطوں کے ساتھ رقم لینا صریح سود ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ تاجروں اور اکثر زمین داروں نے لین دین سے ایک زمیندار جس کی زمین تقریباً ۱۱۰۰ ایکڑ ہے وہ ہر سال فصل کے آنے سے پہلے ڈیڑھ دو ہزار روپیہ قرض حسنہ ہم سے لیتا رہتا ہے اور جنس اس کی ہمارے پاس آتی ہے اس میں سے ہم رقم کاٹ کر باقی اس کو دے دیتے ہیں۔ اس سال سابقہ طریقے پر ہم سے روپیہ قرض حسنہ ڈھائی ہزار روپیہ لینے کے لیے آیا۔ میں نے اس سے یہ کہا کہ بھائی ہر سال تم ہم سے رقم بغیر کسی لالچ کے لیتے رہتے ہو ہم آخر مہاجر تم اتنے بڑے زمیندار ہو مدد دینا تو درکنار ہم سے ہر سال لے لیتے ہو اس سال تھوڑی سی زمین کی پیداوار میں ہمارا حصہ رکھو اس زمین میں جو نفع اور نقصان ہو آدھا ہمارا اور آدھا تمہارا۔ تب ہم تم کو ڈھائی ہزار روپیہ قرض دیں گے۔ اس نے منظور کر لیا اب مابین میں یہ طے ہوا کہ ۱۹۵ ایکڑ زمین کی آبادی میں جو پیداوار ہوگی اس کا آدھا حصہ کاشتکار کا اور آدھا زمیندار کا اور زمیندار کے حصے میں سے آدھا ہمارا گورنمنٹ کا مالیہ اور آب یانہ بھی نصف ادا کروں گا اگر فصل خراب ہوگئی تب بھی مالیہ اور آبیانہ ادا کروں گا اور مبلغ ۲۵۰۰ روپے دو قسطوں میں واپس لوں گا۔ برائے کرم بہت جلد جواب سے عنایت فرما کر مشکور فرمائیں۔

آدم بھائی اسٹیشن

﴿ج﴾

یہ سودا قطعاً حرام اور ناجائز ہے یہ سود ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳۰ ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ

کیا سونے کی خرید و فروخت موجودہ نوٹوں سے جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اس سے قبل ایک سوال برائے استفتاء ارسال کیا تھا جس میں موجودہ سکہ یا نوٹ کے عوض ادھار سونا چاندی کی خرید و فروخت کے متعلق دریافت کیا تھا۔ اس مسئلہ میں سکہ کی تحقیق یہ کی کہ اس میں چاندی بالکل نہیں ہے۔ اس کے متعلق عرض ہے جواب سے مشکور فرما دیں۔

ادارہ تبلیغ دین اندمی کھوئی

﴿ج﴾

ایسی صورت میں جبکہ موجودہ روپے میں چاندی بالکل نہیں تو اس روپے کے ساتھ سونا و چاندی کی خرید بیع صرف نہ ہوگی اور اس میں تقابض فی المجلس شرط نہ ہوگا۔ ادھار کے ساتھ بیع جائز ہوگی اور اسی طرح نوٹوں کے ساتھ بھی بغیر نقد بناتے ہوئے خرید و فروخت جائز ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ ہذا

سودی کاروبار کرنے والوں کے ساتھ مشترک کاروبار کرنا جائز نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جو شخص سودی کاروبار کرے اُس کے ساتھ حصہ داری یا کاروبار جائز ہے یا کہ نا جائز۔

﴿ج﴾

ہر قسم کا سودی کاروبار اور اس میں شرکت حصہ داری جرم ہے اور سودی کاروبار کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلان جنگ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳ ربیع الاول ۱۳۹۵ھ

مدرسہ کی شوریٰ کا مدرسہ کی رقم بینک میں رکھوانا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے ہاں ایک دینی مدرسہ قائم ہے اور اس کا فنڈ بجائے اس کے کہ کسی معتبر آدمی کے ہاں رہے مجلس شوریٰ کے فیصلہ کے مطابق بینک میں جمع کرایا جاتا ہے اور بوقت ضرورت بینک سے رقوم نکلوا کر کام میں لائی جاتی ہے۔ تو کیا اس مدرسہ کی رقوم کا سود بینک سے وصول کیا جائے یا نہیں۔ اگر وصول کیا جائے تو وہ کس کام میں لایا جائے یا کہ سرے سے سود لیا ہی نہ جائے بہتر ہے بہر حال بینک کاری اور دینی ادارہ کے بارہ میں تفصیلی شرعی فیصلہ تحریر فرما دیں۔

محمد عبدالعزیز بنوی مدرسہ مدرسہ اشاعت القرآن ضلع ملتان

﴿ج﴾

سودی کھاتہ میں رقم جمع کرنا کسی ضرورت کی بنا پر بھی جائز نہیں۔ اگر بینک میں جمع کرنے کے بغیر اور کوئی انتظام

نہیں ہوسکتا تو کرنٹ اکاؤنٹ میں جمع کرنے کی گنجائش ہے۔ جس میں سود نہیں دیا جاتا۔ مدرسہ کی رقم سودی کھاتہ (سیونگ) سے نکال کر کرنٹ اکاؤنٹ یعنی چالو حساب میں جمع کرلیں۔ سود وصول نہ کیا جائے اگر کرلیا ہے تو بلا نیت ثواب کسی مسکین کو دے دیں دینی مدرسہ میں خرچ نہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۷ ربیع الثانی ۱۹۵۸ء

کیا بوقت ضرورت سودی رقم استعمال کر کے پھر لوٹانا جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) سود لینے والا تو گناہ گار ہوا اور اگر کسی مجبوری کے تحت کوئی شخص رقم لیتا ہے اور سود ادا کرتا ہے تو کیا وہ بھی گنہگار ہوا۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ اگر بہت ہی زیادہ سخت ضرورت کے تحت سود (اصل سود) سے لیا جائے اور کام کیا جائے اور جب اپنے پاس پیسے ہوں تو وہ سود واپس کردیا جائے تو کیا اسلام اس بات کی اجازت دیتا ہے۔

محمد سلیم بھٹی اندرون لوہاری گیٹ ملتان

﴿ج﴾

(۱) کاروبار کرنا شرعاً حرام ہے اور کسی غرض کے لیے بھی سود لینا جائز نہیں۔ احل اللہ البیع و حرم الربوا الآیہ۔

(۲) یہ صورت مبہم ہے وضاحت کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۱ ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ

اگر سودی رقم بنک میں چھوڑنے سے کفر کی تبلیغ پر خرچ ہوتی ہے تو نکالنی چاہیے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ گورنمنٹ کے کسی ادارہ میں جمع شدہ رقم پر جو سود ملے تو کیا وہ سود کی رقم لے کر کسی مسلمان کو دینا جائز ہے یا نہ۔

فرزند علی معرفت شکور اینڈ کمپنی غلہ منڈی سرگودھا

﴿ج﴾

سود لینا کسی طرح جائز نہیں۔ سود ہر صورت میں حرام ہے۔ انگریزوں کے دور میں چونکہ سود کی رقم انگریز عدم

وصولی کی صورت میں عیسائی مشن کے حوالہ کر دیتے تھے اور اس سے کفر کی تبلیغ ہوتی تھی تو حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحب قدس سرہ نے یہ فتویٰ دیا تھا کہ کفر کی تبلیغ سے اس رقم کو بچانے کے لیے وصول کر کے فقراء پر تقسیم کر دیا جائے لیکن ثواب کی نیت سے نہیں۔ اب چونکہ وہ ضرورت باقی نہیں رہی اور اب وہ رقم سود کی کفر کی تبلیغ پر صرف نہیں ہو رہی اس لیے اب وصول کرنا حرام ہے۔ اگر کسی صاحب نے مفتی صاحب مرحوم کے اس فتویٰ سے مغالطہ میں آ کر فتویٰ دیا ہوا سے اپنی رائے کی اصلاح کرنی چاہیے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۹ جمادی الاخری ۱۴۰۰ھ

ایک شخص نے صرف امانت کی نیت سے بینک میں رقم رکھی لیکن سود مل گیا تو کیا رفاہ عام میں صرف کر سکتا ہے، کیا سینما والوں کو زمین کرایہ پر دینا جائز ہے کرنٹ اکاؤنٹ میں بھی احتمال ہے کہ روپے سودی کاروبار میں لگ جائے تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) ایک شخص نے کچھ سرمایہ بینک میں امانۃً رکھا۔ اس کا ارادہ اس پر سود لینے کا قطعاً نہ تھا۔ بلکہ سرمایہ رکھتے وقت اُس نے بینک والوں سے کہہ دیا تھا کہ وہ سود نہ لے گا۔ کیونکہ شرعاً سود لینا جائز نہیں سمجھتا۔ کچھ مدت کے بعد پتہ چلا کہ بینک کے سود کو اصل رقم کا حصہ بناتا رہا ہے۔ اب سوال طلب امر یہ ہے کہ وہ سود کی رقم جو بلا ارادہ امانت رکھنے والے کا حصہ بنا دی گئی اُسے وصول کرے اور پھر وصول کرنے کے بعد خود خرچ کرے یا کسی مسجد یا دینی مدرسہ میں لگائے یا کسی ایسے تعمیری کام پر جو عامۃ الناس (رفاہ عامہ) کے مفاد کے لیے ہو صرف کرے یا کسی غریب کو دے دے یا بینک میں رہنے دے اور پھر اُن کے اہل کار ہضم کر جائیں یا یہ سودی کاروبار کرنے والا بینک مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جائے۔

(۲) ایسے بینکوں میں جو غیر شرعی نہج پر کار کر رہے ہیں اپنا سرمایہ امانۃً ہی سہی رکھنا جائز ہے۔ کیا یہ وجہ عدم جواز بن سکتی ہے کہ موجود بینک اس سرمایہ کو سودی کاروبار میں لگائیں گے۔ کیا یہ امر تعاون بالاثم میں داخل ہوگا یا نہیں یا تحفظ سرمایہ کے لیے اسے اضطراری سود کا نام دیا جائے اور جس طرح حالت اضطرار میں شراب اور خنزیر کا استعمال کرنا جائز نہیں۔ کیا تحفظ اضطراری کیفیت میں داخل ہے۔

(۳) بینک ایک شخص کی اراضی کے قریب واقع ہے۔ کوئی شخص بینک کچھ اراضی کرایہ پر مانگتا ہے اور وثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ وہ اس زمین پر فلم (سینما) یا تھیٹر وغیرہ لگائے گا یا بالعموم ایسے لغو مخرب الاخلاق کھیل

تماشوں کا اخلاق عامہ پر بہت برا اثر پڑتا ہے۔ کیا مالک زمین کو دیدہ و دانستہ ایسے غیر شرعی امور میں مستعملہ اراضی کا کرایہ لینا جائز ہے۔ بینوا توجروا

محمد رفیق رفیق منزل ملتان

﴿ج﴾

(۱،۲) سیونگ یعنی سودی کھاتہ میں رقم جمع کرنا حرام ہے اور اعانت علی المعصیت ہے۔ اگر چہ آپ کا ارادہ سود لینے کا نہیں۔ اگر رقم کی حفاظت کا اور کوئی انتظام نہیں ہو سکتا تو کرنٹ کھاتہ یعنی چالو حساب میں جس پر سود نہیں لگتا جمع کرانا جائز ہے۔ اب کی رقم پر جو سود لگ گیا ہے وہ وصول نہ کریں اگر وصول کر لیا ہے تو بلانیت ثواب فقراء کو دے دیں۔ دینی ادارہ میں صرف نہ کریں۔

(۳) امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ان امور میں جواز کا ہے اور اجرت حلال ہے اور صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ مکروہ ہے۔ بسبب اعانۃ علی المعصیۃ کے ولا باس ببیع العصیر ممن یعلم انہ یتخذہ خمراً ومن آجر بیتاً لیتخذ فیہ بیت نارٍ او کنیسۃ اوبیعۃ او یباع فیہ الخمر بالسواد فلا باس بہ وھذا عند ابی حنیفۃ وقالا لا ینبغی ان یکرہ شی من ذالک ہدایہ ص ۴۷۰ ج ۴۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۴ ذی الحجہ ۱۳۹۳ھ

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۲۶ ذی الحجہ ۱۳۹۳ھ

مضاربت پر دی گئی رقم اگر کسی اور کاروبار پر لگا دی جائے وہ قرض ہے اس پر منافع جائز نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے عمر کو کہا کہ تم ہزار روپیہ دے دو اور ہزار روپیہ میں دے دوں گا تو بطور مشارکت کے تجارت کریں اور نفع بھی اس کا دونوں لیں گے یا کہا کہ ہزار روپے تم دے دو اور تجارت کا کام میں کروں گا اور میعاد مقرر کی کہ فلاں میعاد کو حساب کریں گے۔ اصل رقم تم لے لینا اور نفع نصف تقسیم کریں گے لیکن بعد کو یہ ثابت ہوا کہ زید نے اس رقم سے تجارت سرے سے نہیں کی ہے اور اصل رقم کو اپنے کاروبار میں خرچ کر دیا ہے۔ اب میعاد مقرر آ چکی ہے اور زید کہتا ہے کہ اگر تم کچھ نفع لینا چاہو تو میں دینے کو تیار ہوں لیکن جب زید نے سرے سے تجارت نہیں کی اور اصل رقم کو اس نے اپنے کاروبار میں خرچ کر دیا ہے تو اصل رقم کا تو وہ ضامن بنے گا لیکن کیا عمرو اس سے نفع لے سکتا ہے حالانکہ اس نے تجارت نہیں کی یا نفع نہیں لے سکتا ہے اور وہ دونوں صورتوں میں یعنی زید کی رضامندی

کی صورت میں بھی نفع نہیں لے سکتا اور عدم رضامندی کی صورت میں بھی یا فقط عدم رضامندی کی صورت میں نفع نہیں لے سکتا اور رضا کی صورت میں لے سکتا ہے۔ بینوا توجروا

اللہ دوایا بمقام خاص علی پور ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

عمر نے جب زید کو اس شرط پر رقم دی کہ زید اس سے تجارت کرے گا اور منافع نصف نصف تقسیم کریں گے تو اب جبکہ زید نے اس رقم کو اس معاملہ میں نہیں لگایا بلکہ اپنے ذاتی کاروبار میں خرچ کئے جیسا کہ جانبین اسی بات کو تسلیم کرتے ہیں تو یہ رقم جس وقت سے زید نے اپنے ذاتی کاروبار میں خرچ کی اس وقت سے رقم زید کے ذمہ قرض ہوگئی۔ اب عمر زید سے اپنا قرضہ وصول کر سکتا ہے لیکن اس کے لیے نفع بتراضی ہو یا بدون تراضی لینا جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۳ رجب ۱۳۹۰ھ

مدرسہ کی زمین بینک کو کرایہ پر دینے کے عدم جواز سے متعلق مفصل تحقیق

﴿س﴾

بینک والوں کو کرایہ پر مکان دینے سے متعلق آپ نے بڑی تاکید سے بقول صاحبین کے منع کیا ہے اس بارہ میں کتب فقہ کے مطالعہ سے اندازہ ہوا ہے کہ ان مسائل میں مسلک ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو ترجیح دی گئی ہے چنانچہ صاحب ہدایہ نے اپنے دستور کے مطابق مسلک ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو بمع دلیل آخر میں بیان کیا علاوہ ازیں بحر الرائق، شامی، قاضی خان، عالمگیری، شرح الیاس، کفایہ، نہایہ وغیرہ کتب میں اسی جانب کے دلائل کو واضح کر کے بیان کیا گیا اور بعض کتب مثلاً شرح الیاس میں صاحبین رحمہما اللہ کے قول کو ذکر تک نہیں کیا۔ علاوہ ازیں شامی کے رسم المنتہیٰ میں صراحۃً موجودہ زمانے کے مفتی کے لیے صاحبین کے مقابلہ میں ابوحنیفہ رحمہ اللہ صاحب کے قول کے مطابق فتویٰ دینے کا حکم دیا گیا ہے۔

اور دوسری جگہ پر تنویر الابصار مع در المختار ص ۳۶۰ ج ۵ میں ہے۔ ویاخذ القاضی کالمفتی بقول ابی حنیفه علی الاطلاق ثم بقول ابی یوسف ثم بقول محمد ثم بقول زفر و الحسن بن زیاد۔ وھوا لا صح ولا یخیر الا اذا کان مجتھداً بل المقلد متی خالف معتمد مذھبه لان ینفذ حکمه وینقص وھو المختار للفتوی اس کے تحت رد المحتار میں ابن عابدین لکھتے ہیں ویاتی قریباً عن الملتقط انه ان لم یکن مجتھداً فعلیه تقلیدھم واتباع رأیھم فاذا قضی بخلافه لا ینفذ حکمه وفی فتاوی ابن

الشلبی لا یعدل عن قول الامام الا اذا صرح احد من المشائخ بان الفتویٰ علیٰ قول غیرہ ازیں قسم حالات میں فقہاء رحمہم اللہ نے کہیں صاحبین کے قول کو ترجیح نہیں دی بلکہ قول امام کو مرجح قرار دیا پھر کس بنا پر قول ابی حنیفہ کے خلاف لاینبغی سے ذکر شدہ مرجوح قول پر حکم دیا گیا یہ کہ بینک سودی کاروبار کے ادارے میں اور سود کے بارہ میں وعید وارد ہوئی ہے تو اس کے مقابل شرک سے بدتر کوئی بدی نہیں۔ اس کے باوجود بیت نار، کنیسہ، بیعہ وغیرہ جو کہ شرک باللہ کے اڈے ہیں ان کے واسطے بقول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ اجارہ جائز ہے۔ علیٰ ھذا القیاس باوجود علم کے شراب فروشی کرنے والے کو دکان اجارہ پر دینا ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ہاں درست ہے جس کے پینے والے پر شرعاً حد جاری کی جاتی ہے ان تمام قسموں کے اجارہ میں فعل کی قباحت کو بذریعہ مستاجر قرار دیا گیا۔ پیش نظر مسئلہ میں اجارہ بینک میں ان سے مزید کیا قباحت ہے جس کی بنا پر صاحبین کے مسلک کو معمول بہ قرار دے کر فسخ معاملہ تک کا حکم صادر فرمایا۔

طالب تحقیق عبدالحق عفی عنہ ازو ہوا
۲۳ شوال ۱۳۹۴ھ

﴿ج﴾

گرامی نامہ ملا مدرسہ کی زمین بینک کو کرایہ پر دینا صاحبین کے قول کے مطابق بچند وجوہ منع کیا ہے۔

(۱) زمین وقف ہے دینی تعلیم اور اس کے مصالح کے لیے اسے ربوی اڈہ اور فروغ کے لیے استعمال کرنا واقفین کے منشاء کے قطعاً خلاف ہے جس کی واضح دلیل عوام کا احتجاج ہے۔

(۲) کنیسہ بیعہ وغیرہ اجارہ کا معاملہ ذمیوں کے ساتھ ہے اور اسی طرح شراب فروش اور اسلام میں ان چیزوں کو ان کے حق میں حکماً ممنوع قرار نہیں دیا۔ بخلاف یہاں کے کہ یہاں معاملہ مسلمانوں کے درمیان ہے جہاں پر کسی فریق (آجر موجر) کو بھی ربوی معاملہ کرنے یا اس کے فروغ کی اجازت نہیں۔ لہٰذا اس معاملہ کو کنیسہ وغیرہ پر قیاس کرنا درست معلوم نہیں ہوتا اس کی تائید فقہاء کی ان جزئیات سے ہوتی ہے ولو استاجر المسلم من الذمی بیعۃ لیصلی فیھا لم یجز (قاضی خان ص ۳۲۴ ج ۲) اذا استاجر رجلا لیخت له زالخ اداجر سطو ونحو ذلک تطیب له الاجرۃ الا انه اثم بھذا الانه اعانته المعصیۃ (فتاویٰ سراجیہ علی ھامش قاضی خان ص ۲۴۱ ج ۴ و جاز حمل خمر ذمی باجرۃ ھذا عند ابی حنیفۃ وعندھما لا یجوز ولا یحمل له الاجر واجارۃ بیت بالسواد لیتخذ بیت نار او کنیسۃ او بیعۃ او یباع فیه الخمر ھذا عند ابی حنیفه الیٰ قوله وانما قال بالسواد لانه لا یجوز فی الامصار اتفاقاً وفی سوادنا لا یمکنون منھا فی الاصح فان ما قال ابوحنیفۃ یختص بسوادا الکوفۃ فان اکثر اھلھا ذمی فاما فی سوادنا فاعلام الاسلام فیه ظاھرۃ فلا اجازۃ فیه لبناء الکنائس (شرح وقایہ کتاب الکراھیہ ص ۵۸ ج ۴)

قوله وحمل خمر ذمی الخ قیده بالذمی لان خمر المسلم لایجوز حمله لانه لا یصلح

مالکا ولا بائعا ولا عاملا به واما الذمی فان الخمر علی اعتقادهم لیس بحرام وان کان حراما عند بعضهم لکنهم یعتقدونه انه مال لهم فاذا کان الامر کذلک وحمله مسلم ولا تقوم المعصیة بالحمل بل بالشرب فجاز للمسلم ان یحمله ویاخذ علیه اجرا واعلم ان کل ذلک لیس بمحمود ولا نجس وان لم یحرم بدله علی مذهب الامام لکن الاحتراز عن مثل ذلک احوط واحسن (عمدۃ الرعایۃ علی شرح الوقایۃ ایضا) فتاویٰ دارالعلوم امداد المفتیین مسلمان کا غیر مسلم کی شراب مزدوری پر لے جانا کے جواب میں لکھا ہے:

اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک ناجائز اس لیے بلاضرورت شدید اس میں مبتلا نہ ہونا چاہیے (الی قولہ) اگرچہ نفس عقد جائز ہے۔ مگر بوجہ اعانت علی المعصیۃ ایسے معاملات سے احتراز لازم ہے (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۷۱۷) حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی فتاویٰ رشیدیہ میں لکھتے ہیں:

سوال: مکان وغیرہ ایسے لوگوں کو کرایہ پر دینا کہ جو شراب اور دیگر محرمات اس میں فروخت کرتے ہوں یا خود افعال خلاف شرع ممنوعات اس میں کریں یا کفار کہ وہ بت پرستی کریں منع اور داخل اعانت علے المعصیۃ ہوگا یا نہیں۔

جواب: ایسے لوگوں کو کرایہ پر دینا دکان درست نہیں حسب قول صاحبین کے اور امام صاحب کے قول سے جواز معلوم ہوتا ہے کہ مکان کو کرایہ پر دینا گناہ نہیں۔ گناہ بفعل اختیار مستاجر کے ہے۔ مگر فتویٰ اسی پر ہے کہ نہ دیوے کہ اعانت گناہ کی ہے۔ لاتعاونو علے الاثم والعدوان (فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۴۲)

ایک اور سوال: نشہ فروش کو واسطے فروخت مسکرات کے دکان یا دکان کرایہ پر دینا جائز ہے یا نہیں اور اس میں حنفیہ کا مذہب اصح کیا ہے۔

جواب: اصح اور فتاویٰ اس پر ہے کہ نہ دیوے فقط رشید احمد (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۰۲)

دینی مدارس اسلام کے مرکز ہیں اور مدارس کی زمین بینک کے لیے دینا اور معاملات والوں سے میل جول رکھنا درست نہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بنی اسرائیل معاصی میں واقع ہوئے عالموں نے منع کیا وہ باز نہ آئے پس ان کے پاس بیٹھنے کے ساتھ کھانے پینے لگے پس ان کے دلوں کا ان کے دلوں پر اثر پڑ گیا۔ پس لعنت کی ان پر بزبان داؤد و عیسیٰ بن مریم کے یہ اس وجہ سے ہوا کہ انہوں نے نافرمانی کی اور حد سے تجاوز کرتے تھے راوی کہتے ہیں کہ تکیہ لگائے بیٹھے تھے اٹھ بیٹھے فرمایا کبھی تم کو نجات نہ ہوگی جب تک اہل معاصی کو مجبور نہ کرو۔ (رواہ ترمذی وابوداؤد بحوالہ مشکوٰۃ ص ۴۳۸)

سودی کاروبار اور بنکاری نظام کی حوصلہ شکنی اس زمانہ میں حتی الوسع فرض و واجب ہے اور اس اجارہ سے اس کی

حوصلہ افزائی اور تائید ہوتی ہے وغیرہ۔

لہٰذا ان وجوہ کی بنا پر اگر عوام کو دینی ضرر سے بچانے کے لیے صاحبین کے قول کو اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ بلکہ ضروری ہے خصوصاً جبکہ ائمہ ثلاثہ بھی اسی جانب ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد انور شاہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۱ ذوالحجہ ۱۳۹۴ھ

حرف بحرف اتفاق ہے۔

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲۲ ذوالحجہ ۱۳۹۴ھ

سودی رقم مدرسہ کے طلباء پر خرچ کرنا بینک میں چھوڑنے سے بہتر ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں کہ زید کا تقریباً ایک لاکھ روپیہ امپیریل بینک میں جمع ہے اور اس کا جو سود مرتب ہو گیا ہے اس کو زید مذکور لینے سے انکاری ہے اور زید مذکور کے نہ لینے کی وجہ سے مرتب شدہ سود مرزائی مشن پر خرچ ہوتا ہو تو کیا ایسی صورت میں جمع کردہ رقم کسی اسلامی درسگاہ پر خرچ کرنا چاہے تو اس کے لیے شرعاً کیا حکم ہے۔

سائل محمد خلیل الرحمٰن خان قصبہ چکر الدرس ضلع سرگودھا

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں ضرور بینک سے سودی رقم وصول کرے اور اس کو پھر مدرسہ میں طلبہ پر خرچ کر سکتا ہے۔ وہاں بینک میں ہرگز نہ چھوڑے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۱ المحرم

اگر کوئی شخص سود لینا نہ چاہتا ہو لیکن بینک دے دے تو کیا پھر بھی گناہ گار ہو گا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بینک میں رقم رکھنے کے متعلق مالک سود نہیں لیتا لیکن بینک سود ضرور دیتا ہے۔ کیا اس سود کا وبال مالک پر آتا ہے یا بینک پر۔

﴿ج﴾

بینک کے سودی کھاتہ میں بغرض حفاظت رقم جمع کرنا اگرچہ سود لینے کا اردہ نہ ہو یہ بھی گناہ ہے اس لیے کہ اس میں اعانت ہے سود خوروں کی اور حدیث میں سود کے معاملات میں اعانت کرنے والوں پر بھی لعنت آئی ہے۔ نیز قرآن

شریف میں وارد ہے ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان الآیہ۔ الحاصل صورت مسئولہ میں مالک بھی گنہگار ہوگا۔ اگر رقم کی حفاظت کی اور کوئی صورت نہ ہو سکے اور بینک میں جمع کرنا ہی ہے تو چلتے حساب یعنی کرنٹ کھاتہ میں جمع کیے جائیں کہ کرنٹ کھاتہ میں سود نہیں لگتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۷ جمادی الاخری ۱۳۹۲ھ

بینک سے حاصل شدہ سودی رقم کسی غریب لڑکی کے لیے جہیز تیار کرنا یا آوارہ کتوں کی اہلاک پر خرچ کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ بینک میں روپیہ رکھا ہوا تھا جس پر بینک نے میرے روپیہ پر سود لگا کر میرے کھاتہ میں جمع کر دیا ہے۔ کیا وہ سود والا روپیہ مندرجہ ذیل ضروریات میں سے کسی پر خرچ کیا جا سکتا ہے۔

(۱) کسی بیوہ عورت کو دیا جائے۔
(۲) کسی غریب کی لڑکی کے جہیز کے لیے۔
(۳) کسی رفاہی کام کے لیے مثلاً نکاسی کی نالیاں وغیرہ۔
(۴) سکول کی مرمت یا عمارت
(۵) آوارہ اور باؤلے کتوں کو مارنے کے لیے (کارتوس خریدنے پر)
(۶) کسی دوسرے بینک سے قرضہ لیا ہوا ہو اس پر جو سود دینا ہے یہ سود ادھر دیا جا سکتا ہے یا نہیں۔
(۷) جس بینک نے سود دیا ہے اُسی بینک سے میرے ایک رشتہ دار نے قرضہ لیا ہوا ہے اس کا سود میں ادا کروں۔
(۸) اگر کسی مد میں بھی خرچ نہیں کر سکتا تو پھر یہ روپیہ جلا دوں۔

محمد منصور ملتان

﴿ج﴾

سود اگر لیا نہیں تو لینا درست نہیں۔ اس لیے کہ سود آپ کا حق بھی نہیں اگر لاعلمی میں وصول کر لیا ہے تو بلا نیت ثواب کسی مسکین کو دے دے۔ اس سے سودی قرض ادا کرنا درست نہیں۔ اگر بینک نے آپ سے کوئی سود وصول کرنا ہے پہلے وہ ادا کریں پھر اپنا حق سمجھتے ہوئے اس مقدار کی رقم اسی بینک سے وصول کر سکتا ہے۔ سودی رقم اوقاف اور دینی امور میں صرف کرنا درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲۲ صفر ۱۳۷۵ھ

ٹریکٹر خریدنے کی مندرجہ ذیل دونوں صورتیں جائز ہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ حکومت ٹریکٹر فروخت کرنے کے لیے دو صورتیں بناتی ہے رقم پر سود لگا کر بالاقساط کچھ مدت تک ادا کرو یا رقم سود کو یک مشت ادا کر دو۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ دونوں صورتیں عدم جواز میں آتی ہیں یا دونوں جواز کے تحت آتی ہیں یا ان میں ایک جائز اور ایک ناجائز ہے۔ نیز کسی تاویل وحیلہ سے شکل جواز برآمد ہوتی ہے۔ تو اس پر مطلع کریں۔

عبدالمجید شہباز پور صادق آباد ضلع رحیم یار خان

﴿ج﴾

میرے خیال میں دونوں صورتیں جائز ہیں۔ اگر یکمشت رقم (ثمن وسود) ادا کر دی جائے تو وہ جو بھی نام رکھیں سموھا ماشئتم۔ ہمارے نزدیک سب اس کا ثمن ہے اور اگر کچھ یکمشت اور کچھ بالاقساط ادا کی جائے تو بھی یہ سب اس کا ثمن ہے۔ بعض نقداً اور بعض نسیۃً اس میں بھی کوئی قباحت نہیں ہے۔ ثمن معلوم اجل معلوم فساد کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ نام رکھنے سے سود نہیں بنتا۔

البتہ اگر یہ بھی ساتھ شرط ہو کہ اگر رقم اقساط کے مطابق نہ ادا کی گئی تو ثمن میں کچھ اور اضافہ ہوگا تو یہ شرط فاسد ہے۔ اس سے عقد فاسد ہو جائے گا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۲ محرم ۱۳۹۵ھ

نذر اور قسم کا بیان

اگر صحیح یاد نہ ہو کہ صرف زبانی وعدہ کیا یا قسم اٹھائی تھی تو اب کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہماری بڑی ہمشیرہ صاحبہ نے جن کی عمر تقریباً ۶۰ برس ہے تقریباً ۴۰ برس گزرے ایک عہد اپنے دل میں کیا تھا۔ (یا قسم اٹھائی تھی اچھی طرح یاد نہیں) کہ ہر روز سوا پارہ قرآن پاک کی تلاوت کروں گی۔ تاکہ قرآن پاک پر خوب روانی حاصل ہو جائے۔ آج تک ان کا معمول یہی ہے۔ اگرچہ اب عمر بڑھ جانے کی وجہ سے نہ صرف اُن کو تکلیف ہوتی ہے بلکہ اتنا بڑا وظیفہ روزانہ ضروری سمجھنے کی وجہ سے پوری توجہ قرآن پاک کے مضمون کو دی جانی مشکل ہو جاتی ہے۔ آپ کی رائے اس بارہ میں قابل قدر ہوگی کہ وہ آئندہ کے لیے بہرحال روزانہ وظیفہ سوا پارہ کا جاری رکھیں یا احتیاطاً کفارہ وغیرہ (جو آپ بتلائیں) ادا کر کے وظیفہ حسب توفیق کم کر دیں۔

سردار حیات اللہ خان ضلع ڈیرہ اسماعیل خان

﴿ج﴾

اگر اس نے حلف نہیں اٹھایا صرف وعدہ ہے تو معذوری کی صورت میں اس کی خلاف ورزی کرنے سے کوئی گناہ یا کفارہ لازم نہیں آتا اور اگر حلف اٹھایا ہے اور وہ اب معذور ہے تو ایک روز تلاوت سوا پارے کی چھوڑ دے اور اس کے بعد کفارہ ادا کرے۔ کفارہ یہ ہے کہ دس مساکین کو صبح شام کھانا کھلا دے یا دس مساکین کو پورے کپڑے بنا دے۔
اگر دس مساکین کو بقدر صدقہ فطر مثلاً پونے دو سیر یا دو سیر انگریزی گندم ہر ایک کو صدقہ کر دے تو یہ صبح و شام دو وقتہ کھانے کی جگہ کفایت کر جاتا ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۳ محرم ۱۳۹۱ھ

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات، قرآن کریم کے علاوہ کسی نبی یا مرشد کی قسم جائز نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے کہ ایک شخص مثلاً زید اپنے بھائیوں کو قسمیں دلاتا ہے کہ تم زمین کو بیچ دو اور چھوٹوں نے بڑے بھائی کا کہا مان کر قرآن شریف کی اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور خداوند تعالیٰ کی قسمیں کھائیں کہ ہم یہ کام کریں گے۔ تو اب سوال یہ ہے کہ قسم ہوگئی یا نہیں۔ اگر ہوگئی ہے تو پورا کرنا ہوگا۔ اگر قسم پوری نہیں کرنی تو اس کا کفارہ کیا ہوگا۔

﴿ج﴾

شرعاً حلف صرف اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کا اٹھایا جاتا ہے۔قرآن چونکہ کلام اللہ ہے اور کلام خدا کی صفت ہے اس لیے فقہا نے قرآنی قسم کو ہی جائز قسم قرار دیا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم اٹھانا جائز نہیں۔اس لیے اللہ تعالیٰ اور قرآن کی قسم تو شرعاً درست ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم درست نہیں بلکہ اس قسم کے گناہ سے توبہ لازم ہے۔البتہ خدا اور قرآن کی قسم صحیح اور معتبر قسم ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ اگر انہوں نے زمین بیچنے اور اس کام کے لیے مدت یعنی کوئی معیاد مقرر نہیں کی تو آخر وقت موت تک جب بھی وہ زمین بیچ دیں گے وہ قسم سے بری ہو جائیں گے اور اگر مدۃ العمر انہوں نے زمین نہ بیچی تو آخری وقت بحالت نزع جب یہ تحقق ہو گیا کہ اب وہ زمین بیچنے کی قدرت بالکل سلب کر چکے ہیں اس وقت وہ حانث ہو جائیں گے اور اس کے مرنے کے بعد اگر وصیت کر لی تو اس کے مال سے کفارہ ادا کیا جائے گا اور اگر کوئی مدت مقرر کی ہے کہ مثلاً ایک سال تک فروخت کروں گا تو ایک سال گزرنے کے بعد وہ حانث ہو جائیں گے اور انہیں کفارہ ادا کرنا ہوگا۔سال سے قبل نہیں۔کفارہ اگر غنی ہے تو دس مساکین کو ہر ایک کو بقدر صدقہ فطر صدقہ دے گا یا دس مساکین کو کپڑے بنادے گا اور اگر غنی نہیں مسکین ہے تو تین روزے رکھے گا یاد رہے کہ اگر حانث ہونے سے قبل کفارہ ادا کرے گا تو وہ شمار نہیں ہوگا۔یہاں تک کہ حنث سے قبل ادا کرنے کے باوجود اگر بعد میں حانث ہوا تو پھر اس پر کفارہ ادا کرنا واجب ہوگا۔واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

قسم کے انعقاد کے لیے قرآن کریم کا ہاتھ میں لینا ضروری نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید کہتا ہے کہ بکر نے کوئی کام کیا ہے۔بکر کہتا ہے کہ میں نے نہیں کیا۔ زید کہتا ہے کہ قرآن کریم ہاتھ میں لے کر قسم اُٹھالو۔بکر کہتا ہے کہ میں قسم تو اٹھاتا ہوں لیکن قرآن کو ہاتھ میں لے کر نہیں اٹھاتا۔

(۱) زید کہتا ہے کہ اگر قرآن کریم ہاتھ میں لے کر قسم نہیں اٹھاتا تو میں نہیں مانتا۔کیا قرآن کریم ہاتھ میں لے کر قسم اٹھانا جائز ہے یا کوئی قید ہے تو کس کے ذمے۔

(۲) زید نے بکر سے کسی معاملہ میں قرآن شریف اٹھوا کر قسم لے لی لیکن زید بعد میں اس پر ایمان نہیں رکھتا۔کیا زید یا بکر کے ذمے کوئی گناہ ہے۔اگر ہے تو کس کے ذمہ ہے۔اگر گناہ ہے تو اس کا کفارہ بیان کریں۔

حاجی نور محمد آڑن مرچنٹ ملتان

﴿ج﴾

(۱) قرآن کریم ہاتھ میں لے کر قسم اٹھانا جائز ہے اور ویسے بھی قسم اٹھانا درست ہے۔ کما قال فی الدرالمختار مع شرحہ ردالمختار ص ۷۱۲ ج ۳ (لا) یقسم (بغیر اللہ تعالٰی کالنبی والقرآن والکعبۃ) قال الکمال ولا یخفی ان الحلف بالقرآن الآن متعارف فیکون یمینا لیکن اسے قرآن اٹھانے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

(۲) اگر زید بکر کی قسم اور قرآن لینے کا اعتبار نہ کرے بوجہ اس کے کہ بکر کو جھوٹا آدمی سمجھے اور اس پر اعتماد نہ کرے تو اس میں زید کا کوئی گناہ نہیں ہے۔ اگر اس اعتبار نہ کرنے کا کوئی منشا موجود ہو باقی کفارہ گناہ وغیرہ کے متعلق واقعہ کی تفصیل کے بعد حکم بتایا جاسکے گا۔ فقط واللہ تعالٰی اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۴ ربیع الثانی ۱۳۸۷ھ

جب مدعی کے پاس گواہ نہ ہو اور مدعیٰ علیہ قسم سے انکار کردے تو اس پر حق واجب ہوتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ دو شخص مسمیان زید و عمرو نے مشترکہ زمین خریدی اب مسمی زید کہتا ہے کہ عمرو نے مجھ سے کچھ رقم بروقت خرید زمین نقد دستی ادھار لی تھی۔ مسمی عمرو نے انکار کردیا کہ میں نے مسمی زید سے کچھ رقم نقد دستی ادھار نہیں لی تھی۔ زید کے پاس گواہ وغیرہ کوئی نہیں ہے۔ اب زید نے عمرو سے قسم مانگی کہ تیری جگہ فلاں آدمی قسم اُٹھائے۔ عمرو نے اس قسم سے بھی انکار کردیا۔ زید نے کہا کہ عمرو رقم مسجد میں رکھ دے میں اُٹھاتا ہوں مگر عمرو نے یہ بھی نہ کیا۔ پھر پنچایت جمع ہوئی انہوں نے دونوں مسمیان زید و عمرو سے پوچھا کہ ہم دو چٹھیاں لکھتے ہیں ایک پر خارج دوسری پر ڈگری لکھتے ہیں اور قرآن شریف میں رکھتے ہیں جو چٹھی جس کے حق میں نکلے گی وہ فیصلہ ہر ایک کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ دونوں مسمیان زید و عمرو نے اس فیصلہ کو تسلیم کرلیا فیصلہ تسلیم کرنے کے بعد خارج ڈگری والی چٹھیاں لکھ کر قرآن شریف میں رکھی گئیں اور پھر اٹھوائی گئیں۔ زید کے حق میں ڈگری والی چٹھی نکلی اور عمرو مذکور سے رقم وصول کر کے زید کو دلوا دی گئی ہے۔ اب عمرو کہتا ہے کہ اس معاملہ میں جو شریعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیصلہ کرے گی مجھے وہ تسلیم ہوگا۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں فیصلہ شرعی تحریر فرمایا جائے۔ بینوا توجروا

حافظ دوست محمد بلوچ خطیب جامع مسجد ضلع جھنگ

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جبکہ زید کے پاس گواہ نہ تھے تو اس کے لیے شرعاً یہی طریقہ تھا کہ عمرو سے حلف لیا جاتا اور جبکہ عمرو نے حلف (قسم) اُٹھانے سے انکار کیا ہے تو اس کے ذمہ قرضہ واجب ہو گیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۹ محرم ۱۳۸۹ھ

جب کسی گناہ سے بطور توبہ قسم کھائی ہو اور پھر توڑ دے تو کفارہ واجب ہو جائے گا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص بخوشی ہوش وحواس مسجد میں بیٹھ کر قرآن مجید پر لکھ دیتا ہے کہ قرآن کی قسم کھا کر یہ عہد کرتا ہوں کہ میں اپنی بیوی کے سوا کسی دوسری عورت کے ساتھ برا فعل نہیں کروں گا۔ میں زید کے بغیر فلم یا اکھاڑہ نہیں دیکھوں گا۔ میں تا زندگی زید کا کہنا مانوں گا اور ساتھ نبھاؤں گا اور کسی لڑکے کے ساتھ برا فعل نہیں کروں گا۔ چند ماہ کے بعد وہ اپنی یہ قسم توڑ دیتا ہے قسم توڑنے پر کفارہ عائد ہو گا یا نہیں اور کفارہ کی تشریح فرما دیں۔
قومی کتب خانہ ضلع ملتان

﴿ج﴾

زنا، لواطت وغیرہ اس قسم کے امور سخت گناہ اور موجب عذاب ہیں۔ سچے دل سے توبہ تائب ہونا ضروری ہے۔ اگر واقعی اس شخص نے قسم توڑ دی ہے تو قسم کا کفارہ ادا کرنا واجب ہے۔ کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو دو وقتہ کھانا کھلا دے یا ہر فقیر کو پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت ادا کرے۔ اگر وہ غریب ہے اور وہ کھانا نہیں کھلا سکتا نہ قیمت ادا کر سکتا ہے تو لگاتار تین روزے رکھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳ ذی قعدہ ۱۳۹۵ھ

اگر غیر اللہ کے نام چھترا ذبح کرنے کی منت مانی تھی اب اپنی طرف سے قربان کرتا ہے کیا یہ جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے منت مانی تھی کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو لڑکا عنایت فرمائے گا تو میں

اس کو حضرت جہانیہ پیر کی ارواح دوں گا لیکن اللہ تعالیٰ نے لڑکی دی ہے اور اب میں چاہتا ہوں کہ چھترا کی قربانی کروں۔ یہ جائز ہے یا ناجائز۔

محمد بخش حرم گیٹ ملتان

﴿ج﴾

اس چھترے کو اپنی طرف سے قربانی دینے کے لیے ذبح کرنا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۳ ذی الحجہ ۱۳۹۵ھ

اگر مدعا علیہ مدعی کا حق تسلیم نہ کرے اور گواہ بھی نہ ہو تو یمین مدعا علیہ کو دی جائے گی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ خالد موصی کی وصیت کی رو سے اس کے پسر عمرو کے ذمہ کچھ نقد رقم بطور قرض واجب الاداء ہے۔ از طرف خالد موصی وصیت نامہ تحریر ہے کہ جو نقد رقم عمرو کے ذمہ واجب الاداء ہے بعد وفات خالد موصی بحصہ برابر سوئم سوئم ہوں گے۔ جبکہ خالد موصی کی زندگی میں ایک پسر بقضاء الٰہی فوت ہو گیا اور باقی دوسرے ورثاء کو اپنے باپ کے فوت ہونے پر اس وصیت پر کوئی اعتراض نہیں بلکہ بخوشی منظور کر لیا۔ اب ہر دو پسر زید و عمرو مذکورہ بالا نقد رقم بروئے وصیت نامہ جو عمرو کے ذمہ واجب الاداء ہے۔ بحصہ برابر برابر میں لیکن عمرو اب اس واجب الاداء نقد رقم کو غیر واجب الاداء گردانتے ہوئے نہ کوئی تحریری ثبوت پیش کرتا ہے اور نہ ہی کوئی گواہ ہے جبکہ وصیت نامہ خالد موصی کی رو سے عمرو کے ذمہ تحریری طور سے نقد رقم مذکورہ واجب الاداء ہے اور اپنے بھائی زید کو حصہ دینے کا پابند ہے لیکن حصہ نقد رقم دینے سے انکاری ہے اور کہتا ہے کہ میں نے یہ رقم اپنے والد کو واپس کر دی ہے۔ حالانکہ حقیقی واقعات وصیت نامہ کی رو سے اپنے والد مرحوم مغفور کی نقد رقم مذکورہ بالا سے زید اپنے حقیقی بھائی عمرو سے حصہ لینے کا حقدار بنتا ہے۔

اس معاملہ کے لیے ہر دو فریق کی طرف سے متفقہ ثالث مقرر کیے گئے ہیں جنہوں نے فیصلہ دیا ہے کہ قسم پر معاملہ نقدلین دین کو ختم کیا جائے۔

صورت مذکورہ میں قسم شریعت کی رو سے زید کے ذمہ واجب ہے یا عمرو کے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

وفی العالمگیریة ص ۳۷ ج ۴ ولو ادعی القرض او ثمن المبیع فقال رسانیده ام لا یقبل قوله ویعتبر یمین البائع والمقرض انه لم یصل فالحال ان فی کل موضع کان المال امانة فی یده فالقول قوله فی الدفع مع الیمین وکذا البینة بینته وان کان المال مضمونا علیه فالبینة بینته علی الایفاء ولا یکون القول قوله مع الیمین کذا فی الفصول العمادیه۔ روایت بالا سے معلوم ہوا کہ اس واقعہ میں زید کی قسم پر فیصلہ ہوگا۔ اگر عمر اپنے دعوی پر دو دیندار گواہ پیش کرے تو فبہا ورنہ زید سے حلف لی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۷ رجب ۱۳۹۱ھ

قرآن کریم کی قسم کھانے سے قسم منعقد ہو جاتی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اللہ ڈیوایا ولد سوہارا اور اللہ بخش ان دونوں نے آپس میں دعا خیر کی اور ساتھ ہی قرآن اُٹھا دیا اور اللہ بخش نے کہا کہ میری لڑکی بالغ ہو چکی ہے کہ میں شادی کروں گا اور اللہ ڈیوایا کو کہا کہ تم اپنی لڑکی کی قبولت کر دیویں۔ پھر اللہ ڈیوایا نے چھ سال تک کوشش کی کہ اللہ بخش کو کہا کہ تم اپنی لڑکی کی شادی کرو اور اللہ بخش نے شادی نہیں کر دی۔ اللہ ڈیوایا کی لڑکی بالغ ہو چکی ہے۔ اللہ ڈیوایا کی لڑکی نے انکار کر دیا کہ میں اس جگہ شادی نہیں کرتی۔ اب اللہ ڈیوایا اپنی لڑکی کی مرضی کے مطابق جہاں لڑکی کا خیال ہے اس کی شادی کرتا ہے اور اللہ ڈیوایا کہتا ہے کہ اگر شریعت اجازت دے کہ میں دوسری جگہ شادی کر دوں کیونکہ پہلی جگہ نکاح نہیں ہوا تھا صرف وعدہ وعید اور ساتھ قرآن کیا تھا۔ اب جس طرح شریعت بتلا دے میں اسی طرح کروں اور جو حد شریعت کی ہے میں مانوں گا۔

دریا خان ضلع میانوالی

﴿ج﴾

اگر ان دونوں نے قرآن کی قسم کھا کر لڑکی دینے کا وعدہ کیا ہے تو یہ قسم پوری کرنا ضروری ہے۔ اگر کسی اور جگہ لڑکیوں کا نکاح کریں گے تو حانث ہو جائیں گے اور کفارہ قسم دینا لازم ہو جائے گا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ حلف پورا کر کے جہاں وعدہ کیا ہے لڑکی دے دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۸ ذیقعدہ ۱۳۸۹ھ

گزشتہ زمانہ میں اگر گناہ ہو گیا ہو اور حلف بالطلاق اُٹھا کر انکار کرے تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید شادی شدہ ہے۔ ایک رات فلم دیکھتا ہے صبح عمر زید سے پوچھتا ہے کیا تو نے رات فلم دیکھی تھی زید انکار کرتا ہے۔ عمر نے زید سے کہا کیا قسم کھائے گا؟ زید نے کہا ہاں۔ عمر نے کہا ان الفاظ سے قسم کھانے سے شرعاً طلاق ہو جاتی ہے۔ زید صرف یہ کہتا ہے ہو جائے۔ یعنی لفظ کا اعادہ نہیں کرتا عمر قسم کے الفاظ بیان کرتا ہے واللہ باللہ تم تاللہ چنانچہ زید کہتا ہے واللہ باللہ تاللہ میں نے فلم نہیں دیکھی۔ زید ان الفاظ کے ساتھ طلاق کا بالکل ذکر نہیں کرتا اور نہ ہی اس کی طلاق کی نیت ہے۔ کیا زید کی بیوی کو طلاق ہو جائے گی اور شرعاً یہ الفاظ طلاق کے لیے استعمال ہوتے ہیں اور زید چونکہ جھوٹا ہے کیونکہ اس نے فلم فی الواقع دیکھی جس کا بعد میں وہ خود اقرار کرتا ہے اس کی کیا سزا ہے۔ یعنی اس کو کفارہ قسم ادا کرنا ہوگا یا نہ۔ بینوا توجروا

السائل عبدالمجید ماہڑہ

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں زید کی بیوی پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی۔ البتہ جو بات ہو چکی ہے اس پر زید نے جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھائی ہے۔ اس پر وہ سخت گنہگار ہے لیکن اس پر کوئی کفارہ شرعاً واجب نہیں بلکہ صرف یہ واجب ہے کہ وہ ندامت کے ساتھ توبہ کرے اور استغفار کرے۔ لحدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند البخاری ومسلم الکبائر الاشراک باللہ (الی قولہ) والیمین الغموس مشکوۃ ص ۱۷۔ وفی الھدایۃ ص ۴۵۸ ج ۱ فالغموس ھو الحلف علی امور ماض یتعمد الکذب فیہ فھذہ الیمین یاثم فیھا صاحبھا وفی الدر المختار وھی کبیرۃ مطلقاً وفی الھدایۃ ولا کفارۃ فیھا الا التوبۃ والاستغفار۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۸ھ

مدعا علیہ اگر قرض دینے سے انکاری ہے اور قسم نہیں کھاتا تو رقم اس کے ذمہ ثابت ہو جائے گی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرع متین دریں مسئلہ کہ زید نے اپنی نقد رقم پانچ ہزار روپیہ کو دفن کر دیا گھر میں۔ تقریباً دو برس کے بعد تحقیق و سنبھال کی۔ اسی اثناء میں زید کا چھوٹا بھائی جس کی عمر تقریباً ۱۳ برس کی ہے اس کو کسی طرح

رقم مدفون کا علم ہوا تو اس نے نکال لی۔ بعد ازیں خالد کے لڑکے چار ہیں بکر، محصور، ناصر، رازق یہ اجنبی ہیں۔ زید عمر برادری کے نہیں ہے۔ ان کو علم ہوا ہے کہ عمرو کے پاس رقم ہے۔ دوستانہ تعلق قائم کر کے اکٹھے کھاتے رہے اور کچھ نقد بھی لیتے رہے۔ کچھ مدت کے بعد مدفون رقم کی زید نے سنبھال کی تو رقم نہ ملی۔ آخر نالہ وفریاد ہوئی تو عمرو نے کہا کہ رقم میرے پاس ہے۔ چنانچہ زید سے کہا لاؤ رقم مجھے دو۔ اس نے کہا اچھا کچھ دن کے بعد دوں گا۔ اسی اثنا میں عمر نے بکر وغیرہ سے مطالبہ کیا کہ مجھے بھائی تنگ کرتا ہے مجھے رقم دو میں واپس کرتا ہوں تو بکر نے کہا کہ اچھا ہم دیتے ہیں آخر کئی دن گزر گئے۔ زید نے عمرو کو تنگ کیا اور عمرو نے بکر کو آخر بکر نے کہا کہ رقم نہیں ہے۔ یہ حالات پوشیدہ ہوتے رہے۔ جب ان کا علم ہوا تو عمرو نے کہا زید کو کہ میں نے رقم بکر کو اکتیس صد روپیہ دیا ہے۔ ایک ہزار ایک دفعہ اور بارہ سو دوسری دفعہ اور نو صد تیسری دفعہ۔ ساڑھے آٹھ صد محمود کو دی۔ تین صد ایک دفعہ، تین صد دوسری دفعہ اور اڑھائی صد تیسری دفعہ۔ اور ایک صد رازق کو اور ایک صد ناصر کو اور ایک صد ان کی والدہ زینب کو کلی مجموعہ ساڑھے بیالیس صد ہوا اور باقی ساڑھے سات صد روپیہ عمرو اور مذکورہ بالا اشخاص نے عیاشی وغیرہ میں خرچ کر دیئے ہیں۔ جب زید نے اور عمرو نے اور بلال وغیرہ نے مل کر مطالبہ کیا خالد کے لڑکے نے کہا ہمارا پانچ ہزار روپیہ دو تو بکر وغیرہ نے انکار کر دیا کہ ہم نے کچھ نہیں دینا عمرو کا۔ آخر وہ مایوس ہو کر چلے گئے۔ پھر صبح سویرے عزیز کے پاس جھگڑا گیا تو عزیز نے جانبین کو بلایا تو بکر نے عزیز کے پاس بلا انکار کہہ دیا کہ مجھے عمرو نے پانچ صد روپیہ دیا تھا جس سے میں نے ایک دن بعد میں واپس کر دیا اور چار صد دینا ہے۔ باقی رقم کے متعلق مجھے کوئی علم نہیں اس کے بعد محمود کو بلایا گیا اس نے تین صد کا اقرار کیا کہ ایک صد میں نے بعد میں واپس کر دیا تھا اور دو صد کے کبوتر وغیرہ لے گیا تھا۔ لہٰذا باقی رقم کا میرے اوپر جھوٹ۔ ناصر اور رازق دونوں نے انکار کر دیا کہ ہم نے لیا ہی نہیں ہے اور ان کی والدہ زینب بھی انکار کرتی ہے اب فرمائیں کہ یہ ساری رقم ان کو دینی پڑتی ہے جو عمرو کہتا ہے یا جو بکر وغیرہ اقرار کرتے ہیں۔ وہ دینی ہوگی۔

﴿ج﴾

اگر زید کے چھوٹے بھائی کے پاس اس بات کے گواہ ہوں کہ میں نے فلاں فلاں کو اتنی رقم دی تو فبہا پھر تو گواہ پیش کر کے تو رقم شرعاً ان کے ذمہ ثابت ہو جائے گی اور اگر وہ نہیں تو پھر جنہوں نے قرض لیا ہے تو جس قدر رقم وہ تسلیم کرتے ہیں وہ تو ثابت ہے اور بقیہ میں ان کو قسم دی جائے گی کہ ہمیں اتنی رقم وہ جتنا وہ دعویٰ کرتے ہیں نہیں دے گئے۔ اگر وہ قسم اٹھالیں پھر وہ بری الذمہ ہو جائیں گے اور اگر انکار کر لیں تو بمقدار دعویٰ رقم ان کے ذمے واجب ہو جائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۳ محرم ۱۳۸۹ھ

اگر کسی نے قسم کھائی ہو کہ مقتول کے ورثاء کو اپنی زمین نہ دوں گا لیکن اس کے لڑکوں نے زمین دے دی تو کیا وہ حانث ہوگا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین متین مسئلہ مذکور کے بارے میں کہ

(۱) مثلاً زید کے لڑکوں نے دو اجنبی شخصوں کے ساتھ مل کر قتل کیا۔ مقتول کے ورثاء نے اجنبی مذکور شخصوں سے دو لڑکیاں بعوض قتل نکاح میں لے لیں اور صلح کر لی۔ صلح مذکور سے صرف زید مذکور یہ حلف اُٹھا کر علیحدہ ہو گیا کہ میں مقتول کے ورثاء کو رشتہ بعوض قتل دینے کو تیار ہوں۔ مگر اپنی زمین میں سے ہرگز بعوض قتل نہیں دوں گا اور اس حلف کے اٹھانے کے وقت زید مذکور اپنی جائیداد کو اپنے لڑکوں کے نام پر تقسیم کر چکا تھا۔ اب زید کے لڑکوں میں سے کوئی اپنے حصہ کی جائیداد مقتول کے ورثاء کو دے کر صلح کرے تو اس صلح کے اثر سے زید حانث ہوگا کہ نہیں۔ نیز زید اگر حانث ہو تو پھر مقتول کے ورثاء سے اپنا تعلق رکھ سکتا ہے کہ نہیں اور ساتھ یہ بھی واضح ہو کہ زید کے نام والی زمین اور لڑکوں والی زمین مشترکہ پڑی ہے۔ تقسیم نہیں ہوئی صرف سرکاری کاغذات میں لڑکوں کے نام منتقل شدہ ہے اور زید کے لڑکے زید کی رضا کے بغیر صلح نہیں کر سکتے۔ ایسی صورت میں لڑکوں کی اپنے حصہ کی زمین دے کر زید کے حلف پر اثر انداز ہوں گے یا کہ نہیں۔

(۲) نیز زید مذکورہ کے داماد نے بایں الفاظ حلف اُٹھایا کہ اگر اس کے قتل کے عوض زید مذکور اپنی زمین نہ دے تو میں اپنی زمین دے کر اگر صلح نہ کروں تو زید کی لڑکی مجھ پر تین طلاق سے حرام ہوگی۔ اب اگر زید اپنی زمین نہ دے تو اس کے داماد کی قسم کا کیا حل ہے اور اگر دے تو اس کی اپنی قسم کا کیا حل ہے۔ واضح رہے کہ زید کا حلف بھی تین طلاق کے ساتھ تھا۔

ربنواز تحصیل دار ملتان

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں اگر زید یہ زمین علیحدہ کر کے کسی ایک بیٹے کو قبضہ بھی دلا دے اور وہ بیٹا اس زمین کو قبض کرنے کے بعد مقتول کے ورثاء کو دے دے تو زید حانث نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
یکم ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ

تعویذ وغیرہ کے شک کی صورت میں فیصلہ قسم پر ہی ہوگا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ برادرم اللہ داد خان و مراد خان بلوچ یہ شخص ان آدمیوں پر یعنی پٹھان خان، رانجھا خان، غلام حسین، ربنواز، خدا بخش اور مائی بھراواں اور مائی جنداں وغیرہ پر شک کرتے ہیں کہ انہوں نے ہماری ایک عورت پر دم تعویذ کر کے ماردی ہے۔ بھوپ نے یہ بتایا ہے۔ رانجھا خان وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ ہم سے جو شریعت پر پابند ہیں۔ جو فیصلہ مولوی صاحب کر دیں ہم کو منظور ہے۔ تا کہ شک مٹ جائے۔

مستفتی رانجھا خان

﴿ج﴾

بھوپ کی بات اس بارے میں معتبر نہیں ہے۔ ویسے ثبوت گواہوں ہی سے ہوتا ہے۔ لہٰذا بھوپ کے کہنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ صفائی دینے کے لیے مدعا علیہم قسم اٹھالیں تو کافی ہے اگر انہوں نے یہ کام نہیں کیا ہے۔

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۸ جمادی الاخری ۱۳۸۵ھ

اگر عورت نے مباشرت سے قسم کھائی ہو تو اب کیا کیا جائے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص اپنی بیوی کو ان شخصوں سے کھلے منہ ہنس کر خندہ پیشانی سے بات کرنے سے منع کرتا ہے جن کی ممانعت شرعاً ہے۔ اس کے جواب میں اس کی عورت اپنے خاوند کو کہتی ہے کہ آئندہ کے لیے میں قسم اٹھاتی ہوں کہ اگر میں تیرے ساتھ صحبت کروں تو ایمان سے خارج ہو جاؤں۔ کیا اگر بفضل خدا اس کی بیوی راہ مستقیم پر آنا چاہے تو اس عورت کے لیے کیا کفارہ ہے۔ کیا عورت اپنے خاوند کے خلاف کسی سے کھلے منہ ہنس کر کلام کر سکتی ہے۔

﴿ج﴾

عورت کا دوسرے اجنبی کے سامنے بے پردہ آنا درست نہیں۔ یہ قسم منعقد ہو چکی۔ صحبت کرے اور کفارہ ادا کرے۔ دس مساکین کو صبح شام کھانا کھلائے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کفارات کا مصرف دینی مدارس کے طلباء ہیں یا نہیں
کفارہ میں صرف روٹی کی قیمت دی جائے گی یا سالن کی بھی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) آیا کفارات ظہار و حلف و صیام کا مدارس عربیہ کے ذریعہ بایں طور ادا کرنا جائز ہے یا نہیں کہ مکفر دس یا ساٹھ مساکین کے دو وقتہ کھانے کی قیمت لگا کر رقم کفارہ مدرسہ میں داخل کرا دے۔

(۲) بصورت جواز اہل مدرسہ کو مد کی تصریح ضروری ہے یا نہیں۔

(۳) نیز اس صورت میں فقط روٹی کی قیمت لگائی جائے یا ترکاری و سالن کی بھی۔ جبکہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ گیہوں کی روٹی تو روکھی بھی کافی ہے اور دوسری چیزوں کی روٹی کے ساتھ ترکاری بھی ضروری ہے۔ فقط بینوا توجروا
عبدالستار عاقل پور ملتان

﴿ج﴾

(۱) مدرسہ میں اگر طلبہ کے کھلانے میں لگا دیوے تو درست ہے۔ بشرطیکہ کفارہ میں دس طلبہ کو یا روزہ کے کفار میں ساٹھ طلبہ کو بہ نیت کفارہ دونوں وقت کھلائے یا بقدر فطرہ ہر ایک کو نصف صاع (پونے دو سیر) گندم یا اس کی قیمت دیوے یا کفارے کے پورے روپے کا کپڑا خرید کر محتاج طلبہ کی ملک کر دے۔ یہ بھی درست ہے لیکن اگر اس مصرف کے علاوہ مدرسین کی تنخواہ یا تعمیر وغیرہ کاموں میں جس میں تملیک محتاج بلاعوض نہیں ہوتی کفارے کی قیمت کو صرف کیا تو کفارہ ادا نہیں ہوگا۔ اس طرح آٹھ دس برس کے بچوں کو جو کہ قریب البلوغ نہ ہوں کھانا کھلانے سے کفارہ ادا نہیں ہوتا۔ البتہ اگر ان کو مقدار کفارہ دیدے تو درست ہوگا۔

(۲) مد کی تصریح ضروری ہے اس لیے کہ اپنے مصرف کے بغیر خرچ کرنے سے کفارہ ادا نہیں ہوتا۔

گیہوں کی روٹی ہو تو روکھی بھی درست ہے اور جو، باجرہ وغیرہ کے ساتھ کچھ سالن دینا بھی ضروری ہے۔ فقط گندم کی روٹی کی قیمت دے دے تو جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۰ صفر ۱۳۹۰ھ

محض شک کی وجہ سے اگر کوئی قسم اٹھالے تو کیا اُس پر کفارہ ہوگا

﴿س﴾

اصل واقعہ یوں ہے کہ ایک عورت کو کچھ تکلیف رہتی تھی اس نے علاج وغیرہ کروایا مگر کوئی فرق نہ ہوا۔ آخر اس نے کسی تعویذ دینے والے سے مشورہ کیا تو اس نے کہا کہ تم پر کسی نے کچھ کیا ہوا ہے۔ یعنی جادو وغیرہ یا تعویذ پانی میں گھول کر سر میں ڈالے اور پلائے وغیرہ وغیرہ۔ اس سے پیشتر مریضہ کو پہلے ہی سے ایک عورت پر کچھ شک تھا اس کے بتانے پر شک اور بھی زیادہ ہوگیا۔ آخر یہ بات کھل گئی اور اس عورت تک بھی پہنچ گئی۔ جس پر شک تھا تو اس عورت نے اس مریضہ کے سامنے قرآن مجید اُٹھالیا اور کہا کہ اگر میں نے تم پر جادو وغیرہ یا تعویذ پلائے ہوں تو مجھے قرآن مجید تباہ کر دے اور یہ کہہ کر اس مریضہ کو بھی قرآن مجید دے دیا کہ اب تم اٹھاؤ تو مریضہ نے بھی قرآن مجید اٹھالیا۔ اب مریضہ کو صرف شک ہی تھا کوئی ٹھوس ثبوت تو نہیں تھا۔ اس کے پاس صرف تعویذ دینے والے کے کہنے پر اور شک کی صورت میں مریضہ نے قرآن مجید اٹھالیا ہے کہ تم نے مجھ کو واقعی تعویذ پلائے ہیں۔ اب مریضہ کو دوسروں نے بھی کہا ہے کہ تمہیں نہیں اُٹھانا چاہیے تھا۔ اب مریضہ اگر کفارہ ادا کرے تو اس کے لیے کیا کرنا چاہیے۔

نذیر احمد چٹان ہوزری ملتان

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جبکہ مریضہ کو اس عورت کے تعویذ پلانے کا یقین نہ تھا صرف شک تھا تو ایسی صورت میں قسم اُٹھانا جائز نہ تھا۔ اس عورت نے جو قسم اٹھائی ہے یہ یمین غموس ہے جو کہ گناہ کبیرہ ہے۔ اس کا مالی کفارہ نہیں بلکہ مالی کفارہ سے اس کا گناہ زیادہ ہے۔ اس کا کفارہ یہ ہے کہ یہ عورت توبہ استغفار کرے اللہ تعالیٰ سے اپنی غلطی کی معافی مانگے اور ندامت کا اظہار کرے۔ **قال فی الهداية اليمين علی ثلاثة اضرب اليمين الغموس ويمين منعقدة ويمين لغو والغموس هو الحلف علی امر ماض يتعمد الكذب فيه فهذه اليمين ياثم فيها صاحبها لقوله عليه السلام** ص ۴۵۸ ج ۲۔ بہرحال خوب تحقیق کی جائے اور تحقیق کے بعد حسب بالا عمل کیا جائے فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۰ محرم ۱۳۸۹ھ

کسی ادارہ کے تمام ملازمین نے جب قرآن پر ہاتھ رکھ کر عہد وفاداری کیا ہو تو پورا نہ کرنے کی صورت میں کفارہ ہو گا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی ادارہ کے تمام ملازمین نے اپنے مطالبات منوانے کے لیے ایک کمیٹی بنائی اور تمام اراکین نے قرآن پاک پر ہاتھ رکھ کر اور خدا کے حاضر ناظر کے الفاظ ادا کر کے حلف اٹھایا کہ ہم اس بات کے پابند ہوں گے کہ جب تک ہمارے مطالبات تسلیم نہیں کیے جائیں گے مطالبہ کرنے والے کی حمایت تمام اراکین کریں گے لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ چند اراکین کو یہ معلوم نہ تھا کہ ٹیچروں نے آغاز ملازمت کم گریڈ پر شروع کی ہے۔ یہ بات حلف کے وقت بتائی نہیں گئی مطالبات میں سے یہ صرف ایک بات ہے جو معلوم نہ تھی مطالبات پر ہمدردانہ غور کرنے کا وعدہ انتظامیہ نے کر لیا ہے۔ ایسی صورت جبکہ مطالبات ابھی تسلیم نہیں ہوئے اپنے لیڈر کے ساتھ حلف پر قائم رہنا ہمارے لیے کہاں تک ضروری ہے۔ مطالبات میں سے ایک یہی ہے کہ جن ملازمین نے کم گریڈ پر چاہے وہ کسی صورت میں ہی کام کرنا تسلیم کر لیا اور اس کے بارے میں جن کو معلوم نہیں تھا اور انتظامیہ تسلیم نہ کرے تو اس مطالبہ کی حمایت کرنا سب پر لازم ہے یا جن کو معلوم تھا ان پر۔

﴿ج﴾

چونکہ مطالبات میں کم گریڈ پر کام کرنے والے ٹیچروں کا مطالبہ بھی شامل تھا اس لیے کسی کو اگر معلوم نہ بھی ہو پھر بھی سب کو اس حلف پر قائم رہنا ضروری ہے۔ اگر اس حلف پر قائم نہ رہے تو کفارہ ادا کرنا واجب ہو گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر کوئی شخص یہ کہے ''فلاں بات پر مجھ سے قسم اٹھوالو'' کیا قسم ہو جائے گی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص کہے کہ مجھ سے قرآن مجید اٹھوالو یعنی قسم لے لو اور دوسرا کہے کہ مجھ سے قسم لے لو تو اس بات سے قسم ہو جاتی ہے یا نہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ جب انہوں نے یہ بات کہی ہے تو قسم ہو گئی ہے اور قسم پر اعتبار کر کے طلاق دی ہے۔ آیا یہ قسم ہوئی ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

اس بات سے قسم نہیں ہو جاتی۔ کما ھو الظاہر محض وعدہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۷ ربیع الاول ۱۳۸۶ھ

اگر کسی شخص نے پانچ صد میں سے کچھ روپے مکان کی مرمت اور کچھ مقدمہ پر لگایا ہو اور حلف میں صرف مکان کا ذکر ہو تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے کسی کو مکان فروخت کر دیا۔ زید کے لڑکے عمرو نے کسی کے کہنے پر شفعہ کر دیا یہاں تک کہ فیصلہ عدالت میں گیا۔ حاکم نے مشتری کے مطالبہ پر کہا کہ کیا واقعی تمہارا پانچ صدروپیہ مکان پر خرچ آ گیا ہے یا نہیں۔ تو مشتری نے جواباً کہا کہ ہاں میرا ۵ صدروپیہ آ گیا ہے تو حاکم نے کہا طلاق اٹھانی پڑے گی۔ تو اس مشتری نے طلاق اُٹھا دی ہے مشتری نے گھر آ کر حساب کیا تو خرچہ پانچ صد سے زائد بنتا تھا پھر وکیل سے پوچھا گیا کہ کیا حاکم نے پانچ صدروپیہ خرچہ صرف مکان کا لگایا ہے یا وکیل وکلاء یا مقدمہ وغیرہ پر جو خرچ ہوا ہے وہ بھی ساتھ معاملہ ہے تو وکیل نے کہا کہ صرف مکان کا حساب لگایا۔ حالانکہ مکان پر مشتری نے پانچ صد سے کم خرچ کیا اور مشتری کی نیت سب خرچہ مقدمہ وکیل مکان کی تھی اب قابل غور یہ بات ہے کہ طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں۔ مکمل جواب عنایت فرمائیں۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں اگر واقعی مشتری کی نیت قسم اٹھاتے وقت سب خرچہ مقدمہ و وکیل و مکان کی تھی اور مجموعہ خرچہ پانچ سو یا پانچ سو سے زیادہ ہو تو یہ مشتری حانث نہیں ہے اور اس کی طلاق واقع نہیں ہوئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

معاملہ آپ کے ساتھ ہے اگر واقعی نیت ایسی ہو جیسے سوال میں مذکور ہے تو طلاق واقع نہیں ہوتی۔

فقط عبداللطیف غفرلہ معاون مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۴ ربیع الثانی ۱۳۸۴ھ

مجرم بیٹے کی جگہ جھوٹی قسم کھانا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین درج ذیل مسئلہ میں کہ ایک عادی شراب غنڈہ طبیعت نوجوان مسمی عبدالرحمٰن نے اپنے سوتیلے اور سگے بہن بھائیوں کے معلم رفیق احمد کو مارا پیٹا۔ ہونٹ پھٹ گیا اور ناک کی ہڈی ٹوٹ گئی اور بعد ازاں رفیق احمد کے زیر کفالت بچے شاہد مختار کو دولت کے نشہ میں ایک تیز دھار آلہ سے چھ ضربات پہنچائیں۔ پولیس نے زیر دفعہ ۳۲۵ یعنی ناقابل راضی نامہ اور زیر دفعہ ۳۲۴ مقدمات درج کر کے تفتیش شروع کر دی۔ تھانہ چھاؤنی پر نیم پنچائیت

مجرم کے والد نے ہر دو جرائم سے قسم دے کر انکار کرنے پر رعایت مانگی اور اولاد کی قسم کھا کر کہا کہ عبدالرحمٰن نے ٹیچر رفیق احمد کو اور نہ ہی اس کے زیر کفالت بچہ شاہد پر ہاتھ اٹھایا۔ جواباً رضا کارانہ طور پر مضروب نے بھی ہاتھ اٹھانے کی تصدیق قسم کھا کر کر دی۔

(۱) کیا مجرم سے قسم لینی چاہیے تھی یا مضروب سے۔

(۲) اگر شرعاً یہ فعل درست نہیں تو بہتر صورت کیا ہے۔

(۳) کیا جھوٹی قسم کے احساس پر کفارہ ادا کر دیا جائے تو سابقہ صورت بحال ہو جائے گی۔

(۴) کیا کفارہ کے لیے لواحقین و ہمسایوں کو کوئی دخل دینا چاہیے۔

(۵) کفارہ ادا نہ کرنے کی صورت میں شرعاً فیصلہ و اثرات کیا صادر ہوں گے۔

ٹیچر رفیق احمد شادمان کالونی بہاولپور روڈ ملتان چھاؤنی

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال اگر واقعی مسمی عبدالرحمٰن نے رفیق احمد کو مارا پیٹا تھا اور اس کے باوجود یعنی عبدالرحمٰن کے والد یہ جانتے ہوئے کہ اس کے لڑکے نے رفیق احمد کو مارا ہے پھر بھی اس نے قسم کھائی ہے کہ اس کے لڑکے نے نہیں مارا تو یہ یمین غموس ہے اور یہ سخت گنہگار بن گیا ہے اور اب کفارہ سے اس گناہ کا تدارک ممکن نہیں یعنی کفارہ واجب نہیں۔ اس کی معافی کی یہ صورت ہے کہ یہ شخص سچے دل سے اس گناہ سے توبہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے خلوص دل کے ساتھ معافی مانگے اور بیٹے کے جرم کا اقرار کر کے مضروب کو راضی کرے۔ **قال فی الهدایة الیمین الغموس هو حلف علی امر ماض یتعمد الکذب فیه فهذه الیمین یاثم فیها صاحبها. لقوله علیه الصلوٰة و السلام من حلف کاذباً ادخله الله النار و لا کفارة فیها الا التوبة و الاستغفار هدایه ص ۴۵۸ ج ۲** ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۵ ربیع الاول ۱۳۹۴ھ

اگر ایک ساتھی نے دوسرے کو کہا کہ ہمارے ساتھ رہو اُس نے ناراضگی کی وجہ سے قسم باطلاق اٹھائی کہ نہیں آؤں گا تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید، عمرو، بکر تین شخص شہر سے باہر قضائے حاجت کے لیے جا رہے تھے راستے میں ایسے ہی گفتگو شروع ہوئی تو زید نے حضرت مفتی محمود صاحب کے بارے میں ناشائستہ الفاظ کہے چونکہ بکر

مفتی محمود صاحب کا معتقد تھا اس لیے ایک دوسرے پر بہت گرم ہوئے۔ بالآخر تینوں قضائے حاجت کے لیے الگ الگ چلے گئے جب فارغ ہوگئے تو بکر نے عمرو سے کہا کہ جس دن ہمارے ساتھ زید آتا ہے تو لڑائی ہو جاتی ہے۔ یہ تینوں شخص کافی مدت سے روزانہ صبح کو اکٹھے جایا کرتے تھے۔ اس پر عمرو نے کہا کہ چلو کوئی بات نہیں آجاؤ لیکن زید نے انکار کیا تین چار مرتبہ عمرو نے زید کو بلایا مگر اس نے انکار کیا اس کے بعد تھوڑی دیر کے لیے تینوں خاموش ہوگئے اور پھر عمرو نے کہا کہ آجاؤ اس پر زید نے الفاظ کہے کہ اگر میں تمہارے ساتھ آجاؤں تو میری بیوی کو تین طلاق اس کے بعد وہ واپس ہو گیا اور ان کے ساتھ اس وقت نہیں چلا۔ اب سوال یہ ہے کہ زید بکر اور عمرو کے ساتھ کس وقت جائے تو طلاق واقع ہوگی۔ اگر ایک ایک کے ساتھ الگ الگ گیا تو کیا پھر طلاق ہوئی۔ مفصل تحریر فرمائیں۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں یمین فور ہے اگر اس وقت ساتھ ہو جاتا تو اس کی منکوحہ مطلقہ ہو جاتی ہے لیکن جب اس وقت ساتھ نہیں گیا تو اب اگر کسی وقت ان کے ساتھ باہر جائے گا تو اس کی زوجہ پر طلاق واقع نہ ہوگی۔ **شرط للحنث فی قوله ان خرجت مثلا فانت طالق او ان ضربت عبدک فعبدی حر لمرید الخروج و الضرب فعله فوراً لان قصده المنع عن ذلک الفعل عرفاً ومدار الایمان علیه وهذه تسمی یمین الفور الی ان قال...... وکذا فی حلفه ان تغدیت فکذا بعد قول الطالب تعال تغد معی شرط للحنث تغدیه معه ذلک الطعام الموعود الیه (الدر المختار مع شرحه ردالمختار ص ۷۶۱ ج ۳۔** واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۵ ربیع الاول ۱۳۹۵ھ

جب مدعی کے گواہ جھوٹے ہوں تو مدعا علیہ قسم اُٹھا سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس معاملے میں کہ الف نے ب پر جھوٹا مقدمہ عدالت میں دائر کر دیا ہے اور بااثر افراد کی وجہ سے جھوٹی گواہیاں بھی دلوائی ہیں۔ فریق ب یعنی مدعا علیہ بطور صفائی میں عدالت میں قرآن پاک اٹھا سکتا ہے۔

حافظ فاروق احمد گوجرنوالہ

﴿ج﴾

بحکم حدیث ''**البینة علی المدعی والیمین علی من انکر**'' گواہ پیش کرنا مدعی کے ذمہ ہیں اور اگر مدعی کے پاس معتمد علیہ گواہ نہ ہوں تو مدعی علیہ کے ذمہ حلف ہے۔

پس صورت مسئولہ میں اگر واقعۃً گواہ جھوٹے ہیں تو مدعا علیہ اپنی صفائی پر حلف اٹھانے میں شرعاً گناہگار نہ ہوگا۔
فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۹ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ

کیا مدعا علیہ کی جگہ کوئی اور قسم اٹھا سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ شرعاً حلف مدعی اور مدعی علیہ کس کے ذمہ ہے۔ کیا مدعا علیہ کی صفائی میں کوئی اجنبی شخص حلف اٹھا سکتا ہے۔ اگر وہ حلف اٹھاتا ہے تو اس کی صورت کیا ہوگی۔

خورشید عباس گردیزی

﴿ج﴾

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم البینة علی المدعی والیمین علی من انکر کے مطابق مدعی کے ذمہ گواہ اور مدعا علیہ کے ذمہ حلف ہے یعنی اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہو اور مدعا علیہ سے حلف اُٹھانے کا مطالبہ کرے تو مدعا علیہ پر حلف اُٹھانا لازم ہو جاتا ہے۔ مدعی کے حلف پر فیصلہ کرنا درست نہیں۔ نیز مدعا علیہ کی جگہ کسی اور شخص سے حلف کا مطالبہ کرنا درست نہیں۔ البتہ مدعا علیہ کا تزکیہ اور صفائی بیان کرنا جبکہ اس کا جرم میں بری ہونے کا یقین ہو جائز ہے۔ خصوصاً اگر مدعی کا اصرار ہو اور صفائی بیان کرنے والے کی بدولت ایک بے گناہ انسان کی جان و مال بچ سکے تو اس کی صفائی دینا لازم ہے اور اپنے معلومات کی حد تک اس پر حلف اٹھانا شرعاً وہ مجرم نہ ہوگا لیکن مدعی کو اس قسم کے حلف کا مطالبہ کرنا درست نہیں۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ایک شخص نے مرغے کو کہا کہ اگر صبح میں تجھے ذبح نہ کروں تو بیوی کو طلاق، مرغا رات کو مر گیا کیا حکم ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص کا مرغا تھا جس نے عشاء کے وقت اذان دی اس نے کہا کہ اگر میں نے صبح اُٹھ کر تجھے ذبح کر کے نہ کھایا تو میری بیوی میرے اوپر حرام ہے۔ تو اچانک وہ مرغا اُسی رات مر گیا ہے۔ صبح اُٹھے تو مرغا مرا ہوا تھا۔ تو کیا اس صورت میں اس کی بیوی مطلقہ ہو جائے گی یا نہیں۔

غلام محی الدین

﴿ج﴾

وفی العالمگیریۃ ص ۹۴ ج ۲ ولو حلف لیاکلن ھذا الطعام (الی) وان وقتہ بوقت فقال لیاکلن ھذا الطعام الیوم فمات الحالف قبل مضی الیوم لا یحنث بالاجماع وان ھلک ذلک الطعام قبل مضی الیوم لا یحنث قبل مضی الیوم بالاجماع حتی لا تلزمہ الکفارۃ۔ روایت بالا سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں شخص مذکور کی عورت پر طلاق واقع نہ ہوگی۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کیا منت کی رقم شریک بھائی کو دی جاسکتی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے نذر مانی کہ میں جو کمائی کروں گا اس میں سے دسواں حصہ اللہ کے واسطے دوں گا کیا وہ اس نذر کو اس بھائی کو بھی دے سکتا ہے جو اس کے ساتھ شریک ہو اور خرچ وخوراک ایک جگہ ہو جدا نہ ہوا ہو یا صرف اس بھائی کو دے سکتا ہے جو اس سے جدا ہو اور الگ رہتا ہو اور اگر جدا نہ ہو اور طالبعلم اور مسافری میں رہتا ہو تو اس کو بھی دے سکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

حکیم عبدالواحد نزیڑ ملاخیل

﴿ج﴾

واضح رہے کہ یہ نذر صحیح ہے کیونکہ عبادت مقصودہ من جنسہ واجب کی نذر ہے اور اضافت سبب ملک کی طرف اس میں موجود ہے۔ لہٰذا یہ نذر واجب الایفاء ہے۔ کما قال فی البدائع ص ۹۰ ج ۵ (ومنھا) ان یکون المنذور بہ اذا کان مالا مملوک النا ذر وقت النذر او کان النذر مضافاً الی الملک او الی سبب الملک الخ اور اس نذر کو وہ اپنے ان تمام بھائیوں کو دے سکتا ہے جو فقراء ہوں۔ خواہ اس کے ساتھ شریک ہوں یا اس سے جدا مقیم ہوں یا مسافر۔ کما قال فی البحر ص ۲۴۲ ج ۲ وفیہ اشارۃ الی ان ھذا الحکم لا یخص الزکاۃ بل کل صدقۃ واجبۃ لایجوز دفعھالھم کاحد الزوجین کالکفارات وصدقۃ الفطر والنذور وقید باصلہ وفرعہ لان من سواھم من القرابۃ یجوز الدفع لھم وھو اولی لما فیہ من الصلۃ مع الصدقۃ کالاخوۃ والاخوات والاعمام والعمات والاخوال والخالات الفقراء فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۶ شوال ۱۳۸۶ھ

اور وہ بھائی اس کو کسی ایسی جگہ صرف نہ کرے جس سے نذر دینے والے کو کسی قسم کا فائدہ پہنچے۔ گویا وہ اُسے اپنے انفرادی کام میں لگائے مشترک کام پر نہیں۔ ورنہ صحیح نہ ہوگا۔

والجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۷ شوال ۱۳۸۶ھ

کیا منت کی رقم دایہ کی محتاج بیٹی کو دی جاسکتی ہے

﴿س﴾

میں نے خدا سے عہد کیا تھا کہ جب میری جائیداد سے آمد آئے گی تو اس میں سے کچھ حصہ اللہ کے نام پر دوں گی۔ اب میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ میرے گھر میں دودھ پلانے والی دایہ رہتی ہے۔ اس کی لڑکی کی شادی ہونے والی ہے اور وہ لڑکی کے لیے امداد مانگنا چاہتی ہے۔ کیا مجھ پر جائز ہے کہ جو رقم میں نے خدا کے نام پر دینی تھی میں اُس رقم سے اُس دائی کی امداد کر سکتی ہوں جبکہ وہ میرے ہی گھر نوکری کر رہی ہے۔

﴿ج﴾

اگر یہ دائی مسکین ہے تو اس کی امداد کر سکتے ہیں لیکن یہ امداد کام کے عوض نہ دیوے اور نہ اس امداد کا اس پر احسان و منت کرے۔ بلکہ لوجہ اللہ ان کی اعانت کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۶ ربیع الاول ۱۳۹۵ھ

جس شخص نے چاولوں کی دیگ کی نذر مانی ہو کیا وہ رقم دے سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی نے نذر مانی تھی کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں ہر مہینہ کی گیارہ کو ایک دیگ چاولوں کی پکا کر غرباء میں تقسیم کروں گا لیکن نذر ماننے والا اب کہتا ہے یہ چاول پکے ہوئے تو گھر والے اور دوست کھا جاتے ہیں اس وجہ سے کہ اگر میں چاولوں اور نمک اور مرچ کا حساب کر کے جو رقم بنے گی اس کو غرباء میں تقسیم کر دوں تو کیا یہ جائز ہے یا کہ نہیں۔ علاوہ ازیں ایسی نذر کا پورا کرنا ٹھیک ہے یا کہ نہیں۔

خدا بخش متعلم مدرسہ ہذا

﴿ج﴾

نذر صحیح ہے اور چاول وغیرہ کی قیمت لگا کر فقیروں کو دینا بھی جائز ہے۔ فی الدر المختار ص ۷۳۶ ج ۳

ومن نذر نذراً مطلقا اور معلقا بشرط و کان من جنسه واجب ای فرض وهو عبادة مقصودة خرج به الوضوء وتكفين الميت ووجد الشرط المعلق به لزم الناذر لحديث من نذر وسمى فعليه الوفاء بما سمى كصوم وصلاة وصدقة ووقف واعتكاف واعتاق رقبة وحج ولو ما شيا فانها عبادات مقصودة ومن جنسها واجب لوجوب العتق فى الكفارة والمشى للحج على القادر من اهل مكة والقعدة الاخيرة فى الصلوٰة وهى لبث كالاعتكاف ووقف مسجد للمسلمين واجب على الامام من بيت المال والافعلى المسلمين انتهى۔وفى الدرالمختار ايضاً ۱۴۷ ج ۳ نذر ان يتصدق بعشرة دراهم من الخبز فتصدق بغيره جاز ان ساوى العشرة كتصدقه بثمنه. انتهى واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۹ رجب ۱۳۸۸ھ

کیا کسی پیر کے مزار پر منت پوری کرنا جائز ہے
جس منت کے پوری کرنے کو مزار سے مشروط کیا گیا ہو گھر میں ادا ہو سکتی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ آج سے بیس سال قبل میں اپنی برادری کے ہمراہ آٹا گھٹا کے سلسلہ میں جہانیاں پیر گیا تھا۔ یہ منت ہماری برادری کے ایک فرد کی طرف سے تھی۔ وہاں میں نے بھی یہ منت مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے مکان کا مالک بنادے تو میں بھی یہاں یعنی پیر جہانیاں پر آ کر اسی طرح آٹا گھٹا دوں گا۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے میں نے یہ منت اللہ کے نام کی مانی تھی۔ یہ بھی شبہ ہے کہ شاید جہانیاں پیر کے نام کی منت ہو۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے میں ایک مکان کا مالک بن گیا ہوں۔ لہٰذا (۱) یا شرعاً یہ منت وہاں جا کر دینا جائز ہے۔ (۲) یا اس سے انحراف کر دینا جائز ہے یا اس کو اپنے گھر ہی پر ادا کر دینا جائز ہے۔ ان صورتوں میں کون سی صورت شرعاً جائز اور درست ہے۔

نوٹ: وہاں پر گوشت میں صرف نمک ڈال کر یخنی پکائی جاتی ہے۔

غلام محی الدین زرگر ملتان

﴿ج﴾

اگر منت اللہ تعالیٰ کے نام کی اور اس کی رضا وتقرب کے لیے ہو تو صرف اتنا کہا جائے کہ ایصال ثواب کسی

بزرگ کی روح کو کیا جائے تو یہ نذر جائز ہے۔اس میں ضروری ہے کہ جو کچھ کھلائے فقراء مساکین کو کھلائے۔صاحب نصاب لوگوں کو اس میں سے کچھ نہ کھلائے اور اس نذر کو اس پیر کی مزار پر لے جا کر کھلانا ضروری نہیں ہے۔البتہ اگر یہ نذر اس بزرگ کے نام کی ہو یعنی اس سے اس بزرگ کا تقرب مقصود ہو تو یہ نذر حرام ہے اور اس کا کھانا بھی حرام ہے۔ سنن ابی داؤد میں یہ حدیث ہے۔ لانذر الا فی ما ینبغی بوجه الله اور بحر الرائق ص ۲۹۸ ج ۲ میں ہے واما النذر الذی ینذره اکثر العوام الی ان قال فما یؤخذ من الدراهم والشمع والزیت وغیرها وینقل الی ضرائح الاولیاء الکرام تقرباً الیهم فحرام باجماع المسلمین. مع قوله لانه حرام بل سحت۔

(۱) اگر یہ نذر مزار والے کے نام کی ہے تو پھر اس سے انحراف جائز ہے۔

(۲) اگر یہ نذر اللہ کے نام کی ہو تو گھر میں بھی دے سکتے ہو۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۶ جمادی الاولی ۱۳۹۶ھ

جس بکرے کو کسی خانقاہ یا مزار کی نذر کی ہو وہ اپنے استعمال میں لایا جا سکتا ہے یا نہیں

اگر نماز میں ''اِتَّخَذَ اِلٰی رَبِّہٖ مَاٰبًا'' کے بجائے ''اِتَّخَذَ اِلٰی رَبِّہٖ سَبِیْلًا'' پڑھا گیا تو نماز ہو گئی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) زید نے ایک بکرا خانقاہ کی منت کا بعوض گوشت کے جو کہ پیر کی منت کا بکرا (چھترا) خانقاہ پر چھوڑ آتے ہیں جس کا اب حکومت کی طرف سے ٹھیکیدار گوشت وصول کرتا ہے۔لہٰذا اب قابل دریافت امر یہ ہے کہ یہ بکرا زید مذکور کے لیے کیسا ہے کیا وہ اس کو اپنے استعمال میں لا سکتا ہے یا نہ کیونکہ اب اختلاف پڑا ہوا ہے۔بعض کہتے ہیں یہ بکرا حرام ہے اس کو استعمال نہیں کیا جا سکتا ہے۔کیونکہ یہ غیر اللہ کے نام کا ہے اور بعض کہتے ہیں کوئی حرام نہیں ہے اور اس کو استعمال میں لانا جائز ہے اس لیے کہ زید نے تو قیمتاً خرید کیا ہے لہٰذا برائے مہربانی اس مسئلہ کو مدلل و مفصل تحریر فرمائیے۔بینوا بالکتاب توجروا بیوم الحساب۔

(۲) امام فرض نماز میں ''اِتَّخَذَ اِلٰی رَبِّہٖ مَاٰبًا'' کی جگہ ''اِتَّخَذَ اِلٰی رَبِّہٖ سَبِیْلًا'' پڑھ لے تو نماز ہو جائے گی یا دوبارہ نماز پڑھنی ہو گی برائے کرم بحوالہ کتب مسئلہ تحریر فرما دیں۔

﴿ج﴾

(۱) تقریب الی غیر اللہ کے لیے کسی جاندار کو نامزد کرنا اور نذر ماننا باتفاق و باجماع حرام ہے اور یہ بھی متفق علیہ

ہے کہ اس فعل سے یہ جانور اپنے مالک کی ملک سے خارج نہیں ہوتا لیکن یہ بات محل غور و تامل ہے کہ اگر مالک خود اس جانور کو بیع کر دے یا ہبہ کر دے اور ذبح کرنے کی اجازت دے دے تو دوسروں کے لیے اس کا کھانا اور اس سے نفع اٹھانا جائز ہے یا نہیں۔ اس خاص جزئیہ کے ماتحت تو فقہاء حنفیہ کی کوئی تصریح نظر سے نہیں گزری لیکن تعظیم غیر اللہ کے لیے جو نذر یا منت مانی جائے اس کے حرام و ناجائز ہونے کی تصریحات نہایت واضح طور پر کتب فقہ میں موجود ہیں اور جس طرح وہ شیرینی وغیرہ جو کسی غیر اللہ کی نذر مانی جائے حرام و ناجائز ہے اسی طرح یہ جانور بھی حرام ہونا چاہیے اور اس کا گوشت کھانا یا بیچنا ناجائز ہونا چاہیے۔ البتہ اگر مالک اپنی نیت تعظیم غیر اللہ سے توبہ کر لے تو یہ حرمت رفع ہو جائے گی اور اس کا کھانا یا بیچنا اس کے لیے بھی جائز ہوگا اور دوسروں کے لیے بھی کھانا جائز ہو جائے گا۔ (تفصیل فتاویٰ دار العلوم امداد المفتیین دیوبند ص ۲۷۷ جلد دوم میں ملاحظہ ہو) یہاں بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص نے بکرے کی نیت سے رجوع کر لیا ہے ورنہ وہ کیوں فروخت کرتا اگر رجوع کر لیا ہے تو جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

(۲) نماز جائز ہے معنی میں خطأ فاحش نہیں ہے نیز یہ بھی قرآن کا لفظ ہے۔

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۴ ربیع الاول ۱۳۸۹ھ

غیر اللہ کی نذر حرام ہے اور اللہ کی نذر کسی کے ایصال ثواب کے لیے جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ نذر غیر اللہ جائز ہے یا کہ نہ۔

﴿ج﴾

واضح رہے کہ نذر کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ نذر بزرگوں کے نام کی ہو یعنی ان سے بزرگوں کا تقرب مقصود ہو تو اس کا کرنا اور کھانا حرام اور سخت گناہ ہے۔ بلکہ تقرب الی غیر اللہ میں خوف کفر ہے۔ کیونکہ یہ نذر غیر اللہ ہے جس میں صریح مخالفت احادیث صریح میں وارد ہے۔ سنن ابی داؤد میں حدیث ہے **لا نذر الا فيما ابتغى به وجه الله** درمختار میں ہے۔ **واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یوخذ من الدراهم والشمع والزیت ونحوها الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیهم فهو بالاجماع باطل و حرام مالم یقصد و اصرفها لفقراء الانام وقد ابتلی الناس بذلک ولا سیما فی هذه الاعصار (الی قوله) لان حرام بل سحت** الخ ردالمحتار میں ہے **قوله باطل و حرام لوجوه منها انه نذر لمخلوق والنذر للمخلوق لا یجوز لانه عبادة والعبادة لاتکون للمخلوق (الی قوله) ومنها ان ظن ان المیت یتصرف فی**

الامور دون الله تعالٰی واعتقاده ذلک کفر اللهم الا ان قال یاالله انی نذرت لک ان شفیت مریضی اورددت غائبی او قضیت حاجتی ان اطعم الفقراء الذین بباب السیدة النفیسة الی قوله مما یکون فیه نفع للفقراء والنذر لله عزوجل وذکر الشیخ انما هو محل لصرف النذر المستحقیه القاطنین الخ ص ۴۳۹ ج ۲ (من البحر ملخصا)

دوسری صورت یہ ہے کہ نذر اللہ تعالیٰ کے نام کی اور اس کی رضا و تقرب کے لیے ہو صرف اتنا کیا جائے کہ ایصال ثواب کسی بزرگ کی روح کو کر دیا جائے تو یہ جائز ہے۔ **کمافی الشامیة قوله مالم یقصد** والخ **ای بان تکون صیغة النذر لله تعالٰی للتقرب الیه ویکون ذکر الشیخ مرادا به فقراء ہ کما مر ولا یخفی ان له الصرف الی غیرهم کما مر سابقا** (ایضاً) اھ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۸ ربیع الثانی ۱۳۸۸ھ

کسی بزرگ کے مزار پر ذبح کرنے کی منت ماننا شرک ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع دریں صورت مسئولہ میں کہ

(۱) ایک شخص نذر غیر اللہ کی مانتا ہے فلاں پیر بزرگ کی جگہ داستان پر بکرا ذبح کروں گا حالانکہ اس کے ہمسائے زیادہ محتاج اور غریب ہیں۔ اس کو کہا گیا ہے کہ اگر بزرگ کی جگہ پر جانا ہے تو بکرا کو ذبح کر کے ہمسائگان کو کھلا دیا جائے اور بعد بزرگ کی جگہ پر بلا کسی روک ٹوک کے جا سکتے ہو کیونکہ ہمسائگان بھی ایسے مفلس اور نادار ہیں کہ ایک وقت کا کھانا ہوتا ہے اور دوسرے وقت میں بھوک ہڑتال تو بکرا غیر اللہ کی جگہ پر جا کر ذبح کرنا کیسا ہے۔ بمع حوالہ کتب صفحہ اور عورتوں کو بھی ساتھ لے جا کر بکرا ذبح کیا جاتا ہے اور کھایا جاتا ہے کیا یہ حلال ہے یا حرام ہے۔

نوٹ: ساتھ یہ عقیدہ بھی ہوتا ہے کہ ہم نے بزرگ کی جگہ بکرا ذبح نہ کیا تو ہمارے بال بچوں کو تکلیف و نقصان پہنچے گا دفع مضرت کے لیے یہ سب کچھ کیا جاتا ہے۔

(۲) دو بہنیں باپ اور بیٹے سے نکاح کر سکتی ہیں یا نہ (ایک بہن لڑکے کے باپ سے اور دوسری بہن لڑکے سے نکاح کرے) کیا یہ جائز ہے یا نہ۔ بینوا توجروا

المستفتی سلطان احمد سکندر آباد ضلع ملتان

﴿ج﴾

(۱) نذر غیر اللہ حرام ہے جس میں خوف کفر ہے **لان النذر عبادة والعبادة لاتکون الا لله** لہٰذا ناذر پر توبہ

لازم ہے اور اس نذر کا ایفاء واجب تو نہیں بلکہ حرام ہے بکرا اس کا بوجہ توبہ کرنے کے اور نذر کو توڑنے کے جیسا چاہے استعمال کرے البتہ غریبوں کو کھلانا موجب ثواب ہے۔ عقیدہ بالا غلط عقیدہ ہے۔ شرک کے اثرات سے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

(۲) یہ نکاح جائز ہے کوئی وجہ عدم جواز کی نہیں **احل لکم ماوراء ذلک الایۃ**

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
۲۳ ذی قعدہ

جس شخص نے زمین کی پیداوار سے چالیسواں حصہ دینے کی نذر مانی ہو تو درست ہے اور عشر الگ دینا ہوگا

﴿س﴾

ہمارے علاقہ میں خصوصاً اور عموماً ہندو پاک میں یہ بدعقیدہ مسلمانوں میں دیکھا گیا ہے کہ چالیسواں حصہ اپنی ملکیت کا پیران پیر یعنی غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی کا دیتے ہیں۔ منت ہے یا ایسے ہی ہے خوش عقیدتی خاطر۔ یہ ایسا اپنے ذمہ سمجھتے ہیں جیسے زکوٰۃ کا فریضہ سونا چاندی کا چالیسواں حصہ مسلمان اسلام میں سمجھتے ہیں۔ شیطان نے اغویٰ کر کے رب تعالیٰ کی زکوٰۃ کے بحالت پیر صاحب چالیسواں حصہ لوگوں کے قلب میں منوا رکھا ہے۔ ان میں پیر کے نام پر پڑھانے کے سوا ایک فریضہ غیر کے واسطے ہو بہو زکوٰۃ پیر کو دینے کا طریقہ نظر آ رہا ہے اب ایک شخص پہلے تو اسی جہالت میں پھنسا ہوا تھا۔ اب بالکل مضبوط موحد ہے۔ اس میں شرک اور رسوم جاہلیت نظر نہیں آتی۔ مگر اس شخص نے شاید کسی مصیبت کی وجہ سے اپنی زمین کی پیدائش کا چالیسواں حصہ محض خدا تعالیٰ قدوس کے واسطہ نذر کر دیا ہے۔ اب ان کو لوگوں نے شبہ ڈالا ہے کہ چالیسواں کیوں۔ یہ بھی آپ کا مشتبہ شرک جہال مشرکین کے جیسا ہے۔ یہ نذر نیز ناجائز ہے۔ بہر حال اس کی وفا تیرے ذمہ نہیں۔ وہ کہتا ہے کہ نذر کرنے کے وقت سے لے کر اب تک میرے خیال میں وہ پرانی رسم جہال جو چالیسواں پیر کا دیتے ہیں نہیں میں نے محض اب اللہ تعالیٰ کے نام پر نذر کی ہے۔ اب یہ شخص پوچھتا ہے کہ اس نذر کی وفا ذمہ ہے یا نہ اور ہر سال دیتا رہوں کہ یہ فقط اسی سال کا ذمہ میرے اوپر واجب تھی۔ میرے فکر میں یہ یاد نہیں پڑتا کہ میں نے ہمیشہ کے واسطے نذر کی ہے یا فقط ایک سال کی۔ بینوا توجروا

مولوی فقیر محمد مہتمم مدرسہ احیاء العلوم

﴿ج﴾

جب وہ موحد ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں خالصۃً للہ اپنی زمین کی پیدائش کا چالیسواں حصہ نذر کر چکا ہوں تو یہ نذر صحیح شمار ہوگی۔ کیونکہ یہ نذر صدقہ کرنے کی ہے اور صدقہ کرنے کی نذر صحیح ہوا کرتی ہے۔ لہٰذا اس کے ذمہ واجب ہے کہ وہ

اپنی زمین کی پیدائش کا چالیسوں حصہ بموجب نذر صدقہ کرے اور عشر تو اس کے علاوہ اس کے ذمہ واجب الاداء ہوگا۔ باقی اگر وہ ایک سال کی فصل کے متعلق نذر کر چکا ہو تو ایک سال کی فصل کا چالیسواں حصہ ادا کرے اور اگر ساری عمر کے لیے کر چکا ہو تو ساری عمر فصل کا چالیسواں حصہ صدقہ کرے۔ **کما فی التنویر ص ۷۳۵ ج ۳ ومن نذر نذراً مطلقا او معلقا بشرط وکان من جنسه واجب وهو عبادة مقصودة ووجد الشرط لزم الناذر کصوم وصلاة وصدقة واعتکاف** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۹ شوال ۱۳۸۷ھ

جس شخص نے مکہ اور مدینہ کے مدارس وفقراء پر خرچ کرنے کی منت مانی اور وہاں نہ جا سکا تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے عہد کیا ہوا ہے کہ ۲ آنہ فی روپیہ اپنے کاروبار اور آمدنی سے فی سبیل اللہ خرچ کیا کروں گا۔ ایک آنہ فی روپیہ پاکستان کے غریبوں اور اداروں پر خرچ کروں گا اور ایک آنہ فی روپیہ مکۃ المکرمہ اور مدینۃ طیبہ کے مدارس عربیہ اور غرباء پر خرچ کیا کروں گا۔ تین چار سال سے عرب نہیں جا سکا اس کے پاس تقریباً پندرہ سولہ ہزار روپیہ جمع ہو چکا ہے کہ وہ عرب فنڈ پاکستانی غرباء اور مدارس پر خرچ کر سکتا ہے یا نہیں یا وہاں ہی اس روپیہ کو بھیجا جائے۔

مہر اللہ دتہ سفیر مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۸ ربیع الاول ۱۳۸۷ھ

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں اگر شخص مذکور نے عہد کیا ہے نذر نہیں مانی تب اس پر یہ بھی واجب نہیں کہ وہ رقم ضرور خیرات کرے۔ البتہ ایفاء عہد کی حد تک اسے صرف کرنا چاہیے اور اگر وہ باقاعدہ نذر کر چکا ہے تو بھی ان مخصوص غرباء وفقراء پر صرف آنہ نذر میں ضروری نہیں ہوتا جن کی تفصیل نذر مانتے وقت کی جائے۔ بلکہ ایک خاص مقام کے فقراء کی تخصیص کی صورت میں بھی نذر ماننے والا دوسرے مقام کے فقراء پر خرچ کر سکتا ہے۔ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے امداد الفتاویٰ ص ۵۶۰ ج ۲ میں تحریر کیا ہے۔ اس نذر سے یہ تخصیص لازم نہیں ہو جاتی۔ دوسرے مقام کے فقراء پر صرف کرنا بھی جائز ہے۔ علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ردالمحتار ص ۱۴۷ ج ۳ میں لکھا ہے۔ **ولا یخفی ان له الصرف الی غیر لهم انتهی**۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۲ ربیع الثانی ۱۳۸۷ھ

اللہ کے سوا کسی اور کے نام کی منت ماننا

بزرگ کے نام نذر کیا ہوا جانور بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرنے سے حلال ہو سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ کہ

(۱) منت، نذر، نیاز سوائے اللہ کے کسی اور کی ماننا جائز ہے یا نہیں۔

(۲) اگر ایک بکرا منت برائے مراد کسی بزرگ کی خانقاہ پر جا کر ذبح کرنا اور تکبیر بھی بسم اللہ پڑھنے پر جو منت بزرگ کی مانی گئی ہے کھانا گوشت کا جائز ہے یا نہیں۔

سائل محمد عبداللہ

﴿ج﴾

(۱) نذر حقیقت میں عبادت ہے اور عبادت غیر اللہ کی جائز نہیں۔ اس لیے نذر بھی سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کے نام کی جائز نہیں۔ کرنے والے پر توبہ لازم ہے۔ درمختار میں ہے **واعلم ان النذ الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یوخذ من الدراھم والشمع والزیت ونحوھا الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیھم فھو بالاجماع باطل وحرام** الخ کتاب الصوم ص ۴۳۹ ج ۲۔

(۲) جب نذر غیر اللہ بوجہ تقرب الی غیر اللہ حرام ہو گیا تو یہ بھی واضح رہے کہ تقرب بغیر اللہ کی صورت میں اگرچہ ذبح کے وقت تسمیہ اور تکبیر کہی بھی جائے تب بھی ذبیحہ حرام ہوتا ہے۔ **ذبح لقدوم الامیر ونحوہ لو احد من العظماء یحرم لانہ اھل بہ لغیر اللہ ولو ذکر اسم اللہ تعالیٰ ولو ذبح للضیف لا یحرم لانہ سنۃ الخلیل** الخ (درمختار کتاب الذبائح ص ۳۰۹ ج ۶ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲ صفر ۱۳۷۵ھ

کیا مزار کی آمدن کو دینی مدرسہ یا فقراء پر خرچ کیا جا سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے علاقہ میں ایک بزرگ کا مزار ہے۔ جہاں کہ ہر سال میلہ لگتا ہے۔ جس پر لوگ غیر اللہ کے نام کی نذر نیاز دیتے ہیں اور بکرے آ کر ذبح کرتے ہیں اور دوسری قسم کے چڑھاوے بھی چڑھاتے ہیں۔ جیسا کہ آج کل رواج ہے اور اس مزار کا متولی کوئی نہیں اس لیے اس کی آمدنی ڈسٹرکٹ بورڈ ہی وصول

کرتا ہے اور رفاہ عامہ کے کاموں میں استعمال کرتے ہیں چنانچہ ایک ممبر نے عربی مدرسہ کے لیے بھی اس آمدنی سے کچھ منظور کرالیا ہے۔ کیا اس قسم کی رقم استعمال میں لانا یا وصول کرنا جائز ہے یا ناجائز۔ کیا کسی صرف پر اس کو لایا جا سکتا ہے یا نہ۔ بحوالہ کتب جواب فرمائیں۔

﴿ج﴾

اگر چہ اس قسم کے چڑھاوے اور نذر ونیاز کرنے جائز نہیں ہیں لیکن جب ان لوگوں نے ایسا فعل کیا تو اگر چہ وہ گنہگار ہیں اور ان کا یہ مال خبیث ہے تو اس مال خبیث کو فقراء پر تصدق کر لیا جائے لیکن ثواب کی نیت اس میں نہ ہو مدرسہ عربیہ کے فقراء طالب العلموں پر یہ مال صرف ہو سکتا ہے۔ البتہ اگر مالک کی اجازت ہو جائے خواہ ان کی اجازت صریحہ ہو یا دلالتہً تو اس کا صرف کرنا فقراء طلبہ پر بالکل جائز ہوگا۔ زیلعی شرح کنز میں ہے۔ **وان کان مرسلا فهو مال ایفر فلا یجوز تناوله الا باذن صاحبه۔** در المختار پر ہے **وکذا فی الابعه کما ستبها کی بسطر الشر جنلالی** واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر پیر کے نام نذر شدہ مزار پر ذبح ہو اور کوئی مفتی اسے جائز قرار دے تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ ہماری قوم بلوچستان کی یہ مروجہ رسم ہے کہ جس وقت وبائی مرض پھیل جائے تو سنت بنام فلاں پیروں کے اس بکرے یا گائے بیل کو بعد از چند سال یا چند ایام اس پیر کے درگاہ یا خانقاہ پر لے کر وہاں بنام خدا ذبح کرتے ہیں کیا یہ مذبوح حرام ہے یا حلال اور قائل بالحرمت پر کفر کا فتویٰ دینا جائز ہے یا نہ اگر فتویٰ دیا جائے تو ایسے مفتی کے متعلق شرعی کیا فیصلہ ہے۔ بحوالہ کتب تحریر فرمادیں۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں یہ نذر لغیر اللہ ہے۔ لہٰذا یہ مذبوح حرام ہوگا۔ شامی ص ۴۳۹ ج ۲ تحت **قوله (باطل وحرام) لوجوه منها انه نذر لمخلوق والنذر للمخلوق لایجوز۔ لانه عبادة والعبادة لاتکون لمخلوق ومنها ان المنذور میت والمیت لایملک ومنها انه ان ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون الله واعتقاده ذلک کفر** الخ اگر چہ بحالت ذبح نام خدا کا ذکر کیا جائے۔ شامی ج ۶ ص ۳۰۱ میں ہے۔ **وینبغی ان یزد فی الشروط ان لا یقصد معها. تعظیم مخلوق لما سیأتی انه ذبح لقدوم امیر ونحوه یحرم ولو سمی انتهی** قائل بالحرمت پر کفر کا فتویٰ دینا ناجائز ہے اگر کسی نے دیا تو ایسے مفتی کو توبہ کرنا لازم ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جس شخص کے پاس تھوڑی زمین اور دینی کتب ہوں کیا وہ کفارۂ یمین روزہ سے ادا کر سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ چند کفارات یمین کی ادائیگی کسی شخص کے ذمہ ہے اور وہ اطعام یا اکساء جو کہ کفاہ یمین کی ادائیگی کے لیے منصوص علیہ ہیں ان میں سے کسی ایک پر بھی طاقت نہیں رکھتا سوائے اس کے کہ اس کے پاس کچھ زمین ہے جو کہ کاروباری کا ذریعہ ہے اور کچھ دینی کتابیں ہیں پھر فن فن کی کئی کئی مثلاً اصول حدیث، تفسیر، اصول فقہ، فقہ، نحو، منطق کی کئی کئی کتابیں ہیں لیکن ایک جیسی نہیں۔ ہر نسخہ دوسرے نسخہ سے متن وشرح اختصار اور طوالت کے لحاظ سے ممتاز ہے۔ گویا کہ کسی ایک کتاب کا اس لحاظ سے ایک سے زائد نسخہ نہیں ہے اور وہ شخص ایک طالب علم دین بھی ہے۔ ان کتابوں کی اسے ضرورت بھی رہتی ہے۔ وہ شخص اس زمین اور ان کتب کو تحت الکفاف سمجھتا ہے اور کفارات کو روزوں کے ذریعے ادا کرنا چاہتا ہے اور سوائے اس جائیداد کے اس کے پاس اتنا سامان نہیں ہے کہ اسے طعام یا اکساء پر استطاعت حاصل ہو جائے تو کیا یہ زمین اور یہ کتب واقعی تحت الکفاف ہیں کہ کفارہ دونوں کے ذریعہ ادا کرنا صحیح ہے یا فوق الکفاف ہیں کہ روزوں کے ذریعے کفارہ ادا کرنا صحیح نہ ہو۔ براہ کرم مدلل بیان فرمائیں تاکہ مزید تسلی کا باعث ہو نیز یہ فرمائیں کہ کون کون سی چیزیں تحت الکفاف ہوتی ہیں اور کون کون سی موق الکفاف ہوتی ہیں۔

المستفتی غلام محمد متعلم خیر المدارس ملتان

﴿ج﴾

کفارۂ یمین میں عجز کفارہ مالیہ سے اس وقت متحقق ہوتا ہے جبکہ اس کے پاس ایک دن کے کھانے کا اور لباس پہننے کا اور منزل رہنے کا نہ ہو ان امور کے تحقیق کے بعد باقی ضروریات وحاجات کو سبب عجز قرار نہیں دیا جاتا۔ ان کے علاوہ باقی حاجات سے مال کے مشغول ہونے کے باوجود کفارہ بالمال ہی ادا کرنا ہوگا۔ بالصوم کافی نہ ہوگا۔ شامی ص ۲۷، ج ۳ ففی الخانیه لایجوز الصوم لمن یملک ماهو منصوص علیه فی الکفاره او یملک بذله فوق الکفاف والکفاف منزل یسکنه وثوب یلبسه ویسترعورته وقوت یومه ولوله عبد یحتاج للخدمة لا یجوز له الصوم۔ لہٰذا کتب مذکورہ تحت الکفاف نہیں ہیں۔ ان کو فروخت کر کے کفارہ ادا کیا جائے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۳۱ جمادی الاخری ۱۳۷۷ھ

جس شخص نے چند غریبوں کو کھانا دینے کی نذر مانی ہو کیا رقم دے سکتا ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں کہ زید نے نذر مانی تھی کہ اگر لڑکا اچھا ہو گیا تو میں پانچ غریبوں کو کھانا کھلاؤں گا لیکن لڑکا اچھے ہونے کے بعد اس نے بجائے پانچ غریبوں کے صرف ایک غریب کو پانچ غریبوں کے کھانے کے پیسے دے دیئے تو نذر پوری ہو گئی یا نہیں اور کیا ان پیسوں کو کھانے میں استعمال لانا ضروری ہے یا دیگر اشیاء میں بھی خرچ کر سکتا ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں اگر ایک غریب کو دے دیا تو تب بھی جائز ہے اگر کھانے کے بجائے پیسے دیئے تو بھی جائز ہے۔ لیکن پیسے صدقۃ الفطر کی تعداد سے ایک وقت کے کم نہ ہوں درمختار میں ہے ص ۱۴۱ ج ۳ نذر ان یتصدق بعشرة دراهم من الخبز فتصدق بغيره جاز ان ساوى العشرة الخ قلت وكما لا يتعين عدده ففي الخانية ان زوجت بنتي فالف درهم من مالي صدقةً لكل مسكين درهم فزوج و دفع الالف الى مسكين جملةً جاز الخ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳۰ ذی قعدہ ۱۳۷۷ھ

اگر یہ نذر مانی ہو کہ لڑکا بیماری سے ٹھیک ہوا تو اسے عالم دین بناؤں گا تو نذر نہیں ہوئی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مثلاً زید کا بیٹا بکر بیمار ہو گیا تھا۔ حالت بیماری میں زید نے اپنے بیمار بیٹے بکر کے لیے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے بکر کو شفا کاملہ بخشی تو اُس سے دنیاوی کام نہیں لوں گا۔ بلکہ حصول علم کے لیے پیش کروں گا الا انتہاء بکر کو اللہ تعالیٰ نے شفاء عطاء فرمائی۔

تو پھر بکر کو حصول علم کے لیے مدرسہ میں داخل کیا گیا۔ دریں اثنا بکر نے قرآن مجید وہاں ختم کیا۔ کچھ فارسی وغیرہ بھی پڑھی آگے بکر کا دل نہ لگنے کی وجہ سے اس کو مدرسہ سے نکال کر دنیاوی کام میں مشغول کر دیا گیا۔ بکر کے استاد سے مشورہ کیا کہ اُس کو دنیاوی کام میں لگائیں یہ پڑھ نہیں سکتا۔ واضح رہے کہ زید کے چار لڑکے مدرسہ میں زیر تعلیم تھے۔ گھر کا کام وغیرہ کرنے والا اور کوئی نہیں تھا۔ بنابریں بکر کو دنیاوی کام میں اور باقی تین کو دینی کام میں مشغول کرا دیا۔ زید نے اپنے بیٹے بکر کو اس لیے تاکہ کام میں کچھ سہارا بنے جواب میں کیا فرماتے ہیں کہ بکر کو دوبارہ دینی کام میں مشغول کرے یا کوئی کفارہ وغیرہ دے۔

عبدالواحد قاصر ڈیروی

﴿ج﴾

نذر اپنے فعل کی منعقد ہوتی ہے نہ کہ دوسرے کے فعل کی۔لہٰذا یہ نذر بھی منعقد نہیں ہوئی۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۳ھ

اگر چہ نذر نہیں ہے لیکن ایک قسم کا عہد ہے۔لہٰذا جب موقع ملے پھر دینی تعلیم میں لگا یا جائے۔

والجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۳۰ جمادی الاولی ۱۳۹۳ھ

جس نے جانور قربان کرنے کی نذر مانی ہو جانور ذبح کرنا ضروری ہے یا قیمت کافی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ

(۱) زید نے منت مانی کہ اگر اس کے بچے کو صحت ہوگی تو وہ ایک بکرا قربانی دے گا۔کیا زید کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ بکرا ہی قربانی میں دے یا اس کی قیمت کے برابر روپیہ کسی مستحق کو دے سکتا ہے۔

(۲) زید کے پاس ایک گھڑی ہے سونے کی جو رغبت کے ساتھ بنائی گئی یعنی اس کے پرزوں کا خول سے یہ .تناسب ہے کہ مثلاً ایک روپیہ بھر وزن ہر آنے سونا بھر ہو کیا اس کا استعمال جائز ہے۔

غلام دستگیر لاہور میڈیسن کمپنی مسلم مسجد چوک انارکلی

﴿ج﴾

(۱) زید کو اختیار ہے کہ بکرا ذبح کرے یا اس کی قیمت کے برابر روپیہ کسی مستحق کو دے دے یہ اس صورت میں ہے جبکہ اس کی نیت میں یہ ہو کہ صحت ہونے میں بکرا خیرات کروں گا اور اگر یہ نیت کی تھی کہ عید قربانی کے موقعہ پر ایک بکرے کی قربانی کروں گا تو پھر قربانی کرنا لازم ہے۔''قربانی دوں گا'' سے مقصود بظاہر کلام میں تصدق ہے اس لیے نذر ہے۔

(۲) جس گھڑی میں سونا غالب ہو اس کا پہننا اور باندھنا مردوں کے لیے حرام ہے البتہ عورتوں کے لیے جائز ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جس نے یہ کہا ہو جب یہ دنبا بڑا ہو جائے اللہ کے نام دوں گا وہ فقراء و مالداروں کو کھلانا جائز ہے کیا طلاق کے خیالات آنے سے طلاق پڑ سکتی ہے، کیا یہ درست ہے کہ حضور وتر کے بعد نفل بیٹھ کر اور فجر کی سنتوں میں قل یاایھا الکافرون و قل ھو اللہ پڑھتے تھے

﴿س﴾

(۱) میں زید نے ایک دنبہ کے بچہ کو اس نیت پر پالا کہ جب وہ بڑا ہو گا تو اس کو اللہ کے نام کروں گا۔ جب وہ دنبہ بڑا ہو گیا تو اس طریقہ پر کھلایا گیا کہ اس دعوت میں برادری کے اور شہر کے متمول افراد کو مدعو کیا گیا اور کوئی مستحق جو کہ اس کا مستحق تھا کو مدعو اس طریقہ پر نہیں کیا گیا جس طرح کہ اور باقی افراد کو ہاں البتہ دوران کھانا جو دو ایک فقیر (یعنی مانگنے والے) آئے ان کو کھانا دے دیا گیا۔ لہٰذا براہ کرم شرعی حکم سے مطلع فرمادیں کہ یہ کھانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہوا یا نہیں اور یہ کہ ایسے کو قبول کرنا چاہیے یا نہیں۔

(۲) زید مسائل طلاق کتاب پڑھ رہا تھا کتاب پڑھتے پڑھتے اس کے ذہن میں ایسے فاسد خیالات نے جنم لیا اور اس کے ذہن میں یہ خیالات گھوم گئے کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی طلاق دی طلاق دی واضح رہے کہ ان خیالات کی نوعیت بعینہ ایسی تھی جس طرح اکثر نماز کے وقت ذہن میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا شرعی حکم سے مطلع فرما دیں کہ آیا اس طرح کے ذہن میں خیالات آنے سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں۔ اگر ہوئی تو کون سی طلاق واقع ہوئی۔ نیز زید ان خیالات کے بعد بھی اپنی بیوی سے رجوع کرتا رہا ہے۔ لہٰذا شرعی حکم سے مطلع فرمادیں۔

(۳) ہمارے مسجد کے پیش امام نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی سنت میں اکثر قل یاایھا الکافرون اور دوسری رکعت میں قل ھو اللہ احد پڑھا کرتے تھے اور وتر کے بعد دو نفل بیٹھ کر پڑھتے تھے اور باقی تمام نفل کھڑے ہو کر ادا کرتے تھے۔ لہٰذا مطلع فرمائیں کہ یہ طریقہ سنت ہے یا کہ محض امام کی ذہنی کاوش۔ ہر تین مسائل سے جلد از جلد مطلع فرمائیں۔

﴿ج﴾

(۱) صورۃ مسئولہ میں جبکہ زید نے ان کے کہنے سے (کہ جب یہ دنبہ بڑا ہو جائے تو اللہ کے نام کروں گا) نذر نہیں تو فقیروں کو دینا واجب نہیں۔ البتہ اگر اس نے اللہ کے نام پر خیرات کر دیا تو اس خیرات سے متمول لوگوں کو کھانا جائز ہے۔ لہٰذا جب زید نے برادری اور شہر کے متمول لوگوں کو مدعو کیا اور انہیں اس دنبہ کو کھلایا تو یہ کھلانا جائز ہو گا۔

(۲) جب کہ زید زبان سے طلاق کے الفاظ نہ کہے یا طلاق تحریر نہ کرے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ لہٰذا زید کے محض ذہن میں خیالات آنے سے طلاق واقع نہیں ہو گی۔

(۳) پیش امام صاحب نے صحیح فرمایا ہے یہ دونوں طریقے سنت ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ
۱۲ جمادی الاولی ۱۳۸۲ھ

جب مدعی کے پاس صحیح گواہ موجود ہیں تو مدعا علیہ کے حلف کا اعتبار نہ ہوگا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے اپنی بیٹی کا شرعی نکاح بچپن میں اپنے بھتیجے کے ساتھ کر دیا تھا۔ جب لڑکی بالغ ہوئی تو شادی کے لیے کہا گیا۔ تو منکوحہ لڑکی کا والد نکاح سے انکاری ہو گیا اور یہ کہنا شروع کر دیا کہ میں نے کوئی نکاح نہیں کر کے دیا۔ نکاح واقع تھا اگر چہ اندراج رجسٹر نہیں تھا لیکن شرعاً کر دیا گیا تھا۔ جبکہ نکاح کے گواہان بھی موجود ہیں اور نکاح خواں مولوی صاحب بھی زندہ ہے۔ دوران تنازعہ فیصلہ یہ طے پایا کہ اگر لڑکی کا والد حلفیہ کہہ دے کہ میں نے لڑکی اپنی کا نکاح نہیں کر دیا تھا تو فریق دوسرا جس کے ساتھ نکاح منعقد ہوا تھا وہ چپ کر کے گھر بیٹھ جائے گا۔ تو لڑکی کے والد نے ایک دربار پر جا کر قرآن اُٹھا کر کہہ دیا کہ میں نے اپنی لڑکی فلاں نام والی کا نکاح شرعی بچپن میں مذکورہ شخص کے ساتھ نہیں کر دیا تھا۔ میرے فریق غلط کہتے ہیں اب قابل دریافت بات یہ ہے کہ آیا نکاح اس حالت میں باقی ہے یا نہیں۔ جبکہ لڑکے نے کوئی زبانی یا تحریری طلاق نہیں دی اور جبکہ اسی مذکورہ لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کر دیا گیا ہے۔ جبکہ پہلے نکاح کا کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بشرط صحت سوال اگر مدعی کے پاس ایسے دو شاہد (گواہ) موجود ہیں جو شرعاً معتبر ہوں اور وہ اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ لڑکی کی صغر سنی میں شرعی طریقہ سے ایجاب و قبول کے ساتھ گواہوں کی موجودگی میں والد نے لڑکی کا نکاح اپنے بھتیجے کے ساتھ کر دیا تھا تو فیصلہ گواہوں پر ہوگا۔ مدعی علیہ لڑکی کے والد کے حلف پر نہ ہوگا۔ لقولہ علیہ السلام الک بینة فقال لا فقال لک یمینه سال ورتب الیمین علی فقد البینة الخ ہدایہ ص ۲۰۱ ج ۳۔

پس صورت مسئولہ میں اگر خاوند نے زبانی یا تحریری کسی قسم کی طلاق نہیں دی تو والد کے انکار کرنے اور حلف اُٹھانے سے نکاح فسخ نہیں ہوا۔ صغر سنی کا نکاح بدستور باقی ہے۔

البتہ اگر صغر سنی میں باقاعدہ شرعی نکاح کا ثبوت موجود نہیں تو دوسری جگہ نکاح جائز ہوگا۔ معتمد علیہ عالم کو ثالث مقرر کر کے تحقیق کی جائے اور اُس کے مطابق عمل کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۸ ربیع الثانی ۱۳۹۸ھ

جس عورت نے شوہر کی موت کے وقت اُس سے عقد ثانی نہ کرنے کا عہد کیا ہو لیکن اب نکاح کرنا چاہتی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی آدمی نے قریب موت کی حالت میں اپنی عورت کو کہا ہے کہ میرے مرنے کے بعد عقد نکاح نہ کرنا اور اس کی گود میں قرآن رکھا کہ میرے مرنے کے بعد نکاح نہ کرنا اور اس عورت نے بھی اقرار کرلیا۔ اب وہ عورت عقد نکاح کرنا چاہتی ہے اب نکاح کر سکتی ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اگر قرآن شریف گود میں رکھ کر اقرار کر چکی ہے تو یہ قسم شمار ہوگی۔ اب اگر وہ نکاح کرنا چاہتی ہے تو کر سکتی ہے لیکن قسم کا کفارہ اس کے ذمہ واجب ہو جائے گا۔ نکاح کرنا چونکہ کار خیر ہے لہٰذا اس کے لیے قسم توڑ سکتی ہے۔ اگر اس کے حالات اس کو نکاح کرنے پر مجبور کریں۔ **كما قال في الدر المختار مع شرحه ردالمختار ص ۷۱۲ ج ۳ (لا) يقسم (بغير الله تعالىٰ كالنبي والقرآن والكعبة) قال الكمال ولا يخفى ان الحلف بالقرآن الآن متعارف فيكون يميناً**۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۴ جمادی الثانیہ ۱۳۸۷ھ

جھوٹ بول کر قرآن اٹھانا گناہ کبیرہ ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ غلام عیسیٰ ولد عثمان قوم سکھیرہ سکنہ کلر عہ نے بلاوجہ ناحق مسمی نحی محمد ولد قطب الدین قوم سکھرہ کے خلاف رنج جیب سکھیرہ کے کیس سے پانچ سو روپیہ کا دائر دعویٰ عرصہ سے کر رکھا ہے۔ پنچائیت کے روبرو غلام عیسیٰ نے نحی محمد سے قسم مانگی تھی۔ نحی محمد نے بالکل صحیح قسم دے دی تھی۔ سائل کی صفائی ہو چکی ہے۔ صرف چالیس روپے دینے تھے۔ وہ اقبال کر چکا ہے سید فدا حسین ماہ ستمبر کو بطور امانت رکھ دیے تھے۔ اب مدعی صفائی تسلیم نہیں کرتا ہے۔ کئی دفعہ سائل کی صفائی ہوئی ہے لیکن مدعی صفائی قبول نہیں کرتا ہے۔ شریعت کے حکم کے مطابق کیا مدعی کو سزا ہونی چاہیے۔ شرعی حکم فرمایا جائے۔ مدعی علیہ کا کوئی گناہ نہیں ہے۔ مدعی پہلے بھی کئی کیسوں میں جھوٹے قرآن اُٹھا چکا ہے۔

﴿ج﴾

جھوٹ گناہ کبیرہ ہے۔ اگر جھوٹ بول کر قرآن اٹھا چکا ہے تو اس سے توبہ تائب ہو جائے اور صاحب حق کو اس کا حق ادا کر دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۷ھ

زمین میں کسی کو داخل نہ ہونے سے متعلق یمین کا تعلق اس زمین سے نہیں ہے جس کا قبضہ پہلے دیا جا چکا ہے

﴿س﴾

(۱) کیا وہ تین ایکڑ جبکہ تمہاری اراضی ہے جو پٹواری حلقہ نے غیر کو دے کر اسے قبضہ دیا۔ اس کا تجھے حلف سے پہلے علم تھا۔ جواب ہاں۔

(۲) باقی اراضی جب تم کو مل گئی اس سے بعد حلف کے کوئی قبضہ دیا یا نہ۔ جواب نہیں۔

استفتاء متعلق بھذا المذکور۔ ولایت حسین نے حلف اٹھایا کہ میں اپنی سابقہ اراضی میں کسی کو داخل نہ ہونے دوں گا۔ مگر قبل حلف کچھ اس اراضی سے پٹواری نے غیر کو قبضہ دیا اور بعد حلف کے ولایت کی جو اراضی تھی اس میں کسی کو داخل نہیں ہونے دیا اور نہ کوئی داخل ہوا۔ ولایت اپنے حلف طلاق معلقہ کا حانث ہوگا یا نہ۔

﴿ج﴾

بتوفیق ملہم الصواب ولایت حسین کا حلف اٹھانا کہ میں اپنی سابقہ مقبوضہ مملوکہ اراضی میں کسی کو داخل نہیں ہونے دوں گا۔ تو صحیح ہے لیکن وہ تین ایکڑ جس پر پہلے سے دوسرے شخص کو قبضہ دیا جا چکا تھا اور وہ اس میں داخل ہو چکا تھا وہ ظاہر ہے کہ اس کا محل یمین نہیں ہے۔ حلف کے وقت جو زمین قبضہ دلانے کی مستحق ہے اور جس کا قبضہ دلانا محل نزاع ہے اسی سے حلف کا تعلق ہوگا اور حسب بیان سائل اسے بعد از حلف اس کی زمین کا کوئی بھی حصہ دوسرے کے پاس نہیں گیا۔ بلکہ پیمائش پر پٹواری نے ہی وہ زمین دلائی۔ تو حلف میں ولایت حسین کے حانث ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں ولایت حسین حانث نہیں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اپنا مال بیوی کو ہبہ کر کے روزوں سے کفارہ ادا کرنا، کسی کو کفارات ادا کرنے کے لیے رقم دے کر وکیل بنانا جائز ہے، کیا مسکین کی تعریف مدرسہ کے طلباء پر صادق آتی ہے

﴿س﴾

(۱) زید کے ذمہ چند کفارات یمین ہیں۔ وہ اپنے کل مال سے بقدر کفاف رکھ کر باقی کل مال جو فوق الکفاف ہے وہ اپنی بیوی کو ہبہ کر دیتا ہے۔ پھر روزوں سے کفارہ ادا کر لیتا ہے۔ بعد میں موہوبہ مال بیوی کی رضا لوٹا لیتا ہے۔ تو کیا اس طرح کفارات ادا ہو جائیں گے یا نہیں۔

(۲) زید کے ذمہ چند کفارات یمین ہیں اور وہ کسی عالم یا فقیہ کو کچھ رقم دے دیتا ہے کہ اس سے میری طرف سے مسکینوں کو کھلا کر کفارات کو ادا کر دیں یا یوں کہتا ہے کہ میں نے آپ کی طرف سے مسکین کو کھلا کر آپ کے کفارات کو ادا کر دیا ہے تو کیا اس وکیل سے کفارات ادا ہو جائیں گے۔

(۳) وہ مسکین جن کی فقہاء تعریف کرتے ہیں کہ جس کے پاس کچھ نہ ہو آیا یہ تعریف آج کل کے عربی مدارس کے طلباء پر صادق آتی ہے۔

﴿ج﴾

(۱) یہ حیلہ ایک دنیاوی کی خاطر عمل میں لایا جا رہا ہے ہم اس کے جواز کا فتویٰ نہیں دے سکتے۔ کسی مولوی نے محض مال کو بچانے کے لیے ایجاد کر لیا ہے۔

(۲) یہ توکیل بالکل جائز ہے جب بھی وکیل کھلا دے موکل کا ذمہ فارغ ہو جائے گا۔

(۳) من لا شیء لہ تو فقیر کی تعریف ہے۔ اگرچہ بعض محشیوں نے بالعکس لکھا ہے جیسا کہ ہدایہ کے حاشیے پر لکھا ہے۔ بہر حال طالب علم اس کا مصرف ہے۔

عبدالرحمٰن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۱ ذی قعدہ ۱۳۷۹ھ

جس شخص نے دو مرتبہ قسم توڑی تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے بکر کے سامنے قرآن مجید اٹھا کر عہد کیا کہ میں فلاں کام نہیں کروں گا۔ مگر زید نے اس قسم کو دو دفعہ توڑ دیا۔ زید کے ذمہ اس کا کوئی کفارہ وغیرہ ہو تو تحریر فرما دیں۔

نوٹ: زید نے دو دفعہ قسم کو توڑا ہے۔ کفارہ ایک دفعہ ادا کرنا پڑے گا یا دو دفعہ۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ کفارہ قسم توڑنے کا یہ ہے کہ دس غریب آدمیوں کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے یا دس فقیروں کو کپڑا پہنا دے۔ اگر اتنا مقدور نہ ہو تو تین روزے لگاتار رکھے۔

قال في الدرالمختار ص ۷۱۳ ج ۳ قال العيني وعندى ان المصحف يمين. في ردالمحتار وعندى لوحلف بالمصحف او وضع يده عليه وقال و حق هذا فهو يمين ولاسيما في هذا الزمان الذى كثرت فيه الايمان الفاجرة ورغبة العوام في الحلف بالمصحف اه. واقره في النهر وفي الهداية ص ۴۶۱ ج ۲ كفارة اليمين عتق رقبة يجزى فيها ما يجزى في الظهار وان شاء كسا عشرة مساكين كل واحد ثوبا فما زاد وادناه ما يجوز فيه الصلوٰة وان شاء اطعم عشرة مساكين كا لاطعام في كفارة الظهار فان لم يقدر علےٰ احد الاشياءُ صام ثلثة ايام متتابعات۔

زید کو کفارہ ایک دفعہ ادا کرنا پڑے گا۔ کما في الهداية ص ۴۸۶ وان حلف يفعلن كذا ففعله مرة واحدة بر في يمينه۔ واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۸ھ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۸ھ

”اگر میں تیرے ساتھ کاروبار کروں تو میں اپنے باپ کا نہیں“ کیا ان الفاظ سے قسم ہو جائے گی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ دو دوست مل کر کاروبار کرتے ہیں کسی بات پر ان کا آپس میں جھگڑا ہو جاتا ہے۔ ان میں سے ایک فرد جذبات میں آ کر کہتا ہے کہ اگر اب میں تیرے ساتھ کاروبار کروں تو میں اپنے باپ کا نہیں۔ ان الفاظ کے ادا کرنے سے قسم ہو جاتی ہے یا یہ الفاظ لغو جاتے ہیں۔ بینوا تو جروا

محمد صدیق ملک

﴿ج﴾

یہ الفاظ لغو ہیں اور ان سے یمین یعنی قسم منعقد نہیں ہوتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۵ھ
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

قرآن کریم پر حلفیہ معاہدہ کرنے والوں کا عدالت میں انکار کرنے سے قسم ٹوٹ گئی یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے ہاں دو پارٹیاں ہیں کسی عہدہ کے لیے ایک پارٹی کثرت سے کامیاب ہوگئی (اور بطور معاہدہ کے قرآن مجید کو ضامن لائی)۔

دوسری پارٹی نے عدالت میں سوال اٹھایا کہ اس پارٹی نے قرآن مجید کو ضامن لے کر اور باہمی قسمیں کھا کر اور اس عہدہ کو بلحاظ تقسیم کر کے کثرت رائے حاصل کی ہے۔ لہٰذا یہ خلاف قانون ہے۔ عدالت کے سامنے برسر اقتدار پارٹی (کامیاب پارٹی) کے تمام ممبران نے بیک آواز حلفیہ بیان یا حلفیہ تحریر دی کہ ہمارا کسی قسم کا کوئی وعدہ یا قسم یا ضمانت قرآن مجید بالکل نہیں ہوئی۔

عدالت نے اس بیان یا تحریر کو معتبر اور صحیح تسلیم کرتے ہوئے مخالف پارٹی کے دعویٰ کو کالعدم قرار دے دیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد برسر اقتدار پارٹی میں پھوٹ پڑ گئی۔ اب وہ برسر اقتدار فرد کو کرسی اقتدار چھوڑنے پر مجبور کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حسب وعدہ وقسم ضمانت قرآن مجید وغیرہ وغیرہ عہدہ ہمارے لیے چھوڑ دو اور وہ شخص عہدہ چھوڑنے کو قطعاً تیار نہیں ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ جو معاہدہ عدالت میں حاضر ہونے سے پہلے ہوا تھا کیا عدالت کے روبرو حلفیہ بیان یا حلفیہ تحریر کے بعد (جبکہ عدالت نے اس بیان یا تحریر کو درست تسلیم کرتے ہوئے فریق مخالف کا دعویٰ خارج کر دیا ہو) کیا اس وعدہ کو پورا کرنا زید کے ذمہ شرعاً ضروری ہے یا زید کی پارٹی کا زید کو مجبور کرنا شرعاً اور قانوناً جرم ہے۔ حکم شرعی سے مطلع فرمادیں۔

محمد اسلم غلہ منڈی بورے والا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اگر فی الواقع پہلے ان کا حلفیہ وعدہ آپس میں دوبارہ مدت عہدہ داری ہو چکا ہو تو روبرو عدالت کے انکار کرنے سے وہ سابقہ وعدہ حلفیہ ختم نہیں ہو جاتا ہے۔ وہ حلفیہ وعدہ بدستور باقی رہے گا اور اس کا ایفاء بشرطیکہ اس میں کوئی شرعی قباحت موجود نہیں ضروری ہوگا اور اگر وعدہ سابقہ کے ایفا میں کوئی واضح شرعی قباحت موجود ہے تو ایسی صورت میں حلفیہ وعدہ توڑنے اور حلف توڑنے کا کفارہ ادا کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۶ صفر ۱۳۸۷ھ

کیا حلف بالقرآن یمین ہے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے حلف بدیں صورت کی کہ قرآن کریم پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ فلاں شخص سے لڑکی کا نکاح نہ کروں گا۔ اگر کر دیا تو مجھ پر یہ حلف عائد ہوگا۔ یعنی قرآن سے بیزار ہوں گا۔ اب استفسار یہ ہے کہ حلف بالقرآن شرعاً و عرفاً حلف ہے یا نہیں اگر حلف ہے تو بصورت حنث کیا لازم آئے گا۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

القول وباللہ تعالی التوفیق۔ صورت مسئولہ میں قرآن کریم پر ہاتھ رکھ کر حلف کرنا کہ فلاں کو لڑکی کا نکاح نہ کردوں گا۔ یہ بعرف زمانہ حاضرہ حلف ہے۔ اگر نکاح کردے یا کر دیا ہے تو بصورت حنث یعنی نکاح کر دینے سے کفارۂ یمین لازم آئے گا۔ چنانچہ درمختار کتاب الایمان ص ۷۱۲ ج ۳ میں ہے۔ (قال الکمال ولا یخفی ان الحلف بالقرآن الآن متعارف فیکون یمیناً واما الحلف بکلام اللہ تعالٰی فیدور مع العرف وقال العینی وعندی ان المصحف یمین سیما فی زماننا وعند الثلاثۃ المصحف والقرآن وکلام اللہ تعالٰی یمین. وقال الشامی فی شرح ھذا (اما فی زماننا فیمین وبہ نأخذ ونأمرو نعتقد وقال ابن مقاتل الرازی انہ یمین وبہ اخذ جمھور مشائخنا وایضاً فیہ (قولہ قال العینی الخ عبارتہ وعندی لو حلف بالمصحف او وضع یدہ علیہ وقال وحق ھذا فھو یمین ولا سیما فی ھذا الزمان الذی کثرت فیہ الایمان الفاجرۃ ورغبۃ العوام فی الحلف بالمصحف اھ) وھکذا فی البحر الرائق۔ پس تحریر ہذا سے معلوم ہو گیا کہ جہلاء قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر اقرار کرتے ہیں کہ فلاں کام نہ کروں گا اور ارادہ میں حلف ہوتا ہے۔ پس اگر حانث ہو گیا یا ہوگا تو کفارہ یمین لازم آئے گا۔ یعنی دس مساکین کو دو وقتہ کھانا کھلانا پڑے گا۔ کما لا یخفی علی ماھر ھذا الفن الشریف فقط واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واقوی واحکم

حررہ ضعیف النقش اللہ بخش عفی عنہ

الجواب صحیح عبدالعزیز عفی عنہ

الجواب صحیح عبدالکریم عفی عنہ کلاچی

الجواب صحیح عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۳۸۵ھ

مدعی سے قسم لے کر جو فیصلہ ہوا وہ خلاف شرع ہے

﴿س﴾

اب مدعی اور مدعا علیہ ہیں۔ ان کا کیس عدالت میں زیر سماعت تھا۔ عدالت عالیہ نے مدعی الف سے قرآن

پاک کا حلف لینے کو کہا چنانچہ مدعی نے قرآن پاک کا اٹھانا قبول کیا۔ اسکے بعد مدعی الف اور مدعا علیہ ب کی رضامندی سے مدعی الف سے قرآن پاک کا حلف لیا اور فیصلہ مدعی کے حق میں ہو گیا۔ اس صورت میں مدعا علیہ اگلی عدالت میں اپیل کا حق رکھتا ہے یا نہیں۔

بشیر احمد قیصرانی ٹیچر ہائی سکول ویواڑاک خانہ دیوا تحصیل تونسہ ضلع ڈیرہ غازی خان

﴿ج﴾

شرعاً مدعی پر قسم نہیں ہے۔ لہٰذا یہ فیصلہ شرعاً صحیح معلوم نہیں ہوتا۔ فقط واللہ اعلم

نائب مفتی بندہ محمد اسحاق غفر لہ مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۴ شعبان ۱۴۰۰ھ

گواہوں کے بروقت دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے اگر مدعا علیہ نے قسم اٹھائی تو دوبارہ گواہ گواہی دے سکتے ہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ کہ زید نے عمر کو مبلغ صد روپیہ بطور قرض دیا گواہان کے سامنے لیکن اس سے رسید نہ لکھوائی۔ کچھ عرصہ بعد زید نے اپنے مقروض سے رقم کا مطالبہ کیا جسے وہ ٹالتا رہا اور اس طرح کافی عرصہ گزر گیا۔ مقروض کی طرف سے صراحتہً انکار بھی نہ تھا اور اقرار بھی نہ تھا قرض خواہ کے متواتر تقاضوں پر مقروض نے انکار کیا اور کہہ دیا کہ اس نے مدعی سے کبھی کوئی رقم قرض نہیں لی مدعی کے پاس اس وقت گواہ موجود نہ تھے مقروض کے انکار سے تنگ آ کر کہا کہ اگر تم نے رقم نہیں دینی تو قسم اٹھاؤ۔ مقروض نے بلا تامل قسم اٹھا دی۔ اب جواب طلب امر یہ ہے کہ مقروض کے قسم اٹھانے کے بعد قرض خواہ پھر اس سے از روئے شریعت مطالبہ کر سکتا ہے یا اپنے شواہد اپنے دعویٰ پر پیش کر سکتا ہے۔ کیا مقروض کی قسم اٹھانے کے بعد اب قرض خواہ ان سے از روئے شریعت کسی قسم کا مطالبہ نہ کرے۔ کیا مقروض قسم اٹھانے کے بعد بری الذمہ ہو گیا یا مدعی کو شواہد پیش کرنے کی از روئے شریعت اجازت ہو سکتی ہے۔

﴿ج﴾

حلف اٹھانے سے مدعی علیہ اس وقت بری ہوتا ہے جب حلف قاضی یا ثالث (مقرر کردہ) کے سامنے ہوا ور وہ بھی مدعی کے مطالبہ پر اسے حلف دے کر اٹھوائے خود مدعی اور مدعی علیہ آپس میں بغیر قاضی یا ثالث کے اگر قسم لے دے کر فیصلہ کریں یہ قسم شرعاً معتبر نہیں۔ مدعی اب بھی دعویٰ کر سکتا ہے اور قاضی یا ثالث کے سامنے گواہوں سے ثابت کر سکتا ہے درمختار کتاب الدعوی ص ۵۴۸ ج ۵ میں ہے **اصطلحا علی ان یحلف عند غیر قاض ویکون بریئاً فھو باطل لان الیمین حق القاضی مع طلب الخصم ولا عبرۃ بالیمین ولا نکول عند غیر القاضی۔**

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

صرف قرآن کریم ہاتھ میں لینے سے یمین نہیں ہوتی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے عدالت میں قرآن مجید ہاتھ میں لے کر کہا کہ مسماۃ وحید فاطمہ کا نکاح مسمی اللہ بخش سے نہیں ہے حالانکہ نکاح تھا۔ اگر حلف مذکور ایسا نہ کرتا تو مبلغ پانچ ہزار روپیہ بے گناہ ڈگری ہو جاتا۔ تو حالف مذکور نے ظلم کے خوف سے ایسا کیا تو آیا حالف گنہگار ہوگا یا نہیں۔ جیسا کہ شرح وقایہ وہدایہ میں ہے۔ **لا حلف بغیر اللہ کالنبی و القرآن** تو کیا ایسے حلف کا کفارہ ادا کرے یا نہ یا فقط توبہ استغفار کرے۔

﴿ج﴾

صرف قرآن مجید کو ہاتھ میں اٹھا کر کوئی کلمہ کہے اس سے حلف نہیں ہوتا۔ البتہ اگر وہ بات غلط ہو تو جھوٹ کا گناہ ہوگا۔ جس سے استغفار کرنا لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲ ذی قعدہ ۱۳۹۲ھ

قسم اُٹھانے کی نیت سے وضو کرنے یا غسل کرنے سے یمین منعقد نہیں ہوتی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ لڑکے نے رقعہ کسی لڑکی کے نام تحریر کر دیا۔ لڑکی کا والد وہ رقعہ لے کر لڑکے کے والد کے پاس آیا اور کہا کہ یہ رقعہ تمہارے لڑکے نے تحریر کیا ہے۔ جس پر لڑکے کے والد نے لڑکے سے رقعہ تحریر کرنے کی نسبت تسلی کی۔ لڑکے نے بالکل اپنے والد صاحب کو مطمئن کر دیا کہ یہ رقعہ میں نے تحریر نہیں کیا۔ لڑکی کے والد نے کہا کہ تم اپنے لڑکے کی صفائی میں قسم دو۔ چنانچہ لڑکے کے والد نے کہا ٹھیک اور وضو کرنا شروع کر دیا کہ میں قسم دوں گا۔ اس پر لڑکی کے والد نے کہا بس اب تم نے وضو کرنا شروع کر دیا تو ہمیں یقین ہو گیا کہ تم نے کلام پاک کی قسم کھالی۔ بس اب قصہ ختم کرو۔ اس کے ۶ ماہ بعد اب کسی فقیر کی معرفت سے معلوم ہوا ہے کہ لڑکے کے والد نے اور اس کے بھائی نے جھوٹی قسم کھائی تھی۔ جس کا وہ کفارہ ادا کریں تو اس کا کیا کفارہ ہے۔

ظفر دکاندار ملتان کچہری روڈ ملتان

﴿ج﴾

واضح رہے کہ قسم کے لیے وضو شروع کرنے سے یمین یعنی قسم منعقد نہیں ہوتی۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں یمین منعقد نہیں ہوئی تو کفارہ کہاں سے لازم آئے گا۔ نیز اگر بالفرض قسم کو صحیح بھی سمجھا جائے تو بھی یہ یمین فعل ماضی یعنی

گزشتہ کام کے بارے میں ہے۔جس میں حنث کی صورت میں کفارہ لازم نہیں آتا۔ **کما فی الهدایة ص ۴۵۸ ج ۲ ولا کفارة فیها الا التوبة والاستغفار** ۔الحاصل صورت مسئولہ میں کفارہ لازم نہیں ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۰ ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ

مدعا علیہ کی قسم اٹھانے کے بعد اگر مدعی عدالت میں گواہ پیش کر دے تو مجسٹریٹ کا فیصلہ درست ہوگا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل میں کہ زید اور عمر کا آپس میں چند دنوں سے جھگڑا شروع ہے۔عمر نے زید کو لوگوں کی موجودگی میں کہا کہ اگر زید مسجد میں قرآن مجید اُٹھا لے تو میں اس کو بری سمجھوں گا۔پھر زید نے مسجد میں جا کر دوسرے لوگ بھی موجود تھے دو دفعہ قرآن مجید سر پر اُٹھا لیا اور زبانی قسم بھی اٹھالی۔عمر کو اعتبار آ گیا اس کے چند دن بعد عدالت میں زید کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا۔اب شرعاً اس کے لیے کیا سزا ہونی چاہیے۔

﴿ج﴾

اگر کسی ثالث کے سامنے مدعی علیہ کو مدعی قسم دلا دے اور وہ اُس کے مطالبہ پر قسم اٹھا لے تو اس کا دعویٰ خارج ہو جاتا ہے۔اب اگر مجسٹریٹ کے پاس مدعی نے دوبارہ دعویٰ دائر کر دیا تو اگر اُس نے دو گواہ عادل دیندار اپنے دعویٰ پر گزارے۔تو مجسٹریٹ اس کے حق میں فیصلہ دے سکتا ہے۔خواہ اس سے پہلے مدعی علیہ قسم بھی اٹھا چکا ہو۔بصورت عدم گواہاں مجسٹریٹ پہلے ثالث کے فیصلہ کی توثیق کر دے اور دوبارہ مدعی علیہ کو قسم نہ دلائے اور دعویٰ خارج کر دے اس کے لیے کوئی سزا مقرر نہیں ہے۔واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۴ جمادی الثانیہ ۱۳۷۶ھ

کیا وقوعہ کی سچائی کے لیے مظلوم لوگوں کا کوئی رشتہ دار قسم اٹھا سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین متین اس مسئلہ میں کہ چند ملزمان نے ایک خطرناک پارٹی بنا کر اپنے حریفوں پر ناروا حملے شروع کر رکھے ہیں۔ جب مظلومین تھانہ جاتے ہیں تو وہاں سے برضامندی ملزمان یہ طے حکم ہو جاتا ہے کہ مظلومین کے خاندان سے فلاں آدمی مسجد میں داخل ہو کر قرآن شریف ہاتھ میں لے کر یہ تصدیق کر دے کہ ''یہ وقوعہ سچا

ہے اور رقم جبراً چھینی گئی ہے ورنہ ملزمان بے خطا ہوں گے" استدعا ہے کہ ایسی صورت میں بروئے شریعت محمدی کتاب و سنت کی روشنی میں درج ذیل سوالات کا جواب عطا فرما کر عنداللہ ماجور و عندالناس مشکور ہوں۔

(۱) کیا حق کو ثابت کرنے کے لیے ایسی قسم اٹھائی جائے۔

(۲) ایسی قسم میں قسم اٹھانے والا یا قسم اٹھوانے والوں میں سے کون اللہ تعالیٰ کو جوابدہ اور عنداللہ ماخوذ ہوگا جبکہ وقوعہ سچا ہو۔

(۳) بروئے شریعت محمدی ایسی قسم کا کیا جواز ہے۔

(۴) کیا آفیسر تھانہ متعلقہ جو ایسی قسم کی ترویج کر رہا ہے بھی عنداللہ ماخوذ ہوگا۔

(۵) کیا مسجد میں داخل کر کے قرآن اٹھوانا شرعی قسم ہے۔

(۶) اگر حق کو ثابت کرنے کے لیے ایسی قسم اٹھائی جائے تو شرعاً کوئی جرم ہے۔

(۷) اگر کوئی ایسی قسم اٹھانے والے پر پھبتی، ہنسی اور بدنام کرنے کی یا الزام لگانے کی کوشش و پروپیگنڈہ کرے تو ایسا کرنا شرعاً کیسا ہے۔ بینوا توجروا

العارض سائل سومرو حاجی محمد سکنہ گوگڑوں تحصیل لودھراں ضلع ملتان

﴿ج﴾

حق کو ثابت کرنے کے لیے سچی قسم کھانا جائز ہے اور قسم اٹھانے والا اور اٹھوانے والا دونوں جبکہ حق پر ہوں نہ ہی مجرم اور نہ ہی جواب دہ ہے سچی قسم کھانے والے پر ہنسی کرنا یا مذاق اُڑانا گناہ ہے۔ فقط واللہ اعلم

مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۱۲ رمضان ۱۳۹۴ھ

جب ایک شخص دوسرے کو قسم کے الفاظ کی تلقین کرے لیکن وہ نہ دہرائے تو قسم نہیں ہوگی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ دو نابالغ آدمی آپس میں لڑ پڑے۔ ایک نے کہا تو حرامزادہ ہے اور دوسرے نے کہا تو حرام زادہ ہے۔ اسی طرح لڑتے لڑتے غصہ کی حالت میں ایک آدمی نے قسم اٹھائی اور قسم اس طریقہ سے اٹھائی تجھے کلما کی قسم النزوج اصالة وو کالة وفضولیاً فهي ثلثة تو حرام زادہ ہے۔ اس طرح اس نے قسم اٹھائی ہے اور وہ اصالة وو کالة و فضولیاً ان کے معنی بھی نہیں جانتا۔ فقط الفاظ اس نے یاد کیے ہوئے ہیں اور تھا بھی غصہ کی حالت میں اس وقت معنی وغیرہ کی طرف خیال بھی نہ تھا اور نیز اس نے یہ سمجھا کہ اس طرح قسم نہیں ہوتی

کیونکہ میں دوسرے پر ڈال رہا ہوں نہ کہ اپنے اوپر کیونکہ تجھے کہا ہے مجھے نہیں کہا۔ اب فرمایئے کہ قسم ہو جاتی ہے یا نہیں۔ اگر ہو جاتی ہے تو کوئی ایسی صورت ہے جس سے اس کی شادی کر سکیں اگر نہیں تو یہ بتائیں کہ جنت میں بھی اسی طرح محروم رہے گا یا نہیں۔ نیز ایک اور مسئلے میں بھی واقف فرمائیں کہ ایک آدمی کو پندرہ سال ہو چکے ہیں لیکن اس کو احتلام اور احبال چھ مہینے بعد میں شروع ہوا تو بتلائیں کہ وہ بالغ پندرہ سال سے ہو جائے گا یا پندرہ سال چھ ماہ کے بعد ہوگا۔ ان دونوں مسئلوں سے واقف فرمادیں۔

غلام یٰسین متعلم مدرسہ عربیہ دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا ضلع ملتان

﴿ج﴾

(۱) الفاظ مذکورہ تجھے کلما کی قسم التزوج اصالۃ ووکالۃ وفضولیاً فھی ثلثۃ تو حرامزادہ ہے سے بظاہر یہی معلوم ہو رہا ہے کہ ان الفاظ کا کہنے والا خود قسم نہیں اٹھا رہا بلکہ دوسرے مدمقابل کو یہ خاص قسم اٹھوا رہا ہے اور اسے یہ تلقین کر رہا ہے کہ آپ مجھے حرام زادہ کہنے میں جھوٹے ہو ورنہ اس خاص قسم کی قسم اٹھاؤ تو پہلے شخص نے قسم محض اٹھوائی ہے اٹھائی نہیں اور دوسرے شخص نے یہ الفاظ بولے تک نہیں اور نہ قسم اٹھائی لہٰذا الفاظ مذکورہ لغو چلے گئے۔

(۲) پندرہ سال کی عمر ہو جانے کے بعد بالغ شمار ہوگا ہاگرچہ کوئی علامت ظاہر نہ ہوئی ہو۔ وعلیہ الفتوی فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

علامات بلوغت پہلے جواب میں باحوالہ لکھ دیے تھے دونوں جواب صحیح ہیں۔

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

خدا کی قسم فلاں دو شخصوں کے پسندیدہ لیڈر کو ووٹ دوں گا نہ دینے کی صورت میں کفارہ ہوگا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی نے حلف اٹھائی کہ میں فلاں دو آدمیوں کے پسندیدہ امیدوار کو ووٹ دوں گا۔ اگر وہ اس دن دونوں آدمیوں کے امیدوار کو ووٹ نہ دے تو کیا یہ حانث ہوگا یا نہیں اور اس پر کیا کفارہ آئے گا۔

مستفتی عبداللطیف

﴿ج﴾

بشرط صحت واقعہ سوال عبداللطیف موصوف نے اس حلف سے کہ میں آپ کے پسند کے امیدوار کو ووٹ دوں گا یا جس طرف مولوی عبدالحق جائیں گے میں بھیجاؤں گا یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کا یہ حلف اٹھانا مولوی صاحب وغیرہ کے

تعاون کرنے کے ساتھ مشروط نہیں ہے۔ لہٰذا عبداللطیف صدارتی امیدوار کو ووٹ دینے میں انہی آدمیوں کے پسند کے تابع ہوں گے اور بصورت خلاف اسے قسم کا کفارہ ادا کرنا ہوگا اور اگر اس کا یہ حلف ان کے تعاون کے ساتھ مشروط تھا تو پھر بصورت عدم تعاون ان کی پسند کے پابند نہیں ہوں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۷ رجب ۱۳۸۴ھ

کسی مجرم کی صفائی کے لیے دوسرے شخص کا حلف اٹھانا جائز نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص چوری کرتا ہے اور پانچ دس آدمی کے روبرو اقرار کرتا ہے کہ تھوڑی چوری کی ہے اور بہت نہیں کی اور مالکوں نے تھانہ کے سپرد کیا تھا مگر تھانیدار صاحب نے پندرہ دن تھانہ میں رکھ کر واپس گھر بھیج دیا تھا اور جس وقت گھر پہنچا تو مالکوں نے کہا کہ آپ کی اور آدمی صفائی دیوے اب شرع کی رو سے دیکھ کر مسئلہ عنایت فرمائیں کہ اس آدمی کی قسم پر صفائی ہوگی یا نہ۔

اللہ بخش تحصیل میلسی ضلع ملتان

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں شرعاً ایسے آدمی کی صفائی کوئی دوسرا شخص نہیں دے سکتا وہ خود اپنی صفائی پر قسم کھائے۔ کیونکہ **البینة للمدعی والیمین علی من انکر**۔ مدعی کے پاس گواہ نہیں ہیں تو مدعی علیہ سے قسم لی جائے۔ واللہ اعلم

حکیم اللہ مدرسہ تعلیم القرآن میلسی

ہوالمصوب

کسی مجرم کی صفائی میں کسی دوسرے شخص کا حلف اٹھانا شرعاً درست نہیں۔ **ولا تزر وازرة وزر اخریٰ** الآیہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۷ محرم ۱۳۹۰ھ

جھوٹی قسم اٹھانے والے کا ساتھ دینا، تعاون کرنا گناہ کبیرہ ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اگر ایک شخص کسی مکان میں بطور چوکیدار بغیر کسی قسم کے کرایہ کے ۱۹۶۵ء سے رہ رہا ہو اور اس کے مکان خالی نہ کرنے پر عدالت میں اس کے خلاف مقدمہ جانے کی صورت میں مدعیان

کی اس پیشکش کے جواب میں کہ اگر مدعاعلیہ اس امر کا قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر حلف اٹھادے کہ وہ متنازعہ مکان میں ۱۹۴۷ء سے رہائش پذیر ہے تو مدعاعلیہ کے خلاف مقدمہ مذکورہ خارج کر دیا جائے۔اس پیشکش کو قبول کرتے ہوئے مدعاعلیہ نے مذکورہ حلف اُٹھالیا۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مدعاعلیہ نے جھوٹا حلف دیدہ دانستہ اٹھا کر گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہے۔تو اب اس کے جھوٹا حلف اٹھانے پر جولوگ ہر حال میں اس کی حمایت پر تل چکے ہوں ان لوگوں کے بارے میں قرآن وسنت کے فیصلہ سے آگاہ فرمادیں۔بینوا توجروا

مستری احمد میاں صاحب معرفت محمد عاشق صاحب مدرس گورنمنٹ مڈل سکول

﴿ج﴾

جھوٹا حلف اُٹھانے والا گناہ کبیرہ کا مرتکب اور سخت گنہگار ہے اور اس کی حمایت کرنا قرآن مجید کی آیت **ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان** کی صریح خلاف ورزی اور مخالفت ہے۔لہٰذا اس شخص کی اس سلسلہ میں امداد کرنا یا حمایت کرنا جائز نہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۸ شوال ۱۳۸۹ھ

جس امام نے جھوٹی قسم اٹھائی ہو سچی توبہ کے بعد اس کی امامت درست ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک عالم امام مسجد میں رات کو ایک شخص کے خلاف پروگرام بناتا ہے اور صبح کو جس وقت لوگوں کو اس پروگرام کا علم ہوتا ہے تو مولانا سے دریافت کیا جاتا ہے تو مولانا قرآن پاک پر ہاتھ رکھ کر صاف انکار کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں اس شخص سے معاملہ کرتا ہوں جس نے آپ کو اطلاع دی ہے۔تو چند لوگوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ مولانا نے یہ پروگرام ہمارے ساتھ کیا تھا۔تو اب برائے کرم یہ بتائیں کہ اس امام کے پیچھے نماز ٹھیک ہے یا نہیں اور نیز مسجد کی امامت بھی کرا سکتے ہیں یا نہیں۔بینوا توجروا

﴿ج﴾

بشرط صحت واقعہ اس طرح جھوٹی قسم کھانا سخت گناہ ہے۔امام صاحب کو توبہ کرنا چاہیے پھر اس کی امامت درست ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۷ ذوالحجہ ۱۳۸۷ھ

اگر میں نے فلاں کام کیا ہو تو خدا مجھے کفر پر موت دے کیا ان الفاظ سے قسم ہو جائے گی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید اور بکر کی کسی بات پر ترش کلامی ہوئی زید نے بکر کو کہا تیرے متعلق چھو کرے بازی کا شبہ ہے۔ اسی پر بکر نے خود قرآن مجید ہاتھ میں لے کر یہی الفاظ کہے میں نے اپنی زندگی میں ایسا فعل نہیں کیا اگر میں نے ایسا فعل کیا ہو تو خدا مجھے کفر پر موت دے۔ ورنہ زید کو خدا کفر پر موت دے۔

اب قابل دریافت امر یہ ہے کہ ان الفاظ کی ادائیگی سے قسم ہو گئی اور اس قسم کی قسم کا پہلے بھی کہیں ثبوت ملتا ہے یا بدعت ہے۔ اگر بدعت ہے تو اس کے لیے یعنی بکر کے لیے کیا سزا ہے۔ ایسے آدمی کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے۔ اگر یہ قسم اسی طرح کی ثابت اور صحیح ہے تو زید کے متعلق کیا سزا یا کفارہ ہے جبکہ قسم کو تسلیم کرنے سے بھی اس پر کفر عائد ہوتا ہے اور تسلیم نہ کرے تب بھی کافر ہے۔

سائل غلام قادر محلہ قدیر آباد ملتان

﴿ج﴾

فی الهداية ان فعلت كذا فهو يهودی او نصرانی او كافر يكون يمينا. لانه لما جعل الشرط علما على الكفر فقدا عتقده واجب الامتناع وقد امكن القول بوجو به لغيره بجعله يمينا كما نقول في تحريم الحلال ولو قال ذلك لشی قد فعله فهو الغموس ولا يكفر اعتبارا بالمستقبل وقيل يكفر لانه تنجيز معنى كما اذا قال هو يهودی والصحيح انه لا يكفر فيهما ان كان يعلم انه يمين فان كان عنده انه يكفر بالحلف يكفر فيهما لا نه رضی بالكفر حيث اقدم على الفعل (ہدایہ ص ۴۶۱ ج ۲)۔ **وفي الحاشية ولو قال ذلك الخ يعني لو حلف بهذا اللفظ على امر ماض فان كان عنده انه صادق فلا شئ عليه وان كان يعلم انه كاذب فهو الغموس ع)** اس عبارت سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں یمین (قسم) ہو چکی ہے۔ اب اگر بکر اپنے قول میں سچا ہے تو اس پر یمین کی وجہ سے کوئی کفارہ نہیں ہے اور اگر جھوٹا ہے تو یمین غموس ہے۔ جس میں کفارہ تو واجب نہیں لیکن یہ شخص سخت گنہگار ہوگا۔ **لقوله عليه السلام من حلف كاذبا ادخله الله النار (الحديث) ولا كفارة فيها الا التوبة والاستغفار**۔ لہٰذا اس شخص پر توبہ واستغفار لازم ہوگا۔ باقی ان الفاظ سے تو مجھے خدا کفر پر موت دے الخ یہ کفر کا حکم لگایا جا سکتا ہے یا نہیں تو اس میں صاحب ہدایہ کی تحقیق کے مطابق تفصیل ہے۔ اگر ان الفاظ سے اس شخص کا ارادہ صرف یمین (قسم) کو مغلظ کرتا ہے اور ان الفاظ کو صرف قسم کے ارادہ سے استعمال کیا ہے تو پھر تو کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا لیکن اگر اس شخص نے یہ جانتے

ہوئے کہ اس قسم کے الفاظ کہنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے یہ الفاظ کہے ہوں تو پھر بنا بر رضامندی کفر اس پر کفر کا حکم لگایا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ ہدایہ میں ہے۔ فان کان عنده انه یکفر بالحلف یکفر فیها لانه رضی بالکفر حیث اقدم علی الفعل (ہدایہ ص ۴۶۱ ج ۲)

بہر حال کفر کے حکم میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے لیکن یہ الفاظ بہت سنگین قسم کے ہیں۔ اس شخص کو توبہ تائب ہونا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲۱ محرم الحرام ۱۳۹۰ھ

قرآن کریم ہاتھ میں اٹھا کر قسم اٹھانا درست ہے

﴿س﴾

زید نے بکر سے کسی معاملہ میں قرآن شریف اٹھوا کر قسم لے لی لیکن زید بعد میں اس پر ایمان نہیں رکھتا۔ کیا زید یا بکر کے ذمے کوئی گناہ ہے۔ اگر ہے تو کس کے ذمہ ہے۔ اگر گناہ ہے تو اس کا کفارہ بیان کریں۔

﴿ج﴾

قرآن کریم ہاتھ میں لے کر قسم اٹھانا جائز ہے اور ویسے بھی قسم اٹھانا درست ہے۔ کما قال فی الدر المختار علی هامش ردالمختار ص ۷۱۲ ج ۳ (لا) یقسم (بغیر الله تعالیٰ کالنبی والقرآن والکعبة) قال الکمال ولا یخفی ان الحلف بالقرآن الآن متعارف فیکون یمینا۔ لیکن اسے قرآن اٹھانے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

اگر زید بکر کی قسم اور قرآن لینے کا اعتبار نہ کرے بوجہ اس کے کہ بکر کو جھوٹا آدمی سمجھے اور اس پر اعتماد نہ کرے تو اس میں زید کا کوئی گناہ نہیں ہے۔ اگر اس پر اعتبار نہ کرنے کا کوئی منشا موجود ہو باقی کفارہ گناہ وغیرہ کے متعلق واقعہ کی تفصیل کے بعد حکم بتایا جا سکے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۴ صفر ۱۳۸۷ھ

اگر متعدد باتوں سے متعلق قسم کھائی ہو اور ایک کا کفارہ دے دیا تو دوبارہ ضرورت نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ دو حقیقی بھائیوں اللہ ڈیوایا اور گلو کا کسی رشتہ کے بارے میں جھگڑا ہو گیا۔ عرصہ تقریباً تیس سال گزر گئے ہیں اللہ ڈیوایا نے قرآن سر پر رکھا اللہ ڈیوایا خود کہتا ہے کہ مجھ کو قرآن اُس وقت نہیں دیا گیا تھا اللہ ڈیوایا نے کہا کہ گلو کے ساتھ اور اُن کے لڑکے اور پوتوں تک رشتہ نہیں کروں گا اور ان کی خوشی اور غمی میں شریک نہیں ہوں گا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد گلو کا لڑکا فوت ہو گیا اور کسی عالم نے کہا کہ کفارہ دے کر ان کی غمی میں شریک ہو جا تو اب گلو بھی فوت ہو چکا ہے اللہ ڈیوایا گلو کے لڑکے کے ساتھ رشتہ کرنا چاہتا ہے۔ آیا شرعاً یہ رشتہ جائز ہو گا یا نہیں اور پہلا کفارہ کافی ہے یا پھر کفارہ ادا کرنا ہو گا۔

مولوی محمد حسن مدرسہ نصرت العلوم دیوالہ تحصیل بھکر ضلع میانوالی

﴿ج﴾

اللہ ڈیوایا نے اگر گلو کے لڑکے کی تجہیز و تکفین وغیرہ میں شرکت کے بعد کفارہ ادا کر لیا ہے تو اب دوبارہ کفارہ واجب نہیں۔ صورت مسئولہ میں یہ رشتہ کرنا جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۱ ذوالحجہ ۱۳۹۹ھ

جھوٹی قسم کے ذریعہ غصب کرنا ہرگز جائز نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ سائل ایک غریب اور عیالدار آدمی ہے۔ مالکان کی حسب رضامندی رقبہ کاشت کرتا اور ادائیگی مطالبہ کر کے حق محصول حوالہ مالکان کر رہا تھا جس کو عرصہ آٹھ سال ہو چکا ہے۔ ایک سال کا عرصہ ہوا کچھ رقبہ مالکان نے بحق سائل جمع کرایا اور باقی رقبہ زرعی اصلاحات ہو گیا۔ اب ایک اجنبی نے جو شرعی امور سے بالکل بے بہرہ ہے اور اسلام سے بالکل نا آشنا ہے محکمہ مال میں ناجائز درخواست دی ہے کہ وہ اس رقبہ کا ابتدائی مزارع ہے۔ حالانکہ اس کی یہ سراسر دروغ گوئی اور ڈاکہ زنی ہے۔ اس سلسلے میں اس نے جھوٹی قسم کھائی ہے۔ تو کیا اگر کوئی شخص جھوٹی قسم کھا کر کسی کا حق غصب کر لے تو شرعاً اس کا کیا حکم ہے۔

منشی رسول بخش نمبردار ضلع شاہ پور ڈاک خانہ احسان پور تحصیل و ضلع رحیم یار خان

﴿ج﴾

بر تقدیر صحت واقعہ شخص مذکور کا جھوٹی قسم کھا کر کسی کے حق کو غصب کرنا جائز نہیں ہے اور اس سے وہ اس زمین کا

مالک نہیں بنے گا۔ لہٰذا اس شخص پر لازم ہے کہ اپنا قبضہ اس زمین سے اٹھا دے اور مالک کو وہ زمین حوالہ کر دے اور جھوٹی قسم کھانے کی بنا پر توبہ واستغفار کرے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی قاسم العلوم ملتان

بے گناہ شخص کا مسجد میں کلمہ پڑھ کر اپنی صفائی پیش کرنا جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چند لوگوں نے ایک اہل علم معزز آدمی پر بدگمانی کا خیال کیا۔ فی الحقیقت وہ اس چیز سے صاف تھا۔ آیا اگر محلہ کے چند آدمیوں کی بدگمانی دور کرنے کے لیے اس نے مسجد میں بیٹھ کر کلمہ پڑھ کر اپنی صفائی پیش کی ہو تو شرعاً اس بات پر کوئی گناہ تو نہیں ہے۔ جبکہ وہ اس فعل بدگمانی سے بے قصور ہو ان کی بدظنی دور کرنے کے لیے اگر ایسا کیا تو شرعاً کوئی ممانعت تو نہیں۔ وضاحت فرما دیں۔

غلام مصطفیٰ رحمانی مقیم ملتان

﴿ج﴾

بے قصور و بے گناہ آدمی اگر اپنے سے بدگمانی دور کرنے کے لیے مسجد میں کلمہ پڑھ کر اپنی صفائی پیش کرے تو شرعاً اس بات پر کوئی جرم و گناہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جب دو آدمیوں نے کسی معاملہ کے متعلق قسم کھائی ہو تو جو خلاف کرے گا کفارہ واجب ہوگا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے قرآن مجید پر ہاتھ رکھا اور ہندہ نے بھی۔ دونوں نے قسم کھائی زید نے کہا کہ میں قرآن مجید کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں تیرے ساتھ شادی کروں گا اور ہندہ نے بھی قرآن کی قسم کھائی کہ میں تیرے ساتھ شادی کروں گی۔ اب زید نے کہا اگر تو نے میرے ساتھ شادی نہ کی تو میں تجھے اغوا کر جاؤں گا۔ ہندہ نے کہا کہ ٹھیک ہے میں تیرے ساتھ ہوں۔ اب اگر وہ اس کے خلاف چلنا چاہیں تو کس طرح کریں۔ اب جو زید اور ہندہ نے قرآن مجید کی قسم کھائی ہے کیا وہ قسم ہوگی یا نہ ہوگی۔ تاکہ ہمارا اشکال ختم ہو جائے۔

قمر الٰہی خان شہر سلطان تحصیل علی پور ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

حلف یعنی قسم درست ہے۔ ایفاء قسم ضروری ہے۔ اگر اس کے خلاف کرے گا تو کفارہ یمین واجب ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۲ رمضان ۱۳۹۹ھ

نابالغ نے اگر کلمہ کی قسم اٹھائی ہو تو بلوغ کے بعد وہ کام کرنے سے حانث نہ ہوگا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ زید نے عمر کو کسی معاملہ پر کلما طلاق والی قسم اٹھوالی ہے۔اس حال میں اس وقت عمر کو جو قسم اٹھانے والا ہے اس کی تعریف کا پتہ بھی نہیں تھا اور عنوان بھی ایسا تھا کہ اس میں لفظ طلاق موجود نہیں تھا مثلاً زید نے عمر کو کہا کہ اگر فلاں معاملہ کو تو نے ظاہر کیا تو تجھے کلما کی قسم ہے تو عمر نے اس بات کو قبول کرتے ہوئے کہا کہ اگر میں نے فلاں معاملہ کو ظاہر کیا تو مجھے کلما کی قسم ہوگئی لیکن لفظ طلاق زبان پر نہ زید نے لایا ہے اور نہ عمر نے لایا ہے۔نیز عمر کو یہ بھی ڈر تھا کہ اگر میں نے قسم نہ اٹھائی تو مجھے مارے گا اور عمر اس وقت تھا بھی نابالغ۔ کیا طلاق واقع ہو جائے گی یا نہ۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جبکہ نابالغی میں عمر نے کلما کی قسم اٹھائی ہے۔تو اس کے توڑنے سے اور حنث سے عمر کی زوجہ پر طلاق واقع نہیں ہوتی۔کیونکہ نابالغی میں لڑکے کی طلاق تنجیز اور معلق دونوں لغو ہیں۔جس کا شرعاً اعتبار نہیں۔علاوہ اس کے جبکہ عمر کو اس کی تعریف ومعنی بھی معلوم نہیں تھا تو اس وجہ سے بھی عمر کی اس قسم کا اعتبار نہیں ہوگا اور بلاشبہ مذکورہ قسم اٹھانے سے اس کی طلاق واقع نہیں ہوگی۔واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کسی بھی جائز کام کے لیے حلف وفاداری جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اگر دو مسلمان کسی جائز کام میں تعاون واتحاد کے لیے ایک دوسرے سے خدا اور رسول کے نام پر اور کتاب اللہ پر ہاتھ رکھ کر حلف وفاداری اٹھوانا چاہیں تو جائز ہے کہ نہیں۔حالانکہ کتب صالحین کی روشنی میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ بصورت مذکورہ کے قسم کھانا صحیح نہیں۔

عبدالسلام

﴿ج﴾

کسی بھی جائز کام پر تعاون واتحاد کی غرض سے خدا کی قسم اور کتاب اللہ کی قسم کے الفاظ سے حلف وفاداری دلوانا جائز ہے لیکن خدا کے سوا کسی اور کی قسم کھانے سے قسم (حلف) نہیں ہوتی۔جیسے رسول اللہ کی قسم، کعبہ کی قسم اس طرح قسم کھانا سخت گناہ ہے۔والیمین باللہ او باسم آخر من اسماء اللہ کما الرحمن الرحیم او بصفة من

صفاته التی یحلف بها عرفا کعزة الله وجلاله وکبریائه (ہدایہ ص ۴۵۹ ج ۲) ولا یخفی ان الحلف بالقرآن الآن متعارف فیکون یمینا الخ وقال العینی وعندی ان المصحف یمین لا سیما فی زماننا الخ (درمختار ص ۷۱۲ ج ۳) ومن حلف بغیر الله لم یکن حانثا کالنبی والملئکة۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳۰ ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ

کیا یتیم بچے کو دس دن کھانا کھلانے سے کفارہ ادا ہو جائے گا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک یتیم بچہ بارہ سال عمر کا ہے اور اس کی خوراک عام بڑے آدمیوں جتنی ہے۔ تو اگر وہ شخص جس پر کفارہ یمین کا ادا کرنا ہے۔ اس بارہ برس کے یتیم بچہ کو پورے دس دن تک کھانا کھلا تا رہے۔ کفارہ یمین کی ادائیگی کی نیت سے تو اس کا کفارہ ادا ہو جائے گا یا نہیں جبکہ اس بچہ کی خوراک پاؤ بھر یا اس سے زائد ہو۔

المستفتی غلام محمد فیروز پوری متعلم مدرسہ عربی خیر المدارس ملتان شہر

﴿ج﴾

بلاشبہ کفارہ صورت مسئولہ میں ادا ہو جائے گا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی قاسم العلوم ملتان